عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً
فتاویٰ محمودیہ
جلد ۲۱
از
فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند
ترتیب جدید
محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند
مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206
Design by: M.Rahman Qaasmi 9758814654

F.M.Fainal\Jild-1\S.R.Waraq

مقدمہ فتاوی محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ھند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یو پی ۲۴۵۲۰۶

انتباہ

تفصیلات

نام کتاب	:	فتاویٰ محمودیہ......۲۱
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۴۹۴
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ: ۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	**باب اول** : وقف کا بیان..............................	۲۶
۲	**باب دوم** : وقف کو بدلنا اور بیچنا..............................	۱۱۳
۳	**باب سوم** : تولیت وقف..............................	۱۵۹
۴	**باب چھارم** : مصارف وقف..............................	۲۲۱
۵	**باب پنجم** : مسجد کے احکام..............................	۲۳۴
۶	**فصل اول** ☆ مسجد کی بناء وتعمیر..............................	۲۶۱
۷	**فصل دوم** ☆ مسجد اور سامان مسجد کو منتقل کرنا..............................	۲۷۴
۸	**فصل سوم** ☆ مسجد ضرار..............................	۳۰۳
۹	**فصل چھارم** ☆ غیر کی زمین میں مسجد تعمیر کرنا..............................	۳۲۹
۱۰	**فصل پنجم** ☆ پرانی مسجد کے احکام..............................	۳۴۳
۱۱	**فصل ششم** ☆ توسیع مسجد کے احکام..............................	۳۵۶
۱۲	**فصل ھفتم** ☆ محراب وممبر اور مینار مسجد کا حکم..............................	۳۷۵
۱۳	**فصل ھشتم** ☆ مسجد میں نقش ونگار..............................	۳۸۶
۱۴	**فصل نهم** ☆ مسجد کی عمارت اور اسکے اوقاف میں تصرف......	۴۰۳
۱۵	**فصل دھم** ☆ مسجد اور اس کے سامان کو بیچنا..............................	۴۶۷

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد.....۲۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الوقف	
	﴿احکام وقف﴾	
	☆............**باب اوّل**............☆	
	وقف کا بیان	

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆............ باب دوم ....☆

وقف کو بدلنا اور بیچنا

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆............**باب سوم**............☆	
	تولیت وقف	

☆............باب چہارم............☆

مصارفِ وقف

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

| | **فصل اول:- مسجد کی بناء و تعمیر** | |

☆......☆......☆......☆......☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل سوم:- مسجد ضرار	

فصل ششم:- توسیع مسجد کے احکام

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	فصل نہم:- مسجد کی عمارت اور اسکے اوقاف میں تصرف	

تمت وبالفضل عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

﴿وقف کا بیان﴾

وقف کس کو کہتے ہیں

سوال:-(۱) شرعاً عافقہ کی رو سے وقف کی کیا تعریف ہے۔

(۲) کیا مقابر و مدارس وقف کی تعریف میں شامل ہیں جب کہ نذر مقابر منذ ور علی اللہ نہیں ہیں، بلکہ منذ ور لغیر اللہ جو حرمت کے حکم میں شامل ہیں، نذر مدارس نہ منذ ور علی اللہ ہیں نہ منذ ور لغیر اللہ بلکہ مدارس اپنے تعلیمی مفاد کے لئے قائم کئے جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

الوقف هو لغة الحبس وشرعاً حبس العين على حكم مالك الواقف والتصدق بالمنفعة عنده وعندهما هو حبسها على حكم ملك الله تعالٰى وصرف منفعتها علٰى من احب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه و عليه الفتوىٰ ا هـ (در مختار على هامش الشامی نعمانیہ[1] ص:۳۰۷-۳۰۸)

۲-اگر کوئی شخص اپنی زمین اس لئے وقف کرتا ہے کہ مردے دفن کئے جائیں یا وہاں مدرسہ بنا کر دینی تعلیم دی جائے تو یہ وقف شرعاً صحیح و معتبر ہوگا، بغیر نذر کے بھی وقف صحیح ہے نذر پر موقوف

[1] در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۳۷، ج:۴، اول کتاب الوقف، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۸۷ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۰ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

نہیں[1] لہٰذا یہاں یہ بحث بے محل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/ ۹۱ھ

وقف مؤبد ومؤقت

سوال:- عریضہ ہٰذا کے ساتھ جناب والا کا جواب نمبر ۲۱۱ الف منسلک ہے، احقر کو آنجناب کے جواب میں تامل ہے کیونکہ وقف کی شرائط میں سے تابید ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **ومنها التابيد وهو شرط مع قول الكل** (ص:۳۱۶، ج:۲) شامی میں ہے: **اما التابيد معنى فشرط اتفاقا على الصحيح وقد نص عليه فحققوا المشائخ قلت ومقتضاه ان المقيد باطل اتفاقا** (ص:۵۶۴، ج:۳) اور دستاویز کے نمبر ۲ ونمبر ۳ تابید کے خلاف ہیں اور آنجناب نے نمبر ا کے پیش نظر دوام سمجھ کر جواب دیا ہے حالانکہ نمبر ۲، ونمبر ۳ سے تابید باطل ہوتی ہے، پس دستاویز دوام سے مراد دوام بدوام المدرسہ ہے جو تابید کے خلاف اور باطل وغیر معتبر ہے اور اس سلسلہ میں فتاویٰ قاضی خاں کا یہ جزئیہ بھی بطور نظر کے ملاحظہ ہو: **ولو قال ارضى هذه صدقة موقوفة شهر افاذا مضى شهر فالوقف باطل كان الوقف باطلا فى الحال.** (ص:۲۷۰، ج:۴) اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی دستاویز مذکور جیسی صورت کو عدم تابید سمجھا ہے، جس کی تشریح امداد الفتاویٰ میں مذکور ہے جس کا سوال وجواب بالاختصار درج ذیل ہے۔

''اراضی وقف شدہ پر عمارت مدرسہ بنائی جائے گی جب تک کہ یہ عمارت قایم رہے تب تک ہائی اسکول مذکور مالک ہوگا بصورت قائم نہ رہنے مدرسہ مذکور کے وارثان ہبہ کنندگان کو پہونچے گی''

[1] وشرطه شرط سائر التبرعات كحرية وتكليف وأن يكون قربة فى ذاته معلوماً أى بأن يكون من حيث النظر الى ذاته وصورته قربة والمراد أن يحكم الشرع بانه لوصدر من مسلم يكون قربة حملاً على أنه قصد القربة منجزاً. (در مختار مع الشامى كراچى، ص: ۳۴۰، ۴۱، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۵۷۱ ج ۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳۱۱ ج ۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب

فی الدرالمختار[۱] واذا وقته بشهر او سنة بطل اتفاقا (در) وفی رد المحتار هذا اذا شرط رجوعه بعدا لوقف الٰی قوله : اما اذا شرط رجوعه الیه بعد مضی الوقت فقد ابطل التابید فیبطل الوقف وبعد اسطر : هٰکذا لوقال ارضی هذهٖ صدقة موقوفة شهرا فاذا مضی شهر فالوقف باطل الی قوله باطل مطلقا کما علمت آنفا.(ص: ۵۶۶، ج:۳،ص: ۵۶۷) اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ وقف صحیح نہیں ہے: والتوقیت بانقطاع السکول کالتوقیت بالشهر والسنة لاشتراک العلة وهی ابطال التابید وهو ظاهر[۲](ص:۶۲۱، ج:۲) ان تحریرات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دستاویز کے نمبرا، میں دوام سے مراد دوام بدوام المدرسہ ہے، نہ کہ مطلق دوام۔امید کہ احقر کے تر ددوخلجان کودورفر ما کرا سے ممنوع فر مائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر وہ چیز جو مدرسہ کے لئے دی جائے یا حاصل کی جائے ان سب کو وقف نہیں تصور کرنا چاہئے صورت مسئلہ میں معطی (حاجی عبدالحمید صاحب) کی تحریری دستاویز ’’تملیک نامہ‘‘ میں لفظ ’’وقف‘‘ موجود نہیں دارالعلوم کے مذکورہ فتویٰ میں بھی لفظ ’’وقف‘‘ موجود نہیں پھر فقہاء کی عبارات متعلقہ وقف کو اس فتوے کے معارض قرار دینا بے محل اور بنیادی طور پر غلط ہے، چونکہ بعض اہل علم اور اہل قلم حضرات کو دارالعلوم کے اس فتوے پر خلجان اور شبہ پیدا ہوگیا ہے کہ یہ وقف کی شرط تابید کے خلاف ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ وقف کا موبد ہونا ضروری ہے، ورنہ وقف ہی بالا تفاق باطل ہوگا اس لئے ضمنی طور پر اس کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ہے، عامۃً کتب فقہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، کہ وقف کا مؤبد ہونا ضروری ہے۔اور بعض کتب میں اس پر اتفاق بھی نقل کیا گیا ہے، لیکن ذرا وسعت وامعان نظر سے

---

[۱] در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۳۵۱، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب مهم فرق أبویوسف بین قوله موقوفة الخ.

[۲] امداد الفتاویٰ جدید، مطبوعه اداره تالیفات اولیاء دیوبند ص:۶۴۳، ج: ۲، کتاب الوقف سوال نمبر ۷۶۴، کتاب الوقف، بطلان وقف باشتراء بطلان او بحالت خاص،

کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ اور امام یوسف رحمہ اللہ کے درمیان صرف ذکر تابید میں ہی اختلاف نہیں بلکہ نفس تابید میں اختلاف ہے کہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ وقف موقت کو بھی جائز اور صحیح فرماتے ہیں چنانچہ ہدایہ میں ہے: **وقال ابویوسف رحمة اللّٰه اذا سمى فيه جهة تنقطع جاز وصار بعدها للفقراء وان لم يسمهم**[1] **اھ** . پھر طرفین کی دلیل لکھنے کے بعد لکھا ہے: **ولابی یوسف رحمة اللّٰه أن المقصود هو التقرب الى اللّٰه تعالىٰ وهو موفّر عليه لان التقرب تارة تكون فى الصرف الى جهة تنقطع ومرة بالصرف الى جهة تتابد فيصح فى الوجهين**[2] **اھ** . اس کے بعد شرط تابید کے اجماعی ہونے کو ''قیل'' سے بصیغۂ تحریض نقل کیا ہے: **وقيل ان التابيد شرط بالاجماع**[3] **اھ**۔ موقوف علیہ اگر جہت موبدہ نہ ہو بلکہ منقطعہ ہو تو وقف صحیح ہو جانے کے بعد اس کے متعلق بعد انقطاع موقوف علیہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ آمدنی وقف کو فقراء پر صرف کیا جائیگا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہ وقف ملک واقف یا ورثائے واقف کی طرف عود کرے گا۔ اگر واقف یہ شرط کر لے موقوف علیہ زندہ رہتے ہوئے بھی اگر حاجت مند نہ رہے تو وقف واقف کی جانب سے لوٹ آئے گا، تو یہ شرط بھی معتبر ہے: **أنه يتوسع فى أمر الواقف فلايشترط التابيد واشتراط العود الى الورثة عند زوال حاجة الموقوف عليه لايفوت موجب العقد عنده**[4] **اھ**۔ پس خود موقوف علیہ کے ختم ہونے پر عود کی شرط بھی جائز ہے: **عن ابى يوسف رحمه اللّٰه اذا وقف على رجل بعينه جاز واذا مات الموقوف عليه رجع الوقف الى ورثة الواقف قال : وعليه الفتوى : واذا عرف عن ابى يوسف رحمه اللّٰه جواز عوده الى الورثة فقد يقول فى وقف عشرين سنة بالجواز لانه لافرق اصلا ومنها ما ذكر فى البرا مكة قال ابويوسف رحمه اللّٰه اذا انقرض الموقوف عليهم بصرف الوقف**

---

[1] هدايه مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ص: ۶۳۹، ج:۲، كتاب الوقف.

[2] هدايه اولين مطبوعه ياسر نديم اينڈ كمپنى ص: ۶۳۹، ج:۲، كتاب الوقف.

[3] حوالۂ بالا

[4] فتح القدير، دارالفكر ص ۲۱۴ ج۶، كتاب الوقف.

الی الفقراء قال فی الاجناس : فحصل عنه روایتان اھ یہ سب بحث مع قول امام محمد رحمہ اللہ فتح القدیر[1] (ص:۴۸، ج:۴) میں موجود ہے: "**والحاصل ان عند ابی یوسف رحمه الله فی التابید روایتین : فی روایة، لا بد منه وذکره لیس بشرط وفی روایة لیس بشرط ویفرع علی روایتین مالووقف علی انسان بعینه اوعلیه وعلی اولاده اوعلی قرابته وهم یحصون اوعلی امهات اولادهٖ فمات الموقوف علیه فعلی الاول یعود الی ورثة الواقف وعلیه الفتوی کما فی الفتح وغیرهٖ وعلی الثانی یصرف الی الفقراء وان لم یسمهم وهذا الصیحیح عنده اھ**" (مجمع الانہر[2] ص:۵۷۳، ج:۲) فتاویٰ قاضی خاں سے آپ نے عبارت نقل کی ہے، اس کے قریب ہی یہ بھی موجود ہے: **رجل وقف داره یوما اوشهر او وقتا معلوما ولم یزد علی ذالک جاز الوقف ویکون الوقف موبداً اھ** (فتاوی قاضی خاں[3] برحاشیہ عالمگیری مصری ص:۳۰۴، ج:۳) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول راجح ہے، احوط ہے، اسہل ہے، انفع ہے، مفتیٰ بہ ہے۔

ولایتم حتی یقبض ویجعل آخره لجهة لا تنقطع هذا بیان شرائط الخاصة علی قول محمد رحمه اللّٰه لانه کالصدقة وجعله ابویوسف کالاعتاق واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسهل بحر، وفی الدرر : وصدر الشریعة : وبه یفتی وأقره المصنف اھ (درمختار والمسئلة مذکورة مبسوطة فی رد المحتار[4] ص۳۶٦، ج۳، والبحرالرائق[5] ص ۱۹۸، ج۵، وشرح[6] المبسوط للسرخسی ص ۴۱، ج۱۲،

[1] فتح القدیر ص۲۱۴ ج٦ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] مجمع الأنهر ص۵۷۳ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

[3] فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الهندیه، بلوچستان کوئٹه، ص: ۳۰۴،ج: ۳، کتاب الوقف، فصل فی مسائل الشرط فی الوقف.

[4] در مختار مع الشامی کراچی، ص: ۳۴۸- ۳۵۱، ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید.

[5] وقال أبویوسف اذا سمی فیه جهة تنقطع جاز وصار بعدها للفقراء ولو لم یسمهم. (بحر، مکتبه ماجدیه کوئٹه ص: ۱۹۸، ج:۵، کتاب الوقف)

[6] ومما توسع فیه أبویوسف رحمه اللّٰه أنه لا یشترط التابید فیها حتی لو وقفها علی جهة یتوهم انقطاعها یصح عنده. (مبسوط سرخسی، دارالفکر ص: ۴۱، ج: ۱۲، کتاب الوقف)

ودر منتقی[۱] شرح ملتقی ص ۵۷۶، ج ۱) نیز (شرح سیر کبیر[۲] ص ۲۷۲، ج ۲) میں ہے۔

وعند ابی یوسف رحمه الله یجوز موقتًا وموبداً اھ۔ پس اگر دستاویز تملیک نامہ مذکور کو وقف نامہ ہی قرار دیا جائے تب بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر یہ درست ہے اور دستاویز کی دفعہ (الف) کے تحت دوام سے مراد مقید بدوام المدرسہ ہی لیا جائے تب بھی یہ قید ان کے نزدیک معتبر ہے۔ اور جب تک مدرسہ بدر الاسلام موجود ہے، اس کی واپسی کا حق نہیں کوئی چیز دیدینے کے بعد مطلق دی ہو یا مقید اس کا واپس لینا قبیح وشنیع بھی ہے، وعدہ خلافی کی مذمت بھی کچھ کم نہیں۔

(تنبیہ:-۱) تحریر دستاویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ معطی کا مقصود واپس لینا نہیں تھا۔ اس نے لکھا ہے "اگر خدانخواستہ مدرسہ بدر الاسلام نہ رہے تو الخ" بلکہ یہ شق محض احتمال کے طور پر لکھا ہے تا کہ اس زمین پر غیر مستحقین کا غلط قبضہ نہ ہو جائے۔

(تنبیہ:-۲) اگر اصل واقعہ موجودہ سوال سے مختلف ہو تو جواب بھی دوسرا ہو سکتا ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

العبد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

واقف کو شرائطِ وقف میں تغیر وتبدل کا اختیار

سوال:- واقف وقف کرنے کے بعد موقوفہ چیز میں شرائط کا اضافہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف نے وقف کرتے وقت اگر شروط میں اضافہ کا اختیار باقی رکھا ہے تو خیار حاصل ہوگا ورنہ نہیں: وفی الاسعاف لا یجوز له ان یفعل الاّ ماشرط وقت العقد اھ وفیه لو

۱ وجعله أبویوسف کاعتاق(الی قوله) وعلیه فلووقف علی رجل بعینه جازوعادبعد موته لورثة الواقف وعلیه الفتویٰ.(درمنتقی شرح ملتقی، ص:۵۷۵، ج:۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیه بروت)

۲ شرح السیر الکبیر، ص:۲۷۵، ج:۵، الوصیة بالمال فی سبیل اللّٰه والحبس فی الحیاة والصحة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

شرط فی وقفه ان یزید فی وظیفة من یری زیادته اوینقص من وظیفة من یریٰ نقصانهٗ اویدخل معهم من یری ادخالهٗ اویخرج من یریٰ اخراجهٗ جاز ثم اذا فعل ذٰلک لیس لهٗ ان یغیّره لان شرطه وقع علیٰ فعل یراه فاذا ارآه وامضاهٗ فقد انتهیٰ ماراٰهٗ. (شامی نعمانیه ص: ۴۳۱، ج: ۳)[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک وقف نامہ کی تنقیح

سوال: - وقف نامہ جناب حاجی کلن صاحب مرحوم کئی مرتبہ سامنے آیا غور کیا، ایک دفعہ جو اب جناب مفتی نظام الدین صاحب نے لکھا پھر جواب اس فقیر نے لکھا، پھر آیا تو جواب جناب مفتی احمد علی سعید صاحب نے لکھا، مقصد یہ تھا کہ ایک مرتبہ دیکھنے سے جو نقشہ ذہن میں مرتسم ہوا ہے، جواب لکھتے وقت کہیں وہی اثر انداز نہ ہو، اس لئے ہر مرتبہ جدا گانہ مجیب نے جواب لکھا تا کہ گذشتہ تصور سے فارغ ہو کر از سرِ نو غور کیا جائے۔ یہ بھی ذہن نشین کرلیا جائے کہ جناب حاجی کلن صاحب مرحوم اوران کے نسلی اور غیر نسلی ورثاء کسی سے ہماری واقفیت نہیں نہ اندرونی حالات کا علم ہے، اگر واقفیت ہو بھی تب بھی کسی تعلق اور واقفیت کی بناء پر غلط فتویٰ دیکر اپنے دین کو برباد کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، جو کچھ پہلے لکھا گیا وہ بھی دیانۃً وحسبۃً للہ لکھا گیا، اوراب بھی جو کچھ لکھا جارہا ہے نہ کسی کی حمایت مطلوب ہے، نہ مخالفت، نہ اپنی ضد کی بات، نہ دوسروں پر رد، سمجھنے اور لکھنے میں غلطی کا امکان ہر وقت ہے اور ہر ایک سے ہے، اپنے بیان کے فتوے کے جس جزو میں لغزش اور کوتاہی کا ادراک پہلے ہوا اس کو تسلیم کرلیا، اب بھی جس غلطی کا علم ہوجائے اس کو تسلیم کرنے کے لئے سینہ کھلا ہوا ہے، باایں ہمہ وما ابریٔ نفسی۔ یہاں کے فتوے میں وقف علی الاولاد کے لفظ کو اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں کیا اور اس کے کچھ قرائن بتائے گئے ہیں، دوسرے بعض

[1] (شامی کراچی ص: ۴۵۹، ج: ۴، کتاب الوقف مطلب لا یجوز الرجوع عن الشروط، مجمع الأنهر ص۶۰۷ ج۲ کتاب الوقف، فصل، دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۸ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر مصر.

حضرات نے اس کو تو حقیقی معنی پر حمل کیا، مگر وارثانِ شرعی اور بحصہ شرعی کو حقیقتِ شرعیہ پر محمول نہیں کیا، انہوں نے بھی کچھ قرائن بیان کئے ہیں، وہ حضرات ممکن ہے کہ ذاتی واقفیت کی بناء پر واقف کے ذہن اور منشاء کو بھی سمجھتے ہوں، جیسا کہ تحریر سے اندازہ ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کے ہی قرائن قوی بلکہ صحیح ہوں، لیکن بار بار وقف نامہ اور تنقید نامہ میں غور کرنے کے باوجود دارالعلوم کے فتوے کا حتمی طور پر غلط ہونا واضح نہیں ہوا، ورنہ رجوع کر لینے سے کوئی چیز مانع نہیں، تنقید نامہ کے ایک ایک جزء پر تنقید کرنا قاطعِ نزاع نہیں، اور کچھ مفید بھی نظر نہیں آتا کہ یہ مستقل باب جدل ہے، اس لئے ہمارے خیال میں رفعِ نزاع کی بہتر صورت یہ ہے کہ اس وقف سے تعلق رکھنے والے سب متفق ہو کر تین شخصوں کو ثالث اور حکم تجویز کر لیں جو اہل فہم اور دیانت ہونے کے ساتھ ساتھ مسائلِ فقہ فرائض پر بھی گہری نظر اور بصیرت رکھتے ہوں، وہ جس جانب کے قرائن کو قوی دیکھ کر فیصلہ فرما دیں گے، امید ہے کہ وہ عنداللہ بری ہوں گے، اور اس پر عمل کرنا معصیت نہ ہوگا۔

حق تعالیٰ صحیح بات دل میں ڈالے کسی کا حق تلف نہ ہو، آپس کا نزاع ختم ہو، مقدمات میں مال ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔ (آمین) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

احقر نظام الدین......احقر سید احمد علی سعید

وقف مشاع

سوال:- کیا یہ جائز ہے کہ کسی جائیداد غیر منقولہ کے کچھ حصہ کو علیٰ سبیل المشاع آمدنی کو وقف کی جائے اور وہ جائیداد غیر متعین ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مشاع قابلِ قسمت ہو اس کا وقف امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے، متاخرین نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے، یہی مختار ہے۔

ویسے بھی مسائل وقف میں عموماً امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہوتا ہے، اور جس

مسئلہ میں وقف کا نفع ہو اس میں عموماً فتویٰ کے لئے اس صورت کو اختیار کیا جاتا ہے، جیسا کہ شرح عقود رسم المفتی میں مذکور ہے: **الشیوع فیما لا یحتمل القسمة لا یمنع صحة الوقف بلا خلاف الایریٰ انه لووقف نصف الحمام یجوز وان کان مشاعاً کذا فی الظهیریة، وقف المشاع المحتملة للقسمة لایجوز عند محمد رحمه اللّٰه وعلیه الفتویٰ کذا فی السراجیه والمتاخرون افتوا بقول ابی یوسف انه یجوز وهو المختار کذا فی خزانة المفتیین (کذا فی الهندیة[۱] ص: ۳۱۹، ج:۳)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۹۵/۳/۶ھ

وقف مشترک

سوال: - اگر کوئی جائداد مدرسہ مدینہ منورہ اور ہندوستان کے ادارے میں مشترک ہے اور گونا گوں مشکلات کی وجہ سے مدرسہ مدینہ منورہ کو اس کا حصہ پہنچانا ناممکن ہے اور اندریں صورت مدرسہ مدینہ منورہ کے متولی نے یہ کہہ دیا ہے کہ کل جائداد اپنے حصہ میں لگائی جائے تمام جائداد کی آمدنی پہلے ادارے میں صرف کی جائے کیونکہ فقہی مسئلہ ہے کہ اگر ایک مسجد کی کوئی شئ اس مسجد میں کار آمد نہیں ہوسکتی اور ضائع ہوتی ہو تو دوسری مسجد میں اس کو منتقل کیا جاسکتا ہے۔ تو حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) کیا ایسا ہوسکتا ہے (۲) اگر ایسا ہوسکتا ہے تو یہ دائمی ہوگا یا جب حصہ کا پہنچانا ممکن ہو پہنچانا ہوگا (۳) اگر پہنچانا ضروری ہوگا تو صرف آئندہ یا کہ گذشتہ وصول شدہ اور خرچ شدہ بھی واپس کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فقہاء کا کلیہ ہے **شرطُ الواقف کنصِّ الشَّارع[۲] الاّ ما استثنیٰ.** جب واقف نے ایک

[۱] هندیه بلوچستان کوئٹه ص: ۳۶۵، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الثانی، فصل فی وقف المشاع، مجمع الأنهر ص۵۷۳ ج۲ وسکب الأنهر علی هامش المجمع ص۵۷۵ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موقوف علیہ مثل مدرسہ مدینہ منورہ کی تصریح کردی تو اب اس کو خود بھی تبدیل کرنے کا حق باقی نہیں رہا، وہاں کے متولی کا یہ کہنا کہ کل جائداد اپنے حصہ میں لگالی جائے بے سود اور ناقابل التفات ہے فقہاء نے ایک مسجد کی شئ دوسری مسجد میں منتقل کرنے میں یہ قید لگائی ہے کہ لوگوں کو اس مسجد کی حاجت باقی نہیں رہی خواہ اس لئے کہ وہاں آبادی ختم ہوگئی، لوگ اجڑ کر دوسری جگہ چلے گئے اس لئے اب وہاں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں رہا، یہ مسجد پرانی ہوکر خود گرگئی اور دوسری مسجد تعمیر ہوگئی، لوگ اس دوسری نئی مسجد میں نماز کے لئے جاتے ہیں، یہاں کوئی نہیں آتا[1] مدرسہ مدینہ منورہ بھی باقی ہے وہاں اس سے منتفع ہونے والے بھی موجود ہیں لہٰذا اس کے حصہ کو دوسرے ادارے کی طرف منتقل کرنے کا حق نہیں رہا یہ کہ مدرسہ مدینہ منورہ میں اس کا پہنچانا تو یہ ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے ممالک غیر میں روپیہ منتقل کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن کو تجار اختیار کرتے ہیں اور ایسے بینک بھی موجود ہیں جن کے ذریعہ یہ کام بسہولت ہوسکتا ہے۔ ہندوستانی ادارہ امین ہے، وہ امانت پہچانے کی پوری کوشش کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا مشترکہ جائداد میں سے کوئی شریک اپنا حصہ وقف کرسکتا ہے؟

سوال :- اگر ہم میں سے کوئی بھائی اپنا حصہ کسی مذہبی ادارہ کے نام وقف کرنا چاہیں تو وقف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ یہ وقف کوئی توڑسکتا ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] در مختار کراچی ص: ۴۳۳، ج:۴ کتاب الوقف، البحر کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النہر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ونقل فی الذخیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجد خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد آخر فقال نعم، شامی کراچی ص۳۵۹/۴، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد، المحیط البرهانی ص۱۵۱/۹، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف، مطبوعه المجدل العلمی ڈابھیل، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۲/۵، کتاب الوقف،

الجواب حامداً ومصلیاً

مشترک جائیداد میں سے جس کا دل چاہے اپنا حصہ فروخت کردے یا وقف کردے، کسی شریک کو اعتراض کا حق نہیں[۱] وقف تام اور لازم ہوجانے کے بعد اس کو توڑا نہیں جاسکتا[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

شریک وقف کے علیحدہ ہونے پر اس کی رقم کی واپسی

سوال:- خالد ولید عمر وغیرہ نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے اپنے باہمی اتفاق سے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی کہ جس کے بقاء اور قیام کی غرض سے باہمی مشورہ پر مناسب قوانین تجویز کئے ہیں اور منجملہ قوانین مجوزہ کے ایک قانون یہ بھی ہے کہ کوئی شریک بدونِ عذر معقول کے درمیان سال میں خارج نہیں ہوسکے گا اور اگر زبردستی خارج ہونا چاہتا ہے تو اس کی جمع کردہ رقم واپس نہیں دی جائے گی ہاں اگر عذر معقول ہے تو خارج ہوسکتا ہے تو اس کا حساب صاف کر کے مع رقم جمع کردہ کے اس کو رخصت کی جاتی ہے، نیز وعدہ لیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی مرضی کے مطابق انجمن سے نکل جائے گا تو اس کی جمع کردہ رقم کسی مناسب جگہ پر وقف کردی جائیگی، تو شرکاء میں سے ایک آدمی اپنی مرضی کے مطابق نکلنا چاہتا ہے اور پاس شدہ قانون کے مطابق اپنی رقم کے وقف ہونے پر راضی نہیں ہوتا، اب

---

[۱] ولو أن رجلين بينهما أرض فوقف احدهما نصيبه جاز في قول أبي يوسف رحمه الله. (الهندية ص: ۳٦۷، ج:۲، مصری، کتاب الوقف، فصل في وقف المشاع، تاتارخانیه ص ۹۹ ج ۵ کتاب الوقف، جواز الوقف وشرائط صحته، إدارة القرآن کراچی، شامی کراچی ص ۵۰۲ ج ۴ کتاب البیوع، مطلب في تعریف المال والملک.

[۲] متى صح الوقف بان قال جعلت ارضي صدقة موقوفة مؤبدة فانه يصح حتى لا يملك بيعه ولا يورث عنه. (فتاویٰ عالمگیری ص: ۳۵۲، ج:۲، الباب الاول، من کتاب الوقف، شامی کراچی ص ۳۵۱ ج ۴ کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج ٦ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت،

دریافت طلب امر یہ ہے کہ محض وقف کردینے کے وعدہ سے اس کی رقم موقوف ہوگئی اور مطالبہ کا حق باقی نہیں۔ یا عندالوقف اس کی اجازت کی ضرورت ہوگی اور بدون اس کی اجازت کے وقف نہیں ہوسکتا۔ نہایت اطمینان بخش فیصلہ عنایت فرمائیں۔ بینوا وتوجرا.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شروع میں مالک نے یہ رقم اپنی ملکیت سے خارج کر کے دیدی تھی تو اب واپس لینے کا حقدار نہیں، اگر بطور امانت تھی تو اس رقم کی واپسی ضروری ہے، اس کا وقف بہرحال ناجائز ہے، اوّلاً اس لئے کہ نفس رقم میں وقف کی صلاحیت نہیں کیونکہ وقف اصالۃً غیر منقول کا ہوتا ہے اور منقول کا وقف صحیح نہیں: **الاما استثنی منھا (ای من شرائط الوقف) ان یکون المحل عقاراً اودارًا فلایصح وقف المنقول الا فی الکراع والسلاح کذا فی النھایة اھ (عالمگیری ص: ۹۶۰، ج:۲)**[1]

اس لئے کہ شروع شرکت کے وقت جو کچھ شرط ہوتی ہے وہ وعدہ کے درجہ میں ہے اور وعدہ وقف سے وقف نہیں ہوتا، ثالثاً! اس لئے کہ اگر شروع شرکت کے وقت کے الفاظ کو وعدہ نہ تسلیم کیا جائے بلکہ وقف ہی مانا جائے تب بھی یہ وقف منجز نہیں بلکہ وقف کی تعلیق ہے اور وقف معلق صحیح نہیں ہوتا بلکہ اس کا منجز ہونا ضروری ہے: **ومنھا ان یکون منجزا غیر معلق فلو قال ان قدم ولدی فداری صدقة موقوفة علی المساکین فجاء ولدہٗ لا تصیر وقفا کذا فی فتح القدیر اھ (عالمگیری[2] ص: ۹۵۹ ج: ۲)** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

---

[1] (فتاوی عالمگیری مصری ص: ۳۵۷، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الاول، المحیط البرھانی ص۵۰۲ ج۸ نوع من ذالک فی وقف المنقول، إدارة القرآن المجلس العلمی، فتح القدیر ص۲۱۶ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت،

[2] (الھندیة ص: ۳۵۵، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الاول، مطبوعہ کوئٹہ، فتح القدیر ص۲۰۰، ج۶، کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، البحر کوئٹہ ص۲۰۰ ج۵ کتاب الوقف.

دو شخصوں کا ایک دستاویز کے ذریعہ وقف

سوال:- زید اور زوجۂ زید زینب نے اپنی اپنی جائداد کو اپنی اور اپنی اولاد کے واسطے وقف علی الاولاد کیا، دونوں نے ایک ہی دستاویز کے ذریعہ سے وقف کیا۔ فتویٰ یہ ہے کہ اشتراک وقف کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید کی دوسری زوجگان سے جو اولاد ہے، وہی زینب کی موقوفہ جائداد سے مستفیض ہونے کی حق دار ہے، بلکہ زینب کی جائداد اس کی بطنی اولاد پر وقف ہوئی اور زید کی کل اولاد پر وقف ہوئی گورنمنٹ نے اوقاف کو ختم کر دیا اور اس کا معاوضہ وغیرہ دینا تجویز کر دیا زید کی اولاد نے جو دوسری زوجگان سے ہے کوشش کر کے کاغذات میں سے لفظ متولی اڑا دیا اور اس کا مشترکہ اندراج کرالیا۔ چنانچہ اسی بناء پر معاوضہ انفرادی طریقہ سے سب کے نام بنایا گیا اور سب لوگوں نے اس کو وصول کرلیا، کیا ان کا یہ فعل شرعاً جائز ہے؟ دوسری ترکیب زینب نے یہ کی کہ بعد انتقال شوہر ان کی متروکہ جائداد پر اپنا تنہا نام کرا کر کل کو وقف کر دیا، شرعاً بحق شوہر اس کو پہنچا تھا، اور اس کو وہ وقف کرنے کے مجاز تھے، ۳/۴ زینب کی اولاد کا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- جائداد موقوفہ ہمیشہ کے لئے وقف ہوتی ہے[1] دو فرد اگر اپنی اپنی جائداد کو ایک کاغذ میں وقف نامہ مشترکہ لکھ کر وقف کریں اور ہر ایک اپنی جائداد کی آمدنی کا مصرف الگ الگ تجویز کر دے تو بھی وقف صحیح ہو جاتا ہے، اور ہر ایک کا تجویز کردہ مصرف حسب واقف مستحق ہوتا ہے، کاغذ کے مشترک ہونے کی وجہ سے تصریح کردہ مصرف میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا لہٰذا زید نے جو مصرف تجویز کیا ہے، وہ زوجۂ زید کی موقوفہ جائداد سے منتفع ہوگا اس زوجۂ زید نے جب اپنی اولاد

[1] ومنها (شرائط الوقف) التابید وهو شرط علی قول الکل. (عالم گیری کوئٹہ ۲۵۶ / ۲، کتاب الوقف، الباب الاول، البحر کوئٹہ ص۱۸۹ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۳ ج۳ کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز.

پر وقف کیا تو اس کی مستحق صرف وہ اولاد ہوگی جو زوجہ زید سے پیدا ہوئی ہے، زید کی کسی دوسری بیوی سے پیدا شدہ اولاد اس کی مستحق نہیں ہوگی البتہ زید کی جائداد سے کل اولاد مستحق ہوگی خواہ کسی بیوی سے ہو[1] جائداد موقوفہ کو ذاتی ملک قرار دینا ہرگز جائز نہیں، دھوکہ اور فریب کرنے سے وہ ملک میں نہیں آئے گی۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوسرے کی جائیداد کو وقف کرنا

سوال:- اسکے چندروز بعد ایک دوسرے وقف نامہ کے ذریعہ سے بکر جو زینب کا پسر ہے اور اس وقت کل جائداد کا متولی تھا، زینب نے دو جائدادیں بکر کے نام خریدی تھیں، زید کا یہ بیان کہ وہ اسکے روپے سے خریدی گئی ہیں نا قابل سماعت ہے، شروع ہی سے زید اور زینب کا جمع خرچ یکجائی چلا آرہا تھا، اس وقت درختان موقوفہ اور اسکی لکڑی فروخت کردی گئی ہے، چند صاحبان مل کر اولادِ زید کی ہمنوائی کر رہے ہیں، کیا اسکا یہ قول شرعاً جائز ہے؟ عندالشرع جو صورت ہو ارقام فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

''وقف'' اپنی جائداد کو کیا جاسکتا ہے، اس کا حق ہے دوسرے کی جائداد کو وقف کرنے کا حق

---

[1] اتحد الواقف والجهة جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين أورجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما أوقافاً لا يجوز له ذلك أى الصرف المذكور. (در مختار مع الشامی کراچی ۳۶۰/ ۴، کتاب الوقف، مطلب فی نقل أنقاض المسجد ونحوه)، البحر کوئٹه ص۲۱۶ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمية بيروت.

[2] فاذا تم ولزم لا يملك ولايملّك. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۵۱، کتاب الوقف مطلب مهم فرق أبويوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان، فتح القدير ص ۲۲۱ ج۶ کتاب الوقف، دار الفكر بيروت، هدايه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

نہیں، پس زید نے اپنی زوجہ زینب کی جائداد کو وقف کیا ہے تو یہ غلط ہوا، صرف اپنا حصہ جو بحثیت شوہر اس کو پہنچتا ہے، اتنا ہی وقف کرسکتا ہے، بقیہ زینب کے پسر کا ہے، اس کو وقف کرنے کا زید ہرگز حق دار نہیں، یہ وقف شرعاً معتبر نہیں[1] زید نے اگر روپیہ زینب کو دیدیا تھا، پھر باجازت زینب اس روپے سے جائداد خریدی تو وہ ملک زینب ہے، ملک زید نہیں اگر روپیہ زینب کو نہیں دیا بلکہ اس کی جائداد خرید کر زینب کو دیدی یعنی ہبہ کردی خواہ زبانی خواہ تحریری۔ تب بھی وہ زینب کی ملک ہوگئی[2] اگر نہ روپیہ زینب کی ملک کیا نہ جائداد ملک کی بلکہ کسی قانونی مصلحت سے محض بیع نامہ میں زینب کا نام درج کرادیا تو اس سے وہ جائداد زینب کی ملک نہیں ہوئی بلکہ زید ہی کی ملک ہے اور زید کو ایسی پوری جائداد کے وقف کرنے کا بھی حق حاصل ہے، اور پسر زینب کا زید پر اعتراض غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دوسرے کی زمین کو وقف کرنا

سوال:- اگر کوئی شخص ایسی زمین یا چیز مسجد میں وقف کردے جسکا وہ مالک نہ ہوا ورنہ وہ چیز اسکی زرخرید ہے اور نہ وہ حاصل کیا ہے اب اس صورت میں اسکا وقف کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) زید کی زمین کل ۲۰ ر ڈِسمل ۹ رکڑی ہے اور زید مسجد میں ۶۷ ر ڈِسمل زمین وقف کرتا ہے تو کیا زائد زمین موصوفہ مسجد میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وشرطه شرط سائر التبرعات أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكا باتا. (در مختار مع الشامي كراچی ۴/۳۴۰، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، عالمگيری كوئٹه ص۳۵۳ج۲ كتاب الوقف، الباب الأول، مجمع الأنهر ص۵۶۷ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لو قال نحلتک داری أو أعطيتک أووهبت منک كانت هبة. (الهندية كوئٹه ۴/۳۷۵، اول كتاب الهبة) وأما حكمها (الهبة) فثبوت الملک للموهوب له. الهنديه كوئٹه ۴/۳۷۴ أول كتاب الهبة، مجمع الأنهر ص۴۹۲ج۳ كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت.

E:\F.M.Fainal\ Jild-21\ Waqf Ka Bayan

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی ملک کو وقف کرنے کا اختیار ہے، جس زمین کا خود مالک نہیں اسکے وقف کرنے کا اختیار نہیں، لہٰذا اس زمین (۲۰ ڈِسمل) کا وقف صحیح ہوگا، زائد کا وقف صحیح نہیں۔

ومن شرائطه الملک وقت الوقف حتّٰی لو غصب ارضًا فوقفها ثم ملکها لا یکونُ وقفاً. (مجمع الانہر[1] ۷/۳۸ ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۰/۹/۴ ھ

غیر مملوک زمین کو وقف کرنا

سوال: ۔ایک عورت نے کچھ زمین عرصہ سے زمیندار سے لگان پر بخیال آبادی لی اپنی حیات میں اس عورت نے اپنی دختر کے نام یہ زمین ہبہ ایک روپیہ کے کاغذ پر کردی اور وہ لڑکی برابر لگان اپنے شوہر کے ذریعہ زمیندار کو کچھ عرصہ تک ادا کرتی رہی، اب جب کہ اس عورت کی لڑکی کا انتقال ہوگیا تو کچھ لوگوں کے بہکانے سے اس عورت نے مسجد کے نام وقف کردیا کیا ایسی زمین جو کہ ایک دفعہ کسی کے نام ہبہ ہوچکی ہو مسجد کے نام وقف ہوسکتی ہے ایسی چیز مسجد کے واسطے کہاں تک جائز یا ناجائز ہے وہ زمین قریباً ۲۵ /سال یا ۲۶ /سال سے ہبہ ہوئی ہے، جس کا لگان اب تک اس عورت کا داماد برابر دیتا چلا آرہا ہے، مسجد کے متولیان نے ابھی تک کوئی لگان اس کا ادا نہیں کیا، حالانکہ اس کو پندرہ سال گزر چکے اب متولیان مسجد اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا التماس ہے کہ جیسا شرع شریف کا حکم ہو مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف صحیح ہونے کیلئے شئی موقوفہ کا ملک واقف ہونا ضروری ہے، اگر وہ عورت اس زمین کی

---

[1] مجمع الانهر (بيروت) ۵۶۷ ,۶۸/ ۲، اول كتاب الوقف، البحر كوئٹه ص۱۸۸ ج۵ كتاب الوقف، فتاوى عالمگيرى ص۳۵۳ ج۲ كتاب الوقف، الباب الأول، مطبوعه كوئٹه.

مالکہ نہیں تو اس کا وقف کرنا بھی صحیح نہیں ہے،[1] اسی طرح اپنی لڑکی کے نام جو اس نے ہبہ کی ہے تو وہ ہبہ بھی صحیح نہیں ہوا، اگر وہ عورت اس زمین کی مالکہ ہے تو شرعاً ہبہ صحیح ہے، پس اگر ہبہ کر کے لڑکی کا قبضہ زمین پر کرا چکی ہے تو لڑکی کے مرنے کے بعد باقاعدہ اس میں میراث جاری ہوگی[2] اور اس میں سے جس قدر حصہ اس عورت کو ملے گا وہ اس حصہ کو وقف مسجد کر سکتی ہے، دوسرے کے حصہ کو وقف نہیں کر سکتی، حصہ موقوفہ پر (جس کا وقف صحیح ہو) متولی کو قبضہ کرنے کا حق ہے غیر موقوف پر (جس کا وقف صحیح نہ ہو) قبضہ کرنے کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۸/۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف ۲۱/ شعبان ۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کرایہ کا مکان مالک نے مسجد کو وقف کردیا

سوال:۔ ایک مکان زین الدین صاحب کا ہے، اس میں برکت علی ۱۹۲۲ء سے رہتے تھے وہ برابر مالک مکان کو کرایہ دیتے رہے، ان کے بعد ان کے لڑکے اور پوتے رہے لیکن ان لوگوں نے کرایہ نہیں دیا، انہوں نے مکان کی مرمت بھی کرائی توڑ کر چنائی بھی کرائی، اب زین الدین کے پوتوں نے اسکی رجسٹری مسجد کے نام کردی یہ فیصلہ کس کے حق میں صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مکان زین الدین کی ملکیت میں تھا، برکت علی اس میں کرایہ پر رہتے تھے، پھر آئندہ

[1] ومنها الملک وقت الوقف (فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مصر، ص۳۵۳/ج۲/الباب الاول من کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۶۷ ج۲ اول کتاب الوقف، طبع بیروت، بحر کوئٹہ ص۱۸۸ ج۵ اول کتاب الوقف.

[2] ومنها أن يكون الموهوب مقبوضا حتى لا يثبت الملك للموهوب له قبل القبض، هنديه كوئٹه ص۳۷۴ ج۴ كتاب الهبة، الباب الاول، مجمع الانهر ص۴۹۱ ج۳ كتاب الهبة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۸۵ ج۷ كتاب الهبة.

E:\F.M.Fainal\ Jild-21\ Waqf Ka Bayan

چل کر برکت علی کی اولاد نے کرایہ نہیں دیا اور اولاد کی اولاد نے بھی کرایہ نہیں دیا اور زین الدین کی اولاد نے نہ وہ مکان برکت علی کی اولاد کو ہبہ کیا، نہ بیع کیا، اب زین الدین کے بعد جو وارث رہے انہوں نے یا ان کے بعد جو وارث شرعی رہے انہوں نے یہ مکان مسجد کو دیئے، چاہے وقف کیا ہو، چاہے بیع کیا ہو تو وہ مسجد کا ہو گیا[1] برکت علی کے پوتے کو چاہئے کہ وہ مسجد کے حق میں اس کو خالی کر دیں، یا اگر مسجد کے متولی و ذمہ دار حضرات کرایہ پر دینا مناسب سمجھیں تو کرایہ کا معاملہ کر لیں، بلا وجہ غاصبانہ قبضہ کرنا گناہ ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحت وقف کے لئے تابید شرط ہے

سوال:۔ (۱) کسی نے قطعہ زمین کو کسی مسجد معین کے واسطے بایں شرط وقف کیا کہ اس کے متعلق جو کام درپیش ہوں اس کے منافع کو اس میں خرچ کریں، تو جب اس کو دوبارہ بنوانے کی ضرورت ہو تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) قطعۂ ارض کو کسی نے بلا تفصیل کسی مسجد معین کے واسطے وقف کر دیا تو اس صورت میں اس کو فروخت کر کے مسجد مذکورہ میں صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صحت وقف کے لئے تابید شرط ہے، حتی کہ بعض فقہاء نے تابید کی تصریح کو بھی لازم

---

[1] افادأ ن الواقف لابدان یکون مالکه وقت الوقف (شامی کراچی ،ص ۳۴۰/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب قدیثبت الوقف بالضرورة، هندیه کوئٹه ص۳۵۳ ج۲ کتاب الوقف، الباب الاول، فتح القدیر ص ۲۰۱ ج۶ اول کتاب الوقف، دار الفکر بیروت.

[2] وحکمه (الغصب)الاثم لمن علم انه مال الغیر (الیٰ قوله) ویجب ردعین المغصوب (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۱۷۹-۱۸۲/ج۶/ اول کتاب الغصب، مجمع الأنهر ص۸۷ج۴ کتاب الغصب، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۱۱۹ ج۵ کتاب الغصب، الباب الاول.

قرار دیا ہے، جس وقف میں خلاف تابید کوئی شرط ہو وہ وقف صحیح نہیں ہوتا "الاو قف المسجد فانه يصح ويبطل الشرط "وقف کے تام اور لازم ہوجانے کے بعد اس کی بیع صحیح نہیں ہوتی ''وشرطه شرط سائر التبرعات كحرية وتكليف وان يكون قربة فى ذاته معلوماً منجزا لا معلقاً الا بكائن ولامضافاً ولاموقتاً ولابخيار شرط ولاذكر معه اشتراط بيعه وصرف ثمنه لحاجته فان ذكره بطل وقفه بزازيه اه درمختار[1] ص، ۳۵۹/ج۳/قولهٗ ولاذكر معه اشتراط بيعه الخ فى الخصاف لوقال علىٰ ان لى اخراجها من الوقف الىٰ غيره اوعلىٰ ان اهبها واتصدق بثمنها اوعلىٰ ان اهبها لمن شئت اوعلىٰ ان ارهنها متىٰ بدأ لى واخرجها عن الوقف بطل الوقف ثم ذكر ان هذا فى غيرا لمسجد لواشترط ابطاله اوبيعه صح وبطل الشرطھ شامی[2] ص ۳۶۰/ج۳/ فاذاتم ولزم لايملك ولايملك ولايعار ولايرهنھ درمختار[3] ص۳۶۷/ج۳/ قوله فاذاتم ولزم لزوم علىٰ قول الامام باحد الامور الاربعة المارة وعندهما بمجرد القول ولكنه عند محمد لايتم الا بالقبض والا فراز والتابيد لفظاً وعند ابى يوسف بالتابيد فقط ولومعنى كماعلم مما مرقوله لايملك اى لايكون مملوكاً لصاحبه ولايملك اى لايقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه اھ شامی[4] ص۳۶۷/ج۳۔

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۴۰-۳۴۲/ج۴/کتاب الوقف، مطلب قديثبت الوقف بالضرورة، بحر کوئٹہ ص۱۸۸ ج۵ اول کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۱ ج۳ کتاب الوقف، بیروت.

[2] شامی کراچی، ۳۴۲/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، بحر کوئٹہ ص ۱۸۹ ج۵ کتاب الوقف، هنديه کوئٹہ ص ۳۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الباب الاول.

[3] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج۴/کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابويوسف بين قوله الخ، بحر کوئٹہ ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، طبع بيروت. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

(۲) اس کا جواب بھی نمبر ا؍ کے مثل ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف نامہ مفصلاً

سوال:- زید نے اپنی جائداد کا کچھ حصہ ایک دینی مدرسہ کے نام وقف کیا اور وقف نامہ میں تحریر فرمایا، میری عمر زائد از ستر سال ہے، عمر طبعی کو یہ پہنچ چکی ہے، حیات مستعار ناپائیدار کا کچھ اعتبار نہیں مشیت ایزدی سے میری اولاد میری ہی زندگی میں فوت ہوگئی، میرا کوئی وارث باقی نہیں ہے بحالت صحت نفس ودرستیٔ حواس خمسہ برضاء ورغبت اپنی دلی خواہش کے ماتحت بلا بہکائے سکھائے غیر بخوشی خاطر اپنی مملوکہ مقبوضہ کو وقف الی اللہ میں منحصر کرتا ہے، اور اپنے قبضہ مالکانہ سے نکال کر قبضہ حق خداوند تعالیٰ مالک دوجہاں میں دیکر بعد ازاں اپنے قبضہ متولیانہ لے لیا چونکہ میری بسر اوقات اسی جائیداد کی آمدنی پر ہے، اس لئے میں منافع سے اپنی گذر کے لئے حسب ضرورت خرچ کرتا رہوں گا، اور مبلغ پانچ روپیہ سالانہ مدرسہ کو ادا کرتا رہوں گا، اور یہ کہ بعد وفات میرے مدرسہ کا مہتمم وکارپرداز بجائے میرے بحیثیت متولّی ومہتمم اپنے تحت وتصرف میں لے کر اس کی کل آمدنی عظیم دینیات ہر شعبہ نیز ضروریات طالب علمانہ مدرسہ میں مناسب طور پر صرف کرا کر اس کا ثواب میرے اور میری اولاد متوفی اور میرے بزرگان کی روح کو پہنچاتے رہیں۔الحاصل ان تمام شرائط مذکورہ بالا کے ماتحت جائیداد موقوفہ اور اس کی آمدنی تمام وکمال بکار خیر ہمیشہ ہمیشہ رہے گی اور وہ کسی صورت سے بجائے دیگر منتقل نہیں ہو سکے گی اور یہ کہ میری جائیداد موقوفہ مذکورہ بالا پر میرے کسی عزیز واقرباء کو کسی قسم کے اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔اس واسطے یہ وقف نامہ بغرض خوشنودی خدا اور رسول اکرم ﷺ لکھ دیا تا کہ سند رہے نوٹ وقف نامہ ۴؍ مارچ ۵۹ھ کو تحریر ہوا اور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ؎۴ شامی کراچی ص ۳۵۱-۳۵۲ کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابو یوسف بین قوله، موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، بحر کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، بیروت.

یہ ۴/ مارچ ۵۹ھ کو رجسٹری ہوئی ۱۴/ جون ۶۷ء کو انتقال ہوا انتقال کے وقت ان کے نواسہ اور نواسیاں باقی تھیں جو مابقیہ جائیداد پر قابض ہیں، اس درمیان مدت میں آٹھ سال ۴ ½ میں متولی واقف نے تین مرتبہ مبلغ: ۶۹/روپیہ مدرسہ میں بمد وقف جمع کئے جس کی رسید سلسلہ وار وقف کو دی گئی اور سالانہ حساب میں اسی طرح طبع کیا گیا جو متولی واقف کے پاس پہنچا وقف نامہ کی تحریر کے وقت واقف موقوفہ جائیداد کے علاوہ اور چند جائداد کے مالک تھے۔

لہٰذا سوال یہ ہے کہ (۱) مندرجہ بالا وقف کو جس کا نفاذ ہو چکا کسی کو کالعدم کرنے کا حق پہنچتا ہے، (۲) اگر متولی واقف سے بجائے پانچ روپیہ، سالانہ کے علی الحساب رقومات جمع کی ہوں جو مقررہ مقدار سے کچھ زائد ہوں تو کیا اس سے وقف نامہ پر کچھ اثر پڑتا ہے۔ کیا مہتمم مدرسہ کو جس واقف نے اپنی حیات کے بعد متولی کو وقف بنایا ہے، حق حاصل ہے کہ وقف سے دست بردار ہو جائے یا ان کے کسی رشتہ دار کو کوئی چیز اس سے لیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- یہ وقف شرعاً معتبر ہے کسی کو اس کے کالعدم کرنے کا حق نہیں[۱]

۲- کچھ اثر نہیں پڑتا۔

۳- متولی کو جب کہ واقف نے اپنے بعد کے لئے نامزد کر دیا ہے تو اس کی تولیت معتبر ہے اب اس کو دست بردار ہونے کا حق نہیں[۲] الا یہ کہ مدرسہ کے اہتمام سے ہی دست بردار ہو جائے تو پھر جو بھی مدرسہ کا مہتمم ہوگا وہ اس وقف کا بھی متولی ہوگا[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فاذا تم ولزم لا یملک ولایملک. (در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۵۲ ج ۴، کتاب الوقف قبیل مطلب "فی شرط واقف الکتب أن لا تعار الا برهن، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیرت، هدایه ص ۶۳۷ ج ۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

[۲] شرائط الوقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. (شامی کراچی ص: ۳۴۳، ج: ۴ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع) (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

وقف کے لئے قبضہ شرط نہیں

سوال:-کسی نے مدرسہ وغیرہ میں کتاب یا اور کوئی چیز وقف کی مگر مدرسہ میں اب تک داخل نہیں کی، تو پھر وقف کو رد کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جیسے ہی اس نے کتاب وغیرہ کو وقف کیا تب ہی وہ وقف ہوگئی اگر چہ مہتمم کا قبضہ نہ کرایا ہو، اب اس کو واپس لینے کا اختیار نہیں رہا، یہی راجح ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ عالم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

وقف کے لئے رجسٹری ضروری نہیں

سوال:۔ اگر بغیر رجسٹری شدہ زبانی وقف کی زمین میں مسجد بنائی گئی تو نماز پڑھنا اس میں جائز ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] ولو قال الافضل فالافضل فأبى الافضل القبول أو مات يكون لمن يليه على الترتيب (الى قوله) وكذا لو لم يكن فيهم أهل أقام القاضى أجنبيا الى أن يصير فيهم أهل ولو صار المفضول منهم افضل ممن كان افضلهم تنتقل الولاية اليه فينظر فى كل وقت الى أفضلهم كالوقف على الافقر فالافقر اهـ (شامی کراچی، ص: ۴۵۷، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فى شرط التولية للارشد فالارشد، المحيط البرهانى ص۲۲ ج۹ الفصل السادس فى الولاية، إدارة القرآن، عالمگیری کوئٹه ص ۴۱۱ ج۲ الباب الخامس فى ولاية الوقف الخ.

(صفحه هذا) [۱] وذكر الوقف وحدهٗ أو الحبس معه يثبت به الوقف على ما هو المختار. (الهنديه مصرى ۲/۳۵۸، الباب الاول من كتاب الوقف)، مجمع الأنهر ص۵۷۰ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص ۱۹۱ ج۵ كتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف صحیح ہونے کے لئے رجسٹری ہونا شرط نہیں، زبانی وقف بھی درست اور کافی ہوتا ہے[1] اور ایسی صورت میں نماز اس مسجد میں درست ہے۔ اور جمعہ بھی درست ہے، بشرطیہ شرائط جمعہ اس آبادی میں موجود ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف کے لئے منجز ہونا ضروری ہے

سوال:- مرحوم الحاج اشرف علی صاحب کے وارثین ایک وقف نامہ میں لکھتے ہیں کہ غنیر گرام میں ایک دینی مدرسہ قائم ہوا، اس کے چلانے کے لئے کوئی مستقل جائیداد وغیرہ نہ تھی بلکہ چندہ پر چلتا تھا، اس لئے میت نے اپنی جائیداد سے کچھ زمین وقف کرنی چاہی اور ہم وارثین کو بلا کر دلی خواہش ظاہر کی کہ اگر میری حیات یاوری نہ کرے تو مذکورہ چھ بیگھے زمین کاغذ کر کے دے دینا اور باقی زمین باقاعدہ وراثت آپس میں تقسیم کر لینا، ہم نے ان کی دلی خواہش پوری کرتے ہوئے وقف نامہ لکھ کر زمین وقف کر دی۔

اب اگر کسی وجہ سے وہ مدرسہ مذکورہ ختم ہو جائے تو اس زمین کا نفع اپنے محلّہ میں بنا ہوا مکتب یا نیا بنا کر اس میں صرف کرنا ہوگا۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ مذکورہ بیان سے شرعاً یہ وقف میت کی عبارت سے منعقد ہوا یا وراثین کی عبارت سے وارثین میت کا وکیل ہونا یا وصی ہونا فتح القدیر کی عبارت **قولہ اذا متُّ**

[1] وأبویوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ مرّ علی أصله من زوال الملک بمجرد القول أذن فی الصلاة او لم یأذن، فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق ص۱۹۷ ج۵ کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه. وفی الشامی ایضاً ثم ان ابا یوسفؒ إلی قوله وعلیه الفتوی، شامی کراچی ص۳۳۸ج۴ کتاب الوقف، مطلب لو وقف علی الاغنیاء وحدهم لم یجز.

فاجعلوها وقفاً فانهٗ يجوز لانه تعليق التوكيل لاتعليق الوقف بنفسه الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وارثین وکیل بالوقف ہے، اگر وکیل بالوقف ہے، جیسا کہ صاحبِ فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، توان وارثین کو سابق تفصیل کا حق حاصل ہے، یانہیں؟

وقف کے وقت یہ مدرسہ ایک خالص دینی قومی مدرسہ تھا، جس میں فقط درسِ نظامی عربی فارسی اوراردو کا دینی حیثیت سے درس دیا جاتا تھا، اس کے اخراجات چندہ اوراوقاف سے پورے کئے جاتے تھے، اس حالت میں بہت سال گذرے، اس کے بعد کمیٹی کے لوگوں میں یہ گفتگوشروع ہوئی کہ مدرسہ میں سرکاری نصاب شروع کیا جائے، اور سرکاری امداد لی جائے، گفتگو ہوتے ہوئے، جب یہ پاس ہی کرلیا تو تمام مدرسین نے جو بانیانِ مدرسہ تھے، جن کی ترغیب وکوشش سے یہ جائیداد مدرسہ میں وقف ہوئی مع جمیع طلباء مدرسہ سے الگ ہوگئے، یہاں تک کہ مدرسہ معطل ہوگیا، اوردو تین سال تک مدرسہ کا گھر مقفل رہا، اس کے بعد ایک کمرہ میں پرائمری اسکول کھولا گیا، پھر اس کے بہت دن بعد دوسرے کمرے میں مڈل کا نام دے کرایک مولانا صاحب نے ایک طالب علم کو مڈل ہی کے سرکاری نصاب کے ساتھ پڑھانا شروع کیا، جوترقی کرتے ہوئے سرکاری امداد کے ساتھ ساتھ انگریزی ہندی بنگلہ اس حدتک داخل کیا گیا۔

اب دریافت طلب امر یہ کہ کمیٹی کے تغیر نصاب اورامداد منجانب حکومت کے فیصلہ پرتمام مدرسین مع جمیع طلباء مدرسہ سے چلے جانے کے بعد تقریباً تین سال تک مقفل ومعطل ہوجانے کی وجہ سے یہ موقوفہ جائیداداور بتفصیل واقفین محلّہ کے مکتب میں منتقل ہوگا یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

صحتِ وقف کے لئے اس کا منجز ہونا شرط ہے، وقف مضاف الی مابعدالموت صحیح نہیں، البتہ وہ وصیت کے حکم میں ہوگا، جس کی تنفید ثلث ترکہ سے ہوگی: **وشرطه شرط سائر التبرعات وان يكون منجزاً لا معلّقًا الا بكائن ولامضافاً** اھ (در مختار) **قولهٗ ولامضافاً يعنى الٰى ما بعد الموت فقد نقل فى البحر ان محمدًا نص فى السير الكبير انهٗ**

اذا اضیف الٰی ما بعد الموت یکونُ باطلاً عند ابی حنیفة رحمه اللّٰه اهـ نعم سیاتی فی الشرح انه یکونُ وصیة لازمة من الثلث بالموت لا قبله. (رد المحتار[1] ص: ۳۶۰، ج:۳، نعمانیہ) لہٰذا صورتِ مسئولہ میں عبارت میت سے وقف نہیں ہوا بلکہ یہ وصیت ہے، ورثاء اس کے وصی ہیں، ان کے ذمہ ایک ثلث ترکہ سے اس کا پورا کرنا لازم ہے، اگر انہوں نے وقف کر دیا تو خود ان کے وقف کرنے سے وقف ہوا، وصیتِ میت کے وقت مدرسہ کا جو نصب العین اور نصاب تھا، اور اسی کے پیشِ نظر یعنی دینی و مذہبی تعلیم کی خاطر وقف کرنے کی وصیت کی تھی وہ ختم ہو گیا، بلکہ مدرسہ ہی معطل و مقفل ہو گیا، تو پھر اس (زمین) جائیداد موقوفہ کو اس مدرسہ کے نصب العین اور نصاب کے موافق دوسرے قریب ترین مدرسہ کی طرف منتقل کرنا شرعاً درست اور منشاءِ میت کے عین موافق ہے، اور وصی نے جو شرط کی ہے، وہ شرعاً معتبر ہے، **شرط الواقف کنص الشارع**[2] لہٰذا اس زمین کی آمدنی کو مڈل اسکول وغیرہ کسی بھی جگہ صرف کرنا درست نہیں، نہ مدرسہ کی عمارت یا کسی کمرہ کو ایسے اسکول کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے: **یصرف وقفها لاقرب مجانس لها اهـ** (شامی[3] ص:۳۷۱، ج:۳ نعمانیہ)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۴/۴/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۴/۴/ ۹۲ھ

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۴۰، ۴۱، ج:۴، کتاب الوقف مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۳ ج۵ کتاب الوقف.

[2] در مختار علی الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم : شرط الواقف کنص الشارع، سکب الأنهر علی هامش لمجمع الأنهر ص۶۰۸ ج۲، کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الأشباه والنظائر ص۱۰۴، الفن الثانی، الفوائد، کتاب الوقف، مطبوعه مکتبه إشاعت الإسلام دهلی.

[3] شامی کراچی ص۳۵۹ ج۴، کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر الخ.

وقف معلق یا منجز

سوال:- فی الحال آپ کے فتاوی محمودیہ کا ص:۴۹۲،ص:۴۸۹، خاص طور پر سامنے ہے، بندہ کو آنجناب اصل مسئلہ سے مطلع فرمائیں، بندہ کی رائے کے مطابق حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب کی رائے بھی آئی ہے۔

چھ آدمیوں کی زمین توسیع مسجد کیلئے لی گئی ہے، جن میں سے دو آدمیوں نے یہ کہہ دیا تھا، کہ اگر مسجد کی توسیع ہو اور ہماری زمین لگ سکے تو اجازت ہے، لیکن اگر مسجد نہ بنی تو مدرسہ وغیرہ کیلئے ہم نہ دیں گے، تو جھگڑا ختم کرنے کی غرض سے اس جگہ کے بجائے دوسری جگہ مسجد بنانے کی تجویز ہے، تو مذکورہ دونوں آدمیوں کی زمین واپس کرنا ہوگی یا وہ زمین وقف ہو چکی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

وشرطهٗ (ای شرط الوقف) شرط سائر التبرعات وان یکون منجزًا لا معلقًا اهـ در مختار مختصراً قولهٗ لامعلقاً کقوله اذا جاء غدٌ واذا جاء راس الشهر اواذا کلمت فلانًا فارضی هٰذه صدقة موقوفة وان شئت اوأحببت یکون الوقف باطلاً لان الوقف لا یحتمل التعلیق بالخطر. (رد المحتار[1] ص: ۳۶۰، ج:۳ نعمانیه)

صورتِ مسئولہ میں کچھ آدمیوں کی زمین توسیع مسجد کے لئے لی گئی مالکانِ زمین نے دینے سے قبل یہ کہہ دیا تھا کہ اگر مسجد کی توسیع ہو اور ہماری زمین لگ سکے تو اجازت ہے، لیکن اگر اس پر مسجد نہ بنی تو مدرسہ وغیرہ کے لئے ہم نہ دیں گے، اس سے وہ زمین وقف نہیں ہوئی، کیونکہ یہ معلق ہے، منجز نہیں، جھگڑا ختم کرنے کے لئے اگر دوسری جگہ مسجد بنانے کی تجویز ہے تو یہ زمین واپس

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۴۰، ۴۱، ج:۴ کتاب الوقف ، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۸ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری دار الکتاب ص۳۵۵ ج۲ کتاب الوقف، الباب الأول.

کر دینا ضروری ہے، اور جب حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب کی رائے بھی وہی ہے جو آپ کی ہے، تو بس انشاء اللہ کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۳۰/۶/۱۴۰۶ھ

تمام جائیداد وقف کر دینا

سوال:- ایک شخص نے آج سے پانچ سال قبل اپنی تقریباً ساری زرعی زمین اوقاف کمیٹی باانڈی پورہ کے نام وقف کی، مذکورہ شخص کا ہفتہ بھر پہلے انتقال ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا :

(الف) یہ وقف نامہ جائز ہے؟ اور کیا اس کے ورثہ اس کی موت کے بعد وقف پر کوئی اعتراض کر سکتے ہیں؟ حالانکہ متوفی لاولد اور لازن ہے اور اس کے ماں باپ اور کوئی بھائی زندہ نہیں، البتہ چچا چچیرے بھائی اور کچھ ماموں زاد بھائی موجود ہیں؟

(ب) مذکورہ اوقاف کمیٹی اس جائیداد کی آمدنی کن مصارف میں صرف کر سکتی ہے؟

(ج) کیا یہ مذکورہ اوقاف کمیٹی مذکورہ جائیداد سے زیادہ سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اس زمین کا تبادلہ یا بیع کرنے کی مجاز ہے؟

(د) کیا کوئی شخص اپنی زندگی میں ورثہ کے ہوتے ہوئے اپنی ساری جائیداد وقف کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) مالک نے اوقاف کمیٹی کو متولی بنا کر اپنی زرعی زمین وقف کر کے متولی کے قبضہ میں دیدی جس کو پانچ سال گذر چکے ہیں اور اوقاف کمیٹی اس کی آمدنی کو واقف کے منشاء کے مطابق مصارفِ خیر میں صرف کر رہی ہے تو یہ وقف نامہ صحیح اور درست ہے، متوفی کے ورثہ میں سے کسی کو اعتراض کا حق نہیں اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی[1]

---

[1] متی صح الوقف بان قال جعلت أرضی هذہٖ صدقة موقوفة مؤبدة فانه یصح حتی لا یملک بیعه ولا یورث عنه. الهندیه مختصراً ص: ۳۵۲، ج: ۲، کتاب الوقف، الباب الاول، **(بقیه اگلے صفحه پر)**

(ب) جب وہاں اوقاف کمیٹی موجود ہے اور پانچ سال سے وہ کمیٹی خود صرف کر رہی ہے، جس کی اطلاع خود واقف کو بھی ہے، تو اب اس میں کیا چیز تحقیق طلب ہے۔

(ج) اس وقف کو تجارتی مال نہ بنایا جائے، اوقاف کمیٹی کو اس کے بیع کرنے کا حق نہیں ہے[1]۔

(د) اگر ورثہ کو نقصان پہنچانا اور محروم کرنا مقصود نہ ہو[2] اور وہ حاجتمند بھی نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے انہیں سب کچھ دے رکھا ہو تو وقف کر سکتا ہے[3]۔ مگر مناسب یہ ہے کہ ان سے مشورہ کر کے وقف کرے تا کہ ان کو حق تلفی کی بدگمانی نہ ہو اور موتِ واقف کے بعد خود دعویٰ وراثت نہ کریں، بہتر یہ ہے کہ وقف نامہ پر خود ان کے بھی دستخط کرا دیئے جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

واقف کا جائیداد وقف سے خود نفع اٹھانا

سوال:- واقف نے اگر بوقت تحریر وقف نامہ شرط لگائی کہ میں تا حیات خود اراضیٔ موقوفہ زرعی وسکنی سے بذات خود فائدہ اٹھاؤں گا اور اپنے تصرف میں لاؤں گا تو یہ شرط لگانا اور جائیداد

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هدايه ص ۶۴۰ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه ياسر نديم، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] حوالۂ سابقه.

[2] عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيٰمة، رواه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الايمان، مشكوٰة شريف ص ۲۶۶ ج ۱ باب الوصايا، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم، ابن ماجه شريف ص ۱۹۴ ج ۲ ابواب الوصايا، باب الحيف فى الوصية، مطبوعه اشرفى ديوبند.

[3] عن عامر بن سعيد عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه قال ...... إلى قوله قال (صلى الله عليه وسلم) الثلث، والثلث كثير إن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس، ابن ماجه شريف ص ۱۹۴ ج ۲ باب الوصية بالثلث، ابواب الوصايا، مطبوعه اشرفى ديوبند، مشكوٰة شريف ص ۲۶۵ باب الوصايا، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم.

موقوفہ سے فائدہ اٹھانا باوجود اس کے کہ وہ غنی ہو جائز ہے یا نہیں اور یہ جائز ہے یا نہیں اور یہ وقف ہے یا نہیں اور وہ صحیح ہے یا نہیں؟

۲- اگر واقف بوقت تحریر وقف نامۂ مذکورہ غنی نہ ہو اور کچھ مدت گذرنے کے بعد مالدار ہو جائے تو جائیداد موقوفہ مذکورہ سے واقف اس وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

۳- اگر واقف وقف علیٰ الاولاد میں یہ شرط لگائے کہ میں تاحیات خود جائیداد موقوفہ سے فائدہ اٹھاؤں گا اور میری زندگی کے بعد میری زوجہ اور اس کی زندگی کے بعد میری دختر ہذا اور اس کی زندگی کے بعد اولاد ذکور واناث بحصۂ مساوی فائدہ اٹھائیں گے تو کیا اگر یہ لوگ جس وقت ان کو فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہوگا مالدار ہوں تو ان کے لئے جائیداد موقوفہ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں اور یہ وقف ان پر صحیح ہوگا یا نہیں؟

۴- واقف کا اپنی زندگی کے بعد اول زوجہ پر وقف ہونے کی شرط کرنا اور بعدش اپنی ایک دختر پر وقف ہونے کی اولاد موجود ہونے کے اور نیز دوسری جائیداد بلا وقف موجود ہونے کے اور عورتوں کو وراثت نہ ملنے کا قانون موجود ہونے کی حالت میں صحیح اور درست ہے یا نہیں اور اس تحریری (وقف) نامہ کو وقف علی الاولاد کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- جائز ہے: **فی الذخیرة اذا وقف ارضاً او شیئًا اٰخروشرط الکل لنفسه أوشرط البعض لنفسه مادام حیا وبعده للفقراء وقال ابویوسف الوقف صحیح ومشائخ بلخ أخذوا بقول ابی یوسف وعلیه الفتویٰ اهـ** (عالمگیری[1] ص: ۹۸۹)

۲-شرط مذکورہ کیوجہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کذا فی الہندیہ[2] ص:۹۷۵

---

[1] فتاوی عالمگیری: ص: ۳۹۷، ج:۲، مطبوعه کوئٹه، کتاب الوقف، الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف، مجمع الأنهر ص۵۷۴ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۴، ۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

۳-اگران سب کے فائدہ اٹھانے کے لئے محتاج ہونے کی شرط نہیں کی تو سب کو نفع حاصل کرنا درست ہے اگر محتاج ہونے کی شرط کی ہے تو مالدار کو نفع حاصل کرنا درست نہیں محتاج کو درست ہے[۱]۔

۴-واقف کو اختیار ہے کہ اپنی جائیداد تمام اولاد پر وقف کرے یا بعض پر یا اور اقرباء پر، جس پر وقف کیا ہے، اس کو اس سے حصہ ملے گا اور جس پر وقف نہیں کیا اسے اس جائیداد موقوفہ سے حصہ نہیں ملے گا، اور اولاد اور اقرباء کو جن پر جائیداد کو وقف کیا ہے سب کو ختم ہو جانے پر جائیداد موقوفہ کی آمدنی فقراء پر صرف کی جائے گی: **وان سمی جهة تنقطع ويكون بعدها للفقراء وان لم يسمهم لان قصد الواقف ان يكون آخره للفقراء وان لم يسمهم فكان تسمية هٰذا الشرط ثابتا دلالةً (كذا فی البدائع[۲])** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور ۱۰/۵/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ......صحیح: عبد اللطیف ۱۲/۱/۵۵ھ

باغ وقف کر کے اس کی زمین سے خود نفع اٹھانا

سوال:- ایک شخص نے اپنا قلمی باغ مسجد یا اسلامیہ مدرسہ کو ہبہ کر دیا ہے، اور اسکا متولی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] ولو قال وقفت على نفسي ثم من بعدي على فلان ثم على الفقراء جاز عند ابي يوسف. الهندية مصرى ص: ۳۷۱، ج: ۲، الفصل الثانى فى الوقف على نفسه واولاده، مجمع الأنهر ص۵۷۴ ج۲ وسكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۷۵ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحه هذا) [۱] ويعطى الغنى والفقير من الاولاد الاَّ أن يعين المحتاجين من ولده فيلزم. (فتح القدير ص: ۲۴۴، ج: ۶، مطبوعه مصر، كتاب الوقف، فصل فى الموقوف عليه)

[۲] بدائع الضائع كراچى ص: ۲۲۰، ج: ۶ كتاب الوقف، بدائع زكريا، ص: ۳۲۸، ج: ۵، كتاب الوقف، شرائط جواز الوقف، شامى كراچى ص ۴۵۹ ج ۴ كتاب الوقف، مطلب لا يجوز الرجوع عن الشروط، عالمگيرى كوئٹه ص۳۵۷ ج۲ كتاب الوقف، الباب الأول.

خود ہے اس میں اس کو اپنا مردہ دفن کرنا یا اس کی ڈالی کھانا یا اسکی لکڑی کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، یانہیں؟ یا اس باغ کو دوسرے باغ میں شامل کر کے فروخت کر کے خود قیمت علیحدہ کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اس زمین اور باغ کو اپنی ملک سے خارج کردیا، اور مسجد یا مدرسہ کے لئے شرعی قاعدے کے موافق وقف کردیا تو اب اس زمین میں اپنے مردے کو دفن کرنا یا باغ کی لکڑی اپنے کام میں استعمال کرنا درست نہیں، اگر چہ وہ خود ہی متولی ہو[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف مرض الموت میں نہیں ہے تو وقف ہے

سوال:۔ ہدایت نامی شخص کا لڑکا بہت نافرمان تھا اپنے نانا کے گھر والدین سے الگ رہتا تھا اس نے اپنا آدھا گھر مسجد کو وقف کردیا، اور آدھا سات سو روپے میں مسجد کو بیچ دیا اور کہا جب تک زندہ ہوں یہ روپے خرچ کرونگا، اور جب روپیہ ختم ہوجائے، تو بستی والے ہمارے خرچ کے ذمہ دار ہیں تجہیز و تکفین سے جو رقم بچ جائے وہ مسجد میں لگادی جائے پھر وہ مکان بیچنے اور مسجد میں وقف کرنے کے ۱۵؍یوم کے بعد مرگیا، تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد پانچ سو روپیہ بچا اب اس کا لڑکا کہتا ہے کہ میں اسکا وارث ہوں جبکہ مرحوم نے آدھا مکان مسجد کو وقف کردیا، اور آدھا مکان مسجد کو بیچ دیا، لہٰذا جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداومصلیاً

اگر یہ وقف مرض الموت میں نہیں کیا اس سے پہلے کیا اور اس پر مسجد کا قبضہ کرادیا ہے

[۱] اذا تم (الوقف) ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن (در مختار مع الشامی کرچی ۳۵۲/۴) کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة الخ، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف.

تو وقف صحیح ہوگیا[1] اور نصف بصورت بیع[2] اور نصف بصورت وقف ہوکر کل مکان مسجد کا ہوگیا، کسی وارث کا اس میں کوئی حق نہیں رہا،[3] تجہیز وتکفین کے بعد جو روپیہ بچا اگر وہ مرحوم کے ترکہ کا ایک تہائی یا اس سے کم ہے تب تو وہ بصورت وصیت مسجد کو دیدیا جائے، اگر وہ ایک تہائی ترکہ سے زیادہ ہے تو ایک تہائی ترکہ کے اندر اندر مسجد میں دیدیا جائے بقیہ ورثہ کا ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۵ھ

وقف بعد الموت

سوال:- اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ مرنے کے بعد کسی جائیداد غیر منقولہ کو وقف سمجھا جائے یہ وقف صحیح ہوگیا؟

---

[1] انما یزول ملک الواقف عن الوقف عند ابی حنیفةؒ بالقضاء وطریقه ان یسلم الواقف ماوقفه الی المتولی، عالمگیری، کوئٹه، ص۳۵۰/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الاول، الدر مع الشامی کراچی ص۴/۳۴۳ کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع، فتح القدیر ص۲۰۳ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت.

[2] واما حکمه فثبوت الملک فی المبیع للمشتری وفی الثمن للبائع (عالمگیری، کوئٹه، ص۳/ج۳/ اول کتاب البیوع، النهر الفائق ص۳۳۶ ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

[3] متی صح الوقف (الیٰ قوله) حتی لایملک بیعه ولایورث (الهندیه، کوئٹه، ص۳۵۲/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الاول، بحر کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] ولو علق الوقف بموته بأن قال اذامت فقد وقفت داری علی کذاثم مات صح ولزم اذاخرج من الثلث وان لم یخرج من الثلث یجوز بقدر الثلث ویبقیٰ الباقی الی ان یظهر له مال اٰخر اوتجیز الورثة فان لم یظهر له مال اٰخر ولم تجز الورثة تقسم الغلة بینها اثلاثاً ثلثها للوقف والثلثان للورثة (الهندیه کوئٹه، ص۳۵۱/ج۲/کتاب الوقف، الباب الاول، تبیین الحقائق ص۳۲۶ج۳ کتاب الوقف، امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۷۰ ج۲ کتاب الوقف. دار الفکر بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ وقف بھی صحیح ہے مگر بحکم وصیت ہے، یعنی ایک ثلث ترکہ میں نافذ ہوگا: **او یعلقهٗ بموته بان یقول اذا مت وقفت داری علٰی کذا ثم مات صح ولزم ان خرج من الثلث اھـ** (**مجمع الانہر**[۱] ص: ۷۴۰، ج: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۳/ ۹۵ھ

جائیداد غیر منقولہ کی آمدنی کو وقف کرنا

سوال: - کیا وقف اس طور سے کیا جانا جائز ہے کہ جائیداد غیر منقولہ کو وقف نہ کر کے صرف اس کی آمدنی کو وقف کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کا حاصل یہ ہے کہ اصل شئ محبوس اور برقرار رکھتے ہوئے کہ اس میں بیع وغیرہ کا تصرف نہ ہو سکے اس کی آمدنی ومنفعت کو فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے: **هو حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعة**. (متن درمختار[۲] ص: ۳۵۷، ج: ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۳/ ۹۵ھ

---

[۱] مجمع الانہر ص: ۵۶۹، ۵۷۱ ج: ۲، مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، اول کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۲۰۳ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۱ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الأول.

[۲] در مختار مع الشامی کراچی ص: ۳۳۷، ج: ۴، اول کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۲۰۳ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، البحر کوئٹه ص ۱۸۷ ج ۵ کتاب الوقف.

گھریلو سامان کا وقف صحیح ہے؟

سوال:- زید عمرو بکر خالد چار بھائی تھے ان کی تجارت میں بٹوارہ جس میں ان لوگوں کو مال منقولہ وغیر منقولہ ہاتھ آیا، زید عمرو کا کام کچھ دنوں ایک میں ہوتا رہا آخر کار زید نے اپنی تمام چیزوں کو وقف کر دیا حتی کہ اثاث البیت کا بھی وقف کر دیا مگر تفصیل کے ساتھ لیکن ایک چیز کا نام نہیں لیا کچھ دنوں کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، زندگی کے آخری ایام بھائیوں میں گذارے مگر وقف کی کنجی اس کے متولّی کے پاس رہی کیا اس صورت میں اثاث البیت کا وقف صحیح شمار کیا جائے گا یا وارثت بن کر ورثہ میں پھر تقسیم ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلياً

اثاث البیت کا (جس کے وقف کرنے کا تعامل ہے) بھی وقف ہوجاتا ہے وہ ترکہ ہو کر ورثاء پر تقسیم نہیں ہوگا: **ولووقف العقار ببقره واكرته صح كمشاع قضى بجوازه ومنقول قصدا فيه تعامل للناس كفأس وقدوم ودراهم ودنانير وقدر وجنازة وثيابها ومصحف وكتاب** ا هـ (در مختار على هامش الشامى نعمانية[1] ص ۳۷۳، ۳۷۴، ج ۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۹۱ھ

لفظ ہبہ سے وقف

سوال:- بلفظ ہبہ وقف صحیح ہوتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟

---

[1] در مختار مع الشامى كراچى ص: ۳۶۱, ۶۲, ۶۳، ج:۴ كتاب الوقف. مطلب فى وقف المنقول تبعًا للعقار، البحر كوئٹه ص ۲۰۰ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۶ ج۳ كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز.

الجواب حامداً ومصلیاً

البحر الرائق[1] (ص:۱۹۰، ج:۵) میں وہ الفاظ جمع کئے ہیں جن سے وقف صحیح ہو جاتا ہے، وہ ستائیس الفاظ ہیں ان میں لفظ ہبہ نہیں، ہبہ میں اپنی ملک کو ختم کرنا اور موہوب لہٗ کی ملک میں شئ موہوب کو داخل کرنا ہوتا ہے[2]۔ وقف میں یہ بات نہیں ہوتی[3]۔ پس لفظ ہبہ سے وقف صحیح نہیں ہوگا، لیکن اگر اس لفظ سے وقف کرنا رائج ہو جائے تو پھر عرف ورواج کی وجہ سے ایسا وقف بھی صحیح ومعتبر ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۵/۸/۹۳ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] الأول أرضى هذه صدقة موقوفة مؤبدة على المساكين، الثانى صدقة موقوفة الثالث حبس صدقة، الرابع صدقة محرمة، الخامس موقوفة فقط، السادس موقوفة على الفقراء، السابع محبوسة، الثامن حبس، التاسع لو قال هى للسبيل ان تعارفوه وقفا مؤبداً للفقراء كان كذٰلک والاسئل، العاشر جعلتها للفقراء ان تعارفوه وقفا عمل به والاسئل، الحادى عشر محرمة، الثانى عشر وقف، الثالث عشر حبس موقوفة، الرابع عشر جعلت نزل كرمى وقفا، الخامس عشرجعلت غلته وقفاً السادس عشر صدقة فقط، السابع عشر هذه موقوفة على وجه الخير أو على وجه البر، الثامن عشر صدقة موقوفة فى الحج عنى والعمرة عنى، التاسع عشر صدقة لاتباع، العشرون اشتروا من غلة دارى هذه كل شهر بعشرة دراهم خبزاً وفرقوه على المساكين، الحادى والعشرون هذه بعد وفاتى صدقة يتصدق بعينها أوتباع ويتصدق بثمنها، الثانى والعشرون أوصى أن يوقف ثلث ماله، الثالث والعشرون هذا الدكان موقوفة بعد موتى ومسبل، الرابع والعشرون دارى هذه مسبلة الى المسجد بعد موتى، الخامس والعشرون سبلت هذه الدار فى وجه امام مسجد كذا، السادس والعشرون جعلت حجرتى لدهن سراج المسجد، السابع والعشرون ذكر فاضيخان: رجل قال ثلث مالى وقف الخ. (بحر مكتبه زكريا ديوبند ص۱۷، ۱۸، ۵/۳۱۹، اول كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۳ ج۳، كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز، عالمگيرى كوئٹه ص۳۵۷ تا ۳۶۰ ج۲ فصل فى الألفاظ التى يتم بها الوقف وما لا يتم بها.

[2] هى (الهبة) تمليك العين مجانا أى بلا عوض (الى قوله) وحكمها ثبوت الملک للموهوب له. (در مختار على رد المحتار، كوئٹه ۴/۵۶۲، اول كتاب الهبة، عالمگيرى كوئٹه ص۳۷۴ ج۴ كتاب الهبة، الباب الأول. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جبراً وقف کرانا

سوال:۔ (۱) ایک مشترکہ زمین جو درمیان چند مسلمان اور غیرمسلم کی تھی، اورآبادی میں واقع تھی، یہ مشترکہ زمین تقریباً ۶۰/۵۰رسال سے مسلم وغیرمسلم کے نام تھی۔

(۲) زید نے اس مشترکہ زمین میں سے بلاتقسیم کے غیرمسلم کا حصہ خریدلیا، اورزید اب اس کی تقسیم بذریعہ عدالت منصفی کرارہاہے، مسلمانوں نے اپنا کل حصہ مسجد کے نام وقف کردیاہے۔

(۳) اس مشترکہ زمین پرعمر نے ایک ٹال تقریباً ۳۰رسال سے ڈال رکھی ہے، کیونکہ ابھی زید نے اپنے حصہ کی تقسیم نہیں کرائی ہے، اس وجہ سے یہ متعین نہیں ہوسکا کہ عمر نے یہ ٹال کس کے حصہ پرلگائی ہے۔

(۴) عمرتقریباً ۳۰رسال سے اس کا کرایہ مسجد کوادا کررہاہے، نیزعمر کا یہ کہنا ہے کہ میں یہ زمین اس وقت چھوڑونگا کہ جبکہ زیداپنا کل حصہ مسجد کے نام وقف کردے۔

(۵) عمر نے ایک پنچایت کرکے، جس میں اس کے اپنے لوگ اورشہر کے سرکردہ لوگ شامل تھے، یہ پروپیگنڈہ کیا کہ یہ ساری زمین مسجد کے نام وقف ہے، اورزید کا اس میں کوئی حصہ نہیں، اب شہر کے آدمی بھی اس کے اس پروپیگنڈہ کو صحیح مان کریہی فیصلہ کررہے ہیں، کہ واقعی یہ ساری زمین مسجد کے نام وقف ہے اس کا نہ تو کوئی ثبوت موجود ہے اورنہ کوئی کاغذ، جبکہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ زید نے اس مشترکہ زمین میں سے ایک حصہ خریداہےاوروہ اسکا مالک ہے۔

(۶) زید کا یہ کہنا ہے کہ اس میں میرا ابھی حصہ ہےاورمیرے پاس بیعنامہ کا کاغذ موجود ہیں، اتناہی کرسکتا ہوں کہ میں اپنے حصہ میں سے ایک حصہ مدرسہ کے نام وقف کردوں، اورایک

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۳] أما تعریفه فهو فی الشرع عند أبی حنیفة حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعة (الی قوله) وعندهما حبس العین علی حکم ملک الله تعالیٰ علی وجه تعود منفعته الی العباد. (هندیه، مکتبه رحیمیه دیوبند، ۲/۳۱۴، اول کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۰ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز، مجمع الأنهر ص۲/۵۶۷، کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

حصہ میں اپنا ذاتی کاروبار کروں، اور مسجد کیلئے میں اتنا کرسکتا ہوں کہ میں مسجد کو مبلغ چار ہزار روپے دیدوں، یہ سب میں اپنی خوشی سے کروں گا، مگر زید پر اہل محلّہ کا پورا اصرار ہے کہ وہ اپنا کل حصہ مسجد کے نام وقف کردے، مگر زید ایسا کرنا نہیں چاہتا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر زید جبراً بغیر اپنی مرضی وخوشی کے اپنا حصہ مسجد کے نام وقف کردے تو آیا یہ شرعاً وقف معتبر ہوگا یا نہیں؟ اور آیا زید کو اس وقف کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ نیز جبراً وقف کرانے والے کسی مواخذہ کے ذمہ دار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے نام وقف کردینے سے یقیناً زید ثواب کا مستحق ہوگا[1] مگر دوسرے لوگوں کو زبردستی کرنے کا حق نہیں،[2] اگر اس کو شرعی اکراہ کے ساتھ مجبور کیا گیا اور اس نے مجبور ہو کر وقف کردیا تو یہ شرعی وقف نہیں ہوگا اور اکراہ کرنے والے گنہگار ہوں گے، اور زید کو حق ہوگا کہ وہ اپنا حصہ واپس لینا چاہے تو واپس لے لے، کیونکہ یہ حق العبد ہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۹۱ھ

---

[1] ان التعاون فی بنیان المسجد من افضل الاعمال لأنه مما یجری للإنسان اجره بعد موته ومثل ذلک حفر الآبار وکری الانهار وتحبیس الاموال التی یعم العامة نفعها، عمدة القاری ص ۲۰۹ ج ۲ الجزء الرابع، کتاب الصلاة، قبیل باب الاستعانة بالنجار، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه مشکوٰة شریف، ص ۲۵۵ باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، شعب الایمان للبیهقی ص ۲۹۷ ج ۲ الثامن والثلاثون من شعب الایمان وهو باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة، مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه، کنز العمال ص ۹۲ ج ۱ الفرع الثانی فی احکام الایمان المتفرقة، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

[3] اما النوع سالذی یحتمل الفسخ فالبیع والشراء والهبة والاجارة ونحوها فالاکراه یوجب فساد هذه التصرفات عند اصحابنا الثلاثة رضی الله عنهم، بدائع الصنائع کراچی ص ۱۸۶/۷، کتاب الاکراه، البحرالرائق کوئٹه ص ۷۵/۸، کتاب الاکراه، مجمع الانهر ص ۴۰/۴، کتاب الاکراه، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

اخروٹ کے درخت اوران کی زمین کوزبردستی اوقاف بنانا

سوال:-آج سے پہلے ہمارے بزرگوں نے چند درخت اخروٹ نصب کئے ہیں اس سے پہلے یہ قبرستان نہیں تھا، وہ قبرستان گاؤں کے دوسری طرف واقع ہے، لیکن بہت دور بھی ہے، پھر گاؤں والوں نے نزدیک ہی ایک خشک جگہ کواپنا قبرستان مقرر کیا، لیکن اس میں کچھ درخت اخروٹ موجود تھے، یہ درخت گاؤں کے کچھ اشخاص نے ظلم اور جبر سے حاصل کرنا چاہے، اوراس پر اوقاف بنانا بھی چاہتے ہیں اور یہ حاصل شدہ رقم وہ ٹٹی، پل، کنواں، اور کچھ حصہ مسجد پر بھی صرف کرنا چاہتے ہیں، یہ درخت ہائے اخروٹ صرف گیارہ اشخاص کے ہیں یہ ہم پر حلال ہیں یانہیں، کیونکہ یہ ہمارے بزرگوں کے نصب کردہ ہیں اور آج تک ہم ہی انکی بھنڈال کرتے آئے ہیں۔

پٹواری ریکارڈ کے مطابق یہ ہمارے ہیں اوراس کا انتخاب بھی ہمارے پاس ہے روینیو ریکارڈ کے مطابق یہ ہمارے ہیں محکمہ ہائی چل کر کے مطابق یہ ہمارے ہیں، غرض کاغذات ہمارے حق میں ہیں، ہمارا مذہب اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے یہ اوقاف ہم پر حلال میں یانہیں؟ یانصب کرنے والوں پر یا کسی پر نہیں، اگر کاغذات کی بھی ضرورت ہوتو وہ بعد میں طلب کرنا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ درخت اپنی مملوکہ زمین میں لگائے تھے، اور پھراس زمین کو قبرستان کے لئے وقف نہیں کیا اپنی ہی ملک میں رکھا تو وہ ان کے ہی ہیں کسی کوان پر قبضہ کرنا جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۴۰۱ھ

[1] لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷/۲، کتاب الحدود، الباب السابع، فصل فی التعزیر، البحرالرائق کوئٹه ص ۴۱/۵، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۶/۶، کتاب الحدود، مطلب فی التعزیر باخذ المال،

نابالغ کا وقف

سوال:-ایک بچہ جس کی عمر۱۲/۱۳/سال تھی، اس نے اپنا مکان وقف کر دیا تھا، دراصل یہ کام دباؤ دے کر پھوپی نے کر دیا، وہ بچہ پھوپی کے زیر پرورش تھا، لہٰذا میرا یہ مکان وقف ہوگیا یا نہیں؟ اب خدا نے میرا نکاح کرا دیا ہے میرا دَر ہوتا تو گھر بساتا، اس صورت میں اس وقف کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ کا وقف کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے، اگر وقف کرتے وقت آپ نابالغ تھے تو وہ وقف صحیح نہیں ہوا اور آپ کی ملک ختم نہیں ہوئی اور پھوپی کو ازخود یہ حق نہیں کہ وہ آپ کے مکان کو وقف کر دے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۹۱ھ

نابالغ کا وقف معتبر نہیں

سوال:- زید نے شادی کی، زید کے دولڑکے ہوئے جواب بالغ ہیں، زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا پھر زید نے دوسرا نکاح کیا جس سے ایک لڑکا دولڑکیاں ہیں، دونوں لڑکیاں بالغ ہیں لڑکے کی عمر سات سال ہے جو نابالغ ہے، زید کا انتقال ہوگیا، زید نے ترکہ میں کچھ زمین چھوڑی، گاؤں کے مسلمان اس زمین پر مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں، زید کی پہلی بیوی کے جولڑکے ہیں وہ اسی

[1] وأماشرائطه فمنها العقل والبلوغ ومنها الملك وقت الوقف. (الهنديه كوئٹه ۲/۳۵۲، الباب الاول من كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵٦۷ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص۵/۱۸۸، كتاب الوقف.

زمین کو مسجد کی تعمیر کیلئے دے رہے ہیں، کیا اس زمین پر مسجد تعمیر ہو سکتی ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ زمین اس مرحوم کا ترکہ بن کر ورثہ کا حق ہے، ورثہ بخوشی مسجد کے لئے دیدیں تو وہاں مسجد بنانا درست ہے، جو وارث نابالغ ہو اس کی اجازت معتبر نہیں، نہ اس کی طرف سے کسی بالغ وارث کی اجازت معتبر ہے اگر اس نابالغ کے ولی اس کے حق میں یہ مناسب سمجھیں کہ اس کا جس قدر حصہ اس زمین میں ہو وہ فروخت کر کے مسجد بنانے کے لئے حوالہ کردیں اور اس کی قیمت سے مناسب زمین نابالغ کے نام پر خرید لیں تو شرعاً درست ہے۔[1] ورنہ جس قدر اس کا حصہ ہو اس کو چھوڑ کر بقیہ پر ورثہ کی اجازت سے مسجد بنالیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۵ھ

وعدۂ وقف پر ووٹ دینا

سوال:۔ زید اپنی ممبری کے لئے چند مسلمانوں سے اپنے موافق ووٹ دلانا چاہتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں مسجد کی کچھ اصلاح مرمت وغیرہ کرادونگا، اور واسطے خرچ مسجد کے کوئی عمارت بنادوں گا، اور اس کی آمدنی کرایہ مسجد میں وقف کردوں گا، تو کیا ایسی رقم سے مسجد میں امداد لینا تعمیر کرانا جائز ہے؟

---

[1] وتصرف الصبى والمعتوه ان كان نافعا محضاً صح بلا اذن وان ضارّاً كا لطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وان أذن به وليهما. (الدر على الرد كراچى، ٦/١٧٣، كتاب المأذون، مبحث فى تصرف الصبى، بدائع ص٣٢٨ج٥ كتاب الوقف والصدقة، مكتبه زكريا، مجمع الأنهر ص٥٦٧ج٢ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید حقیقۃً ممبری کے لائق ہے تو اس کو رائے دیکر ممبر بنانا چاہئے[1] اور زید اگر ثواب کی نیت سے خواہ ممبری کے شکرانہ میں سہی مسجد کی تعمیر کرادے یا کچھ وقف کردے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ موجب ثواب ہے[2] ممبری کے ووٹ اور رائے دینے کے عوض میں اگر مسجد کی تعمیر کرادی اور اس کو رائے کی اجرت قرار دے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ رشوت ہے[3] اگر زید ممبری کے لائق نہیں تو اس کو رائے دینا اور ممبر بنانا جائز نہیں[4] اور اس پر روپیہ لینا بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا[5]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه اثم قلبه الایة. سورۂ بقرہ آیت:۳۳۸،

[2] من بنٰی مسجداً لله بنی الله له بیتا فی الجنة (مسلم شریف،مطبوعه رشیدیه دهلی ، ص۲۰ج۱ کتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث علیها)

ترجمہ:۔ جوشخص اللہ کے لئے مسجد بنائیگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے۔

[3] عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنه قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی، ابوداؤد شریف ص۵۰۴ج۲ کتاب القضاء، باب فی کراهیة الرشوة، مطبوعه سعد دیوبند، الرشوة یجب ردها ولاتملک (شامی کراچی ،ص ۳۶۲/ج۵ /کتاب القضاء،مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة، البحر الرائق ص۲۶۲ج۶ کتاب القضاء، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[4] من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منهاومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها .سوره نساء آیت ،۸۵.

ترجمہ:. جوشخص اچھی شفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا،اور جوشخص بری شفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا۔(بیان القرآن)

[5] وفی الأقضیة قسم الهدیة وجعل هذا من اقسامها فقال،حلال من الجانبین کالاهداء للترددوحرام منهما کالاهداء لیعینه علی الظلم (شامی کراچی ،ص ۳۶۲/ج۵/کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة، البحر الرائق ص۲۶۲ج۶ کتاب القضاء، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۵۹۸ج۳ کتاب القضاء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

خانقاہ نام دینے سے وہ مکان وقف نہیں ہوجاتا

سوال:-اب سے تقریباً ۵۰؍سال قبل (عہد ریاست) میں سرکار سلطان جہاں بیگم صاحبہ نے ایک دومنزلہ عمارت سکونتی غرض کے لئے پیر ضیاء الدین صاحب کو عاریۃً دیدی تھی جس کے وقف کرنے یا خانقاہ قرار دینے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، پیر صاحب کی سکونت کی بناء پر یہ مکان خانقاہ کے نام سے موسوم ہوگیا اب سے تقریباً ۴۰؍سال پہلے پیر ضیاء الدین صاحب اپنے وطن مالوف اناؤ چلے گئے اور جانے کے ایک سال بعد وہیں وفات ہوگئی ان کی حیات میں یہاں سے غیاب میں اوران کی وفات کے بعد کوئی سجادہ نشیں مقرر نہ ہوا مکان خالی ہوگیا، منجانب صرف خاص اس مکان کے نچلے حصہ میں کرایہ دار رہتے ہیں جوصرف خاص کوکرایہ ادا کرتے رہے اور اب بھی ادا کررہے ہیں اس مکان کا بالائی حصہ عرصۂ دراز تک خالی پڑا رہنے کے بعداس حصہ میں ایک پناہ گزیں پیر گوالیار کومع ان کے اہل وعیال کے رہائش کی اجازت دیدی گئی پھر یہ پیر صاحب بھی حالات پرسکون ہونے پر گوالیار منتقل ہوگئے اب کبھی کبھی ان کے صاحبزادے مع اہل وعیال کے تشریف لے آتے ہیں۔

تالاب کا کنارہ ہے اور خوش منظر جگہ ہے یہاں رہتے ہیں اور جب دل چاہتا ہے چلے جاتے ہیں بہرصورت حال یہ ہے کہ موجودہ دور حکومت نے آشائش کے لئے بڑے بڑے پیانہ پر ہسپتال کھول دیئے ہیں یہ مقام مدھیہ پردیش کی راجدھانی ہے، زنانہ ہسپتال اونچے پیانہ پر یہاں موجود ہیں، جس میں زچہ خانہ کا انتظام ہے اور چونکہ یہاں گاندھی میڈیکل کالج بھی قائم ہے، اس لئے تعداد کثیر طلبہ کوٹریننگ دی جاتی ہے اور عورتوں کے ساتھ مرد ڈاکٹر بھی تنہا کبھی طلبہ کے زچہ عورتوں کوزچگی کراتے ہیں، مسلمانوں کوحد درجہ شاق ہے، کہ مسلم خواتین کی اس مجبوری میں سخت پردہ دری ہوتی ہے، بلکہ غیر مسلم شرفاء کے لئے بھی یہ بے شرمی انتہائی تکلیف دہ ہے،

مسلم خواتین اور شریف عورتوں کو اس بے حیائی اور نا قابل برداشت پردہ دری سے بچانے کے لئے بیت المال کمیٹی بھوپال ایک زچہ خانہ قائم کرنا چاہتی ہے جو اس آزار سے پاک ہو اور اس غرض کے لئے اس کی درخواست نواب ساجدہ سلطان بیگم صاحبہ نے وہ مکان دے دینا منظور فرمالیا ہے جو پیر صاحب کو رہائش کے لئے دیا تھا، اور پیر صاحب کو نوٹس دینا چاہتی ہیں کہ مکان خالی کردیں اب سوال یہ ہے کہ بحالت مندرجہ جس کو مالکہ نے اپنی ملکیت سے خارج نہیں کیا اور جس کے بنیادی حصہ زیریں میں ان کے کرایہ دار ہیں جو پیر ضیاء الدین صاحب مرحوم کے زیر استعمال رہنے کی وجہ سے خانقاہ کے نام سے موسوم ہوگیا جس میں پیر صاحب کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد کوئی سجادہ نشیں مقرر نہ ہوا کیا مسلم زچہ خانہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، اور شرعاً اس میں کوئی مانع تو نہیں؟

(نوٹ) بھوپال کی اصطلاح میں صرف خاص سے مراد وہ جائدادیں اور تمام آمد صرف ہے جو یہاں کے اسلامی فرمارواؤں کی ذات سے متعلق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے کہ اس مکان کو نہ وقف کیا گیا نہ پیر صاحب کی ملکیت قرار دیا گیا بلکہ اصلی مالک کی ملکیت اس پر قائم ہے تو مالک کو اس میں تصرف کا پورا حق حاصل ہے[1] مسلم زچہ خانہ بنانا بھی درست ہے، پیر صاحب کو اس میں عاریۃً قیام کی وجہ سے اگر وہ خانقاہ کے نام سے موسوم ہوگیا اور لوگ اس کو خانقاہ کہنے لگے تو مالک کا حق تصرف ختم نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۷/۹۱ھ

---

[1] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (بیضاوی دارالفکر ۱/۵۶، سورۂ فاتحہ، شامی کراچی ص۵۰۲ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک الخ، شرح المجله ص۶۵۴ ج ۱ الفصل الاول فی بعض قواعد فی احکام الاملاک، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند،

مدرسہ کیلئے چندہ کر کے جو عمارت بنائی جائے کیا وہ وقف ہے؟

سوال:-ایک مدرسہ دینیہ ۳۸/سال قبل یہاں قائم کیا گیا، درس وتدریس کا کام کرایہ کی عمارت میں شروع ہوا، چندہ خصوصی وعمومی سے مدرسہ کے مصارف پورے کئے جاتے ہیں، مدرسہ قائم ہونے کے چند سال بعد والیٔ ریاست ٹونک نے ایک ہزار سالانہ رقم مقرر فرمادی، چونکہ یہ آمدنی رقم مدرسہ کے مصارف کی کفیل نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے بذریعہ سفیر بیرون جات سے چندہ بھی ہوتا رہا، اوراب بھی ہورہا ہے اور ریاست کے حکمراں کی مقرر کردہ امداد بچند وجوہ اس دورِ حکومت میں ملنا بند ہوگئی، منتظمین مدرسہ نے عرصہ ہوا ایک عمارت مع اس کے وسیع احاطہ کے خرید لی، جب سے اس مدرسہ کا کام اس عمارت میں ہورہا ہے ساتھ ہی ساتھ احاطہ سے باہر چند دکانیں بھی تعمیر کردی گئیں، کرایہ کی آمدنی مدرسہ کی ضروریات میں صرف ہوتی ہے چندہ کی وصولی کا سلسلہ بھی جاری ہے، مسلم وقف بورڈ کا مطالبہ یہ ہیکہ مدرسہ کی عمارت اور دکانوں کا رجسٹریشن وقف بورڈ میں کرادیا جائے اور شرح معینہ کے تحت سالانہ چندہ بھی داخل کیا جاتا رہے، منتظمین مدرسہ کا عذر یہ ہے کہ مدرسہ کی عمارت اور دکانیں کسی کی وقف کردہ نہیں ہیں، بلکہ چندہ عمومی سے جو رقم پس اندازہ کی جاتی رہی اس سے یہ عمارت خریدی گئی اور دکانیں تعمیر کرائی گئی ہیں، اس لئے یہ جائداد وقف کی تعمیر میں نہیں آتی اور موقوفہ نہیں کہی جاسکتی، چندہ نگرانی کی بابت یہ عذر ہے کہ دکانوں کے کرایہ کی اس حد تک آمدنی نہیں ہے کہ مدرسہ کے مصارف کی کفیل ہوسکے، مزید مصارف چندہ سے پورے کئے جاتے ہیں پھر چندہ نگرانی بورڈ کہاں سے ادا کیا جائے اور کس وجہ سے دیا جائے وقف بورڈ اس کل جائداد کو موقوفہ قرار دیتا ہے۔

استدلال : یہ ظاہر ہے، کہ اگرچہ عمارت ودکانات کسی کی وقف کردہ نہیں، لیکن عام مسلمانوں کی چندہ کی بھی رقم سے یہ جائداد بنائی تو اس پر موقوفہ کا بھی اطلاق ہوتا ہے، بدلائلِ شرعیہ

مطلع فرمایا جائے کہ فریقین ہذا کے استدلالات میں سے کس کی دلیل قابلِ توجہ ہوسکتی ہے اور بقول منتظمین مدرسہ یہ جائداد موقوفہ نہیں کہی جاسکتی، یا بقول وقف بورڈ موقوفہ تسلیم کی جائے، جو حکم شرعی اس جائدادِ مدرسہ پر عائد ہوتا ہے، اگر اس سے جلد مطلع فرمایا جائے تو باعثِ تکریم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو عمارت چندہ کر کے بنائی گئی ہو یا خریدی گئی ہو وہ ابھی وقف نہیں ہوئی جب تک اس کو وقف نہ کر دیا جائے اور مصالحِ مدرسہ کا تقاضا ہے کہ اسے اب سے وقف کر دیا جائے قاضی خان[1] جلد چہارم ص: ۳۰ میں ہے: المتولّی اذا اشتریٰ من غلّة المسجد حانوتًا اودارااً او مستغلاً اٰخر جَاز لانَّ هٰذا من مصالح المسجد فاذا اراد المتولّی أن يبيع مااشتریٰ وبا ع اختلفوا فيه قال بعضهم لا يجوز هذا البيع لانّ هٰذا صَار من اوقاف المسجد، وقال بعضهم يجوز هٰذا البيع وهو الصحيح لان المشترى لم يذكر شيئًا من شرائط الوقف فلا يكون مااشتریٰ من جملة اوقاف المسجد. اگر وقف کرنا مصالحِ مدرسہ کے خلاف ہے تو وقف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

وقف کی نیت سے خریدنے سے وہ ملکیت وقف نہیں ہوجاتی

سوال:- دو آدمیوں نے مل کر ایک زمین وقف کی نیت سے عوام کے فائدہ کے لئے کنواں

---

[1] خانيه على هامش الهنديه مصرى ۳/۲۹۷، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، المحيط البرهانى ص۱۳۸ ج۹ كتاب الوقف، فصل فى المساجد، ادارة القرآن المجلس العلمى، البحر كوئٹه ص۲۰۷ ج۵ كتاب الوقف.

کھودنے کی غرض سے خریدی تھی، اور کنواں کھودنے کے بعد پانی نکلا مگر خراب ہونے کی وجہ سے پینے کے استعمال میں نہیں آسکا دوسری چیزوں کے استعمال میں آتا ہے، اور مدت طویل تک یہ کنواں پڑا رہا کسی نے استعمال میں نہیں لیا۔

ان دونوں میں ایک نے وطن میں آکر اس کنویں کو بھر دیا اور کرایہ پر دینے کے واسطے اپنا ذاتی مکان اس کنویں پر بنالیا اور اس جگہ پر دو روم نیچے کے حصہ میں اور دو روم اوپر کے حصہ میں بنائے اور اس مکان کو اپنے نام سے موسوم کیا کہ فلاں منزل، دوسرا آدمی جو سفر میں تھا، اس کو مذکورہ حقیقت سے خبر کی گئی کہ جو زمین آپ دونوں نے مل کر وقف کی نیت سے عوام کے فائدہ کے لئے خریدی تھی اور کنواں بنایا تھا، اس جگہ پر آپ کے ساتھی نے تعمیر کرائی ہے اور اپنا نام لکھوایا ہے، تو اس سفری نے گاؤں کی جماعت پر جواب دیا کہ ہم دونوں نے مل کر اس زمین کو عوام کے فائدہ کے لئے وقف کے لئے خریدی تھی۔

میرے ساتھی نے مجھ سے میرے حصہ کی زمین طلب کی تھی مگر میں نے صاف انکار کر دیا تھا کہ میں نے جو نیت وقف کی ہے، اس پر میں اٹل ہوں یعنی میں اپنے ارادہ کو بدل نہیں سکتا جس نے مکان تعمیر کرایا ہے وہ فی الحال وطن میں ہے، اس کو یہ خط سنایا گیا تو کہتا ہے کہ مجھ کو اپنے حصہ کی زمین وقف نہیں کرنی اور کہتا ہے کہ میری اور اس کی بات ہوگئی ہے، حالانکہ خط سے اس سفری کی ناراضگی معلوم ہوتی ہے، تو کیا جب دو آدمی وقف کی نیت سے زمین خریدیں اور کنواں بھی بنوائیں مگر استعمال میں نہ آنے کی وجہ سے اپنا ذاتی مکان تعمیر کرانا اپنے دوسرے سفری کی اجازت کے بغیر کہ اس کا بھی حصہ زمین میں ہے، پہلے وقف کی نیت کرے اور بعد میں بدل دے تو اس طریقہ سے تعمیر کرنے کا شریعت میں کیا حکم ہے حق اور ناحق کیا ہے اور جھگڑے کے دفع کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- محض وقف کی نیت سے خریدنے سے تو زمین وقف نہیں ہوتی، ایک شریک یا دونوں

شریک نیت تبدیل کر کے ذاتی مکان بنوالیں تو شرعاً گنجائش ہے، لیکن اگر خرید کر وقف کردی اور کنواں بنوا کر زبانی کہہ دیا ہو یا تحریر لکھ دی ہو کہ زمین ہم نے وقف کردی تو پھر اس کو ذاتی ملک تجویز کرنا اور ذاتی مکان بنانا درست نہیں[1] اس مکان کو بھی وقف ہی قرار دیا جائے یا وہ زمین وقف رہے اور مکان ذاتی ملک رہے اور اس زمین کا کرایہ مناسب تجویز کردیا جائے اور کرایہ مصارف وقف میں خرچ کیا جائے۔[2] جب اصل شریک خریدار زندہ ہے اگرچہ سفر میں دور ہے۔

اس کی رائے معتبر ہوگی، اگر اس کو موجودہ مکان بنانے والے کا یہ تصرف پسند نہیں ہے، اور وہ اس کو وقف کرنا چاہتا ہے تو وہ اس شریک کو بھی باخبر کردے اور کسی دوسرے شخص کو اپنی طرف سے وکیل بنادے کہ وہ اس تصرف کرنیوالے سے معاملہ اس طرح طے کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف کی نیت کی پھر رائے بدل گئی

سوال:- ایک زمین میں نے دوسو روپے میں خریدی اور دل میں یہ طے کرلیا کہ آدھی زمین

---

[1] والملک یزول عن الموقوف بأربعة بافراز مسجد وبقضاء القاضی أو بالموت اذا علق بؤابقوله وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبداً. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۴۳، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، فاذا تم ولزم لا یملک قوله فاذا تم لزومه علی قول الامام باحد الامور الاربعة المارة عندهما بمجرد القول، درمختارمع الشامی کراچی ۴/۳۵۱، کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، هدایه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

[2] وما بناه مستأجر أو غرسه فله مالم ینوه للوقف والمتولی بناؤه وغرسه للوقف مالم یشهد أنه لنفسه قبله. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۴۵۵، کتاب الوقف، مطلب فی حکم بناء المستأجر فی الوقف بلا اذن)، البحر کوئٹه ص۲۰۴ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۲۰۴ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

شہریوں کی ایک مسجد میں وقف کردوں گا، جو مقام زمین سے کم وبیش بائیس میل کے فاصلہ پر ہے اور نصف زمین مقامی تین مساجد میں وقف کردوں گا برابر کے طور پر ابھی وقف نامہ میں نے تحریر نہیں کیا ہے، اب سوچتا ہوں کہ نصف زمین کو مقامی تین مساجد میں برابر حصہ زمین کا دینا کسی مصرف کا نظر نہیں آتا کہ اتنے حصہ زمین کو ہر مسجد والے کسی کام میں نہیں لاسکتے اور تینوں مسجدوں میں بالکل کم رقبہ کی زمین منفعت بخش نہیں ہوسکتی تو کیا دل میں طے کردہ بات تبدیل نہیں کی جاسکتی اور کیا کسی دوسرے نیک کام میں وقف نہیں کی جاسکتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر محض دل میں سوچا تھا کہ زمین فلاں فلاں جگہ اس نیت سے وقف کردوں گا، پھر غور کرنے سے مصلحت اس کے خلاف معلوم ہوئی تو پہلے سوچے ہوئے کو بدلنے کی بھی اجازت ہے جہاں زیادہ وقف کرنا مناسب ہو وہاں زیادہ وقف کرسکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۳ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۴ھ

تعلیمِ دین کے لئے وقف عمدہ ہے

سوال:- زید ایک زمین وقف کرنا چاہتا ہے، گاؤں میں ایک مدرسہ قائم ہے جس میں

---

[1] والملک یزول عن الموقوف باربعة بافراز مسجد وبقضاء القاضی أو بالموت اذا علق به أو بقوله وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی موبداً، در مختار مع الشامی کراچی ۳۴۳ تا ۴/۳۴۷، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. البحرالرائق کوئٹہ ص۱۸۷، ۵/۱۸۸، کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۱۰، ۳/۳۱۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

اسلامی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ ایک اسکول بھی ہے جو کہ سرکار سے رجسٹرڈ ہے، اور اس میں خاص تعلیم انگریزی و سرکاری ہوتی ہے، اور اسکول کے متعلق سرکار مطالبہ کر رہی ہے کہ کوئی شخص رقبہ دیدے اور اسے اسکول کے لئے رجسٹرڈ ابدی کر دیا جائے، اس لئے وقف زید تشویش میں ہے کہ مدرسہ کے مقابل اسکول میں وقف کرنا کیسا ہے؟ اور کس میں دینا افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف نیک کام کے لئے کرنا بڑی عبادت اور موجبِ اجر وثواب ہے، لہٰذا دینی تعلیم کے لئے وقف کر دے تاکہ صدقہ جاریہ رہے اور بعد میں بھی ثواب ملتا رہے۔

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهٗ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اذا مات الانسان انقطع عنه عملهٗ الا من ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع بهٖ اوولد صالح يدعوله (رواه مسلم[1] اهـ مشكوٰة شريف[2] ص:۳۲) قال الشارح تحت قوله صدقة جارية كالوقف.[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۳۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۴/۳۰ھ

وقف منقول علی الاولاد

سوال: -منقولہ اشیاء وقف علی الاولاد ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ مثلاً لوہے لکڑی کا سامان، انجن

---

[1] مسلم شريف ۴۱ ج ۲، كتاب الوصية، باب مايلحق الانسان من الثواب بعد وفاته.

[2] مشكو شريف ص: ۳۲.

[3] مرقاة (مطبوعه اصح المطابع ممبئی) ص: ۲۲۱/۱، الفصل الاول من كتاب العلم.

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب انسان مر جاتا ہے اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے مگر تین اعمال (کا ثواب جاری رہتا ہے)
(۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس سے نفع اٹھایا جائے، (۳) ولد صالح جو اس کے لئے دعاء کرے۔

خیراد مشین واوزار آہنی وغیرہ متعلق کارخانہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وكما صح ايضا وقف كل منقول قصداً فيه تعامل للناس كفأس وقدوم بل ودراهم ودنانير قلت بل ورد الامر للقضاة بالحكم به وقدر وجنازة وثيابها ومصحف وكتب لان التعامل يترك به القياس بخلاف مالا تعامل كثياب ومتاع وهذا قول محمد رحمه الله وعليه الفتوى[1] اختيار. وألحق فى البحر السفينة بالمتاع، وفى البزارية : جاز وقف الاكسية اهـ در مختار مختصرا. قوله كل منقول قصداً اماتبعًا للعقار فهو جائز بلا خلاف عندهما كمامر كما لاخلاف فى صحة وقف السلاح والكراع اى الخيل للاٰثار المشهورة والخلاف فيما سوى ذلك فعند ابى يوسف رحمه الله لايجوز وعند محمد رحمه الله يجوز مافيه تعامل من المنقولات واختاره اكثر فقهاء الامصار كما فى الهدايه: وهو الصحيح كمافى الاسعاف، وهو قول اكثر المشائخ كما فى الظهيرية لان القياس قديترك بالتعامل ونقل فى المجتبىٰ عن السير جواز وقف المنقول مطلقا عند محمد رحمه الله واذا جرى فيه التعامل عند ابى يوسف رحمه الله وتمامه فى البحر والمشهور الاول اهـ (شامی[2] ص: ۳۷۴– و ۳۷۴، ج:۳)

---

[1] در مختار على الشامى كراچى ص۳٦۳–۴/۳٦۵، كتاب الوقف، مطلب فى وقف المنقول قصدا، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۸۰–۵۸۲، كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] شامى كراچى، ص۳٦۳، ج۴، مطلب فى وقف المنقول قصداً، مجمع الأنهر ص۵۷۹–۵۸۰ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية مع الفتح ص۲۱۷ ج٦، كتاب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت.

اصل یہ ہے کہ وقف غیر منقول شئ کا ہوتا ہے، لیکن بعض اشیاء بعض صورتوں میں مستثنیٰ ہیں کہ منقول ہونے کے باوجود بھی ان کا وقف درست ہوتا ہے، اور یہ مسئلہ اختلافی ہے جس شئ منقول کا قصداً یعنی بلا غیر منقول کے تابع قرار دیئے وقف کرنے کا تعامل ہوا امام محمد رحمہ اللہ اس وقف کو جائز فرماتے ہیں اور جس میں تعامل نہ ہو اس کو ناجائز فرماتے ہیں اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہر طرح ناجائز فرماتے ہیں۔ خواہ تعامل ہو خواہ نہ ہو اور غیر منقول کے تابع قرار دے کر منقول کا وقف دونوں جائز فرماتے ہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر صورت میں منقول کا وقف ناجائز ہے۔ اور فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے: **وقف علی الاولاد اور وقف علی الفقراء** دونوں کا اس مسئلہ میں ایک ہی حکم ہے کوئی فرق نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲/۲۰/ ۵۸ھ

اگر کارخانہ معہ مکان وسامان وقف کرنا ہے تو یہ وقف صحیح ہے، اور اگر تنہا اوزار و مشین ہی کو وقف کرنا ہے تو یہ صحیح نہیں، چونکہ عام طور پر یہاں ان چیزوں کے وقف کرنے کا رواج نہیں[1]

صحیح: عبد اللطیف، سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ ہذا، ۲۱/ صفر ۵۸ھ

وقف علی الاولاد میں تقسیم کی صورتیں

سوال:- حاجی کلیم مرحوم نے اپنی جائیداد کا ایک وقف نامہ علی الاولاد تحریر کیا ہے، اس میں واقف کی اولاد ہی کو حق پہونچتا ہے، یا واقف (مرحوم) کے اپنے چچازاد بھائیوں کو بھی حق پہونچتا ہے۔

[1] وما لا تعامل فيه لا يجوز عندنا وقفه، هداية على الفتح القدير ص ۲۱۸ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت، در مختار على الشامی كراچی ص ۳۶۴ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فی التعامل والعرف، مجمع الأنهر ص ۵۸۰ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

وقف نامہ حاضر ہے، ملاحظہ فرما کر تحریر فرمائیں کہ یہ وقف علی الاولاد رہے گا یا وراثت میں رہیگا؟ اور کس کس کو کتنا حق پہونچتا ہے، تقسیم کرکے بتلا دیجئے بوقت انتقال واقف مرحوم نے حسب ذیل ورثاء چھوڑے۔

زوجہ	لڑکیاں	لڑکا	چچازاد بھائی	نواسہ
۱	٦	×	۲	۱

ان کی والدہ مسماۃ بانو کا انتقال واقف کی حیات میں ہوگیا تھا۔ فقط

(نوٹ) وقف نامہ بڑے چھ صفحات کے سوال کے ساتھ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس وقف نامہ منسلکہ کا نام اگرچہ وقف نامہ علی الاولاد رکھا گیا ہے مگر یہ نام اپنے حقیقی معنی میں نہیں اس لئے کہ واقف نے اپنی ذات کو تیسری بیوی کے ساتھ آئی ہوئی ربیبہ نور جہاں کو اور اپنی چوتھی بیوی کو اور مسجد گل شہید کو بھی منافع وقف کا مصرف قرار دیا ہے جو کہ واقف کی اولاد نہیں۔ حق غیر کی تصریح واقف نے کردی ہے وہ بھی مستحق ہے اور اس کے استحقاق کے لئے جو شرط لگائی ہے وہ معتبر ہے[۱] مثلاً دفعہ:۲ میں واقف نے مع اولاد واہل وعیال مکان موقوفہ میں حق سکونت رکھا ہے۔

اور دفعہ:۳ میں اپنے بعد اپنی بیوی کو متولی بنا کر اس کو بھی یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ سکونت اختیار کرے اس کی رو سے مسماۃ چھوٹی کا لڑکا عبدالغنی بھی سکونت کا حق دار ہوگا جو کہ واقف کی اولاد اور نسل نہیں ہے۔

اور دفعہ:۴ میں چھوٹی کو عقد ثانی کرنے کی صورت میں تولیت سے اور جائداد موقوفہ کے انتفاع سے محروم کردیا گیا۔ مذکورہ بالا تجزیہ سے واضح ہوا کہ اس وقف کو کلیتاً اولاد پر منحصر کرنا

[۱] فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله أن يجعل ماله حيث شاء الخ، شامی کراچی ص ۳۴۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب : شرائط الواقف معتبرة الخ.

تصریحات واقف کے خلاف ہیں [1]۔

دفعہ: ۴/ اپنے بعد ہونے والے متولی کو ہدایت کی ہیں کہ وہ اپنی رقم میرے وارثان شرعی میں بحصہ ءشرعی تقسیم کردے (بشمول نور جہاں) اس کے رو سے صورت مسئولہ میں چچازاد بھائی بھی منافع وقف سے بقدر حصہ وراثت مستحق ہوں گے، کیونکہ وہ بھی وارث شرعی ہیں۔ اگر واقف کا مقصود ان کو محروم کرنا ہوتا تو صراحتاً ان کو مستثنیٰ کردیا ہوتا کہ وارث شرعی کے ہونے کے باوجود ان کو نہ دیا جائے، جس طرح کے وارث اور اولاد نہ ہونے کے باوجود نور جہاں کو دینا مقصود ہے۔ اس کو صراحتہً ذکر کیا یا ایسا لفظ ذکر کرنا جس سے چچازاد بھائی خود خارج ہو جائے، مثلاً اس طرح کہتا کہ اتنی رقم میری اولاد کو دی جائے، بشمول نور جہاں اس طرح نہ کہتا کہ میرے وارثان شرعی میں بحصہ ء شرعی تقسیم کردیا کرے۔ خاص کر جب کہ یہ ہدایت اپنی بیوی کو کررہا ہے اور اس کے سامنے اولاد میں صرف لڑکیاں ہیں جن کو حصہ برابر ملتا ہے لڑکا کوئی موجود نہیں ان کے حصص میں فرق ہوتا ہے اور لفظ بحصہ ءشرعی صاف صادق آتا ہے۔

دفعہ: ۵ میں بھی وارثان شرعی کو بحصہ شرعی تقسیم کرنے کی تاکید ہے اسمیں بھی چچا زاد بھائیوں کا استثنا نہیں ہے۔ شریعت نے جس کو وارث قرار دیا ہے بغیر کسی قوی صریح دلیل کے اس کو اس کے لفظ کے مصداق سے بحق بیت واقف خارج نہیں کہا جا سکتا ہے جیسے غیر وارث کو مثل وارث قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ قوی صریح دلیل موجود نہ ہو [2] اور وقف علی الاولاد کی تعبیر ایسی قوی

---

[1] القضاء بخلاف شرط الواقف كالقضاء بخلاف النص لا ينفذ لقول العلماء شرط الواقف كنص الشارع، الاشباه والنظائر ص۵۵۴ الفن الأول، القاعدة الأولى، الإجتهاد لا ينقض بالإجتهاد، مطبوعه مكتبه إشاعت الإسلام دهلى، تنقيح الفتاوى الحامديه ص۱۲۶ ج۱، كتاب الوقف، مطبوعه مصر، در مختار على الشامى كراچى ص۴۳۳ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع.

[2] عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيٰمة رواه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الإيمان، مشكوٰة شريف ص۲۶۶ ج۱ باب الوصايا، الفصل الثالث، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

صریح دلیل نہیں۔

دفعہ:۶/سلسلہ بسلسلہ تولیت کے میراث کو بیان کرکے پھر تاکید کی ہے کہ میری نسل کے وارثان شرعی میں تقسیم کرنا لازمی ہوگا یہ دفعہ ضرور موہم ہے شاید اس سے چچازاد بھائیوں کو محروم کرنا مقصود ہے مگر اس میں دو احتمال ہیں۔ پہلا: وارثان شرعی میری نسل سے ہوں ان کو دیا جائے اس احتمال پر چچازاد بھائی مستحق قرار نہیں پاتے کیونکہ وہ اگر چہ شرعی وارث ہیں مگر واقف کی نسل سے نہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ میری نسل (بنات) کے جو شرعی وارث ہوں ان کو دیا جائے یعنی میری نسل (بنات) کے مرجانے پر آئندہ جو اس کے وارث ہونگے ان کو دیا جائے اس کی رو سے ہوسکتا ہے کہ چچازاد بھائی بھی مستحق ہوسکیں جب کہ ان بنات کے نرینہ اولاد نہ ہو اور یہ احتمال اقرب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ واقف نے اسطرح نہیں کہا کہ میری نسل سے جو وارثان شرعی ہوں ان کے درمیان تقسیم کرنا لازم ہوگا تو پہلا احتمال متعین ہوکر چچازاد بھائیوں کو خارج کیا جاسکتا تھا لیکن واقف نے تو اس طرح کہا ہے کہ میری نسل کے وارثان شرعی کے درمیان تقسیم کرنا لازم ہوگا تو یہاں براہ راست اپنے ورثائے نسلی یا غیر نسلی کو بتانا مقصود ہی نہیں بلکہ اپنے ورثاء کے ورثاء کو بتانا مقصود ہے قطع نظر اس سے کہ واقف کے ورثاء براہ راست اس وقت رہیں یا نہ رہیں ان کا حصہ تو کچھ حصہ شرعی لکھدیا ہے وہ پہلے سے متعین ہے اس وجہ سے نور جہاں کی اولاد کو کچھ نہ دینے کی اس دفعہ میں تصریح کردی ہے تین چچازاد بھائیوں کے ورثاء بھی مستحق نہ ہوں گے اس حیثیت سے پہلے فتوی میں ان کو بھی بعد میں مستحق قرار دیا گیا تھا وہ صحیح نہیں وہ لغزش قلم تھی اس موہم اور محتمل المعنیین عبارت کی بناء پر دفعہ:۱۳/اور دفعہ:۵/کی عبارت کو مخصوص ومقید نہیں کیا جائے گا نسلی ورثہ کے ساتھ جب کہ اس سے نصوص قرآن وحدیث کا مصداق بھی بدلتا ہو دفعہ:۲۸/میں وقف علی الاولاد ہونے کی تصریح ہے جس کو مقصود اپنے اولاد کی نسلاً بعد نسلٍ بطناً بعد بطنٍ پرورش پرداخت بتلایا گیا ہے اسکے متعلق بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ انحصار اپنے اصل معنی میں نہیں جیسا کہ واقف کی خود

تصریح موجود ہے علاوہ ازیں انتقال واقف کو عرصۂ دراز گزر چکا ہے اور اس کے قائم مقام متولی ہے اب تک برابر چچازاد بھائیوں کو حصہ دیا ہے جس امر میں کوئی بات واضح نہ ہو اس کے متعلق فقہاء نے معمول سابق کو معتبر مانا ہے[1] وقف نامہ کی عبارت مذکورہ کا مطلب متولی نے بھی یہی سمجھا اور مستحقین وقف نے بھی یہی سمجھا کہ چچازاد بھائی مستحق ہیں اسی بناء پر انکو دیا جاتا رہا جیسا کہ سائل نے زبانی بیان کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

وقف علی النفس وعلی الاولاد حسبِ حصص

سوال:-(الف) ایک شخص نے اپنی جائداد اپنی حیات تک اپنی ذات پر اس کے بعد اولاد در اولاد نسلاً بعد نسلٍ بطناً بعد بطنٍ حسبِ ارثِ شرعی وقف کی۔ واقف کی زندگی میں اس کی بیٹی یا بیٹا فوت ہو گیا، لیکن اس کی اولاد باقی ہے، تو کیا بعد وفات واقف متوفی کی اولاد کو حصہ دیا جائے گا؟

(ب) اگر یہ شرط لگائی گئی کہ حصہ صرف وہ ہی پاتے رہیں گے جو میری نسل سے ہوں گے، یعنی لڑکیوں کے شوہر یا لڑکوں کی بیویاں جو (غیر نسلی) ہیں وہ محروم رہیں گی یا جب تک اس کی نسل میں کوئی باقی ہے، حصہ پاتا رہے گا، بعد میں مساکین کا حق ہے لیکن بوجہ عصبہ ہونے کے غیر نسل میں جائیداد نہ جائے تو ایسی شرط سے گنہگار اور **من حرم الوارث عن میراثه حرم الله میراثه من الجنَّةِ او کماقال** کے مصداق تو نہیں بنے گا؟

---

[1] القدیم یترک علی قدمه ما لم یقم دلیل علی خلافه، قواعد الفقه ص ۹۸، رقم القاعدة (۲۱۱) من: رسالة القواعد الفقهية، مطبوعه اشرفی دیوبند.

(ج) واقف کی لڑکی اس کی زندگی میں مرگئی اور متوفی نے ایک لڑکی اور شوہر اور علاتی بھائی بہن چھوڑے۔ یہ ورثہ واقف کے بعد تک زندہ رہے، اب وہ جائداد واقف کی ذات سے اولاد میں آئی تو کیا تقسیم اس طرح ہوگی کہ ۱/۴ علاتی بھائی بہن ۱/۲ لڑکی اور ۱/۴ شوہر پالے گا۔ اور بالفرض قبل وفات واقف اور بعد وفات بنتِ واقف لڑکی کا یہ شوہر بھی مرگیا واقف کے مرنے پر حصے جب اولاد میں آئے تو ۱/۴ جو لڑکی کے مرنے کے بعد شوہر کا حق ہوا تھا کیا شوہر کے ورثہ میں تقسیم ہوگا، مقصد یہ ہے کہ وارثت میں تو جو لڑکا یا لڑکی مورث کی موجودگی میں فوت ہوجائے اس کی اولاد محروم ہوجاتی ہے وقف میں کیا صورت نکلے گی یہاں حقیقت اولاد کی واقف کے بعد ثابت ہوگی یا اس کی زندگی میں وقف میں قید یہ ہے کہ ''بعد میری وفات اولاد میں جاری ہو۔'' بیّنوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) اگر متوفیٰ کی اولاد کو واقف کی وراثت پہنچتی ہے، تو حسبِ حصص شرعیہ وقف سے حصہ ملے گا، اگر وہ دیگر ورثہ کی وجہ سے محروم الارث ہے تو وقف سے حصہ نہیں ملے گا، کیونکہ واقف نے مطلقاً وقف علی الاولاد نہیں کیا بلکہ اپنی وفات کے بعد وقف علی الاولاد کیا ہے اور اس کو بھی حسبِ ارثِ شرعی کی قید سے مقید کیا ہے، نیز ''نسلاً بعد نسلٍ بطنًا بعد بطن'' کی قید لگائی ہے، لہٰذا جب تک بطنِ اوّل موجود ہو بطنِ ثانی کی طرف یہ وقف منتقل نہیں ہوگا۔ (کذا فی الھندیہ[1] ص ۳۷۳، ج ۲)

(ب) ایسی شرط جائز اور معتبر ہے اور جو واقف کی نسل سے نہیں ان کو حصہ نہیں ملے گا، صَرَّحَ به (الشامی فی رد المحتار[2] ص: ۳۸۹، ج: ۳) وقف کیونکہ حقیقۃً اِرث نہیں بلکہ

[1] ولایصرف الیٰ ولد الولد شئ وان لم یکن له وقت الوقف ولد لصلبه وله ولد الابن کانت الغلة لولد الابن لایشارکه فی ذٰلک من دونه من البطون اھ هندیه ص ۲/۳۲۱، کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف، علی نفسه واولاده ونسله، مطبوعه مجیدی کانپور، شامی مع الدر المختار کراچی ص۴۶۸ ج۴ کتاب الوقف، فصل فیما یتعلق بوقف الأولاد من الدرر وغیرها،

[2] (ولوزاد البطن الثالث عم نسله) أی صرف الی أولادہٖ ماتناسلوا لاللفقراء شامی کراچی ص: ۴۶۸، ج: ۴، فصل فیما یتعلق فی وقف الاولاد.

شبیہ بالارث ہے، من حیث انتقال نصیب الاصل الی الفرع، (شامی)[1]

(ج) بنتِ واقف متوفاۃ کے جو علاتی بھائی بہن ہیں وہ تو واقف ہی کی اولاد ہیں جو کہ بعد وفات واقف زندہ ہیں، اور بطنِ اوّل ہیں، لہٰذا جائداد ان کی طرف منتقل ہوگی اور متوفاۃ کا شوہر نسلِ واقف سے نہیں اس کو حصہ نہیں ملے گا، اور متوفاۃ کی لڑکی بطنِ ثانی سے ہے، بطنِ اول کی موجودگی میں وہ مستحق نہیں[2] حسبِ تصریحِ واقف نسلاً بعد نسل بطناً بعد بطنٍ۔ مزید تفصیل پورا وقف نامہ دیکھنے سے معلوم ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۳۴/۴/۲۴ھ

عہدۂ قضاء میں وراثت اور مخصوص خاندان کے لئے وقف

سوال: - سرکار دو عالم ﷺ کے جانشین فرمائے، خداوند کریم آپ کو نیک توفیق عطا فرمائے کیا عہدۂ قضا بھی کوئی چیز ہے، اگر ہے تو کیا اس کا اصلی وارث (یعنی جو متقی پرہیز گار رہے) اپنے حق کا وارث اور مالک ہوسکتا ہے جب کہ اس پر کوئی شرائط وقف وغیرہ کے لازم نہ آتے ہوں اور موجود نہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلامی حکومت میں رعایا کے مقدمات فیصل کرنے اور لاوارثوں کے حقوق کی نگرانی وغیرہ کے لئے قاضی کا مقرر کرنا مشروع ہے[3] اس کی شرائط کتب فقہ میں مذکور ہیں،[4] بعض جگہ غیر مسلم

---

[1] لأنه ليس ارثا حقيقة نعم هو شبيه بالإرث من حيث إنتقال نصيب الأصل الى فرعه. شامی کراچی ملخصاً. ص: ۴۷۱، ج: ۴، کتاب الوقف، مطلب قال للذكر كأنثيين الخ.

[2] والحاصل أنه إذا رتب بين البطون لا يعطى البطن الثانى ما لم ينقرض الأول، شامی کراچی ص ۴۷۳ ج ۴، کتاب الوقف، مطلب مهم فيما لو شرط عود نصيب من مات،

[3] أما الاول فنصب القاضى فرض لان نصب الامام الاعظم فرض بلا خلاف بين اهل الحق (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بادشاہوں نے بھی مسلمانوں کے لئے قاضی مقرر کئے ہیں، بعض جگہ رعایا نے اپنے معاملات خاصہ نکاح وغیرہ کے لئے خود بھی قاضی کو مقرر کیا ہے، پس اگر کسی جگہ قاضی کے لئے کچھ شرائط ہوں اور کسی نے اس کے لئے وقف کیا ہوتو وہ قاضی اس وقف کا مستحق ہوگا اور اس کے انتقال کے بعد حسب شرائط واقف جو اہل ہو وہ قاضی اور مستحق وقف ہوگا، یعنی اگر واقف نے کسی مخصوص خاندان کے لئے کوئی وقف کیا ہے تو اس خاندان کے افراد مستحق ہوں گے، اور اگر کچھ شرائط مقرر کی ہیں مثلاً یہ کہ جو اس خاندان کا متقی اور فلاں فلاں صفت کے ساتھ موصوف ہو وہ مستحق ہے، تو ان شروط کی رعایت لازم ہے اور جو شخص ان صفات سے خالی ہوگا وہ مستحق نہ ہوگا، اسی طرح اگر خاندان کی تخصیص نہیں کی بلکہ کام کی تخصیص کی ہے تو محض خاندان ہونے کی وجہ سے استحقاق نہیں ہوگا، بلکہ کام کی وجہ سے استحقاق ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) لاجماع الصحابةؓ على ذلك ولمساس الحاجة اليه لتقليد الاحكام وانصاف المظلوم من الظالم وقطع المنازعات التى هى مادة الفساد ومعلوم أنه لا يمكنه القيام بما نصب له بنفسه فيحتاج الى نائب يقوم مقامه فى ذلك وهو القاضى. ملخصاً (بدائع كراچى ص: ۲، ج:۷، كتاب آداب القاضى)، الهندية ص۳۰۶ج۳ كتاب ادب القاضى، الباب الأول، مطبوعه كوئٹة، العنايه على الفتح ص۲۶۰ج۷ كتاب أدب القاضى، مطبوعه دار الفكر بيروت،

[۴] الصلاحية للقضاء لها شرائط منها العقل ومنها البلوغ ومنها الاسلام ومنها الحرية ومنها البصر ومنها النطق ومنها السلامة عن حد القذف بدائع ص۳ج۷ كتاب ادب القاضى فصل وأما بيان من يصلح للقضاء، شامى كراچى ص۳۵۴ج۵ كتاب القضاء، عالمگيرى كوئٹه ص۳۰۷ج۳ كتاب ادب القاضى، الباب الأول.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] ولو قال على اهل عبد الله فهو على امرأته خاصة عند أبى حنيفة رحمه الله ولكنا نستحسن فنجعل الوقف على جميع من يعوله ممن يجمعه بيته من الاحرار. (الهنديه ص: ۳۹۲، ج:۲، مطبوعه مصر، كتاب الوقف، فصل فى الوقف على اهل البيت ولو قال ارضى صدقة موقوفة على من كان فقيرا من نسل فلان أو من آل فلان وليس فى نسله أو آله الا فقير واحد كان جميع الغلة له. (الهنديه ص: ۳۸۷، ج:۲، مطبوعه مصر، كتاب الوقف، (**بقيه اگلے صفحه پر**)

وقف میں جو شرط واقف نے لگائی ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن عہدۂ قضا میں وارثت جاری نہیں ہوتی[۱]، اس میں جو اہل ہو اور جس کو وقت کے اربابِ حل وعقد قاضی بنائیں وہ قاضی ہوسکتا ہے، آج کل ہندوستان میں حکومتِ اسلامی نہیں صرف وہ لوگ قاضی کہلاتے ہیں جو نکاح خوانی وغیرہ کراتے ہیں یا کسی قاضی کی اولاد میں ہیں محض نکاح خوانی یا کسی قاضی کی اولاد میں ہونے سے قاضی نہیں بن جاتا ایسے لوگوں کو اہلِ شہر جب چاہیں بدل سکتے ہیں، نہ وہ سرکاری قاضی ہیں اور نہ ان کے احکام قضاۃ کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد ۱۶ / جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

مخنث کا مکان مسجد میں خود یا کسی دوسرے کے ذریعہ وقف کرنا

سوال:- زید کا پیشہ ناچ گانا ہے، بعد میں مخنث بھی ہوگیا، اسی آمدنی کا اس کا ایک مکان ہے، جو مسجد میں وقف کرنا چاہتا ہے از روئے شریعت یہ مکان مسجد میں وقف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۲- کیا دوسرا شخص خرید کر مسجد میں وقف کرسکتا ہے؟

۳- مسجد کی آمدنی سے خرید کر وقف ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اللہ پاک طیب ہے وہ طیب ہی کو قبول کرتا ہے، حرام مال اس کی بارگاہ میں قبول نہیں نہ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) فصل فی الوقف علی فقراء قرابة، النهر الفائق ص۳۱۵ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز، البحر کوئٹه ص۱۹۵ ج۵ کتاب الوقف، اذا جعل غلة ارضه وقفا علی الغزاة یصح ویصرف الی فقراء الغزاة. (فتح القدیر، ص: ۲۴۵، ج: ۶، کتاب الوقف، فصل فی الموقوف علیه، مطبوعه دار الفکر بیروت،)

(صفحہ ہٰذا) [۱] لیس فی الملک والامامة ارث. (شامی کراچی، ص: ۵۵، ج:۳، کتاب النکاح، باب الولی، منحة الخالق علی البحر ص۱۰۹ ج۳ باب الأولیاء، مطبوعه کوئٹه.

خریدنے کی صورت میں نہ وقف کی صورت میں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۹۵ھ

شراب کی آمدنی سے زمین خرید کر مدرسہ میں وقف کرنا

سوال:-شراب کی تجارت کی آمدنی سے خریدی ہوئی زمین کسی مدرسہ میں یا کسی مسجد میں وقف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مال حرام کو متعین کر کے اس کے بدلہ میں حلال مال خریدا ہے اور پھر وہی حرام مال متعینہ قیمت میں ادا کردیا ہے، تب تو اس کی آمدنی ناجائز ہے اس کو غرباء ومساکین پر صرف کردیا جائے کسی اور کار خیر میں لگانا یا اپنے کام میں خرچ کرنا شرعاً درست نہیں اگر بغیر تعین مال حرام کوئی مال حلال خرید یا اور پھر وہ مال حلال قیمت میں ادا کردیا یا متعین تو کیا مال حرام کو مگر ادا کیا مال حلال یا متعین تو کیا مال حلال مگر ادا کیا حرام تو ان تینوں صورتوں میں کرخیؒ کے نزدیک آمدنی اس کی حلال ہوگی، اول صورت کے مطابق اگر زمین خریدی ہے تو اس پر مشتری کی ملک ہی ثابت نہیں ہوئی پھر وقف کیسے درست ہوگا اور اگر آخیر کی تین صورتوں کے مطابق خریدی ہے، تو کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ملک ثابت ہوگئی اور اس کا وقف بھی درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ ان اللّٰه طيب لا يقبل الاطيباً. (مشكوة شريف ، مطبوعه اصح المطابع ص: ۲۴۱، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الاول، مسلم شريف ص ۳۲۶ ج ۱ كتاب الزكاة، قبيل باب الحث على الصدقة، مطبوعه رشيديه دهلى، مسند احمد ص ۳۲۸ ج ۲ مسند ابى هريرة، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى زكريا ص ۴۳۱ ج ۲ باب ما يفسد الصلاة، قبيل مطلب فى افضل المساجد. **ترجمہ**:- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور وہ پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

رنڈی کا زمین کو مسجد کے لئے وقف کرنا

سوال:- نجمہ رنڈی کی زمین جو تقریباً سات سال سے ہے منتقل ہو کر اس کے پاس پہنچی، نجمہ کا ارادہ اس زمین کو مسجد میں وقف کرنے کا ہے، تو کیا اس زمین کا پیسہ مسجد کے اخراجات میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ حرام آمدنی کی اور فعلِ حرام کے عوض کی نہیں تو اس کا وقف کرنا اور اس کی آمدنی کو مسجد میں صرف کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۲/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتریٰ فهذا على خمسة اوجه: اما ان دفع تلك الدارهم الى البائع اولا ثم اشترى منه بها أو اشتریٰ قبل الدفع بها ودفعها، اواشترى قبل الدفع بها او دفع غيرها، اواشتریٰ مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أواشتریٰ بدراهم أخر ودفع تلك الدراهم قال الكرخي فى الوجه الاول والثانى لا يطيب وفى الثلاث الاخيرة يطيب وقال ابوبكر لا يطيب فى الكل لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعا للحرج عن الناس، شامی کراچی ص۲۳۵ ج۵، کتاب البیوع، مطلب اذا اکتسب حراما ثم اشترى فهو على خمسة اوجه، هدايه ص۲۷۶ج۳ کتاب الغصب، مطبوعه تهانوی دیوبند. ومنها (أى شرائط الوقف) الملک وقت الوقف: فتاویٰ عالمگیری ۲/۳۵۳، الباب الاول من كتاب الوقف،

(صفحہ ہذا) [1] غالب مال المهدى ان حلالا لا بأس بقبول هديته وأكل ماله يتعين أنه من حرام وان غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا ياكل الا إذا قال انه حلال ورثه أو استقرضه، بزازية على الهندية ص۳۶۰ج۶ كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الهدية، الأشباه والنظائر ص۲۷ الفن الأول، القاعدة الثانية، عالمگیری کوئٹہ ص۳۴۲ج۵ كتاب الكراهية، الباب الثانى .

سنیما وغیرہ والے آدمیوں کا وقف اور اسکی آمدنی دینی کاموں میں خرچ کرنا

سوال:- میرٹھ میں نادرعلی کی فیکٹری باجہ بنانے کی ہے، اوران لوگوں کے سنیما بھی ہے، نیز ان نادرعلی کی طرف سے ایک وقف ہے، جس کے ماتحت کافی جائیداداور مکانات ہیں، اور یہ وقف مدارس اسلامیہ کی امداداوران کے قائم کردہ مکاتب کے معلمین کی تنخواہ ادا کرتا ہے، وقف بہرکیف ان ہی لوگوں کا کیا ہوا ہے، اب جن معلمین کوتنخواہ ملتی ہے، وہ مساجد میں امام بھی ہیں، لہٰذا ان لوگوں کونادرعلی وقف سے تنخواہ لیتے ہوئے امامت کرنا اورلوگوں کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یانہیں، اگر درست ہوتو کیوں؟ جبکہ وقف کرتے وہی لوگ ہیں اوراگر درست نہیں تو کیوں، جبکہ وقف کا پورا حساب آمد وصرف علیحدہ ہے، اورسینٹرل سنی وقف بورڈ سے متعلق ہے، اور کارخانہ سے بظاہر براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

باجہ بنانا اورفروخت کرنا اورسنیما کا کام کرنا منع ہے[1]، باجہ بنا کراس کی بیع سے قیمت حاصل کرنا مکروہ ہے[2]، مسلمان جب اپنی آخرت درست کرنے کے لئے ثواب کی نیت سے کوئی کام کرتا ہےتو اس میں خراب روپیہ خرچ کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے، متعددلوگوں کو دیکھا کہ وہ حج کے لئے اور مدرسہ ومسجد میں دینے کے لئے حلال روپیہ جمع کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ حرام روپیہ دینی

---

[1] اتخاذ المعازف والمزامیر حرام باتفاق فقهاء الامصار،تفسیر مظهری، ۷/۲۴۷ (مطبوعه دهلی) سورة اللقمان تحت قوله تعالیٰ: ومن الناس من یشتری لهو الحدیث الاية،

[2] فاقامة المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والافتنزيهاً الخ (در مختار على الشامی ۹/۵۶۱) مطبوعه زکریا دیوبند ، کتاب الحظر والاباحة ، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص۲۱۴ ج۴ کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت.

کاموں کے لئے خرچ نہیں کیا جاتا، اس وجہ سے وہ رشوت وغیرہ کا روپیہ وہاں خرچ نہیں کرتے، اس لئے جب تک تحقیق سے ثابت نہ ہوجائے، کہ یہ وقف حرام روپیہ سے کیا گیا ہے، اس کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائیگا، نہ امام ومعلم کی تنخواہ کو حرام کہا جائے گا، نہ اس تنخواہ کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز کو ناجائز کہا جائے گا[۱] حرام روپیہ سے کوئی چیز خریدنے کے لئے فقہاء نے تفصیل سے لکھا ہے، شامی کتاب[۲] البیع اور کتاب الغصب[۳] میں موجود ہے، اور حرام مال کو بہ نیت صدقہ کرنے کی ممانعت کتاب[۴] الحج میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررۂ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قادیانی کا وقف مسجد کے لئے

سوال:- ایک نقشہ میں ایک مسجد کی جائداد ظاہر کی گئی ہے اس میں آٹھ دوکانیں ہیں جو آٹھ نمبروں سے ظاہر کی گئی ہے، درمیان میں مسجد ہذا کا دروازہ ہے دوکانوں کے سامنے کچھ زمین ہے جو ایک قادیانی کی ہے اور قادیانی مذہب کا پکّا پیرو بھی ہے، وہ صاحب اسی زمین کو مسجد ہذا کو وقف کرتے ہیں، قادیانی صاحب کا یہ وقف ہماری مسجد یا جائیدادِ مسجد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ صاحب یہ جائداد وقف یا کسی طرح مسجد کو زمین نہ دیں تو مسجد یا دوکانوں کا راستہ بند ہوسکتا ہے، جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ زمین مسجد میں کس صورت میں جائز ہے؟

---

[۱] الاصل ان امور المسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره. قواعد الفقه، ص ۱۲، اصول الکرخی، مطبوعه اشرفیه دیوبند.

[۲] شامی زکریا ۷/۴۹۰، باب المتفرقات. مطلب اکتسب حراما ثم اشتری فهو علی خمسة اوجه.

[۳] شامی زکریا ۹/۲۷۶، کتاب الغصب.

[۴] کتاب الحج میں نہیں ملی البتہ کتاب الزکاۃ میں موجود ہے شامی کراچی ۲/۲۹۲، کتاب الزکوة، مطلب فی التصدق من المال الحرام.

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسلمان اپنا اصلی مذہب اسلام چھوڑ کر قادیانی ہوجائے وہ اسلام سے خارج ہوکر مرتد قرار دیا جاتا ہے، مرتد کی کوئی عبادت قبول نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس فرقہ میں داخل ہوا ہے اس فرقہ کے نزدیک جن امور میں وقف صحیح ہوتا ہے، ان امور میں اسکا وقف صحیح ہے[1] اس طرح مسجد اسکا وقف بھی معتبر ہے، علاوہ ازیں جب اس نے اپنے مالکانہ حقوق ختم کردیئے اور مسجد کے حوالہ زمین کردی، اور اگر یہ شخص خود قادیانی نہیں ہوا بلکہ اس کا والد قادیانی ہوا تھا، اس سے یہ پیدا ہوا ہے، تو اسکا وقف بھی معتبر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتنی زمین وقف سمجھی جائے جبکہ واقف کی طرف سے حد متعین نہ ہو جانوروں کی غلاظت کا حکم خشک ہوجانے پر

سوال:- ہمارے یہاں ایک عیدگاہ ہے جس میں لوگ قدیم زمانے سے نماز عید ادا کرتے چلے آرہے ہیں، بعد میں چل کر اختلاف ہوگیا اس زمین کے بارے میں کہ زمین ایک بیگہ تھی یا نصف بیگہ تھی، واقف کی وفات ہوگئی اس کی اولاد واقرباء کہتے ہیں کہ زمین نصف بیگہ تھی لیکن گاؤں کے عام آدمی زمین کا حد طول وعرض دکھاتے ہیں، جس میں تقریباً ایک بیگہ یا اس سے کچھ زائد ہوجاتا ہے، اب واقف کی اولاد نے زمین آدھا بیگہ چھوڑ کر بقیہ حصہ بیچ دیا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کن کے قول کا اعتبار ہوگا جب کہ وارث آدھا بیگہ کے زائد کا اقرار کرتا ہے، اور

---

[1] وأما المرتد اذا وقف حال ردته ففي قول أبي حنيفة هو موقوف ان قتل على ردته أو مات بطل وقفه، وقول محمد اذا انتحل دينا جاز منه مانجيزه لا هل ذلک الدين. (فتح القدير مطبوعه بيروت ۶/۲۰۱، کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۶۷ ج۲ کتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، البحر کوئٹه ص ۱۸۹ ج۵ کتاب الوقف.

عوام لوگ ایک بیگہ کے قائل ہیں کیا اس زمین میں نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟ واقف کے ہم عمر آدمی بھی موجود ہیں، لیکن کثیر تعداد کے لوگ ایک بیگہ کا دعوی کرتے ہیں۔

۲- نیز اس عیدگاہ میں لوگ بھینس بیل وغیرہ چراتے ہیں جو کہ پیشاب پاخانہ بھی کرتے ہیں، لہٰذا اس کی پاکی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وقف نامہ موجود نہیں اور اس زمین میں کچھ علامات بطور حد بندی کے نہیں لگائی گئی ہے اور نہ کوئی اس بات کا گواہ ہے کہ واقف نے یہاں سے وہاں تک ہم کو بتا کر وقف کی ہے، تو ایسی حالت میں واقف کے ورثاء جتنا حصہ عیدگاہ کے لئے وقف بتائیں اس کو ہی وقف تسلیم کیا جائے گا[۱] نماز عید میں اگر مجمع زیادہ ہے، اور ورثاء واقف کی تجویز کردہ زمین سے باہر بھی ان کی اجازت سے لوگ کھڑے ہو کر نماز ادا کرلیں تو نماز ادا ہو جائے گی[۲]

۳- جانور بیل وغیرہ اگر وہاں غلاظت کرتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ جگہ کے تحفظ کے لئے عیدگاہ کے ارد گرد سب طرف دیوار قائم کردی جائے یا تار لگا دیا جائے، یا خندق نما گڈھا کھود دیا جائے تاکہ جانور وہاں تک نہیں پہنچ سکیں اور جس جگہ کو جانور گندہ کرچکے ہیں وہاں کی زمین جب

[۱] الوقوف التی تقادم أمرها ومات وارثها ومات الشهود الذین یشهدون علیها فان کانت لها رسوم فی دواوین القضاة یعمل علیها (الی قوله) هذا کله اذا لم تبق ورثة الواقف فان بقیت وتنازع قوم یرجع الی ورثة الواقف فی الوجهین جمیعا فاذا أقروا بشئ یؤخذ باقرارهم. (عالم گیری بلوچستان کوئٹہ، ۲/۴۳۹، کتاب الوقف، الباب السادس فی الدعویٰ والشهادة، الفصل الثانی فی الشهادة، المحیط البرهانی ص ۱۲۱، کتاب الوقف، فصل فی المسائل التی تتعلق بالدعاوی والشهادة، إدارة القرآن المجلس العلمی، شامی کراچی ص ۴۱۲ ج ۴، کتاب الوقف، مطلب فی الشهادة علی الوقف.

[۲] تکره فی ارض الغیر لو مزروعة أومکروبة الا اذا کانت بینهما صداقة أو رأیٰ صاحبها لا یکرهه فلا بأس. (شامی کراچی ۱/۳۸۱، کتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۱۷۰، باب شروط الصلاة، مطبوعه مصر، الهندیه ص ۱۰۹ ج ۱، الفصل الثانی فی مکروهات الصلاة.

خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر نہ رہے تو نماز کے لئے وہ زمین پاک سمجھی جائے گی[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

وقف کر کے رجوع کرنا

سوال:- ایک شخص نے اپنا مکان ایک دینی ادارہ کے لئے زبانی طور پر وقف کیا مگر کوئی تحریری کاروائی عدالت میں اب تک نہیں ہوئی صورت مذکورہ میں زبانی وقف کو واپس لے لینا واقف کے لئے شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کے لئے مکان اپنی ملک سے نکال کر دینی ادارہ کو دیدیا اپنا قبضہ اٹھا کر متولی کے حوالہ کر دیا تو شرعاً یہ وقف صحیح معتبر لازم ہوگیا، اب اس سے رجوع کرنے اور مکان کو اپنی ملک میں واپس لینے کا حق نہیں رہا۔ وہ مکان مملوک نہیں ہوسکتا۔

وشرطه شرط سائر التبرعات كحرية وتكليف وان يكون قربة فى ذاته منجزا والملك يزول عن الموقوف باربعة بافراز مسجد وبقضاء القاضى اوبقوله وقفتها فى حياتى وبعد وفاتى ولا يتم الوقف حتى يقبض لم يقل للمتولى. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار[۲] كراچى ۴/۳۴۰، كتاب الوقف) لان تسليم كل شيئ بما يليق به

[۱] وتطهر أرض بيبسها وذهاب أثرها كلون لأجل صلوة عليها. (در مختار مع الشامى كراچى۱/۳۱۱، كتاب الطهارة، باب الانجاس، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۱۲۷ باب الأنجاس، مطبوعه مصر، مجمع الأنهر ص۸۹ ج۱ كتاب الطهارة، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] در مختار مع الشامى كراچى ۳۴۰ تا ۳۴۸، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، عالمگيرى كوئٹه ص۳۵۲، ۳۵۰ج۲ كتاب الوقف، الباب الاول، النهر الفائق ص۳۱۵ ،۳۱۳،۳۱۳ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وبتسلیمه ایاہ[۱] فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولایعار ولا یرهن اھ (درمختار[۲])

اتفقوا علی صحة الوقف بمجرد القول. قوله فاذا تم ولزم لزومه علٰی قول الامام باحد الامور الاربعة المارة وعندهما بمجرد القول ولکنه عند محمد لا یتم الا بالقبض والا فراز والتابید لفظا وعند ابی یوسف بالتابید فقط ولو معنًی کما علم مما مر قوله لا یملک ای لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه لا یعار ولا یرهن لاقتضائهما الملک. اھ (شامی[۳] نعمانیه ۳/۳۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۸ھ

وقف کومنسوخ کرنا

سوال: -ایک شخص نے اراضی ومکان کسی مدرسہ کو وقف کردیئے، چند سال گذر جانے کے بعد اب وہی شخص اس وقف کو منسوخ کر کے دوسرے کے حق میں وصیت کرنا چاہتا ہے، اور یوں کہتا ہے، کہ میں نے مدرسہ کو وقف نہیں کیا تھا، جب کہ وقف نامہ کی عبارت میں تصریح موجود ہے، کہ اسے اراضی موقوفہ سے کسی قسم کا قبضہ یا تعلق نہیں رہا، سوال یہ ہے کہ کیا شخص مذکور کے اسطرح کہنے سے وقف منسوخ ہوجائے گا، یا نہیں؟ شرعی حکم مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

۱؎ در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۴۸، کتاب الوقف، مطلب شروط الوقف علی قولهما.

۲؎ در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۵۲، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لا تعار.

۳؎ شامی کراچی ۴/۳۵۲ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب أن لا تعار الا برهن، البحر کوئٹه ص۱۸۷، ۸۸، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۱۰ تا ۳۱۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف تام ہوجانے کے بعد اس کو منسوخ کرنے کا حق نہیں، نہ اس میں کسی قسم کے مالکانہ تصرف کا حق رہا، یعنی واقف نہ اس کو بیچ سکتا ہے اور نہ اس کو ہبہ کرسکتا ہے، نہ وصیت کرسکتا ہے، نہ رہن رکھ سکتا ہے: **فاذا تم الوقف ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرھن. (در مختار) قوله: لا یملک ای لا یکون مملوکاً لصاحبه ولا یملّک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه ولا یعار ولایرھن لاقتضاء ھما الملک لهٗ(شامی[1] ۳/۵۰۷) والوصیة ھی تملیک مضاف الیٰ ما بعدا لموت عیناً کان اودینا الخ (در مختار[2] ۵/۵۶۸)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۸ھ

وقف کے بعد اس کی تملیک

سوال:- اب سے دس سال پہلے جناب ابوقلندر صاحب نے پونا شہر کے مضافات میں کاترتج میں پانچ گنڈے زمین مکان کی غرض سے خریدی تھی فونڈیشن پائے کی بنیاد بھی شروع ہوگئی تھی، تقریباً دوسال گذرنے کے بعد ان کے پاس حافظ ادریس اور چند علماءِ کرام اس غرض سے تشریف لے گئے کہ پونا میں کوئی مدرسہ نہیں ہے اور ہم سب مدرسہ کی خاطر جگہ کی تلاش میں ہیں جناب ابوقلندر صاحب سخاوت اور فراخ دلی میں اپنی مثال آپ ہیں اور سب حضرات ان کی سخاوت سے واقف ہیں، بہر حال ابوقلندر صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی پانچ گنڈے زمین جو کاترتج میں

---

[1] شامی کراچی ۴/۳۵۲، کتاب الوقف. قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، ھدایه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم دیوبند.

[2] (درمختار نعمانیه ۵/۳۱۵، الدر مع الرد کراچی ۶/۶۴۴، کتاب الوصایا، بحر کوئٹه ص۴۰۳، ج۸ کتاب الوصایا، عالمگیری کوئٹه ص۹۰ ج۶ کتاب الوصایا، الباب الاول.

ہے مدرسہ کے لئے فی سبیل اللہ وقف کرتا ہوں لیکن اس کی تمام تعمیرات وغیرہ کا انتظام آپ حضرات کے ذمہ ہے اور حافظ ادریس صاحب ہی اس مدرسہ کے اہتمام کی باگ ڈور سنبھالیں گے گو بعد میں آج سے قبل چہمی گوئیاں بھی ہوئیں کہ کاتریج کی زمین مدرسہ کے لئے مناسب نہیں رہے گی، کیونکہ پونا شہر کافی دُوری پر ہے اور آس پاس میں آبادی بھی نہیں ہے بالکل جنگل میں ہے، بعض حضرات نے بخوشی مدرسہ کے لئے اس زمین کا انتخاب فرمایا تھا اچانک ابوقلندر صاحب کی ملاقات ان کے ایک دوست شیخ وکیل الدین سے ہوئی، ابوقلندر صاحب نے فرمایا کہ شیخ وکیل الدین صاحب! میں نے ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کے لئے اپنی کاتریج والی زمین پانچ گنڈے وقف کردی، تو فوراً فرمایا کہ یہ تو بہت اچھا نیک کام کیا، یہ تو بہت خوشی کی بات ہے، ایسی بات ہے تو اس نیک کام میں میں بھی حصہ لینا چاہتا ہوں، لیکن ابوقلندر صاحب نے فرمایا کہ آپ بجائے پانچ گنڈے زمین برائے مدرسہ وقف کرنے کے دس گنڈے زمین وقف فرمادیجئے کیونکہ میں نے جو پانچ گنڈے زمین کاتریج میں وقف کی ہے وہ آپ اپنے مصرف میں لائیں، مقصد یہ تھا کہ دو مقامات کے بجائے ایک جگہ ہو جائے گی اور مدرسہ کی تعمیرات کے لئے دشواری ہوگی، تو جناب ابوقلندر صاحب کے کہنے پر شیخ وکیل الدین نے اقرار کیا تھا کہ میں دس گنڈے زمین شیواپور والی وقف کرتا ہوں، لیکن یہ سب گفتگو زبانی ہوئی تھی، وکیل الدین صاحب وقف کرنے کے بعد لکھا پڑھی کاغذی کارروائی کرنے میں تاخیر فرمارہے ہیں، شیخ وکیل الدین صاحب کی عمر اس وقت تقریباً ساٹھ سال کی ہوچکی ہے، خدانخواستہ ان کی اجل آجائے یا کوئی اور بات پیش آجائے تو ان کے بعد ان کے وارثین حضرات سے ہمیں ذرہ برابر بھی امید نہیں ہے کہ وہ اپنے عزیز شیخ وکیل الدین صاحب کی وقف کردہ دس گنڈے زمین کو عربی مدرسہ کی خاطر عنایت فرمائیں گے۔ کیونکہ عقائد کے اعتبار سے وہ حضرات مختلف ہیں، بدعتی ہیں، ہمارے سخت مخالف ہیں وہ اکثریت میں ہیں، کسی بھی صورت میں شیواپور میں مدرسہ کا اجراء نہیں کرنے دیں گے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ابوقلندر صاحب نے کاتریج والی زمین کا وعدہ کیا ہے کہ وکیل الدین کو دوں گا، اب اگر کاغذی کاروائی نہ

ہوئی تو یہ پانچ گنڈے زمین جناب ابوقلندر صاحب کی وقف کردہ بھی بغیر فائدہ اٹھائے ہوئے ان کے قبضہ میں چلی جائیگی اب صورتِ حال یہ ہے کہ جناب حافظ ادریس صاحب اور دیگر علماء حضرات بزبانِ حال نہ کہ بزبانِ قال اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ اب مدرسہ کی زمین کی انہیں ضرورت نہیں رہی، کیونکہ اسٹیشن والی مسجد کی جگہ میں حافظ ادریس پچھلے دنوں پڑھا رہے تھے، اب امامت پنشن والی مسجد میں کررہے ہیں، خیر اب اصل استفتاء یہ ہے کہ جناب ابوقلندر صاحب اپنی پانچ گنڈے زمین کا ترتیج والی وکیل الدین صاحب کی رضامندی سے واپس لے کر جس کی قیمت اس وقت پندرہ ہزار سے پچیس ہزار روپے تک ہے، جب کہ خریدتے وقت اب سے دس سال قبل سات ہزار روپے کی تھی، لیکن ابوقلندر صاحب وقف کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس زمین پر جوانہوں نے وقف کی تھی، مدرسہ اوپر تعمیر کردیں یعنی جو موجودہ رقم زمین کی اس رقم سے اوپر کے حصہ میں مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں اوراس کے نچلے حصہ میں اپنا کاروبار کرنا چاہتے ہیں اوراوپر کا حصہ مدرسہ کا رہے گا اوراس کی قیمت مدرسہ پر خرچ کرنے کےسبب نیچے والا زمین کا حصہ ہمیشہ کے لئے موقوف ابن ابوقلندر کا ذاتی ہوجائیگا یا نہیں؟ دوسری بات جناب ابوقلندر صاحب یہ چاہتے ہیں کہ اس وقف کردہ زمین کو خرید کر اس کا تمام سرمایہ کسی مدرسہ کو دیدیں اوراپنا کاروبار اس وقف کردہ زمین میں جاری کردیں، اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھی بچ جائیں اورلوگوں کی نظروں میں بھی بحال رہیں، طعنہ وغیرہ سے محفوظ رہیں اورشریعت کی نگاہ سے بھی نہ گریں، کیا یہ ممکن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جوزمین وقف کرکے اپنی ملکیت ختم کرکے اللہ کی ملکیت میں دیدی جائے، اپنا قبضہ مالکانہ ہٹا کراس کو للہ کردیا جائے تو اس کی بیع درست نہیں اوروہ زمین مملوک بننے کے قابل نہیں رہی[۱] یہ بھی

[۱] فاذا تم ولزم لا يملک ولا يملک. (در مختار کراچی ص: ۳۵۱، ج: ۴، کتاب الوقف، قبيل مطلب في شرط واقف الكتب، فتح القدير ص ۲۲۰ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفكر بيروت، هدايه ص ۶۳۷ ج ۲ کتاب الوقف، مكتبه ياسر نديم ديوبند.

درست نہیں کہ نیچے کے حصہ میں اپنا کاروبار کیا جائے اور اوپر کے حصہ میں مدرسہ بنادیا جائے۔ البتہ اوپر کے حصہ میں مدرسہ بنا کر نیچے کے حصہ کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے اور وہ کرایہ مدرسہ کی ضروریات میں صرف ہو[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۱۴۰۶ھ

کیا موقوفہ زمین پھر مملوکہ بن سکتی ہے

سوال:- حاجی عبدالواحد چار بھائی تھے، دو بڑے بھائی رحمت اللہ وعبدالحفیظ کا انتقال ہوگیا اور والد کا انتقال ۱۹۲۷ء، ۸/جنوری کو ہوا محلّہ کے قریب عام قبرستان سے ملحق ایک پرانی آراضی تھی اس میں اول والدہ کے بعد والد کو دفن کیا گیا، چاروں بھائیوں نے مشورہ کرکے زمین کو اس پرانی آراضی کی قیمت مبلغ دوسو روپے ادا کرکے خریدلیا، اس خیال سے کہ کچھ حصہ میں مدفون ہیں، اس کو ذاتی قبرستان بنالیا جائے، چنانچہ بڑے بھائی عبدالحفیظ کے نام سے ۱۹۲۸ء میں نقشہ پاس کرا کر بموجب نقشۂ مسجد تعمیر ہوئی اور اس سے ملحق مسجد کی دو کوٹھری تعمیر ہوئی اور ذاتی قبرستان ومسجد کے احاطہ کی ایک ہی باؤنڈری بنادی گئی مسجد میں باقاعدہ جمعہ کی نماز ہوتی ہے، اور ذاتی قبرستان میں سائل کے والدین کے علاوہ بھائی اور خاندان کے دیگر لوگ مدفون ہیں، مسجد وذاتی قبرستان دونوں الگ الگ ہیں باؤنڈری صرف ایک ہے، ذاتی قبرستان ومسجد کی زمین کی قیمت

---

[1] سئل فی مدرسة احتاجت الی نفقة لعمارة ما خرب منها ولیس هناک ما یعمر به من الوقف هل یجوز ان توجر قطعة منها بقدر ما ینفق علیها ام لا اجاب مقتضی ما فی الخلاصة جواز ذلک فانه قال ولا یؤجر فرس السبیل الا اذا احتیج لنفقته فیواجر بقدر ما ینفق علیه وهٰذه المسئلة دلیل علی ان المسجد المحتاج الی النفقة تؤجر قطعة منه بقدر ما ینفق علیه وبه یعلم الحکم فی المدرسة بالاولی، تقریرات الرافعی علی الشامی زکریا ص۸۰ ج۶ کتاب الوقف، شامی کراچی ص۳۷۶ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یکن عمارته.

زمیندار کو دوسو روپے ادا کر دی گئی تھی، اس کے ساتھ ہی ساتھ مسجد وغیرہ تعمیر ہونے کے قبل اس وقت جو عام قبرستان کے نگراں تکیہ دار تھے، نادر شاہ، جوہر شاہ ان سے بھی مسجد وذاتی قبرستان بنانے کو کہا گیا تو انہوں نے اس کی تعمیر کی اطلاع پاکر خوشی کا اظہار کیا اس کے بعد مسجد وغیرہ تعمیر ہوگئی، عرصہ ہوا نادر شاہ جواہر شاہ کا انتقال بھی ہوگیا، اب ان کے وارثان نذر علی وثابت علی وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ مسجد ومسجد کا حجرہ اوراس کی باؤنڈری مع ذاتی قبرستان کے سب ہماری ملکیت ہے، چونکہ آراضی کے نمبرات کا غذات پٹواری میں ہمارے نام سے درج ہیں ہم اس کے سپر دار بحیثیت موروثی مالک ہیں، مسجد وغیرہ سب غصب کی زمین پر ہے، معاملہ کورٹ میں ہے اب آپس میں طے ہوا کہ از روئے شرع جو حکم ہو اس پر عمل کریں جواب طلب یہ امر ہے کہ مسجد ومسجد کی کوٹھری احاطہ وملحقہ ذاتی قبرستان سب غصب کی زمین پر زمیندار کو زمین کی قیمت جو ادا کی گئی وہ بیع صحیح وکافی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مملوکہ زمین مالک سے خریدی اور بیع تام ہوکر اس پر مسجد بنائی اور کچھ زمین کو ذاتی قبرستان (غیر موقوفہ) بنایا تو بلا شبہ وہ مسجد شرعی مسجد بن گئی اس میں جو نماز جمعہ وغیرہ ہوتی رہی سب درست ہے[1] جو محافظ نگراں وہاں رہتا تھا اس کی خوشی وعدم خوشی کو اس میں کوئی دخل نہیں بیش از بیش وہ معاوضۂ حفاظت کا حق دار تھا، اگر اس سے کوئی معاملہ کیا گیا تھا[2] ورنہ اس کے ذمہ حفاظت لازم نہیں تھی، نہ وہ مستحق معاوضہ تھا، اب اس کے ورثاء کا کوئی دعویٰ قابل سماعت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وأما حكمه (البيع) فثبوت الملك فى المبيع للمشترى. (هندية مكتبه رحيميه ديوبند، ۳/۳، اول كتاب البيوع، البحر كوئٹه ص۲۵۸ ج۵ كتاب البيوع، شامى زكريا ص۱۶ ج۷ كتاب البيوع.

[2] وأما حكمها (الاجارة) فوقوع الملك فى البدلين ساعة فساعة. (هنديه، رحيميه ديوبند، ۳/۵۰۶، كتاب الاجارة، الباب الاول، البحر كوئٹه ص۳ ج۸ كتاب الإجارة، بدائع كراچى ص۲۰۱ ج۴ كتاب الإجارة، فصل أما حكم الإجارة.

جائداد وقف تقسیم سے مملوک نہیں ہوتی

سوال:-ایک جائداد عبدالحق صاحب کی تھی ان کے تین بیٹے تھے ان کے دو مکان خام مع سائبان خشبوش بنا ہوا تھا، کوئی تقسیم وغیرہ نہیں تھی، لیکن بوجہ نالش ڈگروں کی وجہ سے ایک مکان اور جملہ ۱/۳ جائداد ان سے بچانے کی وجہ سے مشورہ کر کے منجھلے بھائی کی بیوی کے نام بابت مہر ۱۹۱۱ھ بیع نامہ میں لکھ دیا تھا اس کے بعد برابر رہتے رہے، اس کے بعد دو بھائیوں کا انتقال ہو گیا اور منجھلے ہی حیات رہے بڑے بھائی کی اولاد سے منجھلے بھائی جن کا نام عبدالغنی تھا، بقیہ حصہ بیع نامہ ۱۹۳۳ء میں کرا لیا چند دنوں کے بعد عبدالغنی کے ایک لڑکا اصغر علی نام کا تھا اس کی بیوی مر گئی عبدالغنی نے دوسری شادی کر دی، چند دنوں کے بعد عبدالغنی اصغر علی سے ناخوش ہو گئے اصغر علی سے ناراض ہو کر اس بیع نامہ کی رو سے جو ۱۹۱۱ء میں قرض دین مہر میں قرض والوں سے بچانے کی وجہ سے کیا تھا، انتظار علی وصابر علی کے نام وقف علی الاولاد کر دیا بیع نامہ ۱۹۴۲ء میں کیا انتظار علی فوج میں دہرہ دون میں ملازم تھا وہاں سے لاہور کو تبادلہ ہو گیا، اور ہندوستان پاکستان بن گیا انتظار علی متولی تھے وہ پاکستانی ہو گئے۔۱۹۴۹ء تک برابر پاکستان رہے، صابر علی یہاں رہا اس نے ۱۹۴۵ء میں صمد گڈھ کی سکونت چھوڑ کر گڈھی کی سکونت اختیار کر لی اور مکان موقوفہ کا کل ملبہ اتار کر گڈھی لے گئے اور خالی جگہ چھوڑ گئے جیسے اور جگہ پڑی ہے اسی جگہ کے خالی ہونے سے جمیل احمد کی بے پردگی ہوتی تھی، جمیل احمد نے اس جگہ پر مکان بنا لیا ہے، جو شریک ہے کیا بغیر تقدیم کرائے ہوئے وقف نامہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

مکان وزمین مشترک ہو تو کسی بھی حصہ دار کو اپنا حصہ وقف کر دینا درست ہے، تقسیم کرنا پہلے سے لازم نہیں[1] جس طرح کہ حصۂ مشترکہ کی بیع درست ہے[2] فقط

[1] وقف المشاع المحتمل للقسمة لا يجوز عند محمد رحمه الله (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

سوال:-(۲) صابر علی گڈھی ہی میں رہا اور اس نے اس مکان کا ملبہ اتار کر گڑھی میں جمع کیا تو کیا اس حالت میں وقف رہ گیا۔

(۳) صابر علی نے اس خالی جگہ کو ایک دوسری جگہ کے باشندے کو فروخت کر دی وہ شخص اور اس کی بیوی بد معاش تھی، جمیل احمد نے اس کی چنائی روک دی اور اپنی عمارت بنادی ایسی صورت میں جائز ہے یا نہیں جب کہ بد چلن تھے۔

(۴) جب کہ خالی جگہ پڑی ہے اور وہ جگہ بھی خالی تھی تو اپنی ہی جگہ تبادلہ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں۔

(۵) انتظار علی نے تقسیم کا مقدمہ بھی دائر کر رکھا ہے اور موقوفہ کو تقسیم سے علیحدہ کر لیا جب کہ مکان عبدالحق صاحب کا بھی نہیں، تقسیم ہوسکتی ہے یا نہیں۔

(۶) وقف نامہ میں مکان کا کرایہ تین روپیہ سالانہ درج ہے، اگر خالی جگہ تبادلہ میں نہیں دی جاسکتی تو وہ تین روپیہ سالانہ کا کرایہ جمیل احمد پر لاگو ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۷) ۱۹۴۵ء کے زمینداره ختم ہونے کے بعد قابض اصل مالک ہو گئے یا نہیں ۳۰ر سال کے بعد بھی مالک نہیں ہوسکتا جب کہ تمام جھگڑوں اور خرچ کر کے میں نے اس تمام جگہ کو روکا ہے، ورنہ سب ختم ہوجاتی۔

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) والمتاخرون افتوا بقول أبی یوسف رحمه اللّٰه أنه یجوز وهو المختار. (الهندیه بلوچستان کوئٹه ۲/۳۶۵ ، کتاب الوقف، الباب الثانی فصل فی وقف المشاع، ولو أن رجلین بینهما ارض فوقف احدهما نصیبه جاز. (الهندیه بلوچستان کوئٹه ۳۶۷/ ۲ حواله بالا)، تاتارخانیه ص۶۹۸ ج۵ کتاب الوقف، جواز الوقف وشرائط صحته، إدارة القرآن کراچی، مجمع الأنهر ص۵۷۳ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ وکل من شرکاء الملک أجنبی فی مال صاحبه فصح له بیع حصه ولو من غیر شریکه بلا اذن. (در مختار مع الشامی کراچی، ۴/۳۰۰، کتاب الشرکة، مطلب الحق أن الدین یملک، مجمع الأنهر ص۵۴۳ ج۲ کتاب الشرکة، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹه ص۱۶۷ ج۵ کتاب الشرکة.

(۸) مقدمات عدالت سے تب ہی طے ہو سکتے ہیں جب کہ تقسیم اور وقف دونوں مقدمات الگ ہو جائیں گے۔

(۹) کیا جمیل احمد کے ذاتی بنائے ہوئے مکان بھی تقسیم ہو سکتے ہیں جب کہ تینوں بھائیوں کے انتقال کے بعد بنایا ہے، اور خالی جگہ میں جمیل احمد کے والد مرحوم نے بنایا تھا، اس کی جگہ کچھ مکان بنالیا ہے۔

(۱۰) انتظار علی ۱۹۴۵ء سے ۱۹۶۹ء تک پاکستان رہا کیا اس کے حقوق باقی رہ گئے، جب کہ اور جائداد میں جو باپ نے چھوڑی تھی کوئی حصہ نہیں ملا۔

(۱۱) ایک درخواست اس سے پہلے بھی آپ کی خدمت میں آئی تھی، ۳/ مارچ ۱۹۷۹ کو کریم بخش سرپنچ نے بھیجی تھی وہ صرف اس امر کی کہ اراضی مقدمہ کے بدلے آراضی دوسری دیجاسکتی ہے، یا نہیں جب کہ ارضیات مشترک ہیں جس کا کوئی جواب نہیں ملا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲) اس کی وجہ سے وقف ختم نہیں ہوتا، ناجائز تصرف ناجائز ہے[1]

(۳) وقف صحیح ہو جانے کے بعد اس کی بیع صحیح نہیں[2]

(۴) وقف کو بدلنے کی اجازت نہیں البتہ اگر واقف نے ہی اجازت دی ہو یا وقف سے انتفاع ناممکن ہو جائے تو اس کی عوض میں دوسری جگہ لے کر وقف کر دی جائے۔[3]

---

[1] فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملّک. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۳۵۱، کتاب الوقف، قبیل مطلب "فی شرط واقف الکتب أن لا تعار الا برهن")

[2] فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک (قوله لایملک) أی لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملّک أی لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه. (در مختار مع الشامی کراچی، ۴/۳۵۲، کتاب الوقف، قبیل مطلب "فی شرط واقف الکتب أن لا تعار الا برهن"، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، هدایه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

[3] اعلم أن الاستبدال علی ثلاثة وجوه: الاول: أن یشترطه الواقف لنفسه اولغیره أو لنفسه وغیره فالاستبدال فیه جائز علی الصحیح والثانی: أن لا یشترطه سواء شرط عدمه أوسکت (بقیه اگلے صفحه پر)

(۵) مطالبہ تقسیم کا حصہ دار کو حق ہے اگر تقسیم کے بعد حصے دار منتفع ہو سکتے ہیں تو تقسیم کر دینا بہتر ہے[۱]

(۶) جس شخص کے پاس کرایہ پر ہو اس کے ذمہ کرایہ لازم ہوگا[۲]

(۷) کسی زمین پر ناحق قبضہ کر لینے سے شرعاً ملکیت ثابت نہیں ہوتی[۳] قانون کا مسئلہ اس کے خلاف ہو تو وہ علیحدہ بات ہے۔

(۸) یہ تو عدالت سے متعلق ہے۔

(۹) جمیل احمد نے اگر بناتے وقت دوسرے شرکاء سے کوئی معاملہ طے کر لیا تھا تو اس کا اعتبار کیا جائیگا[۴] ورنہ عمارت جمیل احمد کی ہوگی اور زمین مشترکہ تقسیم کرتے وقت اس تعمیر کا بھی لحاظ کرنا ہوگا[۵]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكليه بان لا يحصل منه شئ أصلا فهو أيضا جائز على الاصح. (شامی کراچی ۴/۳۸۴، کتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشرطه، البحر کوئٹه ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۴۰۱ ج۲ الباب الرابع فيما يتعلق بالشرط.

(صفحہ ہذا) [۱] وسببها (القسمة) طلب الشركاء أو بعضهم الانتفاع بملكه على وجه الخصوص (الى قوله) وشرطها عدم فوت المنفعة بالقسمة ولذا لا يقسم نحو حائط وحمام يعنى عند عدم الرضا من الجميع أما اذا رضى الجميع صحت. (در مختار مع الشامى كراچى ۲۵۳و۶/۲۵۴، اول كتاب القسمة، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۴ ج۵ كتاب القسمة، الباب الأول، البحر كوئٹه ص۱۴۷ ج۸ كتاب القسمة.

[۲] أما الاول (حكم الاجارة) فهو ثبوت الملک فى المنفعة للمستأجر وثبوت الملک فى الاجرة المماة للأجر. (بدائع كراچى ۴/۲۰۱ كتاب الاجارة، فصل أما حكم الاجارة، البحر كوئٹه ص۳ج۸ كتاب الإجارة.

[۳] وحكمه (الغصب) الاثم لمن علم أنه مال الغير ورد العين قائمة والغرم هالكة. (در مختار مع الشامى كراچى ۶/۱۷۹، اول كتاب الغصب، عالمگیری کوئٹه ص۱۱۹ ج۵، كتاب الغصب، الباب الأول، البحر كوئٹه ص۱۰۸ ج۸ كتاب الغصب.

[۴] وحكم شركة العقد صير ورة المعقود عليه ومايستفاد به مشتركاً بينهما. (عالم گیری، بلوچستان كوئٹه ۲/۳۰۲، كتاب الشركة، الباب الاول، الفصل الاول، النهر الفائق ص۲۹۴ ج۳ كتاب الشركة دار الكتب العلمية ، البحر كوئٹه ص۱۶۶ ج۵ كتاب الشركة. (حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

(۱۰) شرعی وارث اگر کچھ مدت تک اپنے حصہ کا مطالبہ نہ کرے تو اس کا حصہ ختم نہیں ہوجاتا دوسری جائداد میں سے اگر اس کو حصہ نہ دیا جائے تو اس کی وجہ سے بھی اس کا حصہ ساقط نہیں ہوتا[۱]

(۱۱) مجھے پہلے تحریر کا حال معلوم نہیں میں کئی ماہ تک باہر رہا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۷/۵/۱۴۰۰ھ

وقف زمین پر غاصبانہ قبضہ

سوال:- مدرسین میں سے ایک کے والد اور بڑے بھائی نے جو اس وقت انتقال کر چکے ہیں، کچھ زمین مدرسہ کے نام وقف کر رکھی تھی، بیس سال سے اس زمین کی آمدنی مدرسہ میں آتی رہی، اب اس مدرس نے جسکے والد نے زمین مدرسہ میں دی تھی، مدرسہ سے علیٰحدہ کرنیکی بناء پر اس زمین کی آمدنی اور زمین بھی غصب کر لی ہے، آیا انکی یہ حرکت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بلا شبہ یہ غصب ہے[۲] اور یہ سخت گناہ ہے[۳] اس زمین کو واگذار کرانیکی پوری کوشش کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۸۷ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۵] دور مشترکة أو دار وضیعة أو دار وحانوت قسم کل وحدها أی یقسم کل من الدور أو الدارو الضیعة: وهی عرصة غیر مبنیة أو الدار والحانوت: وهو الدکان قسمة فرد فتقسم العرصة بالذراع والبناء بالقیمة. (در مختار مع الشامی کراچی ۶/۲۶۲، کتاب القسمة، مطلب لکل من الشرکاء السکنی فی بعض الدار بقدر حصته)، البحر کوئٹه ص۱۵۲ ج۸ کتاب القسمة، مجمع الأنهر ص۱۳۰ ج۴ کتاب القسمة، دار الکتب العلمیة بیروت. (اس کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وقف سے مالکانہ قبضہ ہٹانے کی کوشش

سوال:- یہاں قصبہ کاندھلہ میں اب سے تقریباً ۲۶ رسال قبل ایک بڑے رئیس نے اپنی صحرائی جائداد یہاں کے مقامی مدرسہ نصرت الاسلام کے لئے پانچ بزرگوں کی تولیت میں مجھے سو روپے کے اسٹامپر وقف کردی تھی، جو متولی مقرر کئے گئے تھے، ان میں دو کا انتقال ہو چکا ہے، ایک جوان معاملات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے، پاکستان چلے گئے، اور ایک سرپرست انتہائی ضعیف ہوگئے ایک متولی جوان کے منتظم تھے انہوں نے حکام کو کچھ رشوتیں دے کر ایک جعلی وصیت نامہ کی بنا پر اپنے بیٹے اور داماد کے حق میں داخل خارج کا حکم حاصل کرلیا، وقف نامہ منسلک ہے عرض یہ ہے کہ اس موقوفہ باغ کا پھل علم ہونے کے بعد کہ یہ باغ وقف ہے اور متولی موجودہ اس کو بحیثیت متولی فروخت نہیں کررہا ہے، بلکہ مالک کی حیثیت سے فروخت کررہا ہے۔

اور اس کا قبضہ غاصبانہ اس پر ہے تو اس کا پھل کھانا جائز ہے یا ناجائز۔

ایک عالم صاحب اس کے پھل کھانے کو ناجائز بتلاتے ہیں، اور ایک صاحب جس کے سامنے وقف ہوا اور ان کو اس کا پورا پورا علم ہے، وہ اس کا پھل خرید کر کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میرے لئے جائز ہے۔

۲- قانونی اعتبار سے اگر اہلِ قصبہ کوشش کریں تو وقف مذکورہ متولی کے ناجائز قبضہ سے نکل

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۱؎ وموانعه (الارث) على ما هنا أربعة الرق، والقتل، واختلاف الدين واختلاف الدارين. (درمختار مع الشامی کراچی ۷۶۶, ۷۶۷/۶ کتاب الفرائض)

۲؎ واذا تم (الوقف) ولزم لا يملك ولا يملك (در مختار مع الشامی کرچی ۳/۳۵۲، کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابو هوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان، فتح القدير ص ۲۲۰ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفكر بيروت، هدايه ص ۶۳۷ ج ۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم دیوبند.

۳؎ وحكمه (الغصب) الاثم (درمختار مع الشامی کراچی ۶/۱۷۹، اول کتاب الغصب، عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۹ ج ۵ کتاب الغصب، الباب الأول، البحر کوئٹه ص ۱۰۸ ج ۸ کتاب الغصب)

سکتا ہے تو کیا اہل قصبہ کو اس میں کوشش کرنی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- جو عالم اس کے پھل کھانے کو ناجائز بتلاتے ہیں وہ مطلقاً ناجائز بتلاتے ہیں اور مال مغصوب کا حکم بھی یہی ہے[1] اور جو عالم جائز بتلاتے ہیں وہ اپنے لئے جائز بتلاتے ہیں، غالباً مطلقاً جائز وہ بھی نہیں بتلاتے تو ان کو خصوصیت حاصل ہوگی جس سے نفس مسئلہ پر اثر نہیں پڑے گا، خصوصیت کیا ہے جب تک وہ سامنے نہ آئے تو اس کے متعلق کیا تحریر کیا جائے ناجائز ہونا خود ہی واضح ہے۔

۲- ضرور کرنی چاہئے، استخلاص وقف عن الغاصب لازم ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۹۱ھ

کسی کے نام پر ہونے سے وقف میں فرق نہیں آتا مسجد کی دوکان قرض میں دینا

سوال:۔ مسجد کے ممبران حضرات نے مسجد کی آمدنی کے لئے چندہ وصول کیا مکانات کی تعمیر کے سلسلہ میں لیکن اب تک یہ کام شروع نہیں ہوا اور چندہ محفوظ ہے، مذکورہ مسجد وقف نہیں

---

[1] ویجب رد عین المغصوب. (درمختار مع الشامی کراچی ۶/۱۸۲، کتاب الغصب، مطلب فی رد المغصوب الهندية ص ۱۱۹ ج۵ کتاب الغصب، الباب الأول، مطبوعه کوئٹه، البحر کوئٹه ص۱۰۸ ج۸ کتاب الغصب، المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع به. (بدائع کراچی ۵/۱۴۴ کتاب البیوع)

[2] رجل وقف ارضا أو داراً وولاه القیام بذلک فجحد المدفوع الیه فهو غاصب یخرج الارض من یده. (هندیه، بلوچستان کوئٹه ۲/۴۴۷، کتاب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف، المحیط البرهانی ص۱۱۰ ج۹ مسائل الوقف التی تتعلق بالدعاوی والخصومات، البحر کوئٹه ص۲۴۲ ج۵ کتاب الوقف.

ہے،بعض ناموں کے اوپر لکھی گئی ہے،ان ناموں میں ایک شخص کا بعض تجارتی امور کی بنا پر دیوالیہ نکل گیا،مشکل یہ پیش آئی کہ کورٹ کا فیصلہ ہے کہ مسجد کی دوکان سے لیا جائے،تو کمیٹی کے سرپرست نے کورٹ والوں کو سمجھایا کہ دیوالیہ والے کے حصہ کو دوکان سے لیا جائے،نہ کہ مکان مسجد کو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ چندہ سے جو مکانوں کی تعمیر کے لئے ہے اس میں استعمال کرسکتا ہے،یا نہیں تا کہ مسجد برقرار رہے،اس لئے کہ استعمال سے کمیٹی والوں کی ذمہ داری رہے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کسی صاحب نے مسجد تعمیر کر کے اس کا راستہ الگ کردیا،اوراس میں عام لوگوں کو اجازت دیدی تو محض کسی کے نام پر ہونے سے اس کے وقف ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا، مسجد وقف ہی شمار ہوگی[1] مسجد کی دوکان کو قرض کی ادائیگی میں نہیں دیا جاسکتا اس کو واگزار کرایا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند۲/۳/۸۸ھ

---

[1] فلو جعل وسط داره مسجداً واذن للناس فی الدخول والصلاة فیه ان شرط معه الطریق صار مسجدا (عالمگیری کوئٹه، ۴۵۴/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، البحرالرائق ص۲۵۰، ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص۲۳۵ ج۶ کتاب الوقف، إذا بنی مسجداً لم یزل ملکه عنه، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعارو ولایرهن (درمختار مع الشامی کراچی ص۳۵۱، ۳۵۲، ج۴، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان تعار الا برهن، سکب الأنهر ص۵۸۲ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، هدایه مع فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت،

وقف زمین میں اکھاڑہ

سوال:- ایک خانقاہ ہے اوراس میں تھوڑی سی زمین میں پہلوانوں کے کشتی وغیرہ کرنے کیلئے مقرر ہے پہلے متولی جو تھے انہیں اسبات کا علم نہیں تھا کہ مال وقف ۔ اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں، لہٰذا ان پُرانے متولیوں کو کسی وجہ سے علیحدہ کردیا گیا اور دوسرے متولیوں کو تجویز کیا گیا اوران متولیوں نے جواس زمین میں کشتی وغیرہ کرتے ہیں وہ خلاف شرع کرتے ہیں یعنی ستر کھول کران کو منع کیا تو وہ منع نہیں ہوئے تو حاصل سوال کا یہ ہے کہ اگر ان پہلوانوں کو فسادروکنے کے واسطے دوتین مہینے کے واسطے اجازت دیدی جائے تو جائز ہے یا ناجائز کیونکہ عدم اجازت سے فساد کازیادہ اندیشہ ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

وقف کی زمین کو جواہلِ اللہ کے ذکر وشغل کے لئے وقف کی گئی ہے اکھاڑہ بنانا غرض واقف کے خلاف ہے، لہٰذا ناجائز ہے[1] اورستر کھول کر کشتی کرنا تو کہیں بھی جائز نہیں[2]

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی ۱۹/۱۱/۵۳ھ

---

[1] شرط الواقف كنص الشارع أى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به. (الدرعلى الرد كراچى ۴/۴۳۳، كتاب الوقف، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر كوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز.

[2] والرابع ستر عورته ووجوبه عام ولو فى الخلوة على الصحيح قوله ولو فى الخلوة اى اذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس اجماعا الخ الدر المختار مع الشامى زكريا ص۷۵ ج۲ باب شروط الصلاة، مطلب فى ستر العورة، النهر الفائق ص۱۸۲ ج۱ باب شروط الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹہ ص۴۷ ج۱ باب شروط الصلاة.

ضلعی انجمن کی تقسیم

سوال:- دارالعلوم میں ایک ضلعی انجمن ہے جو قیام انجمن کے فارغین حضرات اور موجودہ افراد کے روپے سے چل رہی ہے، اور انجمن میں کتاب اور روپیہ پیسہ وغیرہ چیزیں موجود ہیں جن میں سے انجمن کے ہر ہر فرد کو انتفاع کا حق حاصل ہے، اور ان میں کسی کی ملکیت نہیں ہے، اب اگر وہ ضلع سرکاری حکم سے دو حصوں میں بٹ جائے اور دونوں الگ الگ نام سے موسوم کردے تو انجمن کو دو حصوں میں اس طرح پر تقسیم کرلینا کہ ایک حصہ میں دوسرے حصہ والوں کا کوئی انتفاع کا حق نہ رہے بلکہ اپنے اپنے حصوں میں ہر ہر فرد کو صرف حقِ انتفاع ہو درست ہوگا یا نہیں؟ یا تقسیم کی کوئی صورت ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر ہو تو آدھا آدھا دو حصوں میں کیا جائے گا یا کیا صورت ہوگی؟ تحریر فرمایئے۔

۲-انجمن میں عوام کی امداد بھی ہے اور بعض حضرات نے مستقل چند کتب بھی بطور وقف داخل کی ہیں، اور تمام معطین حضرات جو بھی امداد کئے ہیں اسی انجمن کو کئے، اور اب تک جو جو سامان موجود ہے اسی انجمن کے ساتھ خاص ہے، کسی کی ملکیت نہیں ہے اور ہر ہر فرد کو انتفاع کا حق حاصل ہے، اب اگر تقسیم جائز ہے تو وہ کتابیں اور وہ سامان جو کسی مخصوص شخص نے اس مخصوص انجمن کو امداد کیا تھا، ان چیزوں میں بٹوارہ کس طرح کیا جائے گا، مفصل ومدلل تحریر فرمائیں بڑا کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱-سرکاری حکم سے اگر دو ضلع بن گئے تو اس سے کیا ہوا، کیا انجمن کے لوگوں کو بھی ساتھ رہنے سے ممانعت کردی گئی یہ سب سر جوڑ کر حسب سابق مشترکہ طور پر رہیں امید کہ ان پر جرمانہ نہیں ہوگا، نہ حکومت ان کو قید کرے گی، اگر یہ صورت امکان سے باہر ہے تو انجمن کو ہی دو ضلع کے نام سے توسیع کردی جائے کہ یہ انجمن فلاں فلاں ضلع کی ہے، کسی تقسیم کی ضرورت نہیں، اگر یہ بھی

ناممکن ہے تو دونوں ضلع کے افراد کے لحاظ سے کتابیں اور نقدی تقسیم کردیں۔

۲-جواب نمبر ایک سے اس کی صورت سمجھ کر عمل کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۶ ۱۴۰۰ھ

وقف کی دوکان میں دوکاندار اگر خنزیر کا گوشت فروخت کرے، اس کو خالی کرانا

سوال:-ایک باغ جو قبرستان کے نام وقف ہے اور زید اس کا متولّی ہے، جس کے دو نمبر ہیں، ایک خسرہ ۳۱۸ دوسرا ۳۱۹، ۳۱۸ میں قبریں ہیں، اور ۳۱۹ میں ابھی تک قبریں نہیں بنی ہیں، ۳۱۹ کے ایک کنارے پر چار گز لمبی اور چار گز چوڑی ایک دوکان کرایہ پر دیدی ہے، جس میں کرایہ دار خنزیر کے گوشت کی دوکان کرتا ہے، درانحالیکہ باغ شہر سے کافی فاصلہ پر واقع ہے، اس باغ کا تقریباً آٹھ سال سے مقدمہ چل رہا ہے اور زید مقدمہ بازی میں کافی مقروض ہو چکا ہے، جس قرض کا سود قریب ایک سو روپے سے زائد بیٹھتا ہے، اور چونکہ مذکورہ باغ سے کوئی خاص آمد بھی نہیں ہے، لہٰذا زید اس دوکان کے کرایہ سے سودا کرتا ہے، اور اپنے نجی خرچ میں ایک پیسہ تک خرچ نہیں کرتا، سوال طلب بات یہ ہے کہ کیا زید اس دوکان کو بدستور رکھے ہوئے سودا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر زید اس دوکان کو ختم کرتا ہے تو بہت مشقت میں پڑ جائیگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب دوکان کرایہ پر دی ہے اور یہ شرط نہیں کی کہ اس میں خنزیر کا گوشت فروخت کیا جائے، پھر کرایہ دار جو بھی فروخت کرے وہ خود اس کا اپنا عمل ہے، نیز غیر مسلم کو اس سے روکا بھی نہیں جا سکتا، کیونکہ اس کے مذہب میں خنزیر کے گوشت کی خرید وفروخت صحیح ہے، اس لئے متولی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو خالی کرائے خاص کر ایسی حالت میں کہ کوئی دوسرا کرایہ دار بھی شہر سے باہر

میسر نہیں آتا، اور اس کی آمدنی مقدمہ وقف میں خرچ بھی ہو رہی ہے، ان حالات میں مجبوراً اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/۹۲ھ

ذاتی عداوت کی وجہ سے وقف کی آمدنی کو روکنا

سوال:-مسماۃ مریم فاطمہ و کنیز فاطمہ ساکنان قصبہ محمد آباد نے کچھ آراضی اور چند دوکانیں ۱۹۱۲ء میں مساجد و دیگر امور خیر کے لئے وقف کیا۔ بروقت وقف دستاویز میں تحریر کرایا کہ ہم اس جائداد کی ملکیت سے آج کی تاریخ سے دست بردار ہوگئیں ہیں بعد تکمیل تحریر وقف نامہ ہذا ہم کو اور ہمارے جملہ عزیزانِ قریب و بعید کو جائداد موقوفہ مسطورہ میں کسی قسم کی دست اندازی کا اختیار باقی نہیں رہا، اور نہ کبھی ہوگا، (علمائے اہلِ سنت حنفی مذہب سکنائے فرنگی محلی بلدہ لکھنؤ پر جس سے مسلمانان محمود آباد رجوع کریں واجب ہوگا کہ خالصاً للہ بعد از یکدگر اس کار خیر کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور یہ تجویز خود متولی مساجد و مہتمم کارِ خیر مقرر فرماتے رہیں)

عبارتِ بالا جو بریکٹ کے اندر ہے، دستاویز میں موجود ہے، مگر ہر دو واقفہ نے اس پر کبھی عمل نہ کیا، اور نہ اب عامل ہیں بلکہ ہمیشہ اپنی رائے سے متولی مقرر کرتی رہیں اور اس کے نام سرکاری داخل خارج بھی ہوتی رہی، اور اب بھی جس شخص (محمد حسین عرف داروغہ) کو مقرر کیا ہے، اس کے نام متولّی مذکور نہایت احتیاط اور دیانت سے مثل سابق متولی غلام جیلانی کے کہ جس کی وفات کے بعد اس کا تقرر ہوا ہے، وقف کی نگرانی کرتا ہے اور حساب و کتاب درست رکھتا ہے، اور

[1] وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة لا بغيرها على الاصح ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر (قوله وجاز اجارة بيت الخ)هذا عنده أيضا لان الاجارة على منفعة البيت ولهذا يجب الاجر بمجرد التسليم ولامعصية فيه وانما المعصية بفعل المستاجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (شامی کراچی ۶/۳۹۲، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰ ج۴ الفصل الرابع في فساد الإجارة، المبسوط للسرخسي ص۳۹ ج۱۶ باب الإجارة الفاسدة، مكتبه دار الفكر.

حسبِ شرائط دستاویز وقف نامہ اخراجات کرتا ہے، مگر بعض لوگ جن کو واقفہ اولیٰ موجودہ۔ (ثانی واقفہ انتقال کرچکی ہے) اور متولی موجود سے ذاتی طور پر عداوت ہے، محض بر بنائے بغض وعداوت انتظام وقف میں روک تھام کرتے ہیں۔ دوکانداروں کو کرایہ اور کاشتکاروں کو لگان دینے سے منع فرمایا، یہ لوگ از روئے شرع گنہگار ہیں یا نہیں۔ مسلمانوں کو ان مانعین کی امداد کرنی چاہئے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ واقفہ بریکٹ کے اندر کی تحریر جو دستاویز میں ہے اگر تبدیل کرنا چاہے تو بدل سکتی ہے یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ جب کہ دوکان کا کرایہ رک جانے کی شکل میں کہ مانع کا اثر ہے اس وقت جو رقم واقفہ اپنے پاس سے صرف کررہی ہے، وہ بعد وصولیابی لے سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً

ولاية نصب القيم الى الواقف قال فى البحر قدمنا ان الولاية للواقف ثابتة مدة حياته وان لم يشترطها وان له عزل المتولى اهـ (شامی[1] ص: ۶۳۸، ج:۳) **للواقف عزل الناظر مطلقا اى سواء كان بجنحة اولا وسواء كان شرط له العزل اولا (الٰى) به يفتٰى اهـ** (در مختار وشامی[2] ص: ۶۳۸، ج:۳)

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ تولیت کا حق واقف کو حاصل ہے اور دوسرے شخص کو متولی بنانا بھی اصالۃً ان ہی کا حق ہے، نیز واقف کو یہ بھی حق ہے کہ متولّی اور وقف کے نگراں کو معزول کردے خواہ اس کا کوئی قصور ثابت ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے صورت مسئولہ میں آراضی ودوکانیں موقوفہ میں ہر دو واقفہ کو خود نگرانی اور تولیت کا حق حاصل ہے اگر باقاعدہ کسی دوسرے

---

[1] شامی کراچی ص: ۴/۴۲۱، کتاب الوقف. مطلب ولاية نصب القيم الى الواقف، التاتارخانيه ص ۷۴۲ ج۵ كتاب الوقف، الولاية فى الوقف، إدارة القرآن كراچى، البحر كوئٹه ص ۲۳۱ ج۵ كتاب الوقف.

[2] شامی کراچی ص: ۴/۴۲۷، کتاب الوقف، مطلب للواقف عزل الناظر، البحر كوئٹه ص ۱۹۷، ج۵ كتاب الوقف، التاتارخانيه ص ۷۴۵ ج۴ إدارة القرآن، كتاب الوقف.

متولی کے قبضہ میں تولیت پہنچ جائے اس کو معزول بھی کر سکتی ہیں۔ خاص کر جب کہ وہ لوگ جن کی تولیت کو دستاویز میں لکھا ہو متدین اور متقی نہ ہوں تو ان کو متولی بنانا بھی درست نہیں اور دستاویز کی عبارت متعلقہ تولیت غیر متدین شرعاً نا قابل عمل ہوگی: **وفی الاسعاف لا یولی الا امین اھ(هندیه**[1] ص: ۹۹۶ ج:۲) پس جو لوگ محض ذاتی عداوت کی بنا پر وقف کو نقصان پہنچا رہے ہیں، وہ سخت گنہگار ہیں، اگر ذاتی عداوت نہ ہو بلکہ وقف کی خیر خواہی مقصود ہو تب بھی لگان اور کرایہ بند کرانے کی کوشش کرنا یا کسی اور طرح وقف کو نقصان پہنچانا کسی طرح جائز نہیں، جو لوگ اس نقصان پہنچانے میں مددگار ہیں وہ بھی گنہگار ہیں یہ گفتگو متعلق تولیت اس وقت ہے جب کہ عبارت منقولہ دستاویز کا مطلب یہ ہو کہ واقف نے علماء فرنگی محلی کو متولی بنایا ہے۔ اگر یہ مطلب نہ ہو بلکہ یہ مطلب ہو کہ ان کو اختیار ہے جس کو چاہیں متولی تجویز کر دیں، گویا کہ واقفہ نے تجویز متولّی کے لئے اپنی طرف سے وکیل بنایا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ موکل جب اس کام کو انجام دے جس کے لئے کسی دوسرے کو وکیل بنایا ہے، تو اس کی وکالت منسوخ ہو جاتی ہے اور وکیل معزول ہو جاتا ہے اگر واقفہ اپنے پاس سے روپیہ بطور قرض خرچ کر رہی ہے اور اس پر شرعی ثبوت ہے، تو بعد وصولیابی اپنا روپیہ لے سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

۵۸/۶/۲۷ھ

قیم انفق فی عمارة المسجد من مال نفسه ثم رجع بمثله فی غلة الوقف جاز سواء غلته مستوفاة أو غیر مستوفاة ثم قال وللقیم الاستدانة علی الوقف لضرورة العمارة لالتقسیم ذلک علی الموقوف علیهم[2] ص: ۲۱۱، ج:۵) وفی

---

[1] هندیه ص: ۴۰۸، ج: ۲، الباب الخامس من کتاب الوقف، شامی کراچی ص ۳۸۰ ج ۴ مطلب فی شروط المتولی، کتاب الوقف، البحر کوئٹه ص ۲۲۶ ج ۵ کتاب الوقف،

[2] البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۱ ج ۵، کتاب الوقف، شامی زکریا ص ۶۵۸ ج ۶ کتاب الوقف، مطلب فی انفاق الناظر من ماله علی العمارة.

فتاوی ابی اللیث قیم وقف طلب منه الجبایات والخراج ولیس فی یده من مال الوقف شئ وارادان یستدین فهذا علٰی وجهین ان امر الواقف بالاستدانة فله ذلک (ص: ۲۱۰، ج:۵) بحر بتقدیم وتاخیر (۲۱۰,۱۱ [۲] ج:۵) فقط واللہ اعلم

محمود غفرلہٗ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۱۲؍رجب ۵۸ھ

---

[۱] البحر کوئٹه ص ۲۱۰، ۲۱۱ ج۵ کتاب الوقف، شامی کراچی ص ۴۴۰ ج۴ مطلب فی إنفاق الناظر من ماله علی العمارة، عالمگیری کوئٹه ص ۴۲۴ ج۲ کتاب الوقف، مطلب فی الاستدانة علی الوقف.

باب دوم:- وقف کو بدلنا اور بیچنا

استبدالِ وقف

سوال:- آپکو معلوم ہیکہ حاجی عبدالقیوم صاحب مرحوم نے بزمانہ حیات خود اپنی جائداد وقف علیٰ الاولاد کی تھی، جسکا وقف نامہ آپکے دفتر میں موجود ہے، کیونکہ منافع میں سے حصہ پانے والوں میں ایک آپکا مدرسہ بھی ہے، وقف نامہ میں متوّلی مجھ کو کیا گیا ہے اور مجھ کو اختیارات متوّلی حسب صراحت وقف نامہ دیئے گئے ہیں منجملہ جائداد موقوفہ ایک مکان مسکونہ بھی ہے، جس کی آمدنی اس وقت سو روپیہ ماہوار ہے، مکان مذکورہ سے بصورت موجودہ تاوقتیکہ کوئی کثیر رقم خرچ نہ کی جاوے اضافہ کی بظاہر کوئی امید نہیں ہے، اس مکان سے ملحق مکان حافظ محمد صدیق صاحب وکیل مرحوم کا ہے، اس کے ورثاء بوجہ تنگی اپنے مکان کے بصورت تبادلہ یا بیع معقول قیمت مکان موقوفہ کے دے سکتے ہیں اور یہ امید کی جاتی ہے کہ اگر زر بیع سے دوسری جائداد خریدی جاوے تو اضافہ آمدنی وقف ہوجاوے گا وقف نامہ متوّلی کو جائداد موقوفہ کے کسی طور پر منتقل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ آیا اس شرط کے ہوتے ہوئے قاضی یعنی ڈسٹرکٹ جج صاحب ایسے تبادلہ یا بیع کی اجازت دے سکتے ہیں یا نہیں اور ایسی اجازت کی بناء پر انتقال مکان موقوفہ کیا جا سکتا ہے، یا نہیں کیا ورثاء حصہ داران وحقداران وقف کی رضامندی لینا بھی ضروری ہوگا یا نہیں یہ بھی قابل اظہار ہے کہ واقف کی حیات میں بھی سوال تبادلہ مکان اٹھا تھا، لیکن کسی وجہ سے اس وقت التواء میں پڑ گیا۔

۲- وقف نامہ مذکور میں جزو آمدنی پر فصل پر برائے مرمت مکان واخراجات مقدمات وغرباء جمع کیا جانا درج ہے، لیکن کوئی تعیین مدت کہ کب تک جمع رکھی جاوے درج نہیں۔

۳- بوقت تحریر وقف نامہ واقف کے تین نبیرگان موجود تھے، چنانچہ واقف نے ان کے نام لکھ کر ان کے لئے حصہ منافع جائداد میں مقرر کردیا بعد وفات واقف دو پوتے اور ایک پوتی اور

پیدا ہو گئے ہیں جن کے متعلق وقف نامہ میں صاف طور پر کچھ تحریر نہیں کیا، وقف نسلاً بعد نسل ہے کیا اس صورت میں منافع بقدر حصہ رسدی ان کو بھی دیا جا سکتا ہے وقف نامہ کی شرائط ملاحظہ فرما کر جواب سے جلد مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- واقف نے جب کہ وقف نامہ میں مکان وجائداد موقوفہ کے ہر قسم کے انتقال کو صراحۃً منع کر دیا ہے تو متولی کو کسی طرح اسکے انتقال کا حق نہیں البتہ اگر جائداد بالکل ناقابل انتفاع ہو جائے تو شرعی قاضی کو اس کا استبدال چند شرائط کے ساتھ جائز ہے: **هٰذا اذا شرط الاستبدال فی اصل الوقف واما اذا لم يشترط فقد يخصص برای اول القضاة الثلٰثة المشاراليه بقوله عليه الصلٰوة والسلام قاض فی الجنة وقاضيان فی النار المفسر بذی العلم والعمل لئلا يحصل التطرق الٰی ابطال اوقاف المسلمين كما هو الغالب فی زماننا اسعاف ص:۲۷، والمعتمد انه يجوز القاضی بشرط ان يخرج عن الانتفاع بالكلية وان لا يكون هناک ريع للوقف يعمر به وان لا يكون البيع بغبن فاحش كذا فی البحر الرائق وشرط فی الاسعاف ان يكون المستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم كذا فی النهر الفائق.**
(فتاویٰ عالمگیری[1] ۲/۹۹۱) اورصورت مسئولہ میں مکان مذکور قابل انتفاع ہے اور ایک رقم اس پر صرف کرنے کے بعد زیادہ آمدنی کی بھی امید ہے، اور واقف نے مکان کی مرمت وغیرہ کیلئے ایک جزو آمدنی متعین کیا ہے جو کہ موجود بھی ہے لہٰذا اس مکان کا فروخت کرنا درست نہیں۔

۲- شرائط وقف نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکان کی ہر قسم کی ضروریات مرمت ومقدمہ وغیرہ کے لئے ایک جزو آمدنی کا جمع رکھنا ضروری ہے، لہٰذا اگر وہ جزو آمدنی اس قدر جمع ہے، کہ مکان کی

---

[1] (الهنديه مصری ۴۰۱/ ۲، كتاب الوقف، الباب الرابع، الدر المختار ص۳۸۶ج۴ كتاب الوقف، مطبوعه كراچی، البحر كوئٹه ص۲۰۷ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۰ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

آئندہ ضروریات کے لئے کافی ہو کر بھی بچ جاوے تو زیادتی کو مستحقین پر صرف کرنا درست ہے مکان کی حیثیت کے موافق مرمت اور مقدمہ کے اخراجات کا تعین متدین اور تجربہ کاروں کے ظن غالب سے ہوسکتا ہے: **لو وقف ضیعة علیٰ مسجد علیٰ ان مافضل من العمارة فهو للفقراء فاجتمعت الغلة والمسجد لا یحتاج الیٰ العمارة للحال هل تصرف تلک الغلة الیٰ الفقراء اختلفوا فیه والمختار انه لو اجتمع من الغلة مقدار مالو احتاج المسجد والضیعة الیٰ العمارة تمکن العمارة منها وزیادة صرفت الزیادة الیٰ الفقراء لیکون جمعًا بین شرط الواقف وصیانة الوقف کذا فی المیحط السرخسی. (فتاوی عالمگیری[1] ۲/۲۳۴)**

سوال نمبر: ۱ میں مکان کے تبادلہ کی غرض زیادتی آمدنی ظاہر کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بصورت موجودہ تاوقتیکہ کوئی کثیر رقم خرچ نہ کی جاوے اضافہ کرایہ کی بظاہر کوئی امید نہیں۔ سوال (۲) میں بیان کیا گیا ہے کہ رقم پس انداز زیادہ ہے، پس اگر یہ رقم اتنی ہے کہ جس کو خرچ کر کے کرایہ کا اضافہ ہوسکتا ہے تب تو اس کو خرچ کر کے کرایہ کا اضافہ کرلیا جائے تا کہ واقف اور سائل دونوں کی غرض پوری ہوجاوے اور مکان فروخت کر کے دوسری جگہ خرید کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اگر یہ رقم اتنی نہیں کہ جس سے یہ غرض پوری ہو سکے تو اس کو زیادہ کہنا اور زیادتی کی وجہ سے تقسیم کا سوال کرنا بے محل ہے۔

۳- گو وقف نسلاً بعد نسل ہے لیکن واقف نے نمبر (۱) میں تحریر کیا ہے کہ میرے خاندان کے غریب اور حاجت منداشخاص کو فی روپیہ ایک آنہ گیارہ پائی آگے چل کر ۱۲ میں ان اشخاص کے نام اس رقم کو ان پر تقسیم کر دیا بلوغ تک بلاقید ان کو رقم ملے گی اور بلوغ کے بعد بشرط حاجت مندی،

---

[1] الهندیة مصری ۴۶۰/ ۲، کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد، فتاویٰ تاتارخانیه ص۸۵۶ ج۵ إدارة القرآن کراچی، کتاب الوقف، فتاویٰ قاضی خاں علی الهندیة ص۲۸۸ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه کوئٹه.

لہٰذا اگر وہ نبیرگان بالغ نہیں ہوئے یا بالغ ہوگئے مگر وہ حاجت مند ہیں تو اس رقم کو ان کے لئے برابر جاری رکھا جائے[1] اور اگر حاجت مند نہیں رہے اس طرح کہ صاحب نصاب ہوگئے تو ان کے دوسرے بھائی بہنوں کے لئے بشرطیکہ وہ حاجت مند ہوں جاری کر دیا جائے اور ان کے لئے بلوغ کی قید نہیں بلکہ اگر حاجت مند ہیں تو تمام عمر یہ رقم ان کو دی جائے اگر وہ بھی حاجت مند نہ ہوں تو خاندان کے دوسرے مستحقین کو یہ رقم دی جائے البتہ نمبر (**ی**) میں ہے کہ میری اولا دوزوجہ میں نسلاً بعد نسل موجب شرع شریف تقسیم ہوگی ایک روپیہ میں سے ۶؍ اس کے ماتحت اولا د زوجہ میں نسلاً بعد نسل ایک روپیہ میں ۶؍ کو موافق حصص شرعیہ برابر جاری رکھا جائے گا[2] اس میں بلوغ یا حاجت مندی کی قید نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۹؍۱۲؍۵۳ھ

۱- وقف نامہ میں اصل چیز یہ ہے کہ شرائط واقف جن کی واقف نے تصریح کی ہو ان کا اتباع کیا جائے کہ شرط الواقف کنص الشارع کتب فقہ[3] باب الوقف میں منجملہ مسلمہ اصول موضوعہ ہے، البتہ جن شرائط کی تصریح واقف نے نہ کی ہو یا مبہم یا مجمل چھوڑ دیا ہو ان میں قاضی کے اجتہاد اور

---

[1] اذا قال ارضی هٰذه صدقة موقوفة علی فقراء قرابتی او قال علی فقراء ولدی ومن بعدهم علی المساكين فهٰذا الوقف صحيح والمستحق للغلة من كان فقيرا يوم تتحقق الغلة عند هلال وبه ناخذ عالمگيری كوئٹه ص۳۸۴ ج۲ كتاب الوقف، الفصل الرابع فی الوقف علی فقراء قرابته، المحيط البرهانی ص۵۵ ج۹ كتاب الوقف، الفصل العاشر فی الوقف علی فقراء قرابته، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھيل.

[2] وان قال علی ولدی وولد ولدی وولد ولد ولدی ذكر البطن الثالث فانه تصرف الغلة الی اولاده ابداً ما تناسلوا ولا يصرف الی الفقراء ما بقی احد من اولاده وان سفل قاضيخان علی الهندية كوئٹه ص۳۲۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل فی الوقف علی الاولاد والاقارب، المحيط البرهانی ص۵۲ ج۹ كتاب الوقف، الفصل التاسع علی ولده الخ، مطبوعه ڈابھيل.

[3] الدر المختار ص۴۳۳ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، البحر كوئٹه ص۲۴۵ ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز.

E:\F.M.Fainal\ Jild-21\ Waqf Ko Badalna & Bechna

تصرف کی گنجائش ہے وقف نامہ ہذا میں مصارف اور شرائط کو بالکل واضح کردیا ہے مجمل نہیں چھوڑا اور جن صورتوں میں فقہاء کے کلام سے قاضی کو تصرف کا حق معلوم ہوتا ہے وہ خاص خاص صورتوں میں ہے مثلاً موقوفہ چیز کا بالکل قابل انتفاع نہ رہنا جو صورت مسئولہ میں مفقود ہے باقی تبادلہ انفع چیز سے جو موقوفہ چیز سے زیادہ نافع ہو محض انفع ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں ہوسکتی بالخصوص جب کہ واقف نے تبادلہ کی ممانعت کردی ہو، لہٰذا صورت مسئولہ مذکورہ بالا میں حسب تصریح فقہاء وحسب تصریح شرائط وقف نامہ کے گنجائش تبدیل نہیں اور متولی یا قاضی کو بھی حق تبادلہ حاصل نہیں نیز ان قیود وشرائط کے ساتھ میں جن کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے، اس قاضی کو اجازت ہے جو قاضی شرعی ہو یعنی قاضی مسلم، عالم باعمل ہو ہر قاضی یا اس کے قائم مقام کو اجازت نہیں۔

۲- کے متعلق یہ ہے کہ وقف نامہ میں تصریح ہے کہ مرمت مکان ومقدمات اور ضروریات متعلق مکان کے لئے رقم بدستور جمع رہے گی اور اس رقم کی ضروریات کا کوئی وقت مقرر نہیں لہٰذا حسب تصریح واقف اس رقم کو کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرنا درست نہ ہوگا[۱] اور کسی مصرف سے کسی رقم کو زائد کہنا اس وقت درست ہوسکتا ہے، کہ وہ رقم اس قدر تعداد پر پہنچ گئی ہو کہ بداہۃً وظاہراً زائد معلوم ہوتی ہو یا اس مرمت جس کی طرف مکان مذکور محتاج ہے اور سوال میں اس کی ضرورت تسلیم ہے، اس کی تصریح ہوکر اور کسی معمار یا مستری ثقہ اور معتبر سے اس کا انداز معلوم ہوجائے اور پھر موجودہ رقم سے زائد بچے نیز جب وقف نامہ میں تحدید نہیں کی گئی کہ اتنی مدت تک اگر رقم خرچ نہ ہوسکے اس رقم زائد کو ورثاء پر تقسیم کیا جائے بلکہ دوسرا مصرف اس کا متعین کیا گیا ایسی صورت میں رقم زائد کو ورثاء پر تقسیم کیا جائے بلکہ دوسرا مصرف اس کا متعین کیا گیا، ایسی صورت میں

---

[۱] شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله ان يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية، شامی زکریا ص۵۲۷ ج۶ کتاب الوقف، شرائط الواقف معتبرة الخ، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

شرائط واقف کی مخالفت لازم آتی ہے، جو صحیح اور درست نہیں، علاوہ اس کے اگر اس چار سال کی مدت کو زائد قرار دیا جاسکتا ہے اور ورثاء پر تقسیم ہونے کا دعویٰ یا خواہش کی جاسکتی ہے، اندریں صورت سوائے ایک سال کی آمدنی کے اس مد میں کوئی آمدنی جمع نہ ہوسکے گی اور یہ امر صریح شرائط وقف نامہ کے خلاف ٹھہرا لہٰذا اس مد کو ورثاء پر خرچ کرنے کی گنجائش نہیں۔

عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تتمہ سوال بالا

سلسلہ عریضہ سابقہ سوال (۳) میں یہ غلط درج ہوگیا کہ واقف کے انتقال کے بعد دو پوتے اور ایک پوتی اور پیدا ہوگئی اصل میں پوتی بزمانۂ حیات واقف موجود ہے اور پوتے بعد میں پیدا ہوئے مگر واقف نے پوتی کا نام باوجود موجودگی وقف نامہ میں صراحۃً درج نہیں کیا ہے اس کو ملحوظ رکھ کر جواب ارسال فرمایا جاوے۔

محمد فضل الرحمٰن

جواب تتمہ

پوتی جب کہ واقف کے سامنے ہی موجود تھی اور واقف نے کوئی حصہ اس کے لئے نبیرگان کے ساتھ متعین نہیں کیا تو وہ نبیرگان کے ساتھ اس رقم میں شریک نہیں ہوسکتی[1] البتہ نبیرگان بعد بلوغ اگر حاجت مند نہ رہیں تب پوتی کو دوسرے مستحقین میں بشرط حاجت مندی شمار کیا جاسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی

---

[1] ولو وقف ارضه على الذكور يدخل فيه الذكور دون الاناث لانه وصف بصفة لا تزول، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۷۳ ج ۲ کتاب الوقف، الفصل الثانی علی نفسه واولاده.

استبدالِ وقف

سوال:- ایک اسلامی ادارہ میں ایک موقوفہ مکان ہے، جس کا کرایہ ماہانہ ہے اور وہ اس قدر خستہ حال پر ہے، کہ کسی وقت بھی منہدم ہوسکتا ہے، ہر سال اسکی مرمت وغیرہ میں اسکی آمدنی سے زائد خرچ ہوتا ہے ادارہ کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ از سرِ نوتعمیر کراسکے، کیا ایسی صورت میں اس موقوفہ مکان کو بیچ کر اس کی قیمت سے کوئی دوسری جائیداد خریدی یا بنوائی جاسکتی ہے؟ اور اس کو اس موقوفہ مکان کا نام دیا جاسکتا ہے؟

اندازہ کیا گیا ہے کہ اس مکان کی اتنی قیمت مل سکتی ہے کہ اس سے خریدی یا بنوائی ہوئی جائیداد تقریباً ایک سو روپے ماہانہ پر اُٹھے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ اس کی مرمت میں روپیہ اس کی آمدنی سے زائد خرچ ہوتا ہے، اور جدید تعمیر کی گنجائش نہیں تو اس کی منفعت مفقود ہے ایسی حالت میں اس کو فروخت کرکے اس کی جگہ دوسرا مکان خرید کر وقف کردیا جائے تو درست بلکہ قابلِ تحسین ہے، خاص کر جب کہ نوخرید کردہ مکان سے آمدنی نسبۃً زیادہ ہوگی[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۶/۹۰ھ

وقف کو بدلنا

سوال:-زید نے ۱۹۵۶ء میں کچھ زمین قبرستان کیلئے وقف کی، لیکن زمین کے سامنے جنکے

[۱] والمعتمد أنه بلاشرط یجوز للقاضی بشرط أن یخرج عن الانتفاع بالکلیة وان لا یکون هناک ریع للوقف یعمر به. (شامی کراچی ۳۸۶/ ۴، کتاب الوقف، البحر کوئٹه ص۲۰۷ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۹ج۲ الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط.

مکانات تھے، انہوں نے میت کو دفن کرنے سے روکا جسکی وجہ سے کافی دقت پیش آئی، اس دقت کے پیشِ نظر متولّی نے واقف سے دوسری زمین ۱۹۶۱ء میں وقف کرائی اسی میں فی الحال قبرستان ہے اور پہلی زمین وقف شدہ غیر مسلم کے ہاتھ فروخت ہوئی اب اس سلسلہ میں مقدمہ چل رہا ہے۔(۱) وقفِ اول کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۲) کیا متولّی وقف کو بدل سکتا ہے؟ (۳) دوسرا وقف اس کا بدل شمار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۴) جب کہ وقفِ اول کو واقف نے فروخت کردیا وہ بھی غیر مسلم کے ہاتھ اس کا کیا حکم ہے؟ (۵) فی زمانہ اس مقدمہ کا فیصلہ شریعت کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین وقف کردی جاتی ہے وہ ہمیشہ کے لئے وقف ہوجاتی ہے اس کی بیع کا کسی کو اختیار نہیں رہتا، نہ واقف کو نہ متولّی کو، اگر بیع کردی جائے تو وہ شرعاً ناقابلِ نفاذ ہوتی ہے، ہاں اگر واقف نے یہ شرط کردی ہو کہ جب زمین قابلِ انتفاع نہ رہے تو اس کا دوسری زمین سے تبادلہ کر لیا جائے، تو ایسی صورت اس شرط کے ساتھ اس کا تبادلہ درست ہوتا ہے، خواہ زمین کا تبادلہ زمین سے کیا جائے یا زمین میں فروخت کر کے اس کے عوض دوسری زمین خرید کر وقف کردی جائے، اگر ایسی کوئی صورت پیش آجائے کہ واقف کی نیت پوری نہ ہوسکتی ہو اور زمین موقوفہ پر کسی کا ناجائز قبضہ جائے جس سے وقف ہی باطل اور ضائع ہوجائے، تو مجبوراً اس کا معاوضہ قبول کر کے دوسری زمین خرید کر وقف کردی جائے[۱] یہاں صورت مسئولہ میں اوّلاً کوشش کی جائے کہ بیع فسخ کر کے زمین واپس مل جائے۔ اگر پوری کوشش کے باوجود اس میں کامیابی نہ ہوسکے تو مجبوراً معاوضہ قبول

[۱] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک. تنویر الابصارعلی ردالمحتار کراچی ۴/۳۵۲۵۱، کتاب الوقف، فان باع القیم شیئا من البناء فالبیع باطل. عالمگیری (بحذف) مطبوعه مصر ۲/۴۷۱، الباب الخامس من کتاب الوقف، وجاز شرط الاستبدال به أرضا أخری أوشرط بیعه ویشتری بثمنه ارضا اخریٰ. (الدر مع الرد کراچی ص ۳۸۴-۴/۳۸۵، کتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۹ ج۲ الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط، البحر کوئٹه ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف.

کر کے دوسری زمین جو اس کام کے لئے وقف کی گئی ہے، اس میں اس معاوضہ کو صرف کیا جائے، جس سے وقف کا مقصد حاصل ہو اور مسلمان مردے اس میں دفن کئے جائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین ۲۱/۱۱/۸۷ھ

استبدالِ وقف

سوال:- (۱) ایک شخص نے اپنا مکان مدرسہ اسلامیہ محلّہ بندوقچیان کے نام وقف کیا اور اس میں تحریر کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں تو اس کا متولّی میں خود رہوں گا، میرے مرنے کے بعد میرا بڑا لڑکا متولّی رہے گا، اس کے مرنے کے بعد میرے لڑکے کا بڑا لڑکا متولّی رہے گا، اور اس کے مرنے کے بعد میرے چھوٹے لڑکے کا بڑا لڑکا متولّی رہے گا، اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ چلتا رہے گا، اور جب میرے لڑکوں میں سے نرینہ کوئی نسل نہ رہے گی تو میرے لڑکوں میں سے جس کی بڑی لڑکی ہوگی تو وہ متولّی ہوگی یا اس کا لڑکا متولّی ہوگا، اور جب یہ نسل بھی باقی نہ رہے گی تب اس وقت جو شخص مدرسہ کا مہتمم ہوگا وہی میرے مکانِ موقوفہ کا متولی ہوگا، اس مکان کی مالیت ایک ہزار روپیہ ہے، اس کا کرایہ دس روپیہ سالانہ تحریر ہے، اور مدرسہ کو پچاس پیسے سال دینا تحریر ہے، لیکن ابھی تک ہم نے اس پر عمل نہیں کیا ہے، اس وقت اس شخص کا بڑا لڑکا فضل الرحمٰن متولّی ہے، اب ہم اس کو بدلنا چاہتے ہیں، اس وجہ سے کہ اس مکان کا آدھا حصہ تو برسات میں گر گیا، ہم اتنے نادار ہیں کہ اس کی مرمت بھی نہیں کرا سکتے دوسرے یہ کہ ہم دونوں بھائی ایک ہزار روپے کے مقروض ہیں اور اس وقت موقع بھی بدلنے کا اچھا ہے، کیونکہ ہمارے پڑوس میں ایک مالدار آدمی ہے، اس کو اپنے کاروبار کے لئے اس جگہ کی ضرورت ہے، اس لئے وہ اس کے بدلے میں ایک مکان اور کچھ نقد روپئے دے رہا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مکانِ موقوفہ کو بدل سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ وہ مکان جو اس کے بدلہ میں آئے گا، اسی کو اس طرح وقف کر دیں۔

(۲) اوراس کے بدلہ میں نقد روپیہ ملے گا اس کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) اس نقد روپیہ سے اپنا قرض ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس روپیہ کو مدرسہ میں داخل کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ مکان مدرسہ کے لئے وقف ہے تو اس کو فروخت کرنا اور اسکے عوض دوسرا مکان خریدنا اوراس کی قیمت کو اپنے کام میں لانا کچھ بھی جائز نہیں [1] وہ مکان مدرسہ کے حوالہ کردیا جائے مدرسہ اس کی مرمت یا تعمیر کرائے گا، ہاں اگر وہ مکان بالکل ہی قابلِ انتفاع نہ رہے اوراس سے کوئی آمدنی حاصل نہ ہو اور مرمت وتعمیر کی بھی وسعت نہ ہو تو اس کو بدل لینا درست ہے، اس طرح کہ اس کو فروخت کر کے اس کے عوض دوسرا مکان لے کر مدرسہ میں شرائطِ واقف کے تحت وقف کردیا جائے، اس کا روپیہ شرائطِ واقف کے خلاف کسی کام میں خرچ کرنا درست نہیں [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۴/۹۰ھ

مسجد کی موقوفہ زمین کو بدلنا

سوال: ۔مسجد کی وقف شدہ ایک بیگہ زمین کے بدلہ دو بیگہ زمین دینا اپنی سہولت کے

---

[1] (قولہ لا یملک) أی لا یکون مملوکا لصاحبہ ولا یملک أی لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ. (شامی کراچی ۴/۳۵۲، کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، ولو صارت الارض بحال لا ینتفع بھا والمعتمد أنہ بلا شرط یجوز للقاضی بشرط أن یخرج عن الانتفاع بالکلیۃ وأن لا یکون ھناک ریع للوقف یعمر بہ.(شامی کراچی ۳۸۶/ ۴، کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۹۹ ج۲ الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط، البحر کوئٹہ ص۲۰۷، ج۵ کتاب الوقف.

[2] لزم شرطہ علی المذھب فان شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم تخالف الشرع.(شامی کراچی ۴/۳۴۳، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف الخ، فتح القدیر ص۲۰۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، مجمع الأنھر ص۲۰۲ ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی موقوفہ زمین کے عوض میں غیر موقوفہ زمین مسجد میں لینا درست نہیں، اگرچہ اس کے عوض دو چند زمین مسجد کو دی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۴ھ

مسجد کی زمین پر عیدگاہ

سوال:۔ مسجد کی زمین کے تھوڑے سے حصے پر عیدگاہ بنالینا کیسا ہے؟ اگر تیار ہوچکی ہوتو اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہاں پر کھیتی وغیرہ موجود نہ ہوتو نماز عید پڑھ لینا درست ہے، لیکن اس کی آمدنی کو ختم کر کے مستقل عیدگاہ بنالینا منشاء واقف کے خلاف ہے اس کی اجازت نہیں، اس کو ذریعہ آمدنی ہی بنایا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] والثالث ان لایشترطه ایضاً ولکن فیه نفع فی الجملة وبد له خیر منه ریعا ونفعاً وهذا لایجوز استبداله علیٰ الاصح المختار، شامی کراچی ص۳۸۴/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، شامی زکریا ص۵۸۴ج۶ المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، مجمع الأنهر ص۵۷۶ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه بیروت.

[2] انهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة، شامی زکریا ص۶۶۵ ج۶ کتاب الوقف، مراعاة غرض الواقفین واجبة، شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ج ۴/ کتاب الوقف،مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، النهر الفائق ص۳۲۵ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف.

مسجد کے نام وقف زمین کو دوسری زمین سے تبدیل کرنا

سوال:۔ایک زمین مسجد کے نام وقف ہے، جو مسجد سے الگ کچھ فاصلہ پر ہے، مسجد کواس سے فائدہ کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ آبادی کے اندر اور گھروں کے گھراؤ میں بھی پڑتی ہے، ایک صاحب کو مکان بنانے کے لئے اس زمین کی ضرورت ہے، اور وہ زراعت والی زمین جواس سے دوگنی ہے مسجد کو بدلہ میں دے رہے ہیں، اس سے مسجد کی آمدنی بھی بڑھ جائے گی، تو یہ تبدیلی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زائد زمین لینا سود تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین سے مسجد کو نفع حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں تو اس کو تبدیل کرنا اور نفع والی زمین مسجد کیلئے حاصل کرنا درست ہے[1]، اس زمین کے زائد ہونے کی وجہ سے سود نہیں ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۳/۷ ۱۳۹۷ھ

---

[1] اعلم ان الاستبدال علی ثلاثة وجوه (الیٰ قوله) والثانی، ان لایشترطه سواء شرط عدمه اوسکت لکن صار بحیث لاینتفع به بالکلیة بان لایحصل منه شئی اصلاً اولا یفی بمؤنته ایضاً جائز علی الاصح(شامی کراچی، ص ۳۸۴/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، شامی زکریا ص۵۸۴ ج۶ المصدر السابق، طبع دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۱ ج۲ کتاب الوقف، الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف، مطلب شروط الاستبدال، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۳، ۲۲۲ ج۵ کتاب الوقف.

[2] هو(الرباء) فضل خال عن عوض بمعیار شرعی وهوالکیل والوزن (شامی کراچی،ص ۱۶۹/ ج ۵/ کتاب البیوع ،باب الرباء، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۴۰۰ ج۷ المصدر السابق، مطبوعه دیوبند، مجمع الأنهر ص۱۱۹ ج۳ کتاب البیوع، باب الرباء، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۲۴ ج۶ باب الرباء.

فیضِ عام کے لئے وقف شدہ زمین کو مسجد کے لئے منتقل کرنا

سوال:-زید نے چند مکانات فیضِ عام ہائی اسکول کے لئے وقف کئے تھے جس کو عرصہ ۳۰/سال کا ہوگیا جس میں ایک مکان کچا بوسیدہ تھا، جس کی کل زمین ۸/گز لمبی اور ۶/گز چوڑی تھی، اب وہ عرصہ ہوا کوٹھا گر گیا اور زمین پڑی ہوئی ہے، اس کے تعمیر کرنے میں دو ہزار روپے کا خرچ ہے ہائی اسکول کے پاس روپیہ نہیں ہے، یہ جگہ کورٹ کے قریب ہے، آئندہ یہ جگہ کورٹ کی نذر ہونے والی ہے اس لئے اہلِ محلّہ چاہتے ہیں کہ اس اراضی کو مسجد میں منتقل کرالی جائے تا کہ واقف کو ثواب بھی پہنچے اور جگہ بھی محفوظ ہو جائے کیا یہ منتقلی جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ۸/گز لمبی زمین اور ۶/گز چوڑی زمین اس موقع پر مسجد ہی کے کس کام میں آئے گی، تاہم اگر وقف اس طرح محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ضائع ہو جائے گا، تو ایسی مجبوری کی حالت میں یہ صورت شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۸ھ

مدرسہ مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا

سوال:- کیا مسجد کی زمین پر مسجد کے روپے سے عمارت تعمیر کر کے بلا کسی معاوضہ کے مدرسہ کے تصرف میں لینا جائز ہے یا مدرسہ کا فنڈ علیحدہ جمع کر کے مدرسہ تعمیر کرنا چاہئے؟

---

[1] والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد أو حوض ولا سیما فی زماننا فان المسجد أو غیرهٗ من رباط أو حوض اذا لم ینقل یاخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد وکذلک أو قافه یا کله النظار أو غیرهم. (شامی کراچی ۴/۳۶۰، کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض السمجد ونحوہٖ، البحر کوئٹه ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی زمین پر مسجد کے روپے سے عمارت تعمیر کر کے بلا کسی معاوضہ کے مدرسہ کے تصرف میں لانا جائز نہیں[1] مدرسہ کے فنڈ سے جداگانہ تعمیر کی جائے، مسجد کی زمین پر تعمیر کرنا ہو تو مشورہ کے بعد اس کا کرایہ مقرر کر کے تعمیر کریں زمین مسجد کی رہے اور تعمیر مدرسہ کی رہے اور زمین کا کرایہ مدرسہ کی طرف سے مسجد کو دیا جائے۔[2] یا تعمیر بھی مسجد کے روپے سے ہو تو پھر وہ تعمیر بھی مسجد ہی کی ہوگی اور مدرسہ کرایہ دیتا رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد یا مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین میں اسکول یا قبرستان بنانا

سوال:۔ (۱) ایک متقی شخص نے اپنی مقبوضہ ومملوکہ ایک قطعۂ زمین بناء مسجد اور اسکے صحن کیلئے خصوصی طور پر لسانی ہبہ کر دیا تھا چنانچہ بناء علیہ اس کے کچھ حصہ پر اس کے حین حیات میں ایک جامع مسجد بنائی گئی اور باقی حصہ اسی وقت سے جو تقریباً سال کا عرصہ ہے بطور صحن مسجد منصرف ومستعمل ہے اب واجب الاستفتاء یہ ہے کہ اسی صحن کو اسکی وفات کے بعد کسی سرکاری اسکول کی بقاء وتحفظ کی خاطر اسکے لوازمات میں شمار کر کے ضلع بورڈ میں گورنمنٹ کے نام پر ہبہ کر دینا وارثین بانئ

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع، در مختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹه ص۲۴۵ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ج۳ کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

[2] مستفاد : للمستاجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس له الحفر الا باذن ویأذن لو خیراً والا لا وما بناه مستاجراً وغرسه فله ما لم ینوه للوقف، در مختار مع الشامی کراچی ص۴۵۵ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی حکم بناء المستاجر فی الوقف بلا اذن، البحر کوئٹه ص۳۰۴ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۹ج۴ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد یا متولی یا مصلیوں کے واسطے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اسی شخص مذکور کی مذکورہ قطعۂ زمین کا بعض حصہ جو مسجد مذکورہ کے متصل جنوبی جانب پر واقع ہے وہ اپنی حیات میں ایک دینی درسگاہ کی بناء کے لئے خصوصی اجازت اس کے بارے میں عطا فرمائی۔

چنانچہ اس بناء پر وہاں ایک خالص مذہبی تعلیم گاہ عرصہ دس سال تک قائم رہی مگر بعد کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہوگئی، اب وہ جگہ بالکل خالی پڑی ہے۔

واضح رہے کہ بنائے درسگاہ سے قبل اسی شخص نے زمین سے وہاں ایک مقبرہ بنانے کے واسطے سفارش کی تھی، مگر انہوں نے مدرسہ کی محبت میں محو ہوکر مقبرہ بنانے سے صریح انکار کردیا، اب سوال یہ ہے کہ اہل محلّہ کے بعض کا ارادہ ہے کہ مالک مرحوم کے حسب اجازت سابق قدیم طور پر دوبارہ مذہبی مدرسہ قائم کردے اور بعض کی کوشش ہے کہ وہاں مقبرہ تیار کرلیں شرعاً دونوں فریق میں مصیب کونسا ہے؟

(۳) ابتداء سے جو درسگاہ دینی و مذہبی حیثیت سے ہوکر سالہا سال جاری رکھی گئی اور ہمدرد دین مسلمین نے بھی صدقۂ جاریہ سمجھ کر اسکی امداد واعانت کی تھی، اور فی الحال اس کے معاونین نہ بقید حیات موجود ہیں اور نہ ان کا نام ومقام معلوم ہے، جس سے ان کے عطایا کے متعلق تجدید اجازت ممکن ہے اور نہ تردید نیت مقصود ہے، اب اس کو سرکاری اسکول قرار دینا جس میں برائے نام بھی مذہبی تعلیم و دینی تربیت کا کوئی قانونی انتظام نہیں، ممبران اراکین کو شرعاً استحقاق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے جس کام کیلئے واقف نے وہ قطعۂ زمین وقف کیا ہے، اس کے خلاف میں استعمال کرنا جائز نہیں اور اس کو اور دیگر نمازیان وغیرہ کسی کو بھی شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ واقف کی غرض کے خلاف کسی دوسرے کام میں اس وقف کو صرف کریں، یا منتقل کریں۔ ”شرط الواقف

کنص الشارع"،[۱]

(۲) جب کہ واقف اپنی زندگی میں جس جگہ قبرستان بنانے کی صراحۃً ممانعت کر چکا ہے اور دینی درسگاہ کیلئے مخصوص کر چکا ہے، تو اب کسی کو اس جگہ قبرستان بنانے کا حق حاصل نہیں دینی درسگاہ بنانا عین منشاء واقف ہے[۲]۔

(۳) جو عطایا دینی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں ان کو کسی دوسرے مصرف پر صرف کرنا خواہ وہ سرکاری تعلیم ہو یا اور کوئی شئی ہو ہرگز ہرگز جائز نہیں نہ متولی کو اس کا حق ہے نہ کسی اور کو[۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مسجد کو عیدگاہ بنانا

سوال:۔ ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی اہل محلّہ نے مشورہ کر کے اس کو دوسری جگہ بنائی اب وہ لوگ چاہتے ہیں کہ پہلی مسجد کی جگہ میں کچھ جگہ چاروں طرف سے ملا کر عیدگاہ بنالیں ،دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی مسجد کی جگہ کے ساتھ اور کچھ ملا کر عیدگاہ بنائی جائے ،تو اس میں بلاکراہت عید کی نماز جائز ہوگی یا مع الکراہۃ ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مقام پر عید کی نماز جائز ہے وہاں عید کی نماز مسجد میں بھی جائز ہے اور عیدگاہ میں بھی

---

[۱] الدرالمختار مع ردالمحتار کراچی، ص ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ج۳ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[۲] مراعاة غرض الواقفین واجبة، شامی کراچی ص۴۴۵ ج۴، کتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة، تبیین الحقائق ص ۳۲۹ ج۳ کتاب الوقف. مطبوعه امدادیه ملتان،

[۳] ملاحظه هو حاشیه نمبر: ۱/

جائز ہے، لیکن اگر عذر قوی نہ ہوتو عیدگاہ میں جاکر پڑھنا سنت ہے، پس اگر وہ گاؤں ایسا بڑا گاؤں ہے کہ جس میں جمعہ وعید کی نماز درست ہے، یعنی اپنی آبادی اور دیگر ضروریات بازار وغیرہ کے لحاظ سے قصبہ کے مثل ہے جس کی آبادی کم از کم تین ہزار ہوتو وہاں مسجد اور عیدگاہ دونوں جگہ عید کی نماز درست ہے، اگر وہ گاؤں ایسا نہیں ہے، بلکہ چھوٹا گاؤں ہے تو وہاں عید کی نماز نہ مسجد میں درست ہے نہ عیدگاہ میں، مسجد کو عیدگاہ بنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ اس میں نماز پنجگانہ بھی ہوتی رہے، اور اس قدر وسیع ہوجائے کہ بوقت ضرورت عید کی نماز بھی ہوسکے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ اس وقت ہے جب کہ وہاں عید کی نماز درست ہوجاتی ہو اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس کو صرف عید کے لئے مخصوص کردیا جائے، اور نماز پنجگانہ اس سے موقوف کردی جائے، تو یہ قطعاً ناجائز ہے خواہ وہاں عید کی نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی، کیونکہ اس سے مسجد معطل ہوجائے گی[1]۔

’’صلوٰۃ العیدین واجبۃ علیٰ من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا وقد علمتھا فلابدمن شرائط الوجوب جمعیھا وشرائط الصحۃ سوی الخطبۃ مراقی الفلاح[2] ص ۳۰۷/شرط صحتھا (ای الجمعۃ)ان تودی فی مصر حتی لاتصح فی قریۃ ولامفازۃ لقول علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ لاجمعۃ ولاتشریق ولاصلوٰۃ فطرو لااضحیٰ الا فی مصر جامع اوفی مدینۃ عظیمۃ رواہ ابن شیبۃ وصححہ ابن حزم وکفیٰ بقولہ قدوۃ واماماً وھو (المصر) کل موضع لہ امیر قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود الیٰ قولہ ماعزوہ لابی حنیفۃؒ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک

---

[1] ومن اظلم ممن منع مساجد للّٰہ أن یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا، بالھدم أو التعطیل، بیضاوی شریف ص ۳۸۶ ج ۱ سورۂ بقرہ آیت، ۱۱۴، دارالفکر، کشاف ص ۳۰۶ ج ۱ مطبوعہ دار الفکر.

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،مطبوعہ مصر،ص ۴۳۲-۴۳۳/باب احکام العیدین، حلبی کبیر ص ۵۶۵ فصل فی صلوۃ العید، طبع لاھور، مجمع الأنھر ص ۲۵۴، ۲۵۵ ج ۱ باب صلوۃ العیدین، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علىٰ انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث قال فى البدائع وهو الاصح اھ بحر ص ۱۴۰/ ج ۲/[1] وفى القنية صلوة العيد فى القرىٰ تكره تحريماً اھ درمختار ص ۸۲۵/[2] الخروج الىٰ المصلى وهو الجبانة سنة وان كان يسع الجامع وعليه عامة المشائخ لماثبت انه عليه الصلوٰة والسلام كان يخرج يوم الفطر ويوم الاضحى الىٰ المصلىٰ فان ضعف القوم عن الخروج امر الامام من يصلى بهم فى المسجد روىٰ ذٰلك عن علىؓ وفى جامع الفقه ومنية المفتى والذخيرة يجوز اقامتها فى المصر وفنائه فى موضعين فاكثر اھ كبيرى ص ۵۲۹/[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد آباد کو توڑ کر عیدگاہ بنانا

سوال:۔ اور مسجد آباد کو توڑ کر عیدگاہ بنانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

آباد مسجد کو جس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو توڑ کر صرف عیدین کی نماز کے لئے عیدگاہ بنانا جائز نہیں ہے، خصوصاً جب کہ عیدگاہ پہلے سے موجود بھی ہو، اولاً اس لئے کہ یہ مسجد کی ویرانی اور تعطل کا سبب ہے،"قال الله تعالىٰ ومن اظلم ممن منع مساجدالله ان يذكر

---

[1] البحر ،كوئٹه ،ص ۱۴۰/ ج۲/ باب صلوٰة الجمعة، حلبى كبير ص۵۴۹،۵۵۰ فصل فى صلاة الجمعة، مجمع الأنهر ص۲۴۵،۲۴۶ ج ۱ باب الجمعة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] درمختار مع ردالمحتار كراچى، ص۱۶۷/ ج۲/ باب العيدين، سكب الأنهر ص۲۵۵ ج ۱ باب صلوة العيدين، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۲۵۶ ج ۱ باب صلوة العيدين.

[3] حلبى كبيرى مطبوعه لاهور، ص ۵۷۱-۵۷۲/فروع بعد فصل فى صلوٰة العيدين.

فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا"[۱]

ثانیاً اس لئے کہ اس مسجد کی حرمت ساقط ہوتی ہے، کیونکہ شرعاً جو احترام مسجد کا ہے وہ عیدگا کا نہیں ہے "**واماالمتخذ لصلوٰۃ العید فالمختار انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان نفصل الصفوف وفیما عداذٰلک فلا رفقاً للناس خلاصہ**، ص۴۲۱/ج۴/عالمگیری، ص۱۳۱/ج۲/"[۲]

نیز یہ کہ مسجد اگر آبادی میں ہے تو اس کو عیدگاہ بنانے سے بلا عذر سنت (**خروج الیٰ الجبانۃ**) کا ترک لازم آتا ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۱۳/۱/۵۲ھ

صحیح عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور۱۳/۱/۵۲ھ

عبدالرحمٰن عفی عنہ۱۳/۱/۵۲ھ

مسجد کے لئے وقف کردہ شئی کا ردّ و بدل کرنا

سوال:- مسجد کی وقف کی ہوئی چیزیں مسجد کے فائدہ کے لئے ردّ و بدل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

---

[۱] سورۂ بقرہ، پارہ ۱/آیت۱۱۴/ **ترجمہ**:- اوراس شخص سے زیادہ اورکون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے، اوران کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن، ص۶۱ ج۱)

[۲] الھندیۃ مصری، ص۴۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الفصل الاول من الباب الحادی عشر فی المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۴ فصل فی احکام المسجد، طبع لاھور، الدر مع الشامی کراچی ص۶۵۷ ج۱ مکروھات الصلوۃ، مطلب فی احکام المسجد. خلاصۃ الفتاوی ص۴/۴۲۱، کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد واوقافہ، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ،

[۳] الخروج إلی المصلی وھو الجبانۃ سنۃ، حلبی کبیر ص ۵۷۱ فروع بعد فصل فی صلوۃ العیدین، طبع لاھور، سکب الأنھر ص۲۵۵ ج۱، باب صلوۃ العیدین، طبع بیروت، طحطاوی علی المراقی ص۴۳۵ باب احکام العیدین. قولہ سنۃ فلو لم یتوجہ الیھا ای الجبانۃ فقد ترک السنۃ طحطاوی علی الدر ص۱/۳۵۳، باب العیدین، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت،

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیزیں شرعی طور پر وقف ہوجائیں اسکوفروخت کرنادرست نہیں، ہاں اگر وہ بالکل ہی فروخت کرنادرست نہیں۔ ہاں اگر وہ بالکل ہی قابلِ انتفاع نہ رہے تو ایسی حالت میں اسکوفروخت کر کے اسکی قیمت سے ایسی ہی کارآمدشئ مسجد کیلئے خرید کر وقف کردی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند۲۲/۲/ ۸۹ھ

مسجد کی وقف زمین میں مدرسہ بنانا

سوال:۔ایک شخص نے ایک مکان مسجد کے نام وقف بذریعہ عدالت کردیا تھا، جس کو تقریباً ۲۰/یا۲۲/سال گزر چکے ہیں، اس وقت انتظامیہ کمیٹی اختر مسجد کے چندممبران نے بلاکسی مشورہ سے اس مکان سے کرایہ دارکو بذریعۂ عدالت نکال دیااور وہاں مدرسہ تعمیر کرانے لگےاور جو کچھ مسجد کی آمدنی تھی وہ ختم ہوگئی، تحریر کریں کہ جائز ہے یاناجائز شرعاً طریقہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے وقف شدہ مکان پر مدرسہ تعمیر کراکے مسجد کی آمدنی ختم کرنا جائزنہیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الثانی أن لا یشترطه لکن صار بحیث لا ینتفع به بالکلیة فهو أیضا جائزٌ علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأیه المصلحة فیه. (شامی کراچی ص: ۳۸۴، ج:۴، کتاب الوقف. مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۱ ج۲ الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف، البحر کوئٹه ص ۲۲۲ ج۵ کتاب الوقف.

[2] شرط الواقف کنص الشارع، الدر مع الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف. مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

پرانی مسجد کو مدرسہ بنالینا

سوال:۔ ہمارے موضع کی مسجد گاؤں کے کنارے پر واقع ہے وہ شکستہ ہوگئی ہے، اس لئے اب اہل رائے کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قدیم مسجد میں مدرسہ چلایا جائے، اور جدید مسجد گاؤں کے وسط میں بنائی جائے، اور مدرسہ مسجد کے انتظام میں ہی چلے تو قدیم مسجد کو مدرسہ بنانا کیسا ہے، اس کی شرعاً گنجائش ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفع شرعی طور پر مسجد بن جائے، وہاں نماز جماعت ہونے لگے پھر وہاں سے نماز جماعت کو موقوف کر کے اس جگہ کو مدرسہ یا کسی اور کام کیلئے متعین ومخصوص کر دینا جائز نہیں ''لان شرط الواقف کنص الشارع''[1] گاؤں کی مصلحت کی خاطر ضرورت کے وقت دوسری جگہ بھی مسجد بنالینا درست ہے، لہٰذا اگر آبادی کے وسط میں وہاں سب لوگ بسہولت آسکتے ہوں تو مسجد بنالینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن قدیم مسجد کو نہ شہید کیا جائے، نہ اس کے سامان کو دوسری جگہ منتقل کیا جائے، نہ وہاں مدرسہ قائم کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر آباد مسجد کے لئے وقف شدہ زمین کا تبادلہ

سوال:- ایک شخص نے اپنی اراضی جو کہ ایک ویران مقام پر واقع ہے، اس میں محض اس

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۶ج۳ کتاب الوقف، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لو خرب ماحوله وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر يبقى مسجداً عند الامام والثانى فلا يعود ميراثاً ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أولا، الدر مع الشامی کراچی، ص۳۵۸ج۴ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب أو غیره، بحر کوئٹہ ص۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النھر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

خیال سے کہ باغ میں رہنے والوں کو نمازِ مسجد کا ثواب ہے، تقریباً ایک بسہ زمین اراضیٔ مذکور کے وسط میں مسجد کے نام سے وقف کردی ہے، حالانکہ نہ وہاں کوئی آبادی ہے، اور نہ کوئی راستہ ہے جو باغ میں ہوکر جاتا ہو جس سے کہ راہ چلنے والے آکر نماز پڑھیں، اب اگر وہ اپنی اراضی فروخت کرنا چاہے اور خریدنے والا کوئی غیر مسلم ہو، اس حالت میں جب کہ اس مسجد کا کوئی نشان بھی باقی نہیں ہے، کیا اراضی کے ساتھ اس ایک بسہ زمین کا جو مسجد کے نام سے وقف تھی اسکو فروخت کرنا درست ہے، کیا اسکی گنجائش ہے کہ اس ایک بسوہ زمین کی قیمت کسی آباد مسجد میں لگادی جائے یا اتنی ہی اراضی یا اسکی قیمت سے اراضی کسی مسجد کے لئے خرید دیوے کیونکہ یہ ایک بسوہ وقف شدہ اراضی باغ کے بالکل بیچ میں ہے، اس لئے کسی کو بیع کرنے کی صورت میں اس کے بچالینے کی کوئی صورت بھی نہیں ہے، اور کسی غیر مسلم سے یہ امید بھی نہیں کہ وہ اس اراضی کو دینی ضرورت کے لئے استعمال کرے گا، اور مسجد کا احترام برقرار رکھے گا، ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بارے میں شریعت کا جو فیصلہ ہو اس سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف تام ولازم ہونے کے بعد اس کی بیع جائز نہیں: **اذا تم ولزم لا يُملك ولا يملك اى لايكون مملوكاً لِصَاحبه وَلا يملك اى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه الخ** (شامی[1] ۳/۵۰۷) لیکن اگر اس کے تحفظ کی کوئی صورت نہ رہے اور اس پر غاصبانہ قبضہ ہوکر نفسِ وقف ہی کے باطل ہوجانے کا مظنہ ہو تو مجبوراً دوسری زمین سے اس کا تبادلہ کرلیا جائے۔ (**كذا فى عمدة القارى للعينى**[2])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامى كراچى ۴/۳۵۲،۳۵۱، كتاب الوقف، قبيل مطلب فى شرط واقف الكتب، فتح القدير ص ۲۲۰ ج ۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت، هدايه ص ۶۳۷ ج ۲ كتاب الوقف، مكتبه ياسر نديم.

[2] وفى فتاوى الظهيرية سئل الحلوانى عن أوقاف اذا تعطلت (بقيه اگلے صفحه پر)

جس زمین کو مسجد بنانے کی وصیت کی گئی ہے اس کو دوسرے مقصد میں استعمال کرنا

سوال:۔ زید اپنی زمین کو مسجد بنانے کے لئے وصیت کر کے مر گیا، اب گاؤں کے لوگ ایک دوسری جگہ کو مسجد کیلئے مناسب سمجھتے ہیں اس وصیت کردہ زمین پر بنیاد وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے ،تو کیا تبادلہ کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین مسجد بنانے کے لئے دی ہے اس کو دوسری زمین سے بدلنے کا حق نہیں،[1] بدلنے کے لئے گاؤں کے لوگوں کا دوسری جگہ کو مسجد کے لئے زیادہ مناسب سمجھنا کافی نہیں، وصیت کردہ زمین میں مسجد نہ بن سکتی ہو یا کوئی شرعی مانع ہو تو اس کو مفصل لکھ کر دریافت کرلیں ،**شرط الواقف کنص الشارع** اھ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۴ھ

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) وتعذر اشتغلا لها هل للمتولي بيعها ويشترى مكانها أخرى؟ قال نعم. (بنايه للعينى مطبوعه بيروت ۵ ۱ ۱ /۷، فرع من الفروع فى اٰخر كتاب الوقف)، عمدة القارى ص۸۶ج۵ الجزء التاسع، كتاب الزكاة، هل يشترى صدقته، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى زكريا ص۵۸۴ج۶ كتاب الوقف، مطلب فى استبدال الوقف، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۳ ج۵ كتاب الوقف.

(**صفحه هذا**) [1] فاذا تم ولزم لا يملك ولا يملك قوله لا يملك اى لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك اى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه الدر المختار مع الشامى كراچى ص۳۵۲ج۴ كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابويوسف بين قوله الخ، النهر الفائق ص۳۱۹ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] درمختار مع الشامى كراچى، ص۴۳۳/ج۴/ كتاب الوقف ، مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۵ج۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳۲۶ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مسجد کے لئے وقف زمین کوفروخت کر کے مدرسہ میں لگانا

سوال:- محلے کی مسجد کا ذریعہ آمدنی نہ ہونے کی بناپر ایک صاحبِ خیر نے مسجد کی آمدنی کی غرض سے زمین کا ایک قطعہ دکانیں بنانے کے لئے مسجد کے نام وقف کردیا، اسی اثناء میں ایک دوسرے صاحبِ خیر نے ایک دوسرا قطعہ زمین خرید کر پانچ دُکانیں بنا کر اُس مسجد مذکور کے نام وقف کردی ہیں، اب مسجد کافی سے زیادہ خودکفیل ہوچکی ہے، اب مسجد کے متوّلی صاحب پہلے قطعہ کوفروخت کر کے اس کی قیمت اسی مسجد کے مدرسہ کے تعلیمی فنڈ میں استعمال کرنا چاہتے ہیں کیا مسجد کی رقم تعلیمی فنڈ میں استعمال کی جاسکتی ہے یا متوّلی صاحب کے لئے اس سے پہلے قطعہ زمین کوفروخت کرنا جائز ہے اس کی قیمت کے استعمال اوراس کوفروخت کرنے نہ کرنے کا سوال ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

جوقطعہ زمین دوکانیں بنانے کے واسطے مسجد کے لئے وقف کردیا ہے اس کوفروخت کر کے اس کی رقم کومدرسہ کے تعلیمی کام میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔اگرچہ وہ مدرسہ اسی مسجد سے متعلق ہو: **فاذا تم ولزم لا یملک ولایملک وَلایعار ولا یرھن**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲/۷/ ۹۱ھ

کسی نے مسجد کی زمین غصب کر کے اس پرتعمیر کرلی اس کےعوض زمین لینا مسجد کیلئے کیسا ہے

سوال:۔ زید کا مکان مسجد کے متصل ہے، مسجد کے کچھ حصہ پراس نے زبردستی کر کے

---

[1] الدر المختار مع رد المحتار کراچی ص: ۳۵۱، ج:۴، کتاب الوقف. مطلب مهم فرق ابویوسف الخ، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، هدایه ص۶۳۷/۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

مکان تعمیر کرلیا ہے اور کچھ حصہ غیر تعمیر شدہ ہے جو کہ اس کے گھر کا نکال ہے، اگر دباؤ ڈال کر اس زمین کو جس پر تعمیر نہیں ہوئی گھیر لیا جائے، یا مناسب قیمت لے لی جائے، تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی زمین کا جتنا حصہ اس نے اپنے مکان میں شامل کرلیا، اس کو اس سے خالی کرایا جائے، اگر وہ خالی نہ کرے اور اس کے عوض اتنی ہی زمین مسجد کو دینے پر آمادہ ہو جائے تو مجبوراً اسی کو قبول کرلیا جائے، کوشش یہی کی جائے کہ مسجد کی اصل زمین ہی مسجد کو مل جائے، مسجد کے لئے اس کے متصل زمین خرید نا مسجد کی مصلحت کیلئے ہر صورت میں درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو زمین مزار کیلئے وقف ہے اسکی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا

سوال:۔ (۱) موضع سرساوہ میں ایک بہت پرانا مزار حضرت مخدوم جی صاحب کا ہے علاقہ میں ان کے نام پر زمین ہے، حضرت مخدوم جی کا سالانہ میلہ بھی لگتا ہے، اور بدعات سیئہ اور دوسری خرافات بھی ہوتی ہیں، وہاں پر کوئی لنگر خانہ بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کچھ خرچ ہے، اب وقف کردہ زمین کی آمدنی حضرت مخدوم کی کمیٹی کو دینی چاہئے، یا اپنے گاؤں کی مسجد میں لگانی چاہئے، جبکہ مسجد کا خرچ مقامی مسلمانوں سے برداشت نہیں ہوتا۔

[1] لواستولیٰ علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده واراد الغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوصلح علیٰ شئی ثم یشتری بالمأخوذ من الغاصب ارضاً آخری فیجعله وقفاً علیٰ شرائط الاولیٰ (بحر ،مکتبه ماجدیه، کوئٹه، ص ۲۴۲/ج ۵/ کتاب الوقف)، شامی زکریا ص ۵۸۸ ج ۶ کتاب الوقف، مطلب لایستبدل العامر الی فی اربع.

ایضاً

سوال:۔ (۲) وقف کردہ زمین کے سرہانوں پر جو درخت لگائے گئے ہیں، وہ اس زمین سے باہر بلکہ سڑک اور زمین کی ڈول پر واقع ہیں ان کو بیچ کر مسجد میں لگالیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) بہتر صورت یہ ہے کہ مسجد کے متعلق قرآن کریم کا مدرسہ قائم کر دیا جائے، اور زمین کی آمدنی سے مدرس کو تنخواہ دی جائے، وہ مدرس امام ہو یا کوئی اور اس سے مسجد بھی آباد رہے گی، دینی تعلیم بھی ہوگی، اور صاحب مزار کو اس کا ثواب بھی پہنچتا رہے گا، جو کہ واقف کا اصل منشاء ہے[1]۔

(۲) اگر وہ درخت بصورت موجودہ آمدنی کا ذریعہ نہیں ہیں تو ان کو فروخت کر کے نمبر ا/ کے مصرف میں صرف کریں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۲ھ

وقف زمین پر اسکول کی تعمیر

سوال:۔ اسلامیہ اسکول کو گاؤں کے تمام قوموں نے چک بندی کے زمانہ میں کچھ زمین

---

[1] مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامی کراچی ،ص۴۴۵/ج۴/ كتاب الوقف ، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة)، تبيين الحقائق ص۳۲۹ج۳ كتاب الوقف، طبع امداديه ملتان، النهر الفائق ص۳۲۵ج۳ كتاب الوقف، طبع بيروت.

[2] سأل ابوالقاسم الصفار عن شجرة وقف يبس بعضها وبقي بعضها قال يبس منها فسبيله سبيل غلتها ومابقي متروک على حالها وفى البزازية عن الفضلى ان لم تكن مثمرة يجوز بيعها قبل القلع لانه غلتها والمثمرة لاتباع الا بعد القلع كبنا الوقف (شامی کراچی ،ص۳۷۷/ج۴/ كتاب الوقف، مطلب فى الوقف اذاخرب ولم يكن عمارته)، بزازيه على الهندية كوئٹه ص۲۶۰ ج۶ كتاب الوقف نوع فى وقف المنقول.

دی ہے، تقریباً بیس بیگھہ اور وہ مدرسہ کیلئے ہے، اب دریافت طلب بات یہ ہیکہ اس کا مالک مدرسہ ہوا یا قوم اور کیا اس زمین کو مدرسہ اسلامیہ کے معاملہ کے علاوہ اور کہیں استعمال کیا جاسکتا ہے، اور کیا اس پر انگریزی مدرسہ بنایا جاسکتا ہے، اور کیا قوم کو اور ناظم وممبران کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ اس زمین کو جہاں چاہے استعمال کرسکیں؟ مدلل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ عالم گیری[1] میں ہے: "**ولو قال وهبت داری للمسجد او اعطیتها له صح ویکون تملیکاً**" (ج۳ر ص:۵۶۷/) شامی[2] میں ہے: "**لا یملک ای لا یکون مملوکاً لصاحبه ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لا ستحالة تملیک الخارج عن ملکه**" (ج۳ر ص ۲/۵۶۷)

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زمین مذکورہ مدرسہ کی ملک ہے، مدرسہ کے مفاد کے علاوہ نہیں استعمال کی جاسکتی، قوم و ناظم وممبران کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ زمین کو جہاں چاہیں استعمال کریں اسطرح اس پر انگریزی مدرسہ نہیں بنایا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وقف ویران شدہ کنواں دے کر اس کے عوض میں کنواں بنوانا

سوال:- تقریباً پندرہ سال قبل زید نے ایک کنواں بنوا کر رفاہ عام کے لئے وقف کردیا لیکن تقریباً پانچ چھ سال سے کوئی بھی اس کنویں کو استعمال میں نہیں لاتا مطلب یہ ہے کہ ویران پڑا ہوا ہے اور مذکورہ کنواں بکر کے دو مکانوں کے درمیان میں پڑتا ہے تو بکر نے زید سے مطالبہ کیا کہ

---

[1] عالم گیری کوئٹہ ۲/۴۶۰، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

[2] شامی کراچی ۴/۳۵۲، کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابو یوسف بین قوله الخ، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، هدایه ص۶۳۷ ج۲ کتاب الوقف، مکتبه یاسر ندیم.

کنواں مجھے دیدواور آپ لوگوں سے گاؤں میں جہاں زیادہ استعمال ہوسکے اور عوام فائدہ اٹھا سکے وہاں کنواں بنا کر وقف کردو اور نیا کنواں بنانے میں جتنا خرچ ہوگا وہ میں دونگا۔

(۲) اب کیا زید شرعی اعتبار سے ویران کنواں بکر کو دیکر نیا بنا سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) اور بکر وقف کا ویران شدہ کنویں کا بدل دیکر اپنا ذاتی مکان اس جگہ بنا سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کی اصلاح کر کے اس کو کارآمد نہیں بنایا جا سکتا اور اس کا جو نفع تھا وہ حاصل نہیں ہوتا اور بکر اتنی رقم زید کو دیدے جس سے کارآمد کنواں بنا کر وقف کر دیا جائے اور اس سے سب فائدہ اٹھائیں تو شرعاً یہ صورت درست ہے[1]

۲-اس تبادلے کے بعد بکر اس جگہ اپنا ذاتی مکان بنا سکتا ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

دوسری جائیداد خریدنے کیلئے موقوفہ جائیداد فروخت کرنا

سوال:۔ مسجد کی جائیداد کھیت وغیرہ کو دوسری قسم کی جائیداد بنانے کے لئے فروخت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

---

[1] والمعتمد أنه (الاستبدال) بلا شرط يجوز للقاضى بشرط أن يخرج عن الانتفاع بالكلية وأن لا يكون البيع بغبن فاحش. (شامى كراچى ۴/۳۸۶، كتاب الوقف، مطلب فى اشتراط الادخال والاخراج)، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۳ ج۵ كتاب الوقف، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۰۱ ج۲ كتاب الوقف، مطلب شرط الاستبدال.

[2] وأما حكمه (البيع) فثبوت الملك فى المبيع للمشترى. (عالم گيرى كوئٹه ۳/۳، اول كتاب البيوع)، النهر الفائق ص۳۳۶ ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۶۱ ج۵ كتاب البيوع.

E:\F.M.Fainal\ Jild-21\ Waqf Ko Badalna & Bechna

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف جائیداد کی بیع درست نہیں، اس کو محفوظ رکھنا لازم ہے، رکھنا دوسری جائیداد بنانے کیلئے دوسرا انتظام کریں، موقوفہ کھیت اور جائیداد کو فروخت نہ کریں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۱ھ

ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ صرف کرنا

سوال:- ایک شخص کچھ زمین وقف کرتا ہے، واقف کی نیت مطلق دینی مصرف میں خرچ کرنا ہے، لیکن وقف کرتے وقت اس معاملہ پر کوئی دینی مصرف نہ ہونے کی وجہ سے وقف شدہ جائیداد کو مسجد کے نام سپرد کردیا، جائیداد کی آمدنی اتنی ہے کہ ضروریاتِ مسجد پوری ہونے کے بعد بچ جاتی ہے، دینی مدرسہ میں یتیم، غریب طلباء تعلیم پاتے ہیں، اس میں خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ امید ہے کہ صحیح جواب ارقام فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب واقف نے جائداد مطلق دینی مصرف میں خرچ کرنے کے لئے وقف کردی اگرچہ زبانی کیا تو یہ وقف صحیح ہوگیا، اس کے بعد کسی کو کسی ایک مصرف کے لئے تخصیص وتعیین کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ اس موقوفہ جائداد کو مسجد دینی مدارس اور دیگر دینی مصرف میں خرچ کرنا درست ہے: **وفی الاسعاف ولایجوز له، ان یفعل الاّمَا شرط وقت العقد وفی فتاویٰ الشیخ قاسم وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییره وَلا تخصیصه بعد تقرره ولاسیما بعد**

---

[1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لایکون مملوکاللصاحب ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه(درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۲/۴/کتاب الوقف قبیل مطلب "فی شرط واقف الکتب ان لاتعارالا برهن)، النهر الفائق ص۳۱۹ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الحکم. فقد ثبت ان الرجوع عن الشرط لا یصح. (شامی[۱] ۲/۵۹۷) لیکن اگر پہلے تخصیص کی نیت نہیں کی مگر وقف کرتے وقت تخصیص مسجد کی کردی تو اب دوسری جگہ صرف کرنے کا حق نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو جگہ مدرسہ کی نیت سے خریدی اس کو مسجد یا اور کسی کارِ خیر کے لئے وقف کرنا

سوال:- ایک مخیّر اور سخی حنفی سنی شخص نے ایک کھلی جگہ جس کی قیمت اسٹامپ پر ڈھائی ہزار روپے ہے، مدرسہ یا انجمن کو وقف کرنے کی نیت سے خریدی اب وہ شخص یہ جگہ یا اس کی قیمت مسجد کیلئے وقف کرنا چاہتا ہے، از رُوئے شرع یہ فعل کیسا ہے؟ اور اس کا اجر وثواب ہے، یا نہیں؟ خان پور میں ایک فیاض ہستی نے ایک کھلی جگہ اپنی اہلیہ کے نام سے خریدی اور یہ ارادہ کیا کہ مدرسہ یا انجمن کو وقف کردیں گے، جہاں یتیم اور مفلس بچوں کی تعلیم کا پروپیگنڈہ تھا، تقریباً آٹھ نو سال سے یہ جگہ خالی پڑی ہے، نہ مدرسہ قائم ہوا اور نہ انجمن البتہ نمائش کے طور پر چندے سے ہی دوسری جگہ ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی کی گئی، مستقبل میں بھی مدرسہ یا انجمن قائم ہونے کا امکان نہیں، کیوں کہ خان پور کی زمین موزوں نہیں، اور نہ یہاں مدرسہ یا انجمن چلنے کے لئے آسانیاں فراہم ہیں، مسلمانوں کے صرف تین سو گھر ہیں، نیز شہر قریب نہیں جس کی وجہ سے کسی یونیورسٹی یا دارالعلوم یا انجمن کا قیام ناممکن ہے، مدرسہ یا انجمن کا نام لے کر چندہ اٹھانا پیشہ بن گیا ہے، چند افراد کا منظّم

---

[۱] (شامی کراچی ۴/۴۵۹ کتاب الوقف، مطلب لایجوز الرجوع عن الشروط. شامی نعمانیه ۳/۴۳۱)، مجمع الأنهر ص۷۰۲ ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۶۸ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت.

پروگرام جس سے چند غیر مستحق حضرات کی شکم پری مقصود ہے، ایسی صورت میں وہ فیاض شخص خان پور میں ہی یہ جگہ یا اس کی قیمت مسجد کے لئے وقف کرنا چاہتا ہے، مسجد کی آمدنی قلیل ہے، مسجد کے مصارف پورے نہیں ہوتے، نیز مسجد کی چند دکانیں جس کے کرایہ سے مسجد کے اخراجات میں مدد ملتی ہے، خستہ حالت میں ہیں، اگر جلد تعمیر یا مرمت نہ ہوئی تو گرنے کا احتمال ہے، مسجد کی کوئی دوسری آمدنی نہیں ہے، جس سے یہ ضرورتیں پوری کی جاسکیں اور دو کانوں کی مرمت کر کے ان کو گرنے سے بچایا جاسکے، ایسی ضرورت کی حالت میں یہ جگہ اور اس کے ساتھ زیادہ رقم شامل کر کے مسجد اور اس کی آمدنی بڑھانے کے لئے وقف ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

۱- یہ کھلی اور خالی جگہ یا اس کی قیمت مسجد کے لئے وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲- نام نہاد مدرسہ یا انجمن کو وقف کرنے کی نیت سے خریدنے کے بعد مسجد کے لئے وقف کرنا مستحق ہے یا نہیں؟

۳- کسی مدرسہ یا انجمن کو وقف کرنے کی نیت سے خریدنے کے بعد مسجد کے لئے وقف کرنا درست ہے یا نہیں؟

۴- انجمن یا مدرسہ موجود ہو اور وہاں حاجت نہ ہو تو یہ جگہ کسی دوسرے کارِ خیر میں صرف کرنا کیسا ہے؟

۵- انجمن یا مدرسہ بھی ہے اور مسجد بھی، کیا مسجد کو مقدم رکھنا گناہ ہوگا۔

۶- خان پور کے بجائے دوسرے کسی شہر میں انجمن یا مدرسہ کو وقف کرنے کے بجائے خان پور میں ہی مسجد کے لئے یہ جائداد وقف کرنا ناجائز تو نہیں؟ آمدنی بڑھنے کی صورت میں بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ کے امکانات ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مدرسہ یا انجمن کی نیت سے خریدنے کے بعد بھی وہ جگہ خریدار کی ملک میں ہے، محض نیت

سے مدرسہ یا انجمن پر وقف نہیں ہوئی[1] اب اگر اس کے نزدیک مسجد کے لئے وقف کرنا زیادہ مفید ہوتو مسجد پر وقف کر دینے کا اس کو حق حاصل ہے۔

(۲) جب وہاں نہ مدرسہ ہے، نہ انجمن جو کہ مدرسہ بنائے اور چلائے تو پھر مسجد میں ہی وقف کر دے۔ (۳) اسکا نمبر: ا رمیں جواب آ گیا۔ (۴) اگر وہاں حاجت نہ ہوتو دوسرے کارِ خیر میں وقف کر دینا بہتر ہے[2]۔ (۵) گناہ تو بالکل نہیں۔ (۶) ناجائز نہیں جوصورت انفع ہواس کو اختیار کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایک جگہ کے وقف کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال:-کسی جائیداد کو ایک مصرفِ خیر کے لئے وقف کر دیا گیا، اس کے بعد اِس وجہ سے کہ دوسری جگہ اس کی ضرورت زیادہ ہے، تو اس جائیداد کو دوسری طرف منتقل کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

ایک شخص کی زمین پر دوسرے شخص کا غاصبانہ قبضہ ہے، اسکو مالک نے جامع مسجد کے نام وقف کر دیا اور کہہ دیا کہ متولی جانے، میں تو وقف کر چکا، اسکی مالیت ایک ہزار روپیہ کی ہوگی، لیکن وہ شخص قبضہ نہیں چھوڑتا اور ایک ہزار روپیہ کے بجائے دو ہزار روپیہ دینے کو تیار ہے، تو اس کو فروخت کر کے جامع مسجد میں ناکارہ جائیداد کو کارآمد بنالیں یا دوسری جائیداد خرید لے اور جامع مسجد ہی کے لئے ذریعہ آمدنی بنالیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

---

[1] وفی الروضة لا یصح الوقف الا بلفظ. (عمدة القاری للعینی ۲۴/۷، باب الشروط فی الوقف)، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۴۳ج۴ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۳۵۰ج۲ کتاب الوقف، الباب الأول.

[2] ونقل فی الذخیرة عن شمس الأئمة الحلوانی أنه سئل عن مسجد خرب ولا یحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی أن یصرف أوقافه إلی مسجد آخر؟ فقال: نعم، شامی ص۳۵۹ج۴ طبع کراچی کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد، المحیط البرهانی ص۱۵۱/۹ الفصل الرابع والعشرون فی الأوقاف، کتاب الوقف، طبع مجلس علمی ڈابھیل، البحر کوئٹه ص۲۵۲ج۵ کتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری جگہ اس حالت میں منتقل کردینا شرعاً درست نہیں [۱]

ایسی مجبوری میں اگر متولی دوہزار روپیہ لے کر کوئی اور جائیداد جامع مسجد کے لئے وقف کردے تو درست ہے: **ولو صَارت الارض بحال لا ینتفع بھا والمعتمد انه بلاشرطٍ یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیة وان لا یکون ھناک ریع للوقف یعمر به وان لا یکون البیع بغبنٍ فاحشٍ** [۲] (شامی ۳/۳۸۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۴/۸۹ھ

ایک وقف کو دوسری جگہ خرچ کرنا

سوال: - یہاں پر چونکہ الگ الگ مسجدوں کے اوقاف ہیں، لیکن چند آدمیوں نے مل کر تقریباً دس مسجدوں کے اوقاف اکھٹے کر کے ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنے لگے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف نے جو جائیداد جس مسجد کے لئے جداگانہ وقف کی ہے اس کی آمدنی اس مسجد میں

---

[۱] ولا یجوز للناظر تغیر ضیعة الواقف کما أفتی به خیر الرملی والخانوتی وغیرھما فکیف تباع العین بلا مسوغ شرعی الخ تنقیح الفتاوی الحامدیه، ص ۱۱۵ ج ۱ کتاب الوقف، المطبع المیمنة مصر، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفکر مصر، عالمگیری ص ۴۹۰ ج ۲ الباب الرابع عشر. مطبوعه ماجدیه کوئٹه،

[۲] شامی کراچی ۴/۳۸۶ کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، البحر کوئٹه ص ۲۰۷ ج ۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۴۰۱ ج ۲ الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط.

صرف کی جائے دوسری مسجد میں صرف نہ کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آمدنی کم ہونے کی وجہ سے وقف کی زمین فروخت کرنا

سوال:- مسجد کی کچھ زمین وقف شدہ ہے، اس زمین کے قرب وجوار میں آبادی ہوگئی ہے، اب اس کی آمدنی پہلے سے کم ہونے لگی، اب متولیانِ مسجد چاہتے ہیں کہ اس زمین کو فروخت کر دیا جائے اور دوسری زمین خرید لی جائے یا تبادلہ کرلیا جائے، لیکن واقف نے اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی تھی، تو اب اس کی فروختگی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین باقاعدہ مسجد کے لئے وقف ہے آمدنی کم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع جائز نہیں، اس کو اسی طرح رکھا جائے گا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند

آمدنی کم ہونے پر مکان موقوفہ کی بیع

سوال:۔ ایک مسجد کی موقوفہ زمین کی آمدنی سالانہ پچاس روپیہ ہے، اگر اس زمین کو فروخت

---

[1] وان اختلف احدهما بأن بنیٰ رجلان مسجدین اومسجداً ومدرسة ووقف علیهما اوقافا لا یجوزله ذلک (شامی کراچی ،ص ۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد)، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص۲۱۶ ج۵ کتاب الوقف.

[2] والثالث أن لا یشرطه أیضًا ولکن فیه نفع فی الجملة وبدله خیر منه ریعا ونفعا وهذا لا یجوز استبداله علی الاصح المختار. (شامی کراچی، ص: ۳۸۳، ج:۴، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه)، فتح القدیر ص۲۲۸ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه مصر، فتاوی قاضی خان علی الهندیة ص۳۱۰ ج۳ فصل فیما یدخل فی الوقف الخ مطبوعه کوئٹه.

کر کے دوسری زمین خریدی جائے، تو اس صورت میں سالانہ آمدنی پانچ چھ سو روپیہ ہوگی، لہٰذا متولی مسجد کی رائے سے اس زمین کو فروخت کر کے دوسری زیادہ آمدنی والی زمین خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کچھ روپیہ بچا کر بناء مسجد مذکور میں ضرورۃً لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس حال میں کہ باقی روپیہ سے بھی سالانہ پانچ سو روپیہ آمدنی ہونے کی توقع ہے اور مقدار زمین میں بھی پہلی زمین سے زیادہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین وقف کی جاتی ہے اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ بعینہ یہ زمین باقی رہے اور اسکے منافع کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، وہ زمین تجارت کیلئے نہیں دی جاتی ہے، لہٰذا اسکا فروخت کرنا اور زیادہ آمدنی کی زمین حاصل کرنا جائز نہیں،[۱] الا یہ کہ موقوفہ زمین سے انتفاع ہی ختم ہو جائے، تو اسکا حکم دوسرا ہے، اسکے عوض دوسری زمین خرید کر اسکی جگہ وقف کرنا درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیر موقوفہ کا سامان نئی تعمیر میں

سوال:- ایک مسجد کے قریب ایک کنواں ہے جس کو ایک تھانیدار نے زمینداروں سے لے کر رفاہ عام کے لئے آباد کیا تھا کچھ عرصہ کنواں جاری رہا پھر اس تھانہ دار کی تبدیلی پر دوسرے تھانہ دار نے جاری کرنے پر غور نہ کی اور سامان چوبی اکثر لوگوں نے اکھیڑ کر جلا دیا اور کچھ سامان بچ گیا، اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ بچا ہوا سامان مسجد شریف کی تعمیر میں لگایا جائے تو شرعاً اجازت

---

[۱] فاذا تم لزم لا یملک ولایملک، درمختار مع رد المحتار کراچی ص ۳۵۱، ۳۵۲/۴، کتااب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لا تعار، بحر کوئٹہ ص ۲۰۵/۵، کتاب الوقف، مجمع الانہر ص ۵۸۱/۲، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیرت،

[۲] قال ھشام: سمعت محمدا یقول الوقف اذا صار بحیث لا ینتفع بہ المساکین فللقاضی ان یبیعہ ویشتری بثمنہ غیرہ، بحر کوئٹہ ص۲۰۷/۵، کتاب الوقف، شامی کراچی ص۳۸۶/۴، کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، ہندیہ کوئٹہ ص ۴۰۱/۲، کتاب الوقف، الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف،

ہے، یا نہ اگر بعینہٖ نہ لگ سکے تو اس کو فروخت کر کے اس رقم کو محفوظ رکھیں اور دوسری جگہ سے قرضہ لے کر مسجد میں لگا دیں اور اس رقم سے قرضہ اتار دیں یہ کس طرح ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- اگر وہ کنواں آباد ہے اور اس کی ضرورت ہے تو وہ سامان اسی کنویں میں صرف کرنا چاہئے، اگر وہ غیر آباد ہے، اس کی ضرورت نہیں رہی، دوسرا کنواں موجود ہے، تو پھر اس سامان کو کسی قریب کے دوسرے کنویں میں حسب ضرورت صرف کر دیا جائے مسجد میں صرف نہ کیا جائے، لیکن اگر کسی دوسرے کنویں میں ضرورت نہ ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اس بقیہ سامان کو بھی دوسرے لوگ اٹھا کر لے جاویں گے تو پھر اس کو مسجد کی عمارت وغیرہ میں لگانا درست ہے، بہتر یہ ہے کہ وہ سامان فروخت نہ کیا جائے بلکہ بعینہٖ مسجد میں لگایا جائے اگر وہ کارآمد نہ ہو تو اس کی قیمت خرچ کی جاوے۔ (هكذا يفهم من مافي رد المحتار[۱] ۳/۵۷۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے روپیہ عیدگاہ میں لگانا یا بالعکس

سوال:۔ مسجد کے روپیہ سے عیدگاہ بنانا یا عیدگاہ کے روپیہ سے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] وكذا الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر الى اقرب مسجد أو رباط أو بئر اليه. (الدر على الرد کراچی ص: ۳۵۹، ج:۴، کتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد أوغيرهٗ) والذی ينبغی متابعة المشائخ المذكورين فی جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض...... ولا سيما فی زماننا فان المسجد أو غيره من رباط أو حوض اذا لم ينقل يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون . (شامی کراچی ص: ۳۶۰، ج:۴، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، شامی نعمانیه، ۳/۵۷۲, ۳۷۱)فتاوی قاضی خان علی الهندية ص۳۱۳ج۳ كتاب الوقف فصل فی المقابر والرباط، المحيط البرهانی ص ۱۵۱ ج ۹ كتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی الأوقاف التی يستغنی عنها

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف مسجد سے حاصل شدہ روپیہ سے عیدگاہ بنانا اور وقف عیدگاہ سے حاصل شدہ روپیہ سے مسجد بنانا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے وقف مکان کی بیع

سوال:- ایک متولّی صاحب نے مسجد کا وقف مکان سنی سینٹرل وقف بورڈ سے اجازت لے کر فروخت کردیا اس کا کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مکان مسجد کے لئے وقف ہو اس کو فروخت کرنے کے لئے سنی سینٹرل وقف بورڈ کی اجازت کافی نہیں، وقف شدہ مکان کی بیع کا حق نہیں، متولّی صاحب سے مطالبہ کیا جائے کہ اس کو کیوں فروخت کیا، یہ تو فروخت کے قابل نہیں ہے اور بیع کو فسخ کر کے حسبِ سابق مکان کو وقف قرار دیا جائے[2] فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/ ۹۰ھ

---

[1] اتحد الواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الواقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلا مسجدين اورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليها اوقافاً لايجوز له ذٰلک (الدرالمختار مع ردالمحتار كراچی، ص۳۶۰/ج۴/ كتاب الواقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوہ)، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف.

[2] فان باع القيم شيئًا من البناء لم ينهدم فالبيع باطل. (الهندية ص:۲/۴۱۷، مصری، كتاب الوقف الباب الخامس)، فإذا تم ولزم، لا يملک ولا يملک ولا يعار ولا يرهن الدر المختار كراچی ص۳۵۱ ج۴ كتاب الوقف، فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه مصر.

وقف کے مصارف اور اس کی بیع

سوال:- ایصالِ ثواب کے لئے پیچی کا باغ وقف ہے اور وصیت ہے کہ ہر سال میلا د شریف وکھانا مسکین ومسجد وغیرہ پیچی کی آمدنی سے کیا جاوے مگر چند مجبوری مثلاً پیچی چوری ہوجانا اس کی وجہ سے متوّلی صاحب نے پیچی کے باغ کو بیچ دیا۔ایسی صورت میں اس پیسہ کو اس مذکورہ کارِ خیر میں خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو کوئی اور صورت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کی بیع ناجائز ہے[1]،اس بیع کو فسخ کرکے روپیہ دے کر باغ واپس لیا جائے۔اگر باغ فروخت نہیں کیا بلکہ پھل فروخت کیا ہے تو حسب قواعدِ شرعیہ پھل کی بیع درست ہے۔[2]اس کی قیمت کو مسکینوں کی امداد مسجد کی مرمت اور بقرعید پر قربانی میں خرچ کیا جائے میلادِ مروجہ کی جگہ دینی مواعظ کا انتظام کیا جائے جن میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے حالات وارشادات کو بیان کیا جاوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند

موقوفہ زمین کی بیع

سوال:-تقریباً چالیس سال قبل ایک شخص نے کچھ زمین دینی درسگاہ کے لئے وقف کی تھی

---

[1] فان باع القیم نخلة حیة فالبیع باطل. الھندیه ص:۴۱۷، ج:۲، کوئٹه (بحذف) الباب الخامس من کتاب الوقف، البحر کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف، فتح القدیر ص۲۲۰ ج٦ کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت،

[2] وان کانت اشجار الدلب والخلاف ونحوہٖ جاز له بیعها لانها منزلة الغلة والثمرة. (الھندیه کوئٹه ص: ۴۱۷، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الخامس، البحر کوئٹه ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف.

اس کے بعد اس زمین کے اندر مدرسہ کا مکان بھی تعمیر ہوگیا تھا، وقف کرنے کے پانچ یا سات سال کے بعد کے حادثہ میں یہ مدرسہ بالکل نابود ہوگیا جس کی بنا پر مدرسہ کے متولّی صاحب نے یہ زمین اور مکان فروخت کردی، وقف کنندہ نے زمین خرید لی اس کے بعد مدرسہ کی دوسری وقف شدہ زمین کے ساتھ ساتھ سرکار کے محصول ادا نہ ہونے کی بناء پر گورنمنٹ نے یہ زمین نیلام کردی دوسرے ایک شخص نے گورنمنٹ سے خرید لی۔ وقف کنندہ نے اس شخص سے گفت وشنید کے بعد دوبارہ اس زمین کو حاصل کر لی، وقف کنندہ کے انتقال کے بعد اس زمین کے متصل مدرسہ کے مکان کی دوبارہ تعمیر ہوئی جو سرکاری زمین ہے اور اب یہ مدرسہ بھی سرکاری مدرسہ ہوگیا ہے، وقف کنندہ کے لڑکے نے یہ سوچا کہ ممکن ہے اس زمین کے عوض میں جو روپیہ ادا کیا گیا وہ مدرسہ کے کام میں نہیں لگا ہو، لہٰذا اس نے دوبارہ زمین کی قیمت کے اعتبار سے اتنے روپیہ مدرسہ میں خیرات کردیئے اور فی الحال لڑکا اس زمین پر اپنا مکان تیار کرا رہا ہے، اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس لڑکے کے لئے مندرجہ بالا طریقہ پر اس حاصل شدہ زمین پر اپنا قبضہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین ایک دفعہ صحیح طریقہ پر وقف ہوجائے تو اس کی خرید وفروخت جائز نہیں[1] لہٰذا اس کو چاہیئے کہ وہاں اپنا ذاتی مکان نہ بنائے بلکہ اس زمین کو کرایہ پر لیلے اور مکان بنالے، زمین مدرسہ کی رہے گی اور مکان اس شخص کا رہے گا، زمین کا کرایہ مدرسہ کو دیتا رہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۸/ ۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۹/۹/ ۹۰ھ

---

[1] متی صح الوقف لا یملک بیعه ولا یورث عنه. عالمگیری مختصراً ص: ۳۵۲، ج:۲، الباب الاول، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۵۲ ج۴ کتاب الوقف قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب الخ، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر مصر. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

بیع بشرط اقالہ اور وقف کی بیع

سوال:- مسلمانوں کے درخواست کرنے پر سرکار نے عیدگاہ کے لئے زمین صرف پانچ روپیہ شکرانے لے کر عطا کی اور اس کا قبالہ بھی عطا کیا چنانچہ اس عیدگاہ کی زمین کو مسلمانوں کے عام چندہ سے ہموار کرالیا گیا۔ نماز عیدین عرصہ تین سال سے اس عیدگاہ میں ادا ہو رہی ہے، آج کل عموماً حسب قانون جدید ہر قبالہ میں یہ عبارت مطبوعہ درج ہوتی ہے کہ بکار رفاہ عام سرکار جب چاہیں گے واپس لے لیں گے۔

نوٹ: میں بطور حاشیہ دوسرے مقام پر بسلسلۂ ہدایات سرکاری حکام ہدایت کی ہے کہ اگر عبادت گاہ تعمیر شدہ سدراہ ہوتو تا امکان اس کا خیال رکھا جائے اور اس فرقہ کے لوگوں کا دل دکھا کر جبراً نہ لی جائے اور صورت مسئولہ میں صرف زمین ہموار کردہ ہے، بسلسلۂ نظام اس کی قریب آبادی ہو جانے کی وجہ سے سمسان بھومی یا مرگھٹ قدیم اٹھایا جا کر خاص عیدگاہ مذکور کی زمین میں منتقل کیا گیا ہے اور منتقل کرنے سے سال بھر ہوا کہ سرکاری گزٹ میں اعلان بھی شائع ہوا تھا کہ اگر کسی کو کچھ (عذر) ہوتو ظاہر کرے اور صرف پندرہ ہی دن کی میعاد دی گئی تھی، چند آدمیوں کو علم ہوا انہوں نے عذر داری کی درخواست دی مگر ایک نہ چلی اور یہ عیدگاہ مذکورہ حضرات اہلِ حدیث صاحبان کی ہے اور ان میں سے چند معزز حضرات اور ان کے مولوی صاحبان نے اپنی منشاء کے موافق عیدگاہ کی زمین کے بدلے میں دوسری زمین لینا اور روپیہ لینا جائز بتلا کر عیدگاہ کی زمین سرکار کو دیدیا اور اب قریباً بیس روز ہوئے کہ خاص عیدگاہ کی زمین میں اور اس کے مشرقی اور شمالی جانب مرگھٹ بن گئے ہیں۔ اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن. چنانچہ حسبِ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ؂۲ وما بناه مستأجر أو غرسه فله مالم ينوه للوقف أى اذا بناه من ماله. (شامی كراچی، ص: ۴۵۵، ج:۴، كتاب الوقف. مطلب فى حكم بناء المستأجر فى الوقف بلا اذن)، البحر كوئٹه ص۲۰۴ ج۵ كتاب الوقف، عالمگیری كوئٹه ص۴۱۶ ج۲ الباب الخامس فى ولاية الوقف.

(۱) ہر پٹہ یا بیعنامہ کی مطبوعہ شرط واپسی سے اگر مشتری کی ملک نہیں تو رہن کی صورت ہے یا نہیں۔ (۲) ہر پٹہ یا بیعنامہ کی مطبوعہ شرط واپسی **بعد البیع عند الشرع باطِل** اور مانع وقف ہے یا نہیں۔ (۳) سب واقف مسلمان سکوت کرنے والے اور کوشش نہیں کرنے والے عیدگاہ فروشی کی نگاہ میں داخل ہیں یا نہیں۔ (۴) اب اگر عیدگاہ کی خاص زمین سے بڑی مشکل اور جانفشانی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے مرگھٹ جائیں تو یہ صورت ہوگی کہ عیدگاہ کے مشرق وشمال مرگھٹ رہیں گے اور ایک جانب شاہراہ قدیم گذرگاہ ہندو مسلم ہر دو کے ایک ہے، اس لئے دوفریق کا اجتماع وتصادم بہت ممکن ہے اور سوختگی مردگان کے ہوائی اثرات قرب وجوار یا اہلِ مرگھٹ کے گریہ وبکاؤ سے یا بصورت کھلے مصلی ہونے مقام مصلی پر مردہ جلانا یہ سب صورتیں ممکن ہیں۔ (۵) تمام مسلمان یا خبردار بے خبر سکوت میں ہیں اور اب اپنی جماعت میں سے بھی چند آدمیوں کا کوشش کرنے کا ارادہ ہے، اس لئے عرض ہے کہ اگر ہم پر کوشش کرنا ضروری ہے تو حتی الامکان کوشش کریں ورنہ چپ رہیں، حالاتِ حاضرہ پر توجہ تام فرما کر بروئے احکام شرعیہ مطہرہ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جائے کہ بصورت موجودہ ہم مسلمانوں کو کونسی صورت اختیار کرنی چاہئے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ شرط مفسد بیع ہے اور بیع فاسد کا فسخ کرنا ضروری ہوتا ہے، لیکن جب مشتری بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کرتا ہے، تو اس شئ پر ملکیتِ مشتری ثابت ہوجاتی ہے اور ایسی بیع کو اگر مشتری باقاعدہ وقف کردے تو شرعاً وہ وقف صحیح ہوجاتا ہے۔ **بیع الوفاء صورته ان یبیعه العین بالف علیٰ انه اذا رد علیه الثمن رد علیه العین ثم ان ذکرا الفسخ فیه او قبله اورزعماه غیر لازم کان بیعا فاسدا ۱ھ (درمختار**[۱] **ص:۲۴۲، ج:۴**

---

[۱] الدر مع الرد کراچی ص:۲۷۶-۲۷۷، کتاب البیوع. مطلب فی بیع الوفاء، شامی زکریا ص۵۴۵، ۵۴۷ ج۷، عالمگیری کوئٹہ ص۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع باب الصرف الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ، مطلب فی بیع الوفاء فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة ص۴۰۷،۴۰۶ ج۴ کتاب البیوع نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

مختصراً) ولو قبض المبیع بیعا فاسدا باذن بائعه ملکه ولکل منهما فسخه قبل القبض وبعده مادام فی ملک المشتری اھ مجمع الانھر[1] (بحذف) ص: ۶۵ و ۶۶، ج۲) فان باع المشتری مااشتراه شراء فاسدا بیعا صحیحا ای انعقد بیعه وکذا ینفذ لو اعتقه بعد قبضه او وهبه وسلمه او رهنه او اوصٰی به او وقفه وقفا صحیحا صح وسقط حتی الفسخ اھ (سکب الانھر. (بحذف) ص ۶۸[2]، ج۲)

(۲) یہ صورت وقف کی نہیں بلکہ بیع فاسد کی صورت ہے، کمامر فی الجواب الاول (۳) اگر اس کا وقف صحیح ہو چکا ہے، تو اس کو فروخت کرنا کسی حال میں جائز نہیں اس کی بیع ہی درست نہیں اس کی واپسی ضروری ہے اس کو فروخت کرنے والے گنہگار ہیں، حتی الوسع اہل علم وفہم وارباب حل وعقد کے مشورہ کے مطابق اس کی واپسی کی کوشش ضروری ہے۔

فاذا تم ولزم لا یملک ای لایصیر ملکاً لصاحبه ولایملک ای لا یقبل التملیک بغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه اھ (طحاوی ص ۵۳۴، ج۲)[3]

(۵،۴) اگر یہ وقف صحیح ہے جیسا کہ اس کے عیدگاہ ہونے سے ظاہر ہے تو حتی الوسع چھڑانے میں قانون داں اور تجربہ کار اہل علم کے مشورہ کے مطابق کوشش لازم ہے تمام چھوٹے یا بعض حصہ چھوٹے جتنا بھی ممکن ہوتا کہ اغیار کے تصرف وتملک سے محفوظ رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۷/۵/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دار العلوم دیوبند مفتی مدرسہ ہٰذا

صحیح: عبد اللطیف ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

---

[1] مجمع الانھر ص: ۹۴، ۹۵، ج:۳، فصل من کتاب البیوع قبل باب الاقالة، طبع بیروت. الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۸۸ ج ۵ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، البحر کوئٹہ ص ۹۱ ج ۶ فصل فی البیع الفاسد، قبیل باب الإقالة.

[2] الدر المنتقی علی المجمع الأنھر ص ۹۸ ج ۳ باب البیع الفاسد، قبیل باب الإقالة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وقفِ مشاع کی بیع مسجد کے تیل کی بیع

سوال:- ہمارے یہاں مسجد کے نام تین نوع کا وقف ہے،نوع اول کلی وقف خواہ زراعت کی زمین ہو یا دوکانیں ہوں، اس کی کل آمدنی مسجد میں لگاتے ہیں،نوعِ دوم جزئی وقف یعنی پورا کھیت نہیں بلکہ بسوہ دوبسوہ مسجد کے نام کل کھیت اپنے قبضہ میں اب نہ اس قدر قلیل کو کوئی خرید سکتا ہے اور نہ وقف کرنے والا اس کو چھوڑ سکتا ہے اور نہ اس کی آمدنی مسجد میں دیتا ہے صرف برائے نام وقف ہے،سو ایسی حالت میں بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ نوع دوم کی وقف وقف کرنے والے کے نام فروخت کردیں، اور کل آمدنی مسجد میں لگادیں سو یہ درست ہے کہ نہیں؟ سوم تیل وغیرہ کا وقف جو وقف کرنے والے نے اس نیت سے وقف کیا ہے کہ مسجد میں صرف ہو،اگر خرچ سے زائد ہو تو فروخت کر کے مسجد کے دوسرے کام میں لگانا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو زمین با قاعدہ وقف کردی گئی ہو اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں واقف نے بوقتِ وقف یہ شرط کی ہو کہ اگر اس زمین سے انتفاع نہ ہو سکے تو اس کے عوض دوسری زمین لے کر وقف کردی جائے تو اس کی شرط کے مطابق عمل درست ہے[1] جس قدر حصہ اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹہ ص۹۵ ج۶ باب البیع الفاسد، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۹۲ ج۵ باب البیع الفاسد.

[3] طحطاوی علی الدر ص۵۳۴ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعہ دارالمعرفة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص۳۵۰ ج۲ کتاب الوقف، الباب الأول.

(صفحہ ہٰذا) [1] وجاز شرط الاستبدال به ارضًا اخری حینئذ أو شرط بیعه ویشتری بثمنه أرضًا أخری اذا شاء. (الدر المختار علی رد المحتار. ص: ۳۸۷، ج:۳، نعمانیه، کتاب الوقف. مطلب فی استبدال الوقف وشروطه درمختار کراچی ص: ۳۸۴، ج:۴)، عالمگیری کوئٹہ ص۳۹۹ ج۲ کتاب الوقف الباب الرابع، مجمع الأنهر ص۵۷۶ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

نے وقف کیا ہے اس کی آمدنی اس کو خود استعمال کرنا جائز نہیں[1] بلکہ مسجد میں صرف کرنا واجب ہے متولّی اور دیگر اہلِ مسجد کو اس کے مطالبہ کا حق ہے، جو تیل مسجد کی ضرورت سے زائد آوے اس کو فروخت کر کے دوسری ضروریاتِ مسجد میں صرف کرنا درست ہے بشرطیکہ تیل دینے والا اس پر رضا مند ہو[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۴/ ۶۳ھ

عیدگاہ کے روپے سے اسپتال جاری کرنا

سوال:-(۱) مظفر نگر میں عیدگاہ کی دوکانوں سے کافی آمد ہے، عیدگاہ نمازیوں کے لئے ناکافی ہے، کافی مقدار میں نمازی سڑک پر ہوتے ہیں، رخ بھی بالکل قبلہ سے ہٹا ہوا ہوتا ہے، اتنی رقم ہے کہ عیدگاہ کو دومنزل بنا سکتے ہیں بایں صورت عیدگاہ کی رقم سے ہسپتال جاری کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) قبرستان میں دوکانیں وغیرہ بنانا جائز ہے، یا نہیں اگر بنالی گئی تو بقاء کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو رقم بطور چندہ عیدگاہ کے واسطے جمع کی گئی ہے، یا وقف عیدگاہ سے حاصل ہوئی ہے،

[1] فاذا تم ولزم لايملک ولا يملک. (تنوير الابصار على رد المحتار كراچی ص: ۵۱-۵۲، كتاب الوقف قبيل مطلب فی شرط واقف الكتب)، فتح القدير ص ۲۲۰ ج۶ باب الوقف، مطبوعه دارالفكر بيروت، هدايه ص۶۳۷ ج۲ كتاب الوقف، مكتبه ياسر نديم ديوبند،

[2] بعث شمعافی شهر رمضان الى مسجد فاحترق وبقى منه ثلثه اودونه ليس للامام ولا للمؤذن أن ياخذ بغير اذن الدافع .(البحر كراچی ص:۲۵۰، ج:۵) فصل فی احكام المساجد، شامی زكريا ص۵۷۴ ج۶ كتاب الوقف، مطلب فی الوقف إذا خرب الخ.

اس کو ہسپتال میں صرف کرنا یا اس سے ہسپتال جاری کرنا درست نہیں ہے، منشاء معطی اور منشاء واقف کے خلاف ہے، جس کا حق متولی کو نہیں متولی امین ہوتا ہے، اس کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے، شرط الواقف کنص الشارع کذا فی رد المحتار[1]

(۲) جو قبرستان مردے دفن کرنے کے لئے وقف ہے اور وہاں مردے دفن ہوتے ہیں وہاں دو کانیں بنانے کی اجازت نہیں ضرورتِ دفن کی خاطر دو کانوں کو وہاں سے ختم کیا جاسکتا ہے[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

موقوفہ زمین میں درخت لگانا پھر زیادہ آمدنی کے لئے ان کو کٹوا کر وہاں کھیتی کرنا

سوال:- زید نے ایک آراضی ایک مسجد کے مصارف کے لئے وقف کی، ان مصارف کی تفصیل اس طرح کی کہ اس کی آمدنی امام کی تنخواہ، فرش، جھاڑو، لوٹے، مرمت مسجد وغیرہ پر صرف کی جائے، کچھ عرصہ بعد اس پر دیسی آم کا باغ لگا دیا گیا، چونکہ وقت کافی گذر گیا ہے، اور درخت

---

[1] در مختار مع رد المحتار کراچی ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، البحر کوئٹہ ص۲۴۵ ج۳ کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، مکتبہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ،

[2] وسئل ھو ایضا عن المقبرة اذا اندرست ولم یبق فیھا اثر الموتیٰ لا العظم ولا غیرہ ھل تجوز زراعتھا واستغلالھا قال ولھا حکم المقبرة، عالمگیری کوئٹہ ص۴۷۰، ۴۷۱ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، المحیط البرھانی ص۱۴۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الثانی والعشرون فی المسائل التی تعود الی الرباطات والمقابر، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

پرانے ہوگئے ہیں، جس پر فصل بہت کم آتی ہے، جس کی آمدنی سے مسجد کے مصارف پورے نہیں ہوتے، تو کیا ان درختوں کو کاٹ کر اس پر کاشت کر کے مسجد کی آمدنی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شیرز خرید کر مسجد کی آمدنی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف نے آراضی وقف کی تھی، متولی خیر خواہ نے اس پر آم لگادیئے تا کہ آمدنی زیادہ ہوجائے، اب پھل کم آنے کی وجہ سے آمدنی کم ہوگئی اور درختوں کو کٹوا کر کھیتی کیلئے آراضی کو خالی کرانے میں زیادہ آمدنی کا ظن غالب ہے، تو اصحاب الرائے سے مشورہ لیکر اسکی اجازت ہے[1] درختوں کی قیمت مسجد کے ہی ان مصارف میں صرف کی جائے جن کیلئے آراضی وقف کی گئی تھی[2] قیمت زیادہ وصول ہو تو کوئی دوسرا جائز ذریعۂ آمدنی بھی خرید اجاسکتا ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وانما يحل للمتولى الاذن فيما يزيد الوقف به خيراً. (شامی کراچی ۴/۴۵۴، کتاب الوقف، مطلب انما يحل للمتولى الاذن فيما يزيد الوقف به خيراً) فان كان فى ارض الوقف نخلة فخاف القيم هلاكها كان له ان يشترى من غلتها فضلا فيغرسه لان النخل يفسد على امتداد الزمان فيهلک فينقطع ثمرها فكان ابقاء ها بالغرس مكانها حتى تبغى خلفا عن سلف للقيم ان يبدأ من غلة جملة الارض بمؤنة اصلاح تلک القطعة لانها اذا صلحت كثرة الغلة فكان انفع للفقراء المحيط البرهانى ص ۲۴ ج ۹، كتاب الوقف، الفصل السابع فى تصرف القيم.

[2] المتولى بناءهٗ وغرسه للوقف مالم يشهد أنه لنفسه قبله (درمختار مع الشامی کراچی ۴/۴۵۵، كتاب الوقف، مطلب فى حكم بناء المتولى وغيره فى ارض الوقف)، مجمع الأنهر ص ۶۰۴ ج ۲ كتاب الوقف مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الى الفقراء قيل لا وأنه صحيح ولكن يشترى به مستغلا للمسجد. (الهنديه، بلوچستان كوئٹه ۲/۴۶۳، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر)، المحيط البرهانى ص ۱۳۸ ج ۹ كتاب الوقف، نوع آخر فى المسائل التى تعود الى قيم المسجد وما يتصل به.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

﴿تولیت وقف﴾

متولی کس کو کہتے ہیں

سوال:- شرعی متولی کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص وقف کی نگرانی اور انتظام کرے وہ متولی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۹۱ھ

متولی کے فرائض

سوال:- متولی صاحب کے لئے کن امور کا انجام دینا ضروری ہے، براہ کرم تفصیل کے ساتھ جواب جلد دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد کی آبادی اور تمام ضروریات کا انتظام کرنا، حساب صاف رکھنا، مسجد میں

---

[1] المتولي: من تولّى أمر الأوقاف وقام بتدبيرها. (قواعد الفقه، دار الكتاب ديوبند ص:۴٦۴، الرسالة الرابعة التعريفات الفقهية)

غلط کام نہ ہونے دینا، نمازیوں اور امام کی حسب حیثیت مسجد سے متعلق تکالیف کو رفع کرنا، ہر ایک کا اس کی شان کے موافق شرعی اکرام کرنا، اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا عہدہ کا طالب نہ ہونا، احکام شرع کے تحت اپنی اصلاح میں لگے رہنا، یہ اوصاف جس متولی میں ہوں وہ قابل قدر ہے، اس کو علیحدہ نہ کیا جائے، جس متولی میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ ان اوصاف کو حاصل کرنے کی سعی کرے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی کی ذمہ داریاں

سوال:۔ متولی کے لئے کن امور کا انجام دینا ضروری ہے، برائے کرم تفصیل کے ساتھ جواب دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد کی آبادی اور تمام ضروریات کا انتظام کرنا، حساب صاف رکھنا، مسجد میں غلط کام نہ ہونے دینا، نمازیوں اور امام کا حسب حیثیت مسجد سے متعلق تکالیف کو رفع کرنا، ہر ایک کا اس کی شان کے موافق شرعی اکرام کرنا، اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا، عہدہ کا طالب نہ ہونا، احکام شرع کے تحت اپنی اصلاح میں لگے رہنا، یہ اوصاف جس متولی

---

[1] ولایولیٰ الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لایحصل به (الیٰ قوله) من طلب التولیة علی الوقف لایعطی (شامی کراچی، ص ۳۸۰/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی شروط التولیة، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، البحر الرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

میں ہوں، وہ قابل قدر ہے، اس کو علیحدہ نہ کیا جائے، جس متولی میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ ان اوصاف کو حاصل کرنے کی کوشش کرے [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۹۱ھ

متولّی کے اختیارات

سوال:- متولّی کے کیا اختیارات ہیں؟ عوام کی رائے ومشورہ کے بغیر وہ کوئی تصرف کا مجاز ہے یا نہیں؟ متولی کے عزل کے اسباب متولی کا عزل کن وجوہ سے ہوسکتا ہے اور عزل کا اختیار عوام میں کس کو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کام مصالحِ وقف کے موافق اور احکامِ شرع کے مطابق ہوں متولی کرسکتا ہے [۲]، جو اس کے خلاف ہوں اس پر اعتراض کا حق ہے۔

مصالحِ وقف کی رعایت نہ رکھنے اور خلافِ شرع عمل کرنے کی وجہ سے وہ مستحقِ عزل

---

[۱] ولایولیٰ الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر (الی قوله) وکذا تولیة العاجز لان المقصود یحصل به من طلب التولیة علی الوقف لایعطی له وهو کمن طلب القضاء لایقلد والظاهر انها شرائط الأولویة لاشرائط الصحة وان الناظر اذافسق استحق العزل (شامی کراچی، مختصراً ص ۳۸۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۲۶/۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۴۰۸/۲، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

[۲] للناظر التصرف فی الوقف بما فیه الحظ والمصلحة، وحیث عرض المتولی المشروط له، تنقیح الفتاوی الحامدیة ص ۲۲۱/۱، کتاب الوقف، الباب الثالث، فی احکام الناظر، مطبوعه مصر.

ہوتا ہے۔ بعد تحقیق جماعتِ منتظمہ خود یا کسی وقف بورڈ یا حکومت کے ذریعہ سے اسکو معزول کرایا جاسکتا ہے[1]۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/ ۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/ ۸۷ھ

متولی وقف کیسا ہونا چاہئے؟

سوال: -۱- تولیتِ مسجد کے لئے متشرع ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟ مسلمان متدین موجود ہو تو اس کو چھوڑ کر ناحق جو غیر متدین ہو اس کو متولی بنانا کیسا ہے؟

۲- متولی مسجد کس درجہ کا مسلمان ہونا چاہئے؟

۳- اگر واقفِ جائداد کو خود ہی متولی قرار دیدیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- متولی ایسے آدمی کو بنایا جائے جو امین ہو، (خائن نہ ہو) دیندار ہو (بددین نہ ہو) انتظامِ وقف کی اہلیت اور اس سے دلچسپی رکھتا ہو، اس کو بلا وجہ ہٹا کر یا ابتداءً ہی کسی فاسق غیر متدین کو متولی بنانا گناہ ہے: **وفی الاسعاف لایولّی الّا آمین قادرٌ بنفسه اوبنائبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لانَّ المقصود لايحصل به.** (بحر ص[2]:۲۲۶، ج:۵، کتاب الوقف)

---

[1] القيم اذا لم يراع الوقف يعزله القاضى. (شامى كراچى، ص: ۳۸۰، ج:۴ كتاب الوقف) مطلب فيما يعزل به الناظر، فاستفيد منه أنه اذا تصرف بما لا يجوز كان خائنا يستحق العزل(البحر الرائق كراچى، ص: ۲۳۴، ج:۵، كتاب الوقف)

[2] ص: ۲۲۶، ج:۵، كتاب الوقف، مطبوعه ماجديه كوئٹه، شامى كراچى ص ۴/۳۸۰، كتاب الوقف، مطلب فى شروط المتولى، عالمگيرى كوئٹه ص ۲/۴۰۸، الباب الخامس فى ولاية الوقف وتصرف القيم الخ.

۲-اس کا جواب نمبر ا سے واضح ہے۔

۳-درست ہے: **وان جعل الواقف غلة الوقف لنفسه او جعل الولاية اليه صح اى لو شرط عند الايقاف ذلك اعتبر شرطه** (بحر ص:۲۲۰، ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/ ۲/ ۸۹ھ

مسجد کا متولی کیسا ہونا چاہئے

سوال:۔ مہذب حسین ولد محمد حسن متولی مسجد ہونے کا خواہشمند ہے، مہذب حسین کی والدہ بے نکاحی ہی محمد حسن کے نکاح میں تھی، جس سے مہذب حسین پیدا ہوا تھا، مہذب حسین کے پاس جو بیوی ہے وہ بھی بے نکاحی ہے، وہ ولی محمد کی بیوی ہے، ولی محمد سے دو بچے بھی ہیں، ولی محمد نے طلاق بھی نہیں دی ہے، دفعہ ۳۵۴/ کے تحت مہذب حسین پر مقدمہ بھی چل رہا ہے، ایک غیر مسلم کے گھر چوری کی اور اس کی بیوی کی آبروریزی بھی کی، مسجد کا پیش امام ہونے کا اپنے کو اہل بتاتا ہے، کیا یہ متولی بنایا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد کا متولی ایسے آدمی کو تجویز کیا جائے، جو دیانت دار ہو، مسجد کو آباد رکھنے کا انتظام کرسکتا ہو، آمد وخرچ کا حساب صحیح صحیح رکھ سکتا ہو، سوال میں جو اوصاف مذکور ہیں ان کے پیش نظر شخص مذکور کو مسجد کا متولی ہرگز نہ بنایا جائے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/ ۳/ ۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/ ۳/ ۹۴ھ

[۱] البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۲۰/ ۵، کتاب الوقف، مجمع الانہر ص ۵۷۴/ ۲، کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، النہر الفائق ص ۳۲۵/ ۳، کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت. **(حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)**

مسجد کا متولی کیسا ہو

سوال:۔ پونہ کی چند مسجدوں میں ووٹنگ کے ذریعہ سے متولی چنے جارہے ہیں اس کے لئے کیا مسئلہ ہے؟ متولی حضرات مسجد کے کیسے ہونے چاہئیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

مسجد کا متولی ایسے آدمی کو بنایا جائے جو امانت دار ہو، سمجھدار ہو، مسجد کے انتظام کی صلاحیت رکھتا ہو، مسجد اور نماز سے محبت کا تعلق رکھتا ہو[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۳/۸۹ھ

مسجد کے لئے متولی تجویز کرنا

سوال:۔ مستری یامین ریلوے اسٹیشن مسجد کے متولی ہیں یہ مسجد وقف بورڈ میں نہیں ہے، اور نہ ہی مستری یامین وقف بورڈ کی طرف سے متولی ہیں، مستری یامین ۱۹۵۵ء سے یعنی ۲۵ ر سال سے اس کے متولی ہیں، اس مسجد میں مستقل امام نہیں رہتا صرف جمعہ ہوتا ہے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ولا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن (شامی کراچی، ص ۳۸۰/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، شامی زکریا ص ۶/۵۷۸، مطبوعه دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف تصرف القیم فی الاوقاف، البحر الرائق کوئٹه ۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ولایولیٰ الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود (شامی کراچی، ص ۳۸۰/ ج ۴: کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، البحر الرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

ہر جمعہ کو تقریباً بارہ تیرہ روپیہ چندے کے آتے ہیں اور دونوں کوٹھریوں کا کرایہ ۱۹؍ روپیہ ماہوار آتا ہے، مستری یامین سے اگر کسی نے حساب کو کہا تو حساب نہیں دیتے، جمعہ کے چندہ کو گھر لیجا کر رکھدیتے ہیں، کوئی رجسٹر وغیرہ بھی نہیں ہے، اپنا ذاتی معاملہ اور ذاتی روزگار بنا رکھا ہے، کچھ دنوں سے دو ایک صاحبان کی یہ رائے ہے کہ اس میں مستقل امام رکھا جائے، اور جمعہ کا چندہ جو کچھ بھی آتا ہے، اس کا حساب لگا کر باقی اپنے پاس سے امام کی تنخواہ پوری کردی جائے، لیکن مستری صاحب چندہ کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہتے ہیں، ان کا یہ کہنا ہے کہ چندہ سے کوئی مطلب نہیں، امام کی ماہواری تنخواہ کہیں سے پوری کی جائے، پھر کچھ صاحبان کی رائے یہ ہے کہ جب مستقل امام بھی نہیں رکھنا چاہتے اور چندہ بھی نہیں چھوڑنا چاہتے اور کوئی حساب وغیرہ کا رجسٹر بھی نہیں ہے، تو اس چندہ کو اعلانیہ بند کرادیا جائے، اب آپ براہ کرم اس کی پشت پر مفصل تحریر کریں کہ چندہ اعلانیہ بند کرادیا جائے، یا نہیں اور مسجد میں مستقل امام رہنا ضروری ہے یا نہیں صرف آپکے جواب پر منحصر ہے یہ فیصلہ شدہ بات ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

متولی کا فریضہ ہے کہ وہ مسجد کی آمدنی کا حساب اور مسجد کا نظم اذان اور جماعت کا اہتمام رکھیں محض چندہ وصول کرنے کے لئے متولی نہیں ہوتا[1]۔ اگر فہمائش کے باوجود متولی صاحب امام کا انتظام نہ کریں تو وہاں کے مقامی لوگ کسی مناسب آدمی کو امامت کے لئے تجویز کردیں، اور اعلان کردیں کہ امام صاحب کو تجویز کردیا گیا ہے، چندہ سے ان کی تنخواہ پوری کی جائیگی، لہٰذا چندہ دینے والے حضرات امام صاحب کو چندہ دیا کریں، اور امام صاحب

[1] لایولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر وکذا تولیة العاجز لان المقصود لایحصل به (شامی نعمانیه، ص ۳۸۵/ ج۳/ کتاب الوقف مطلب فی شروط المتولی، البحر الرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

باقاعدہ رجسٹر بنا کے چندہ کا حساب رکھیں، اسی طرح کرایہ کی آمدنی کا انتظام کر دیا جائے، اور چند آدمی مل کر وقف بورڈ میں درخواست دے کر متولی اور وقف کمیٹی کا تقرر کرالیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۱۴۰۰ھ

تولیت وقف کی تعین

سوال:-(۱) میں اپنی یہ جائداد جو اس کاغذ میں لکھی ہے وقف کرتی ہوں۔

(۲) مقرہ تاحیات خود متولیہ جائداد موقوفہ کی رہے گی اور اس کا اہتمام اور انتظام حسب وقف ھٰذا کرتی رہے گی، اور آمدنی جائداد موقوفہ ان اغراض میں صرف کرے گی جو وقف نامہ ہذا میں درج ہیں۔

(۳) بعد وفات منمقرہ کے میرے شوہر خوشوقت جلیل احمد خانصاحب اس جائداد موقوفہ کے متولی رہیں گے اور اہتمام وانتظام جائداد موقوفہ کا کرتے رہیں گے اور آمدنی جائداد موقوفہ ان مصارف میں سے کسی مصرف میں صرف کریں گے جو مصارف وقف نامہ ہذا میں درج ہیں۔ بعد وفات میرے شوہر خوشوقت جلیل احمد خانصاب کے منمقرہ کی اولاد میں جو از قسم ذکور سب سے عمر میں بڑا اور تدین میں زیادہ ہوگا وہ متولی ہوگا اور اہتمام وانتظام جائداد موقوفہ حسب وقف ہذا کرتے رہیں گے اور آمدنی جائداد موقوفہ ان اغراض میں صرف کریں گے جو وقف نامہ ہذا میں درج ہیں اسی طرح سلسلہ تولیت نسلاً بعد نسل چلا جائے گا۔

(۴) خدانخواستہ اگر جو سب سے بڑا تدین میں زیادہ ہو فوت ہو جائے تو پھر میری اولاد میں سے جو از قسم ذکور اس سے چھوٹا ہوگا وہ متولی رہے گا اور اہتمام جائداد موقوفہ کرتا رہے گا، اور آمدنی جائداد موقوفہ ان اغراض میں صرف کرے گا جو وقف نامہ ہذا میں درج ہیں اگر خدانخواستہ میری اولاد ذکور میں سے کوئی نہ رہے تو پھر سلسلہ تولیت مذکورہ بالا شرائط

کے ساتھ میری اولاد از قسم اناث میں منتقل ہوجائے گا، اور رہے گا جو میری اولاد اناث میں سے جو سب سے بڑی ہوگی وہ متولیہ ہوگی اس کے بعد اس سے چھوٹی الیٰ آخرہ اسی طرح یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل بطناً بعد بطن چلا جائے گا، اور جب کہ میرے بعد میرے شوہر بھی فوت ہوجائیں اور میری اولاد ذکور واناث اور میری اولاد کے سلسلہ ذکور واناث میں سے بھی کوئی باقی نہ رہے تو پھر میرے والد احمد سعید خانصاحب کی اولاد کے سلسلے میں سے ذکور وقت سب سے بڑا اور متدین حنفی المذہب از قسم ذکور ہوگا وہ متولی ہوگا اس کے بعد اس سے چھوٹا از قسم ذکور ہوگا اسی طرح یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن چلتا رہے گا، جب میرے والد احمد سعید خانصاب کی اولاد کے سلسلے میں سے بھی کوئی شخص از قسم ذکور باقی نہ رہے یا زندہ ہو مگر تولیت منظور نہ کرے تو پھر خاندان شروانیان سے جو بظاہر زیادہ متدین اور اہل ہوگا وہ متولی ہوگا۔

(۵) بعد ادائے مال گذاری ودیگر اخراجات ضروری متعلق تحصیل وصول ودیگر مطالبہ جات سرکاری جو منافعہ جائداد موقوفہ ہوگا اس سے دس روپے سال مندرجہ ذیل مصارف میں سے کسی مصرف میں صرف ہوتے رہیں، وہ مصارف یہ ہیں

تبلیغ واشاعت اسلام، وخدمات علماء وصلحاء ومدارس دینیہ عربیہ، واعانت امور ہر قسم متعلق مذہب اسلام وتعمیر مساجد وامداد بیوگانِ غیر مستطیع مسلمان ویتمیٰ غیر مستطیع مسلمانان۔

بعد منہائے ان دس کے باقی منافع جو بچے گا وہ اپنی حیات تک اپنے صرف میں لاؤں گی اور بعد انتقال میرے شوہر خوشوقت جلیل احمد خانصاحب اپنے صرف میں لائیں گے، اور میرے شوہر کے انتقال کے بعد میری اولاد کو حسب حصص شرعی یعنی بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کی جایا کرے گی اور یہ سلسلہ تقسیم کا میری اولاد میں نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن جاری رہے گا، میرے اور میرے شوہر کے بعد جب میری اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد اور اولاد الی آخرہ کے سلسلہ میں سے کوئی باقی نہ رہے تو پھر بعد ادائے مال گذاری ودیگر اخراجات ضروری متعلق تحصیل ضروری ودیگر مطالبہ جات سرکاری جو منافعہ جائداد مذکورہ ہذا

کا بچے گا اس میں سے بجائے دس کے تین سو روپے سال مصارف مذکورہ بالا مندرجہ وقف نامہ ہذا میں سے کسی مصرف میں صرف ہوا کریں گے اور باقی منافعہ میرے ان ورثاء شرعی کو بحصہ شرعی دیا جائے گا کہ جو ورثاء میرے والد احمد سعید خانصاحب کی اولاد میں سے ہوں خواہ وہ از قسم ذکور ہوں یا اناث اور جب میرے ایسے ورثاء بھی جو میرے والد احمد سعید خانصاب کی اولاد میں سے ہوں باقی نہ رہیں تو پھر ادائے مال گذاری ودیگر اخراجات ضروری متعلق تحصیل وصول ودیگر مطالبہ جات سرکاری جو منافعہ جائداد موقوفہ کا ہوگا، اس میں سے مبلغ ۵؍سو روپے سال مصارف خیر مذکورہ بالا وقف نامہ ہذا میں سے کسی مصرف میں صرف ہوا کریں گے اور باقی منافعہ جو بچے گا وہ متولی کو بطور حق الخدمت دیا جائے گا۔

(٦) اور مجھ کو ان قواعد وقف نامہ ہذا کے اندر تغیر وترمیم کا ہر وقت اختیار رہے گا مگر وہ ترمیم اگر رجسٹری شدہ ہوگی تو معتبر اور قابل عمل ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صحت وقف کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کے متولی بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تعیین کردی جائے، بلکہ اگر کسی کو بھی متولی مقرر نہ کرے تب بھی مفتی بہ قول کے موافق وقف صحیح ہوجاتا ہے: **لو وقف رجل ارضاله ولم يشترط الولاية لنفسه ولا لغيره ذكر هلال والناطفي ان الولاية تكون للواقف وذكر محمد رحمه الله في السير الكبير انه اذا وقف ضيعة اواخرجها الى القيم لا تكون له الولاية بعد ذٰلک الا ان يشترط لنفسه وهذه المسئلة مبنية علىٰ ما تقدم من ان التسليم شرط عند محمد فلا تبقى له ولاية الا بالشرط منه له وليس بشرط عند ابى يوسف فتكون الولاية له من غير شرط لنفسه وبه اخذ مشائخ بلخ ولو شرط ان تكون الولاية له ولا ولاده فى الولية القود وعزلهم والاستبدال بالوقف وفى كل ماهو جنس الولاية**

وسلمہ الی المتولی جاز ذٰلک اسعاف(ص[۱] : ۴۱) اور بھی کوئی شرط وقف نامہ میں خلاف شرع معلوم نہیں ہوئی، لہٰذا یہ وقف نامہ صحیح ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور......یکم ربیع الثانی ۵۵ھ

تولیت کے متعلق جو کچھ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا صحیح ہے، باقی اور دفعات میں اکثر جگہ اجمال ہے، جس جگہ رقم مقرر کی گئی ہے اگر بجائے اس کے آمدنی کا حصہ رکھا جائے تو اچھا ہے اسی طرح متولی کے لئے دفعہ (۵) کے آخر میں جو کچھ بچے وہ حق الخدمت تجویز کیا گیا ہے، یہاں بھی تعیین ہونی چاہئے۔تولیت کے شقوق میں گو تفصیل کی گئی ہے مگر پھر بھی ابہام اور اجمال باقی ہے، میں وقف کرتی ہوں کے بجائے میں نے جائیداد اور مندرجہ ذیل کو مصارف ذیل بشرائط ذیل وقف کر دیا ہو تو مناسب ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱/ربیع الثانی ۵۵ھ

کیا وقف کا متولّی خود واقف ہوسکتا ہے؟

سوال :- جائدادِ موقوفہ کی ولایت کا مستحق کون ہے؟ اور کس کو ولی بنانا بہتر ہے؟ واقف بھی متولّی بن سکتا ہے کہ نہیں؟ اس کی اہلیت کے جو شرائط ہوں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

واقف خود بھی متولی بن سکتا ہے[۲] جو شخص جائداد موقوفہ کا سب شرائط وقف دیانت

---

[۱] ھکذا فی المحیط البرھانی ص ۹/۲۰، الفصل السادس فی الولایۃ فی الوقف ادارۃ القرآن المجلس العلمی، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۰۸، الباب الخامس فی ولایۃ الوقف، قاضیخان علی الھندیۃ کوئٹہ ۳/۲۹۵، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجداً. (حاشیہ ۲ / اگلے صفحہ پر)

داری سے انتظام کر سکے وہ اہل ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حق تولیت کی تقسیم

سوال:-مسماۃ نبولی نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد وقف علی الاولاد کی جس کا متولی اپنے لڑکے محمود الحسن کو بنایا وقف نامہ میں آئندہ تولیت کے لئے حسب ذیل شرائط مقرر کیں جب کہ مسماۃ کے لڑکے محمود الحسن کو مقرر کیا۔

(۱)-محمود الحسن کے بعد اگر اولا ذکور نہ ہو تو وہ اپنی ہر دو بیویوں میں سے جس بیوی کو چاہیں محمود الحسن متولیہ قرار دیں وہ متولیہ ہوگی۔(۲)-محمود الحسن کے عدم تعین کی صورت میں اس کی دونوں بیویوں میں سے عمر کے اعتبار سے جو بڑی ہوگی وہ متولیہ ہوگی۔(۳)-محمود الحسن کے سلسلہ ذکور میں سے جو لڑکا خواندہ ہوگا وہ متولی ہوگا۔(۴)-متولیاں مابعد کو اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے بجائے اپنے سلسلہ ذکور واناث میں سے کسی کو بذریعہ تحریر رجسٹر شدہ متولی مقرر کر دیں قابل استفسار امر یہ ہے کہ مذکورہ شرائط تولیت کی روشنی میں وہ زوجہ جس سے محمود الحسن وقف نامہ کی تحریر کے بیس سال بعد عقد کیا اور جو تیسری زوجہ کی حیثیت رکھتی ہے، اور محمود الحسن کے انتقال کے وقت وہ جملہ زوجگان میں عمر کے اعتبار سے بھی کم ہے تو کیا یہ زوجہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] وقال اقوام ان شرط الواقف الولاية لنفسه كانت له. (البحر كراچي ص: ۲۲۵، ج:۵، كتاب الوقف، درمختار على الشامي كراچي ص ۳۷۹/۴، كتاب الوقف، مطلب في اشتراط الواقف الولاية لنفسه، النهر الفائق ص ۳۲۵/۳، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ولا يولى الا امين قادر بنفسه أو بنائبه. (شامي كراچي، ص: ۳۸۰، ج:۴، كتاب الوقف مطلب في شروط المتولي، عالمگيري دارالكتاب ص ۴۰۸/۲، كتاب الوقف، الباب الخامس، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۶/۵، كتاب الوقف)

یا اس کی اولاد مذکورہ شرائط وقف کے تحت متولی ہوسکتی ہے جب کہ محمود الحسن کی زوجۂ دوم جو محمود الحسن کی وفات پر متولیہ مقرر ہوئی تھی، حسب شرائط وقف نامہ تولیت کو اپنی لڑکی کے نام منتقل کر چکی تھی اور اب دفعہ نمبر ۵ تحریر رجسٹری کے ذریعہ مرحومہ کی متولیہ کی لڑکے نے تولیت باضابطہ اپنی لڑکی کے نام منتقل کر دی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زوجہ سوم اور اس کی اولاد اناث کو شرائط تولیت کے پیش نظر حق تولیت حاصل نہیں [۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/ ۹۲ھ

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہٗ ۱۳/۲/ ۹۲ھ

بے نمازی کا متولی مسجد ہونا

سوال:۔ جو متولی نماز نہیں پڑھتا ہے وہ قابل متولی رہنے کے ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

متولی کی اصل خدمت انتظام واہتمام مسجد ہے اس میں ماہر ہونا ضروری ہے، لیکن چونکہ متولی کو امین اور دیانت دار ہونا بھی لازم ہے، اور جو شخص تارک فرائض بھی ہے وہ فاسق ہے اور فاسق کو متولی بنانا جائز نہیں ''**الصالح للنظر من لم یسال الولایة للوقف ولیس فیه فسق یعرف هکذا فی فتح القدیر وفی الاسعاف لایولی الا امین قادر بنفسه**

[۱] التفویض المخالف لشرط الواقف لا یصح فاذا شرط للارشاد ففوض الأرشد فی المرض لغیر الأرشد وظهرت خیانته یولی القاضی الأرشد. (شامی کراچی ص: ۴۲۷، کتاب الوقف مطلب شرط الواقف النظر لعبد اللّٰه ثم لزید لیس لعبد اللّٰه أن یفوض لرجل اٰخر، مجمع الانهر ص ۶۰۴/۲، کتاب الوقف، دارالکتب العلمیة بیروت)

او بنائبه الخ عالمگیری[۱]، ص ۹۹۶/ ج ۲/ "۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی کا قوم واقف سے ہونا

سوال:۔ جس قوم نے یہ مسجد کی تعمیر کرائی ہے کیا یہ لازمی ہے کہ ہمیشہ کو متولی اسی قوم میں سے ہو اگر چہ کوئی وقف نامہ تحریری ایسی ہدایت کا موجود نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب واقف نے کسی کو متولی نہیں بنایا اور موجودہ متولی مال وقف کو صحیح مصرف پر خرچ نہیں کرتا، تو ارباب حل وعقد کو چاہئے کہ حاکم مسلم کے ذریعہ سے باقاعدہ متولی موجود کو معزول کرا کے دوسرے دیانتدار شخص کو متولی بنائیں[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۵/۵۷ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/ ج ۱/ ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // // //

---

[۱] عالمگیری، کوئٹہ، ص ۴۰۸/ ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الخامس، فتح القدير ص ۶/۲۳۱، كتاب الوقف قبيل فصل فى احكام المجسد، مطبوعه دارالفكر بيروت، النهر الفائق ص ۳/۳۲۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بروت، بحر كوئٹه ص ۵/۲۲۶، كتاب الوقف)

[۲] قال فى البحر، واستفيد منه ان للقاضى عزل المتولى الخائن (شامى كراچى، ص ۳۸۰/ ج ۴ كتاب الوقف مطلب فيما يعزل به الناظر، شامى زكريا ص ۶/۵۷۸، كتاب الوقف، مطلب فيما يعزل به الناظر، البحرالرائق ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف تحت قول وينزع لو خائناً الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعى ص ۳/۳۲۹، كتاب الوقف، قبيل فصل فى احكام المسجد، مطبوعه امداديه كوئٹه)

زبانی وقف اور خاندانِ واقف کا متولی ہونا جبکہ ان میں صلاحیت ہو

سوال: ۔زید کے والدمحترم نے مسجد کیلئے دینی اجتماع میں جگہ وقف کی، زبانی پنچوں نے اسے قبول کیا اور نماز ہونا شروع ہوگئی، زید کے والد کا انتقال ہوگیا تھا، زمین قانونی وقف نہیں تھی، اس لئے زید اوراس کے چچا جو پہلے وقف پر راضی تھے، اب ان لوگوں کی بھی نیت ہے کہ ہماری ملکیت رہے اور ہماری زیرنگرانی پکی مسجد بنے، اس کی نگہبانی اور حکمرانی ہماری ہو اوراس کی انکم (آمدنی) ہمارے پاس ہی ہو، ہماری مرضی کے خلاف کچھ بھی نہ ہو، پنچوں کواصرار ہے کہ قانونی وقف کریں، اوران کا کہنا ہے کہ میں ضروری نہیں سمجھتا کہ ابھی قانوناً وقف کریں، اورلوگوں کا کہنا ہے کہ نیت زید کی اوراس کے چچا کی بدل گئی ہے ایسی حالت میں اس مسجد میں یا اس جگہ پر نماز ہوتی ہے یانہیں؟ پڑھ سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

بظاہران لوگوں کا مقصود یہ ہے کہ مسجد پکی ہمارے انتظام اورنگرانی میں بنے اورآباد ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ واقف کے خاندان کے لوگ متولی اور منتظم ہونے کے وہ زیادہ مستحق ہیں جبکہ ان میں صلاحیت ہو۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمدنظام الدین غفرلہٗ // //

[1] ولایجعل القیم فیه من الاجانب ماوجدفی ولد الواقف واهل بیته من یصلح لذلک (الیٰ قوله) ومفاده ،تقدیم اولا د الواقف (شامی کراچی ،ص ۴۲۴/ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف، عالمگیری ص ۲/۴۱۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف الخ، مطبوعه کوئٹه، البحرالرائق ص ۵/۲۳۲، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

بانی کے اہل خاندان تولیت کے زیادہ حقدار ہیں

سوال:۔ پہلا متولی علیحدہ کردیا گیا، کیا ان کو حق ہے کہ کسی دوسرے کو زبانی اپنی طرف سے تقرر کردیں، جبکہ دوسرا متولی مالک مسجد کا بھائی اور یہ مسجد قدیمی میرے، بزرگوں کی رہی، میرا خاندان سب خرچ کرتا تھا اب میں خرچ کرتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

بانی مسجد کے خاندان میں جب تک متولی ہونے کے اہل موجود ہیں تو وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی تولیت میں وراثت

سوال:۔ایک مسجد قدیم مشہور چھوٹی مسجد واقع ہے، عمارت مسجد میں ضرورت کے وقت مناسب ترمیم واضافہ ہوتا رہا ہے، عام دستور کے مطابق تعمیر مسجد میں اوراس کے بعد ضروریات مسجد میں عام مسلمانوں کا پیسہ ہی صرف ہوتا رہا ہے، عمارت مسجد ایک قاضی صاحب پٹہ شدہ موقوفہ زمین پر ہے، اور قریب ۲۲/۲۳/سال سے اس مسجد میں پیش امام واقف کے ورثاء میں تھا، اس کو اہل محلّہ نے کسی خامی کی وجہ سے ہٹا کر دوسرا امام رکھ لیا، جو فی الحال امامت کرتا ہے، اس مسجد کے متصل ایک کنواں رفاہِ عام کے لئے بنا ہوا ہے، اس کی ضرورت

---

[1] مادام احد یصلح للتولیة من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۲۴/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف، المحیط البرهانی ص۲۳/ ۹، الفصل السادس فی الولایة فی الوقف، عالمگیری کوئٹه ۲/۴۱۲، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم)

ختم ہونے کی بنا پر حال ہی میں اہل محلّہ نے کنویں کی تعمیر ختم کر کے چند دوکانیں تعمیر کی ہیں، جو کرایہ پر اٹھی ہوئی ہیں، دوکانوں کی تعمیر وآمدنی دیکھ کر سابق امام کے ورثاء جو قاضی صاحب کے ورثاء میں ہیں، مسجد کی دوکانوں پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کر دیا ہے، کہ مسجد عام مسلمانوں کے بجائے واقف کے خاندان ہی کے لئے تیار کی گئی تھی، اور ہم اس کے مالک ہیں ہم ہی امامت کریں گے، اور آمدنی لیں گے، جس کی مرضی ہو اس مسجد میں نماز پڑھے یا دوسری مسجد میں پڑھے، تو کیا سابق امام کا دعویٰ موروثی وامامت کا کرنا اور اپنی خاندانی مسجد بنانا جائز ہے کیا مسجد میں اذان عام جمعہ وپنجگانہ باجماعت ہونے پر وہ مسجد وقف ہوئی یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اپنے ذاتی روپیہ سے مسجد بنادے اور عام اجازت نماز کی دیدے تو کیا اس کے مرنے کے بعد ورثاء کو اختیار ہے کہ اس میں نماز سے لوگوں کو روک دے؟

نوٹ:۔ یہ مسجد محکمۂ اوقاف میں بھی درج ہے اور سابق امام خاندانی قاضی نہیں ہیں، بلکہ محکمۂ اوقاف کی طرف سے مقرر کردہ ہیں، دراصل وہ قریشی ہیں، اور مسجد قاضیان کے نام سے مشہور ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

مسجد ذاتی روپیہ سے وقف شدہ زمین میں تعمیر کر کے عام مسلمانوں کو اجازت دیدی اور وہاں اذان اور جماعت پنجگانہ اور جمعہ کی نماز شروع ہوگئی، کسی پر کوئی روک ٹوک نہیں، اور محکمۂ اوقاف میں اس کا اندراج بھی مسجد ہی کے نام سے ہے، تو بلاشبہ وہ شرعی مسجد ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، نہ اس پر کسی کا دعویٔ ملک صحیح ہوگا، نہ وہاں کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جائیگا، مسجد قاضیان یا کسی بھی نام سے موسوم ہوجانے کی وجہ سے اس کے مسجد شرعی ہونے میں کوئی خلل نہیں ہوگا، مسجد اکبری، مسجد شاہجہانی، جہانگیری عالمگیری، بادشاہوں کے نام سے مشہور ہیں، بخاری شریف میں مستقل مضمون ہے، کہ مسجد بنی فلاں سے موسوم کرنا صحیح

ہے[1]، جو شخص جس مسجد میں نماز پڑھتا ہے، یا جس مکان کے قریب مسجد ہوتی ہے، اس کو اپنی مسجد کہا کرتا ہے، اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کی مملوکہ مسجد ہے، جو جائیداد مسجد کی زمین میں بنائی جائے اور اہل محلّہ چندہ کر کے مسجد کے لئے بنائیں، اس پر کسی خاص شخص یا خاندان کا دعویٰ ملکیت ہرگز صحیح نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴؍۷؍۹۳ھ

تبدیلیٔ تولیت

سوال:۔ مسجد اہل سنت والجماعت وقف کردہ محمود خاں ہے، بروقت تبدیلی، سکونت پاکستان میرے بھائی سید حامد حسین کو متولی کر گئے تھے، کچھ شرائط پورا نہ کرنے کی وجہ سے اب پاکستان سے خط رجسٹری آیا ہے، کہ سابق متولی کے بجائے دوسرے بھائی عبدالحفیظ

---

[1] عن عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ سابق بین الخیل التی اضمرت من الحفیاء وامدھا ثنیة الوداع وسابق بین الخیل التی لم تضر من الثنیة الی مسجد بنی زریق وان عبد اللہ بن عمر کان فیمن سادق بھا، بخاری شریف ص ۵۹/ ۱ ، کتاب الصلوة، باب ھل یقال مسجد بنی فلاں، مطبوعہ اشرفی بک ڈپو دیوبند.

[2] ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجداً (قال الشامیؒ) قلت وفی الذخیرة وبالصلوٰة بجماعة یقع التسلیم بلاخلاف حتی انہ اذابنی مسجداً واذن للناس بالصلاة فیہ جماعة فانہ یصیر مسجداً (درمختار مع الشامی کراچی،ص ۳۵۶؍ج۴؍ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد) لایباع ولایورث ولایوھب (شامی کراچی ،ص ۳۳۹؍ج۴؍ کتاب الوقف ،مطلب لووقف علی الاغنیاء وحدھم لم یجز، ھدایہ مع فتح القدیر ص۲۳۵/ ۶ ، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ دارالفکر بیروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۵۰/ ۲ ، کتاب الوقف، الباب الاول، فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک، شامی کراچی ص ۳۵۱/ ۴، کتاب الوقف، مطلب مھم فرق ابویوسفؒ، سکب الانھر ص ۵۸۲/ ۲، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)

خاں کو دیدی جائے، تو کیا مالک مسجد پاکستان سے متولی تبدیل کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مساجد اللہ تعالیٰ کی ہیں، کسی کی کوئی مسجد ذاتی ملک نہیں "وان المساجد للّٰہ" (الایۃ[1]) بانی مسجد کو حق ہے کہ جس کو مناسب سمجھے انتظام کے لئے متولی بنادے[2]، البتہ جو شخص دیانت دار نہ ہو یا انتظام کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کو بنانا درست نہیں[3]، اگر بنادیا تو اس کو الگ بھی کیا جاسکتا ہے، بلا وجہ الگ کرنا بھی درست نہیں[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بریلوی کی مسجد کا متولی دیوبندی ہو تو کیا کرے

سوال:۔ اگر اس ذہن کے لوگوں کی مسجد کا کوئی دیوبندی متولی ہو تو کیا اس کو تولیت سے علیحدگی دلوانا چاہئے یا نہیں؟

---

[1] سورہ جن پارہ ۲۹/ آیت ۱۸/ **ترجمہ**:۔ جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں، (بیان القرآن)

[2] ولایة نصب القیم الی الواقف (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۲۱/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیة ثم للقاضی، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۳۲، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۱۱، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

[3] قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحصل به، (شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۰۸، الباب الخامس فی ولایة الوقف، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

[4] وینزع المتولی لو ختنا ای یجب علی الحاکم نزعه اذا کان غیر مامون علی الوقف وکذا لو کان عاجزا نظرا للوقف وصرح بان ممایخرج به الناظر ما اذا ظهر به فسق کشرب الخمر ونحوه، النهر الفائق ص ۳/۳۲۷، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحر کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب یأثم بتولیة الخائن.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

تولیت سے علیحدگی اختیار نہ کرے بلکہ صحیح العقیدہ امام ومؤذن مقرر کرے کوئی کام خلاف سنت نہ ہونے دے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۶ھ

متولی مسجد اگر غافل یا خائن ہوتو کیا کیا جائے

سوال:۔ اگر کسی مسجد کے متولیان ومنتظمان مسجد کے انتظام میں غفلت وخیانت کریں، حساب آمدنی وخرچ کو ظاہر نہ کریں اوران کی غفلت سے مسجد کے انتظام میں خلل واقع ہوجائے اور مسجد کے کسی حصہ کو نقصان پہنچے یا مسجد کے کسی حصہ پر غیر مسلم کا قبضہ ہوجاوے، اور مسجد کی شان وعظمت برقرار نہ رہے تو ایسے منتظمان کو کیا شرعاً حق ہے، کہ اپنی نظامت پر قائم رہیں اورکیا مسلمانوں کو حق ہے کہ ایسے لوگوں کو تولیت سے علیحدہ کردیں، اوران کی جگہ ان لوگوں کو منتظم بنائیں جو کہ متدین ہوں، اورانتظام مسجد کو مطابق حکم شرح کے قائم رکھیں، براہ کرم جواب جلد عنایت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

قال فی الاسعاف ولایولی الاامین قادر بنفسہ اوبنائبہ لان الولایۃ مقیدۃ

---

[1] مسجد کی تولیت سے اصل مقصود مسجد کے نظام کو درست رکھنا ہے صحیح امام ومؤذن کا تقرر جماعت ضروریاتِ مسجد وغیرہ کا انتظام کرنا ہے اگر وہ شخص اس پر قدرت رکھتا ہوتو اس کو تولیت سے علیحدگی اختیار نہ کرنی چاہئے البتہ اگر وہ اس سے عاجز ہواور نظام درست رکھنے پر اس کو کسی طرح قدرت نہ ہوتو پھر وہ متولی نہ رہے اس لئے کہ تولیت کا مقصود حاصل نہیں ہوگا، **ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود وکذا تولیۃ العاجز لان المقصود لا یحصل بہ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، شامی زکریا ص ۶/۵۷۸، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی.**

بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه يخل بالمقصود وكذاتولية العاجز لان المقصود لايحصل به الى قوله والظاهر انها شرائط الاولوية لاشرائط الصحة وان الناظراذا فسق استحق العزل ولاينزل كالقاضى اذافسق لاينعزل على الصحيح المفتى بهاھ رد المحتار ص۵۹۵/ج۲/[1]

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر متولی خائن ہے یا غافل ہے یا عاجز ہے کہ موافق شرع وقف کا انتظام صحیح طور پر نہیں کرسکتا، اوراس سے وقف کو نقصان پہنچتا ہے، نیز یہ چیز شرعی شہادت سے ثابت ہے تو متولی مذکوراس تولیت سے علیحدگی کے قابل ہے یعنی حاکم وقت کے یہاں درخواست دیکر اورمتولی کی خیانت کو ثابت کر کے تولیت سے علیحدہ کرادیا جائے اوراس کی جگہ کسی دیندار صالح امین اورلائق شخص کو متولی کیا جاوے، تاکہ وقف کا انتظام شرع کے مطابق رہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ سہارنپور ۱۴/۶/ ۵۷ھ

اگرسوال مطابق واقعہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے، اگر سوال خلاف واقعہ ہے تو ایک مسلم پر غلط اتہام لگانے اور بلاوجہ بدنام کرنے کا وبال اورگنہ سائل کے ذمہ ہے۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/صفر، ۵۷ھ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

متولیان کی علیحدگی ذمہ داری پوری نہ کرنے پر

سوال:۔ متولیان اوقاف اپنے فرض منصبی کو ادانہ کریں، اوقاف کی ضرورت کو پیش نظر نہ رکھیں، اوقاف کی جائیداد کی حفاظت نہ کریں، اوقاف کی دوکانوں کا کرایہ وصول نہ

[1] ردالمختار، ص۳۸۵/ج۳/ نعمانيه (شامى كراچى ،ص ۳۸۰/ج۴/ كتاب الوقف، مطلب فى شروط المتولى. بحر ص۲۲۶/۵، كتاب الوقف، مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالميگيرى ص۴۰۸/۲، كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف، مطبوعه كوئٹه.

کریں، اوقاف کی مساجدوں کو جاکر کبھی نہ دیکھیں، مسجدوں میں حاضر ہوکر نماز باجماعت سوائے جمعہ کے کبھی ادا نہ کریں، صرف جمعہ کے دن دفتر اوقاف میں بیٹھ کر کاغذ پر حکم نویسی کریں، اور بستی کے تمام مسلمانوں پر اپنے آپ کو حاکم مانیں اور سب کو محکوم جانیں، اور تمام مسلمانوں کی بے عزتی پر آمادہ ہوں، مسلمانوں کی ناک کٹوائیں گردنیں کٹوائیں، ان کی عورتوں کو بیوہ کرانے کا ارادہ رکھیں، اور خود مسجدوں کی دوکانوں میں کم کرائے سے رہ کر ان کا کرایہ ادا نہ کریں، اور بستی میں کوئی شخص فی سبیل اللہ کام کرے تو اس کو کام نہ کرنے دیں، اور اس کے کام میں روڑے اٹکاویں، اور فتویٰ منگاویں، تو کیا ایسے اشخاص شرعی اعتبار سے متولی اور صدر رہنے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر واقعہ اسی طرح ہو تو ایسے لوگ اس منصب کے حقدار نہیں مگر بغیر تحقیق کوئی اقدام نہ کیا جائے جس سے فتنہ پیدا ہو۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی مسجد اگر مسجد کا انتظام نہ کرے تو اس کی برطرفی

سوال:۔ ایک مسجد ہے اس کے تین متولی ہیں، مسجد کی آمدنی سالانہ ایک ہزار روپیہ ہے، حضرات متولین کا خیال ہے کہ آمدنی کا سارا روپیہ کھالیں اور مسجد میں گھڑے

---

[1] قال فی البحر :قد منا انه لایعزله القاضی بمجرد الطعن فی امانته بل بخیانة ظاهرة ببینة (شامی کراچی ص ۳۸۰/ج۴/کتاب الوقف، مطلب یأثم بتولیة الخائن، بحر ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص ۲/۴۲۵، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف الخ، مطبوعه کوئٹه)

لوٹے تک کا انتظام نہ کریں؟

ایضاً:۔(۲) مسجد ہی کی کچھ زمین ہے جبراً انہیں لوگوں نے قبضہ کرکے اس پر مکان بھی بنوالیا ہے، یہ سب کیسا ہے؟ اگر ہم باہم مشورہ کرکے اسے وقف بورڈ کے حوالہ کردیں، اور حکومت ہی کے زیر اہتمام کوئی متولی ہوتو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ایسے متولیوں کو تولیت سے الگ کرنا واجب ہے، دیانت دار متبع شریعت بااثر چند حضرات کی کمیٹی بنالی جائے، اور موجودہ متولیوں کو برطرف کرکے وقف بورڈ کو اطلاع کردی جائے، کہ فلاں تاریخ سے فلاں کمیٹی کے سپرد مسجد اور اس کی جائیداد کا انتظام کردیا جائے، اور قانونی طور پر مسجد کی جائیداد اور آمدنی کو ان کے قبضہ سے نکال لیا جائے، اور آمدنی اور خرچ کا پورا حساب رکھا جائے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۶/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

جو متولّی اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے اس کا حکم

سوال:- اگر کوئی متولّی وقف شدہ عمارت سے اتنے عرصہ تقریباً ۱۲/سال بے تعلق رہے تو مسلمانوں کے کیا فرائض؟ ہیں نیز از روئے شرع متولی کا کیا حکم ہے؟

---

[۱] ولایولی الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یخل بالمقصود (الی قوله) وان الناظر اذافسق استحق العزل (شامی کراچی ،ص ۳۸۰/ج ۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی شروط المتولی، البحرالرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۲۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

الجواب حامداًومصلیاً

مسلمانوں کوایسی حالت میں چاہئے کہ کسی دوسرے شخص کومتولی مقرر کردیں[۱]، جو پوری ذمہ داری کے ساتھ وقف کی نگرانی اور خدمت کرے اور وقف کوضائع نہ ہونے دے اورحتی الوسع غرض واقف کے پورا کرنے میں ساعی رہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جومتولّی وقف کوفروخت کرے وہ مستحق عزل ہے

سوال:-کسی وقف کے متولی نے وقف کے ایک حصہ کو بیچ کر بقایا حصہ کی مرمت پر خرچ کردیا ہے کیا متولی کا یہ فعل شرعاً جائز ہے کیا ایسا شخص متولی رہ سکتا ہے؟ اورقاضیٔ شرع کی عدم موجودگی میں مسلمانانِ قصبہ کوایسے متولی کے عزل کاحق حاصل ہے یانہیں؟ بینواوتوجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً

وقف کے کسی حصہ کی بیع جائز نہیں وقف کی آمدنی کرایہ وغیرہ سے مرمت کرنا درست ہے[۳]۔ اگر حاکم مسلم کے ذریعہ سے وقف میں ناجائز تصرف کرنے والے متولی کوعلیحدہ کرنا

---

[۱] ولو كان خائنا تنزع منه ويوليه غيره سواء، سكب الانهر على هامش المجمع ص ۲/۶۰۴، كتاب الوقف، فصل اذا بنى مسجدا الخ، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، درمختار على الشامى كراچى ص ۴/۳۸۰، مطلب يأثم بتولية الخائن، النهر الفائق ص ۳/۳۲۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[۲] ولا يولى الا امين قادر بنفسه أو بنائبه. (شامى كراچى ص: ۳۸۰، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب فى شروط المتولى، عالمگيرى كوئٹه ص ۲/۴۰۸، الباب الخامس فى ولاية الوقف، البحرالرائق كوئٹه ص ۵/۲۲۶، كتاب الوقف)

[۳] اراد القيم أن يبيع بعضا منها ليرم الباقى بثمن مابا ع ليس له ذلك فان با ع القيم ينبغى للقاضى أن يخرج عن هذا الوقف ملخصاً. ......(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دشوار ہوتو پھر قصبہ کے ارباب حل وعقد علیحدہ کر سکتے ہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۲۳/۱۱/ ۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہٰذا

صحیح: عبد اللطیف ۵/ ذیقعدہ ۵۶ھ

جو متولّی وقف کی خدمت نہ کرے اس کو معزول کرنا

سوال:- خادم مذکور محی الدین صاحب کو مزار شریف اور قبرستان کی خدمت کو صحیح طریقہ سے سرانجام نہ دینے اور اپنی خوشی سے بکس مذکور کی آمدنی کو اپنے کام میں خرچ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت حل وعقد معزول کرسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ خادم مذکور نے عام قبرستان کی خدمت وحفاظت کی ذمہ داری سے صاف انکار کردیا تو وہ خود ہی معزول ہوگیا[2]، البتہ مزار کی خدمت کا وہ مقررہ ذمہ دار ہے، وہ مزار اس کے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ...... (الهنديه مصرى ص:۴۱۷، ج:۲ كتاب الوقف، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۳۴، كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳/۳۲۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت) ثم اعلم أن التعمير انما يكون من غلة الوقف. (الهنديه مصرى ص: ۴۱۴، ج:۲، كتاب الوقف، الباب الخامس، شامى كراچى ص۴/۳۶۷، كتاب الوقف، مطلب كون التعمير من الغلة الخ)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] فاستفيد منه انه اذا تصرف بمالا يجوز كان خائنا يتحقق العزل، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۳۴، كتاب الوقف، النهر الفائق ص۳/۳۲۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۴/۳۸۰، كتاب الوقف، مطلب فيما يعزل به الناظر.

[2] وينزع وجوبا لو غير مأمون او عاجز، درمختار على الشامى كراچى ص ۴/۳۸۰، كتاب الوقف، مطلب يأثم بتولية الخائن، النهر الفائق ص۳/۳۲۷، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلميت بيروت.

بڑوں کا ہے، عوام کو یہ تو حق نہیں کہ اس کے بڑوں کے مزار کی خدمت سے معزول کردیں، البتہ اگر وہ خدمت نہیں کرتا تو یہ حق ہے کہ جو معاوضۂ خدمت دیتے تھے وہ دینا بند کردیں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

متولی حساب نہیں دیتا تو تولیت سے الگ کرنا اور اس کے پیچھے نماز کا حکم

سوال:- بکر کو باتفاق نمازیاں ایک مسجد کا متولی بنادیا گیا جب عمر کے علم میں آیا تو اس نے آکر نمازیوں کو خوب ڈانٹا، اور دھمکایا، اور کہا کہ اس کا متولی پہلے بھی میں تھا، اور اب بھی میں ہی ہوں، عمر چونکہ دنیادار مالدار، اور بااثر ہے، لوگ خاموش ہوگئے، اور عمر متولی بن بیٹھا، عمر جس مسجد کا متولی اپنے کو بنایا ہے، اس کی آمدنی کے مختلف ذرائع ہیں، کچھ اوقاف ہیں، کچھ دوکانیں ہیں، لوگ شادی بیاہ میں بھی روپیہ دیتے ہیں، چندہ بھی ہوتا ہے، لیکن عمر کوئی حساب نہیں دیتا، اگر حساب مانگا جاتا ہے، تو لڑنے لگتا ہے، پولس کی دھونس دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ متولی ہوں، جو چاہوں جہاں چاہوں، اختیار کلی رکھتا ہوں کسی کو بولنے یا پوچھنے کا مجھ سے کوئی حق نہیں عمر کا یہ عمل ہے اور وہ اپنے اس عمل پر بے حد مصر ہے، اصلاح ناممکن ہے، اگر عام مسلمان ان باتوں کی وجہ سے اس کو تولیت سے علیحدہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ متولی ان حالات میں نماز پڑھانا چاہے تو نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟

---

[1] الأجر لا يملك بنفس العقد ولا يجب تسلميه به عندنا عينا كان أودينا (الى قوله) ثم الاجرة تستحق باحد معان ثلاثة اما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه (الهندية بلوچستان کوئٹہ ص: ۴۱۲، ج: ۴، كتاب الاجارة، الباب الثانی متی تجب الاجرة)

الجواب حامداًومصلیاً

اگروہ انتظام اور حساب صحیح رکھتا ہے، خیانت ثابت نہیں تو الگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں فتنہ ہے، اسلئے کہ جب سب نے بالاتفاق بکر کو متولی بنایا تو پھر اپنے اثر وقوت سے عمرو زبردستی متولی بن گیا، اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا اور پولیس کی دھونس دیتا ہے، جس سے سب خائف ہیں، تو اس کو الگ کیسے کریں گے، اگر وقف کی آمدنی کی جانچ، وقف بورڈ سے کرانے کا انتظام کردیا جائے، تو یہ صورت قابل اطمینان ہوگی[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱/ ۹۱ھ

حساب نہ کرانے کی وجہ سے بجائے متولی کے چندہ فنڈ میں جمع کرنا

سوال:۔ یہاں قصبہ میں متولیان مساجد کی طرف سے اکثر لوگ شاکی رہتے ہیں، چونکہ بعض متولی آمد وصرف مسجد کی حساب فہمی اہل محلّہ کو نہیں کراتے حتی کہ بعض متولی سے خیانت ثابت ہوتی ہے اور یہاں قصبہ میں ایک اسلامی فنڈ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمانان قصبہ سے حسب حیثیت چندہ قرض لیا جاتا ہے، اور غریب مسلمانوں کو بالخصوص زیور لے کر بلاسود قرضہ دیا جاتا ہے، اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ متولیان مساجد بھی سرمایہ مساجد کو اسلامی فنڈ میں اپنی ذمہ داری پر بطور قرض کے داخل کردیں، اور جس وقت صرف کے لئے ضرورت ہوا کرے فنڈ سے واپس لیکر صرف کردیا کریں، کیونکہ فنڈ کا یہ قاعدہ

[۱] قال فی البحر: قد منا أنه لایعزله القاضی بمجرد الطعن فی أمانته (المتولی) بل بخیانة ظاهرة ببینة (شامی کراچی ص: ۳۸۰، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب یا ثم بتولیة الخائن، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۲۵، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

ہے کہ قرض دہندہ اپنا قرضہ کل یا جزا اپنی ضرورت پر جس وقت واپس لینا چاہتا ہے، اسوقت اس کو واپس دے دیا جاتا ہے، خیال ہے کہ اس صورت میں رقم مساجد محفوظ ہو جائے گی، اور ہر شخص کو حساب فہمی میں آسانی ہوگی، آیا اس صورت میں رقم مساجد کو فنڈ میں بطور قرض کے داخل کر کے اس پر تصرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

(۱) اگر متولی مسجد سے خیانت ثابت ہو جائے تو باقاعدہ حاکم وقت کے ذریعہ اس کا ثبوت دے کر تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے، اور اگر محض شبہ وظن ہے ثبوت نہیں تو علیحدہ نہ کیا جائے، البتہ متولی کو لازم ہے کہ جملہ حساب کتاب صاف رکھے، یا ارباب حل وعقد کی ایک کمیٹی بنادی جائے، تاکہ کسی کو شبہ واعتراض کی گنجائش نہ ہو "**فان طعن فی الوالی طاعن لم یخرجه القاضی عن الولایة الابخیانة ظاهرة،عالمگیری ،ص ۴۲۰/ج۲**"[1]

سرمایہ مساجد متولی کے پاس امانت ہوتا ہے اس کو اپنے کام میں لانا یا کسی کو قرض دینا درست نہیں، اس کو صرف مسجد کے کام میں خرچ کرنے کا حق ہے ناحق اگر تصرف کرے گا تو ضامن ہوگا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الهندیه، کوئٹه ،ص ۴۲۵/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الخامس فی ولایة الوقف، شامی زکریا ص۶/۵۷۸ ، کتاب الوقف مطلب یأثم بتولیة الخائن، البحرالرائق ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف، تحت قول المتن، وینزع لو خائنا کالوصی الخ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[2] لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیاله ولا اقراضه فلو اقرضه ضمن (بحر، کوئٹه، ص ۲۳۹/ ج۵/ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۴/۳۳۸، کتاب الودیعت، الباب الاول، بحر کوئٹه ص۷/۲۷۵، کتاب الودیعة)

متولی کا شرائط واقف کے خلاف عمل

سوال:- چند مسلم واقفوں نے انجمن کو بذریعہ رجسٹری ایک قطعۂ آراضی وفنڈ مذکورہ انجمن کو متولی قرار دے کر حوالہ کیا تاکہ اس پر ایک عمارت دینی مدرسہ چلانے کے لئے تعمیر ہو اور ساتھ میں چند شرائط رکھی گئیں۔

۱- متوّلی انجمن اس زمین پر ایک دو منزلہ پکی عمارت تعمیر کرائے جس میں لڑکوں اور لڑکیوں کا مدرسہ ہو۔

۲- اس زمین پر مدرسہ کی عمارت کے علاوہ کسی قسم کی دوکانیں ورہائشی مکانات یا کسی قسم کی عمارت تعمیر نہ ہو۔

۳- ایک منزل لڑکوں کے لئے دوسری منزل لڑکیوں کے لئے مخصوص ہو۔

۴- جو فنڈ اس وقف نامہ اور زمین کے ساتھ دیا گیا ہے وہ صرف تعمیرِ عمارت پر ہی صرف ہو۔

۵- اس مدرسہ میں دینی تعلیم پر خاص توجہ دی جائے اور ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کا بھی خیال رہے۔

۶- مدرسہ میں داخلہ کے وقت محلّہ کے لڑکے لڑکیوں کو اولیت دی جائے۔

۷- متوّلی انجمن جلد از جلد تعمیر لائسنس حاصل کر کے عمارت کی تعمیر مکمل کرائے۔

۸- متوّلی انجمن واقف حضرات میں سے تعمیر کمیٹی میں دو اصحاب کو لے اب مذکورہ متوّلی انجمن تمام شرائط نامہ کی حسبِ ذیل خلاف ورزی کر چکا ہے۔

(۱) تعمیری کمیٹی میں کسی دو واقف حضرات کو نہیں لیا گیا۔ (۲) دوکان کی تعمیر زمین پر ہوئی، (۳) بچوں کی تعلیم کے لئے دو منزلہ کے بجائے ایک منزلہ تعمیر ہوئی، (۴) بجائے مدرسہ میں دینی تعلیم جاری کرنے کے متولی انجمن نے اپنا پہلے سے چلتا ہوا مڈل اسکول جو

دوسری جگہ تھا، اس کو اس عمارت میں منتقل کر دیا، تا کہ حکومت سے ملنے والا گرانٹ وکرایہ بدستور ملتا رہے، اب مسلمانانِ محلّہ مصر ہیں کہ انجمن مذکورہ کی تولیت کو ختم کیا جائے، کیا انجمن مذکورہ کی تولیت شرعی رو سے برقرار رہ سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

متولّی کو واقف کے شرائط کی پابندی لازم ہوتی ہے، جب تک وہ شرائط موافق شرع ہوں[1]، اور وقف کے لئے نافع ہوں مضر نہ ہوں، جو متولّی شرائطِ وقف کے خلاف کرے وہ تولیت سے علیحدگی کا مستحق ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۵/ ۹۳ھ

بلاوجہ متولی کو ہٹانا

سوال:-(۱) یہاں پر مسلمانوں کی کثیر آبادی ہے، اور یہاں ایک مسجد ہے، قبل ایک حاجی صاحب نے مسجد بنوائی اور کچھ جائداد وغیرہ وقف نہیں کیا بعد میں چند لوگوں نے ہند ومہاراجہ سے کہا اس نے پندرہ ایکڑ زمین قبرستان اسکول مسجد میں دیا، اس جگہ میں حاجی صاحب مسجد بنوائی اور اراکین کمیٹی کام کرتے چلے آئے اور مکمل جائداد وغیرہ سب انجمن اسلامیہ کے نام سے رجسٹرڈ ہیں یہ انجمن بھی رجسٹرڈ ہے، بعد میں ووٹ کے ذریعہ نئے صدر منتخب ہوئے، صدر کا تقرر کو تقریباً ۱۹۶۲ء سے ہوئے آج تک چلا آتا ہے، ۱۹۶۲ء کے قبل

---

[1] فان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. (شامی کراچی ص: ۳۴۳، ج:۴ کتاب الوقف، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز)

[2] القيم اذا لم يراع الوقف يعزله القاضي. (شامی کراچی ص: ۳۸۰، ج:۴، کتاب الوقف فیما یعزل به الناظر، البزازية على هامش الهندية ص ۶/۲۵۳، کتاب الوقف فی نصب المتولی الخ، البحر کوئٹه ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف)

ان لوگوں نے انجمن کو کچھ ترقی نہیں دی اور اس وقت ماہواری بارہ سو روپے وصول ہوتا ہے، بعد میں چند مخالف نکلے اور مخالفت کرتے رہے انجمن اسلامیہ رجسٹرڈ ہے وہ وقف بورڈ کے ہاتھ دے سکتا ہے یا نہیں؟

اگر وقف بورڈ انجمن پر زبردستی کرے کیا یہ ٹھیک ہے؟ قبل جو ماہواری مکان کا کرایہ ایک سو ساٹھ روپے وصول ہوا کرتا تھا، مسجد کی زمین تھی، صدر صاحب نے بندو ماڑواڑی بنگالی وغیرہ سے کہا کہ ہم مکان بنوائیں گے تم کو مکان لینا ہے، لوگوں نے کہا کہ ہاں انہوں نے کہا کہ تم کو مکان دیں گے لوگوں کو کل رقم اٹھارہ ہزار لیا اور مکان کی تعمیر ہوگئی فی الحال جس کا کرایہ ماہواری بارہ سو روپیہ ہے کیا اس حالت پر مخالف کہتے ہیں کہ وقف بورڈ کو دینا اس حالت میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) انجمن اسلامیہ اگر رجسٹرڈ ہے، اور وہ صحیح انتظامات کرتی ہے، وقف کی آمدنی کو ضائع نہیں کرتی نہ حسابات میں خرابی ہے تو وقف بورڈ کو اس سے زبردستی لینے کا حق نہیں نہ قانوناً نہ شرعاً اس سے تحفظ کی قانونی تدبیر اختیار کی جائے۔

(ب) اس کا حکم نمبر ا کی طرح ہے، وقف بورڈ کو نہ دیا جائے[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲/ ۹۱ھ

---

[1] مستفاد: قال فی البحر قد منا أنه لایعزله (المتولی) القاضی بمجرد الطعن فی أمانته بل بخیانة ظاهرة ببینة. (شامی کوئٹه ص ۳/۴۲۱، کتاب الوقف، مطلب یأثم بتولیة الخائن، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۲۵، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف)

ذاتی مسجد میں متولی کا حال

سوال:۔ یہاں متولی صاحب کی اپنی ذاتی مسجد ہے وقف جائیداد سے خرچ کرتے ہیں، نہ کوئی کمیٹی ہے، اور نہ کاموں میں کسی مقتدی سے صلاح ومشورہ لیتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

مسجد کسی کی ذاتی ملک نہیں ہوتی[۱] متولی کووقف کی جائیداد کا حساب کتاب رکھنا لازم ہے، اگر غلط طریقہ پر صرف کریگا تو سخت باز پرس ہوگی[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۳/۲۰ھ

ایک متولی کے مظالم

سوال:۔ ہمارے موضع سلطان پور کناری میں ایک جامع مسجد ہے، اس مسجد کے پیچھے ایک حصہ خالی پڑا ہوا تھا، مسجد کو بڑھانے کے لئے اس خالی حصہ میں ایک کھنڈ تعمیر کیا مگر اسکی صرف دیواریں تیار ہوئی تھیں چھت اس پر نہیں ڈال سکے تھے کہ اس کا کام رُک گیا، اور کام رکنے کی وجہ یہ ہوئی کہ منشی نورالحسن کا بھائی جس کے پاس مسجد کا روپیہ تھا وہ روپیہ لے کر بھاگ گیا تقریباً ۱۸/سال ہوگئے، وہ کھنڈ اسی طرح پڑا ہوا ہے، چندسال پہلے لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ اس حصہ کو چھپوا دینا چاہئے، چنانچہ لوگوں نے پیسہ اکٹھا کر کے امام صاحب کے

---

۱ ان المساجد للّٰہ، سورۂ جن آیت ۱۸/

ترجمہ:۔ جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں (بیان القرآن)

۲ فاستفید منه انه اذاتصرف بمالا یجوز کان خائنا یستحق العزل (بحر، کوئٹه، ص ۲۳۴/ ج۵/ کتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بروت، شامی کراچی ص ۴/۳۸۰، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر)

پاس رکھدیئے، امام صاحب کا حج کا سفر تھا، اسلئے امام صاحب نے چلتے وقت لوگوں سے کہا کہ اس روپیہ کو تم جس کو دینا چاہو دیدو میں سفر حج میں جارہا ہوں، اور پیسہ لاکر لوگوں کے سامنے رکھ دیا، منشی نورالحسن گاؤں کا بڑا آدمی ہے سب پر اس کا رعب ہے، اس نے کھڑے ہوکر کہا کہ پیسہ میں رکھوں گا، لوگ ناراض ہوئے کہ مسجد کا پیسہ اس کے پاس نہیں رکھنا چاہئے یہ بھی اپنے بھائی کی طرح ضبط کرجائے گا، اس جملہ پر منشی نورالحسن کو غصہ آیا اور یہ کہا کہ اس پیسہ کو ہم سے کون لے سکتا ہے کسی کی طاقت نہیں ہے، اس پر ایک شخص مجلس میں کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ منشی صاحب تم کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ مسجد کا روپیہ ہے یہ تو امانت ہے، منشی کو اس پر سخت ناراضگی ہوئی اور اس شخص کی خوب پٹائی کی اور خود جبراً متولی بن بیٹھا، اورکوئی جواب ان پیسوں کا آج تک نہیں دیا، اس مسجد کی چار دوکانیں ہیں، تیس روپے ماہوار ان کو کرایہ پر دے رکھا ہے سب پیسہ خود ہی وصول کرتا ہے، اور اس پیسہ کا حساب نہ تو گاؤں والوں کو دیتا ہے اور نہ ہی اس کو مسجد میں لگواتا ہے، اس سال پھر لوگوں نے مشورہ کیا کہ مسجد کے اس نئے حصہ کو مکمل کرلیا جائے، اور مشورہ سے خزانچی دوسرا مقرر کیا، چنانچہ چندہ وصول کرنا شروع کردیا، ہر چندہ دینے والا یہ کہتا ہے کہ ہم تمہارے اعتماد پر روپیہ دے رہے ہیں، اس کو مسجد میں لگانا ضروری ہے، اگر نہ لگایا تو ہمارا روپیہ واپس کردینا، جب کچھ پیسے جمع ہوگئے، اور کچھ سامان بھی آگیا، تو لوگوں نے منشی نورالحسن سے دوکانوں کے کرایہ کا حساب مانگا، منشی نورالحسن نے حساب دینے سے انکار کردیا، لوگوں نے کہا کہ اگر تمہارے پاس پیسہ نہیں ہے یا تم مسجد کا پیسہ نہیں دیتے، تو مسجد کی دوکانیں چھوڑ دو، اس پر منشی کو غصہ آیا اور یہ کہا کہ میری بادشاہت ہے، میں یہ کرایہ کسی کو نہیں دے سکتا اور میں اس سے اپنا قبضہ ختم نہیں کرسکتا، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پھر خود جبراً متولی بن بیٹھا اور مسجد میں اپنی حکومت چلائی، کسی کو مسجد میں بولنے کا حق نہیں ہے، سوائے اس کے اگر کوئی مسجد کے متعلق بولتا ہے، تو اس کے ساتھ مار پیٹ کرتا ہے، اور برا بھلا گالی گلوچ کرتا ہے، اس طرح اس نے چھ اماموں کو ذلیل کرکے

مسجد سے نکالا ہے، گاؤں کا کوئی بھی آدمی ان سے ناراض نہیں تھا، سوائے منشی نورالحسن کے اور نہ ہی ان میں سے کسی کے اندر ایسا نقص تھا جو قابل اعتراض ہو اور امام کی شان کے خلاف ہو مگر منشی نے ان پر اعتراض کیا، ایک امام صاحب کے گھر میں آگ لگادی اور اس کو بھگا دیا، ایک امام صاحب نے بچوں کو حفظ شروع کرادیا، تو اس پر ناراض ہوا اور کہا کہ تم نے مکتب خراب کردیا، اور سب بچوں کو بھگا دیا، اور امام صاحب کو بھی رخصت کردیا، حالانکہ گاؤں کی ۸/ ہزار کی آبادی ہے مگر کوئی حافظ نہیں ہے، جنازہ کی نماز پڑھانے والا بھی کوئی نہیں ہے، امام صاحب اگر نہ ہوں تو جنازہ کی نماز کے لئے پریشانی ہوجاتی ہے، کسی امام کو خطبہ پڑھنے پر جھڑک دیا جس کی وجہ سے امام صاحب خود چلے گئے، کہ میں کسی کا تابع بن کر نہیں رہوں گا، کسی پر یہ اعتراض کیا کہ تم دوکانوں پر بیٹھتے ہو، گاؤں میں گھومتے ہو اور اسی کی بنا پر رخصت کردیا، کسی امام صاحب کو اس بنا پر نکالا کہ وہ لوگوں کو سمجھاتا تھا کہ اسلام کو اپناؤ، قوم کی ترقی کرو، اپنے مکتب کی ترقی کرو اور مسجد کا حصہ مکمل کرو، ورنہ اس کا بوجھ گاؤں والوں پر پڑیگا امام صاحب کے کہنے پر لوگوں نے چندہ شروع کردیا، جب ہزاروں روپیہ سے زائد ہوگئے تو منشی کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ میری موجودگی میں امام صاحب نے ایسا کیوں کیا، اس پر اور طرح طرح کے اعتراضات لگا کر رخصت کردیا، مگر سب اعتراض والزامات تصدیق کے بعد غلط ثابت ہوئے، الغرض دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا شخص جو مسجد کو مسجد نہ سمجھتا ہو، لوگوں کو ناحق ستاتا ہو اور اماموں کو ذلیل کرتا ہو اور جس نے بچوں کو حفظ کرنے سے روکدیا ہو اس کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے، یہ شخص اتنا حرامی ہے، تو کیا وجہ ہے کہ خارج عن الاسلام نہیں ہوگا؟

(۲) مسجد مذکور کا کچھ روپیہ ہزار گیارہ سو جمع ہوگیا تھا، مسجد کا حصہ چھپوانے کے واسطے، مگر منشی کے جھگڑا کرنے کی وجہ سے نہیں چھپوا سکے تو وہ پیسہ رکھا ہوا ہے اور چندہ دیتے وقت لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اگر تم یہ پیسہ مسجد میں نہیں لگاؤ گے تو واپس کردینا، تو اب وہ لوگ

اپنا روپیہ طلب کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اس روپیہ کو دوسری مسجد میں لگاؤ، مسجد مذکور میں لگانے سے منع کرتے ہیں، کہ اس پر منشی کی حکومت ہے، لہٰذا یہاں پر یہ پیسہ صرف نہ کیا جائے گا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس روپیہ کو واپس کردیں یا دوسری مسجد میں خرچ کردیں جبکہ لوگ اجازت دے رہے ہیں، دوسری جگہ خرچ کرنے کی، اور یہ بات بھی طے ہے کہ ایک مسجد کا پیسہ دوسری مسجد میں نہیں لگا سکتے، اس لئے جواب توجہ سے لکھیں کہ ان حالات مذکورہ کی موجودگی میں کیا ہونا چاہئے؟

(۳) جس مسجد میں ایک ہی شخص کی چلتی ہو دوسرے کسی کو بولنے کا حق نہیں ہے، اگر بولتا ہے تو اس کی پٹائی ہوتی ہے، اور وہ شخص مسجد میں اپنی حکومت چلاتا ہو اور دوسروں کو حق بات میں ذلیل کرتا ہو اماموں کو ناحق ذلیل کرتا ہو اور ان کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہو جبکہ سب لوگوں کو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے، اور مسجد میں اذن عام نہ ہو تو کیا ایسی مسجد میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ مدلل مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد وقف اور خدا کا گھر ہے کسی اور کی ملک نہیں، دعویٰ ملک کرنا غلط ہے، اور کسی کے دعویٰ کرنے سے وہ اس کی ملک نہیں ہو جائے گی[۱]، جو شخص متولی ہے، وہ امانت دار ہے مالک نہیں، اس کے ذمہ مسجد کا اور مسجد کے متعلق اشیاء کا حفاظت کرنا اور صحیح انتظام کرنا ہے، جس سے مسجد آباد ہو (اور وقف کی ترقی ہو) مسجد کا کوئی پیسہ اپنی ذاتی ملک تصور کرنا یا بے محل خرچ کرنا غلط ہے خیانت ہے، غصب ہے، اگر یہ چیز ثابت ہو جائے تو ایسے متولی کو معزول

---

[۱] وان المساجد للہ الآیہ، سرۂ جن آیت: ۱۹، فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک، درمختار مع الشامی کراچی ص ۴/۳۵۱، کتاب الوقف قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب الخ، سکب الانہر ص ۲/۵۸۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ھدایہ مع فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالفکر بیروت.

کر دینا چاہئے، اور امانات وانتظامات اس سے لے کر کسی صالح شخص یا جماعت کے سپرد کر دیئے جائیں[۱]، اپنے اقتدار کی خاطر کسی ادنیٰ شخص کو بھی ذلیل کرنا جائز نہیں ہر مسلمان کی آبرو کا احترام لازم ہے[۲]، چہ جائیکہ امام کو کہ وہ مقتدا ہے اور خدائے پاک کی بارگاہ میں ادائے فرض کیلئے نمائندہ اور سفیر کی حیثیت رکھتا ہے[۳]، اس کو احترام بہت لازم ہے، جو واقعات سوال میں درج ہیں اگر یہ صحیح ہیں تو شخص مذکورہ عنداللہ وعندالشرع نہایت قبیح ومبغوض ہے، سب مسلمانوں کو کوشش کر کے اپنی مسجد کی دیکھ بھال کرنا ضروری ہے، اور اس شخص کو اہل علم حضرات کے ذریعہ تفہیم کرائی جائے اور اس کیلئے دعا بھی کی جائے، اللہ تعالیٰ اسکے افعال کی قباحت وشناعت اس کے دل پر واضح فرما کر توبہ وندامت اور صلاح کی توفیق عطا فرمائے، اگر اس سے کام نہ چلے تو اس سے مسجد کی امانتیں جس طرح بھی ممکن ہو حاصل کر لی جائیں،

---

[۱] فقال فی فتح القدیر الصالح للنظر من لم یسأل الولایة للوقف ولیس فیه فسق یعرف قال وصرح بانه ممایخرج به الناظر ما اذاظهر به فسق کشربه الخمر ونحوه وفی الاسعاف لا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لانه مخل بالمقصود، البحرالرائق ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص ۶/۲۳۱، کتاب الوقف، قبیل فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دارالفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف.

[۲] عن ابن عباس ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خطب الناس یوم النحر (الیٰ قوله فان دمائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذافی بلدکم هذا فی شهر کم (بخاری شریف، ص ۲۳۴/ ج ۱/ کتاب المناسک، باب الخطبة ایام منی)

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو خطبہ دیا کیونکہ تمہارا خون تمہارا مال تمہاری عزت یہ سب چیزیں تم پر حرام ہیں تمہارے اس دن کی حرمت کی طرح تمہارے اس شہر میں تمہارے اس مہینہ میں۔

[۳] ان سرکم ان یقبل اللّٰه صلاتکم فلیومکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم (شامی کراچی، ص ۵۶۲/ ج ۱/ باب الامامة قبیل، مطلب فی امامة الامرد)

اور انتظام میں دخیل ہونے سے بالکل روک دیا جائے[۱]

تنبیہ:۔ بغیر ثبوت کے کسی کی طرف افعال قبیحہ کا منسوب کرنا بھی تہمت ہے، جو کبیرہ گناہ ہے، اس سے ہر ایک کو اجتناب لازم ہے، ان افعال کی وجہ سے شخص مذکور کو حرامی کہنا بھی جائز نہیں نہ اس کو اسلام سے خارج کہا جائے[۲]

(۲) روپیہ دینے والوں نے اس شرط پر روپیہ دیا کہ اس مسجد میں لگا دیا جائے، اور جس کو دیا ہے، اس کو وکیل بنایا ہے، مالک نہیں بنایا اب جبکہ ان کے منشاء کے مطابق اس مسجد میں روپیہ نہیں لگتا اور وہ اپنا روپیہ واپس مانگ رہے ہیں تو ان کو واپس لینے کا بھی حق ہے، اور دوسری مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت دے رہے ہیں تو دوسری مسجد میں خرچ کرنے کیلئے وکیل بنا رہے ہیں، ان کو اس کا بھی حق ہے، مؤکل کو اپنے وکیل کے معزول کر دینے کا حق کتب فقہ میں بصراحت مذکور ہے[۳] البتہ وکیل کو بغیر اجازت مؤکل دوسری جگہ خرچ کرنے کا

---

[۱] ولایولی الا امین قادر بنفسه اوبنائبه لان الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن وکذا تولیة العاجز ویستوی فیه الذکر والانثی وکذاالاعمیٰ والبصیر وکذا المحدود فی القذف اذاتاب لانه امین (وقال فی موضع آخر) قد منا انه لایعزله القاضی بمجرد طعن فی امانته بل بخیانة ظاهرة ببینة وفی الجواهر القیم اذالم یراع الوقف یعزله القاضی وفی خزانة المفتین اذا زرع القیم لنفسه یخرجه القاضی من یده (شامی کراچی، ص ۳۸۰/ج۴/کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۰۸/۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، البحر الرائق ص ۲۲۶/۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه)

[۲] قلت فیه البهتان وهو الباطل والغیبة ذکر الانسان فی غیبة بمایکره واصل البهت ان یقال له الباطل فی وجهه وهما حرامان (نووی علی مسلم مطبوعه رشیدیه دهلی ص ۳۲۲/ج۲/ کتاب البر والصلة والادب باب تحریم الغیبة، الزواجر ص ۵۷۶/۳، الکبیرة الرابعة والخمسون بعد المأتین، البهت، مطبوعه نزار مصطفی مکة المکرمة)

[۳] فکان للمؤکل العزل متی شاء لشرط علم الوکیل (بحر، کوئٹه، ص۱۸۷/ج۷/ کتاب الوکالة باب عزل الوکیل، درمختار مع الشامی کراچی ص۵۲۶/۵، کتاب الوکالة باب عزل الوکیل، زیلعی ص ۲۸۶، کتاب الوکالة، باب عزل الوکیل، مطبوعه امدادیه ملتان)

حق نہیں، یہ حکم چندہ کا ہے، جو مقصد مذکورہ کے لئے دیا گیا، اگر کوئی جائیداد کسی مسجد کے لئے
وقف ہو تو اس کی آمدنی کو اسی مسجد میں خرچ کرنا ضروری ہے، دوسری مسجد میں خرچ کرنا
جائز نہیں "لان شرط الواقف کنص الشارع"[1] الایہ کہ وہ مسجد خدانخواستہ ویران ہو جائے،
اور وہاں نماز پڑھنے والے موجود نہ رہیں، اور وقف پر کسی غاصبانہ تسلط کا قبضہ ہو تو مجبوراً اس
کی آمدنی بھی دوسری مسجد میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ کذا فی البحر الرائق[2]

(۳) جب یہ مسجد وقف اور شرعی مسجد ہے تو بلاشبہ اس میں نماز درست ہے، اور مسجد
کی نماز کا ثواب بھی ملے گا، جو شخص اس کو اپنی ملک قرار دیتا ہے، وہ جھوٹا، ورخدا کے نزدیک
بہت مجرم ہے[3] مگر اس کے اس دعوے سے وہ مسجد اس کی ملک نہیں بن جاویگی[4] "اِنَّ

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع. بحر ص۲۴۵/۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۳۲۵/۳، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] نقل عن الشیخ الامام الحلوانی فی المسجد والحوض اذا خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه انه تصرف اوقافه الی مسجداخراوحوض اٰخر (بحر، کوئٹه، ص۲۵۲/۵/ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۵۴۹/۶، کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد او غیره، المحیط البرهانی ص۱۵۱/۹، کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها وما یتصل به الخ، مطبوعه ڈابھیل گجرات)

[3] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۱/ج۴/ کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، سکب الانهر ص۵۸۲/۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰/۶، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[4] قوله علی حکم ملک الله تعالیٰ لفظ حکم لیفید ان المراد انه لم یبق علی ملک الواقف ولا انتقل الی ملک غیره بل صار علی حکم ملک الله تعالیٰ الذی لا ملک فیه لاحد سواه، شامی زکریا ص۵۲۱/۶، کتاب الوقف، حاشیة الشلبی ص۳۲۵/۳، کتاب الوقف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص۵۷۱/۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

الْمَسَاجِدَ لِلّٰہ[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

جدید متولی کا امام کو پریشان کرنا

سوال :۔ جدید متولی صاحب پیش امام مسجد پر اپنی فوقیت جتاتے ہوئے تکلیفیں دے رہے ہیں، ان پر ظلم کررہے ہیں، جدید متولی صاحب کا کہنا ہے کہ پیش امام نوکر ہے، اور ہم ان پر افسر ہیں، ہماری بات کو ماننا چاہئے پیش امام نے مجبور ہوکر جمعہ کی نماز کے بعد متولی صاحب نے جو تکلیفیں دی ہیں، وہ بیان کیں، متولی صاحب پیش امام پر برہم ہوگئے کہ تم کو کس نے اجازت دی تھی، بغیر اجازت کے تم نے غیر مذہبی باتیں کیوں بیان کیں، ہم تمہارے ساتھ قانونی کارروائی کریں گے، متولی جو کہتے ہیں وہ حق بات ہے یا جو پیش امام نے کہا وہ حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

امام صاحب کا منصب بہت بلند ہے[۲]، متولی صاحب کا امام صاحب کو اپنا نوکر سمجھنا اور ذلت آمیز معاملہ کرنا غلط ہے، ناجائز ہے[۳]، امام کو بھی اس طرح جمعہ کے بعد مجمع میں متولی

۱؎ سورۂ جن پارہ ۲۹/ آیت ۱۸/

ترجمہ :۔ اور جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں (بیان القرآن)

۲؎ قال بعض السلف ليس بعد الانبياء افضل من العلماء ولا بعد العلماء افضل من الائمة المصلين لان هؤلاء قاموا بين يدى الله عزوجل وبين خلقه (احياء العلوم، ص ۱۵۵/ ج ۱/ كتاب اسرار الصلوٰة ومهاتها، الباب الرابع فى الامامة والقدوة)

۳؎ حامل القرآن حامل راية الاسلام من اكرمه فقد اكرم الله ومن اهانه فعليه لعنة الله، فيض القدير شرح جامع الصغير ص ۳/۳۶۸، حرف الحاء رقم الحديث: ۳۶۶۰، مطبوعه دار الفكر بيروت.

کی زیادتیوں کو بیان کرنا نہیں چاہئے تھا، خود متولی صاحب سے دو چار با اثر آدمیوں کی موجودگی میں افہام وتفہیم کے طور پر اپنی تکلیفوں اور پریشانیوں کا تذکرہ کر لیتے کہ یہ یہ پریشانی ہے اس کا حل کیجئے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد پر متولی کا دعویٔ ملکیت

سوال:۔ایک مسجد ہے اس کے متولیان کہتے ہیں کہ اس مسجد میں کسی مسلمان کو دخل دینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوئی جانی مالی امداد کر سکتا ہے، کیونکہ یہ تو ہماری ملکیت اور جاگیر ہے اور یہ بات اس بناء پر پیدا ہوئی کہ مسجد کی عمارت بے حد بوسیدہ ہو چکی ہے تقریباً چھ سال سے سفیدی وغیرہ بھی نہیں ہوئی ،مسلمانوں کی ایک جماعت جم غفیر نے چندہ کر دیا مسجد ہذا کو درست کرانے کے لئے اس پر ان تینوں متولیان نے یہ جواب دیا کہ اس مسجد میں کسی کو کوئی حق نہیں یہ مسجد ہماری ہے ہم نے اس مسجد میں چندہ سے کوئی کام بھی نہیں کرایا ہے یہ ہماری ملکیت اور جاگیر ہے، اس مسئلہ کے پیش نظر مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اس مسجد کے ملا ومنشی وغیرہ بھی متولیان سابق کی طرح جواب دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد صرف اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے، کسی اور کی جاگیر یا ملکیت نہیں ہوتی ”اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ“[1] پس متولیان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے جبکہ وہاں نماز وجماعت ہوتی ہے، تو وہاں سب کو نماز پڑھنے کا حق ہے اور سب کی نماز وہاں درست ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] سورۂ جن پارہ ۲۹/ آیت ۱۸/ اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کی واسطے ہیں (شیخ الہند) (حاشیہ ۲/ اگلے صفحہ پر)

متولی کا اپنے آپ کو رجسٹری کرالینا

سوال: ۔(۱) ایک مسجد کے متولی صاحب ایک عرصۂ دراز سے بہ حسن وخوبی مسجد کا کام انجام دے رہے تھے، انہوں نے کسی وجوہات سے دوسرے شخص کو متولی بنادیا، جدید متولی صاحب نے مسجد کی جگہ میں دوکانیں وغیرہ بنا کر مسجد کی آمدنی میں اضافہ کیا، جدید متولی نے بغیر جماعت کو معلوم کرائے اپنے نام سرکاری طور سے رجسٹری کرالی کہ پانچ سال تک مجھے کوئی ہٹا نہیں سکتا، میں ہی مسلمانوں کا صدر اور متولی رہوں گا، متولی صاحب کا اس طرح رجسٹری کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ۔

(۱) قدیم متولی صاحب نے بغیر اہل الرائے کے مشورہ کے خود بخود ہی نئے آدمی کو متولی بنادیا یہ غلطی کی[1]، جس کی وجہ سے اب پریشانی ہورہی ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ مسجد سے متعلق کوئی کمیٹی بھی نہیں ہے، اب جبکہ جدید متولی صاحب نے اپنے نام رجسٹری کرالی ہے، کہ پانچ سال تک مجھے کوئی ہٹا نہیں سکتا تو قانوناً ان کو پختگی حاصل ہوگی، ان کا اپنے حق

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] قال اللّٰہ تعالیٰ "وان المساجد للّٰہ" وماتلوناہ من الأیة السابقة فلایجوز لاحد مطلقاً ان یمنع مؤمنا من عبادة یأتی بها فی المسجد(بحر ،زکریا دیوبند ،ص ۶۰ / ج ۲ / کتاب الصلوٰة ، باب مایفسد الصلوٰة ومایکرہ فیها، فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلوة، مطبوعه کوئٹه ص ۲/۳۴)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] واذا اراد المتولی ان یقیم غیرہ مقام نفسه فی حیاته وصحته لا یجوز الا اذا کان التفویض الیه علی سبیل التعمیم هکذا فی المحیط، عالمگیری کوئٹه ص ۲/۴۱۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم فی الاوقاف الخ، تاتارخانیه ص ۵/۷۴۴، کتاب الوقف، الفصل السادس، الولایة فی الوقف، مطبوعه کراچی، المحیط البرهانی ص ۹/۲۳، کتاب الوقف، الفصل السادس فی ولایة الوقف، مطبوعه ڈابھیل.

میں اس طرح رجسٹری کرالینا اور اپنے صدر اور متولی ہونے کا اختیار حاصل کر لینا شرعاً درست نہیں تھا[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

متولی کا وقف کی آمدنی کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا

سوال:- گوالپاڑہ میں ایک خراسانی پیر صاحب سید ابوالقاسم تھے، تقریباً صد سال قبل رہتے تھے، اسی دوران موصوف کا ایک صاحبزادہ انتقال فرما کر مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون ہوا، بعد صاحبزادہ کے موصوف علیہ الرحمہ بھی چند سال بعد رحلت فرما گئے، جن کو سپرد خاک کئے ہوئے آج تقریباً پچھتر سال ہو رہے ہیں، اور موصوف کو بھی اسی عام قبرستان میں دفن کیا گیا، باپ بیٹے کی قبر میں صرف ایک پون ہاتھ کا تفاوت ہے، آج سے تقریباً بائیس تیئیس سال قبل مذکورہ موصوف کا ایک پوتا محی الدین (عرف بابو) دوسری جگہ سے آکر خادم مقرر ہوئے اور آج تک قبرستان اور مزار شریف مذکور کی خدمت کرتے چلے آرہے ہیں، مسلمانان گوالپاڑہ اس خادم کی خدمت سے ناراض کرتے چلے آرہے ہیں، مسلمانان گوالپاڑہ اس خادم کی خدمت سے ناراض ہوئے کیونکہ اس قبرستان کے سامنے لگائے ہوئے بکس میں جو رقم مزار شریف (قبرستان کے لئے) نذر و نیاز و خیرات کے طور پر آتی

---

[1] کما یستفاد:. وھی احدی المسائل السبع التی یخالف فیھا شرط الواقف (قولہ وھی احدی المسائل) الثانیة ،شرط ان القاضی لایعزل النأظر ،فلہ عزل غیر الاھل (درمختار مع الشامی کراچی ، ص۳۸۷/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب یجوز مخالفة شرط الواقف فی مسائل، رجل طلب التولیة فی الاوقاف قالو لا یعطی لہ التولیة وھو کمن طلب القضاء لا یقلد، خانیہ علی الھندیہ کوئٹہ، ص۲۹۶/ ۳، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجداً الخ، بزازیہ علی الھندیہ ص ۲۵۱/ ۶، کتاب الوقف، الثانی فی نصب المتولی، مطبوعہ کوئٹہ)

ہے، ان تمام روپوں کو خادم مذکور محی الدین صاحب اپنے ونیز اپنے اہل وعیال کے مصرف میں صرف کرتے ہیں، قبرستان کی تولیت وحفاظت کا کام اچھی طرح پر انجام نہیں دیتے اور قبرستان کی قطعی حفاظت نہیں کرتے قبرستان کے اندر بیل گائے اور کثرت سے خنزیر جیسے ناپاک جانور ہمہ وقت پیشاب پاخانے کیا کرتے لیکن اس خادم صاحب کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہوتی اب مذکورہ قبرستان اور پیر صاحب کے مزار کی تولیت لے کر مسلمانان گوالپاڑہ کی ''انجمن خادم الاسلام'' اور مذکورہ خادم ''محی الدین صاحب'' کے درمیان نزاع چل رہا ہے، اس لئے بروئے شریعت مذکورہ بالا مسلم قبرستان کے سامنے سرکاری راستہ کے کنارے لگائے ہوئے بکس میں رقم عوام الناس مسلم وغیر مسلم جو دیتے ہیں موصوف کے پردہ کرنے کے بعد ان رقموں کا حقدار انجمن گوالپاڑہ خادم الاسلام ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ یا کہ حقدار موصوف کا پوتا ہی ہے؟ آیا ایسی رقموں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- پیسہ دینے والوں کا مقصد اگر صرف مزار کے خادم کی امداد واعانت ہے تو انجمن کو اس پر قبضہ کرنے اور دوسرے کاموں میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں اگر عام قبرستان کی حفاظت کی خاطر دیتے ہیں تنہا مزار کے خادم کے لئے نہیں دیتے تو پھر جو لوگ سب قبرستان کے ذمہ دار ہیں ان کو حق ہے کہ وہ پیسہ لے کر حسب صوابدید قبرستان کی ضروریات میں صرف کریں[1] عوام کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کر کے ان کا نظریہ معلوم کرلیا جائے کہ وہ کس مقصد کے لئے دیتے ہیں۔ اگر کسی ایک بات پر اتفاق نہ ہو سکے تو دو صندوق قائم کر دئے جائیں۔ ایک مزار کے قریب جو صرف خادم مزار کے لئے ہو، دوسرے عام قبرستان کے لئے دونوں پر امتیازی نشان لگا دیا جائے یا لکھ دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامی کراچی ص: ۴۴۵، ج: ۴، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة)

کمیٹی کے ایک آدمی کا تنہا مسجد میں تصرف

سوال:۔ایک مسجد کے نمازیوں نے مسجد کا نظم پانچ آدمیوں کے سپرد کر رکھا ہے، ان میں زید بھی شامل ہے، مگر زید بغیر باقی آدمیوں کے مشورہ اپنی رائے سے مسجد کے نظم میں تصرف کرتا رہتا ہے، خود ہی امام رکھتا ہے، خود ہی کچھ دنوں بعد کچھ الزام لگا کر نکال دیتا ہے، ایسے ہی تعمیرات کے بارے میں لوگ کچھ کہتے ہیں تو مانتا ہے نہیں، آپس میں بات بڑھتی ہے، اس صورتِ حال کو دس سال ہو چکے ہیں، شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر وہاں کے سمجھدار آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ زید کے ان تصرفات سے مسجد کو نقصان پہنچتا ہے، تو وہ اس کو ایسے تصرفات سے روک دیں[1]، ہرگز اجازت نہ دیں بغیر پانچوں آدمیوں کے وہ تنہا کرنے کا حقدار نہیں[2]، حساب بھی صاف رکھنا ضروری ہے اور کوئی کام ایسا نہ کیا جائے جس سے مسجد ویران ہو، اور تفرقہ پڑے[3]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] وفی الجواهر القیم اذا لم یراع الوقف یعزله القاضی (شامی کراچی، ص ۳۸۰/ج ۴/ کتاب الوقف مطلب فیما یعزل به الناظر، البحر الرائق ص ۲۳۴/۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳۲۷/۳، کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

[2] لیس لاحد الناظرین التصرف بغیر رأی الآخر، البحر الرائق ص ۲۳۱/۵، کتاب الوقف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه ان یذکر فیها اسمه وسعیٰ فی خرابها (سورهٔ بقره پاره ۱/آیت نمبر ۱۱۴)

ترجمہ:۔اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے، اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔(بیان القرآن)

واقف نے تولیت کے لئے کسی کو متعین کر دیا تو اس کے خلاف کرنا

سوال:- (۱) ایک مسلمان نے اپنی جائداد وقف علی اللہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ تا حیات میں خود اس کا متولی ہوں گا، اور بعد میری وفات کے زید متولی ہوں گے، اور بعد وفات زید یا میری موجودگی میں زید فوت ہو جائے تو بعد میرے تولیت ایک کمیٹی کو پہنچے گی، جس کے تین مقتدر حضرات جو مذہب اسلام رکھتے ہوں اور ضلع مظفر نگر میں رہتے ہوں منیجر ہوں گے کیا واقف کو مندرجہ بالا واضح اور صاف ہدایت کی موجودگی میں ضلع مظفر نگر کے مسلمان باشندہ کے علاوہ کسی دیگر ضلع کے باشندہ کو بھی جو مظفر نگر ضلع میں سکونت پزیر نہ ہوں وقف کمیٹی کا رکن خلاف مرضی و خلاف منشاء واقف بنایا جا سکتا ہے یا نہیں۔

۲- کیا ضلع غیر کے کسی فرد کو منیجر یا رکن بنا کر مسلمان مظفر نگر کی حق تلفی ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱- جب تک واقف کی بیان کردہ شرط کی رعایت ہو سکے اس کے خلاف کرنا جائز نہیں: **لان شرط الواقف کنص الشارع**[۱]۔ لہٰذا ضلع مظفر نگر ہی کے تین مقتدر و متدین حضرات کو تولیت کا ذمہ دار بنایا جائے تین کے علاوہ اگر کمیٹی کے لئے زائد افراد کی ضرورت پیش آئے تو حسب مصالح غیر ضلع سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔

---

[۱] در مختار مع الشامی کراچی ص: ۴۳۳، ج: ۴، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

۲- منیجر کی حیثیت سے تو ضلع غیر کے آدمی بلا مجبوری کے نہیں لئے جا سکتے کہ یہ منشاء وتصریح واقف کے خلاف ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم کو درگاہ اور مسجد کا متولی بنانا

سوال:-ایک درگاہ کی جائیداد کا انتظام ایسے غیر مسلم کے ہاتھ میں ہے، جو بڑے اعتقاد کے ساتھ انتظام اور آمدنی کی حفاظت کرتا ہے، اور مصارف میں خرچ کرتا ہے، اگر اس کا انتظام کسی مقامی مسلمان کے سپرد کیا جائے تو ضیاع کا قوی اندیشہ ہے، کیا ایسی حالت میں وقف بورڈ اس کو متولّی بنا سکتا ہے یا نہیں؟ تولیت کے لئے مسلم ہونا ضروری ہے، یا نہیں؟ یہ ایسا اوقاف ہے جن کی تولیت نامزد نہیں ہے، اور نہ واقف کا کوئی موصی لہٗ موجود ہے عوام ومعتقدین انتظام کریں، جنوبی ہند میں چند ایسی مساجد بھی ہیں جن کا انتظام باقاعدہ ہنود چلا رہے ہیں، مؤذن اور امام نمازیوں کے مشورہ سے رکھتے ہیں اور تمام مصارف بروقت ادا کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ جواب اس انداز سے لکھیں کہ سوال کی ضروری باتیں اس میں آجائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کا خط پڑھ کر بہت افسوس ہوا، آپ نے لکھا ہے کہ اگر جائیداد وقف کا انتظام مسلمانوں کے سپرد کیا جائے تو ضیاع کا قوی اندیشہ ہے، اور یہ کہ غیر مسلم بڑے اعتقاد کے ساتھ انتظام اور آمدنی کی حفاظت کرتا ہے اور مصارف مقررہ میں خرچ کرتے ہیں، نیز جنوبی

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع. الدرالمختار مع الشامی ص ۴/۴۳۳، کتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز.

ہند میں چند ایسی مساجد بھی ہیں جن کا باقاعدہ انتظام ہنود چلا رہے ہیں، مؤذن اور امام نمازیوں کے مشورہ سے رکھتے ہیں اور تمام مصارف بروقت ادا کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ مسلمان اتنا گر گیا ہے کہ اس میں نہ انتظام کی صلاحیت رہی، نہ دیانت داری رہی، حتی کہ اس کی عبادت گاہ کا انتظام وہ کرتا ہے، جو خود ہی اس عبادت کا قائل نہیں۔ جب ایسی مجبوری ہے کہ وقف کے محفوظ رہنے اور انتظام کے برقرار رہنے کی صرف یہی صورت ہے تو مجبوراً برداشت کیا جا سکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/ ۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/ ۹۱ھ

مؤذن اور امام مقرر کرنے کا حق کس کو ہے

سوال:۔(۱) ہدایہ اولین[2] کے اندر کتاب الوقف کے اندر لکھا ہوا ہے کہ ”ولنا ان المتولی انما یستفید الولایة من جهته بشرطه فیستحیل ان لایکون له الولایة وغیره یستفید الولایة منه ولانه اقرب الناس الی هذالوقف فیکون اولیٰ لولایته کمن اتخذ مسجد ایکون اولیٰ بعمارته ونصب المؤذن فیه ، فیکون اولیٰ بعمارته الخ اماالعمارة فلاخلاف فیه انه اولیٰ به واما نصب المؤذن والا مام فقال ابونصر هولأهل المحلة ولیس البانی احق منهم وقال ابوبكر الاسكاف البانی احق بنصبهما قال ابو اللیث و به ناخذ الاان یرید اماما وموذنا والقوم یریدون الاصلح ۱۲ . ف

[1] ویشترط للصحة بلوغه وعقله لا حریته واسلامه. (شامی کراچی، ص: ۳۸۱، ج:۴، کتاب الوقف، مطلب فی تولیة الصبی، عالمگیری ص۲/۴۰۸، کتاب الوقف، الباب الخامس، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۲۶، کتاب الوقف)

[2] هدایه مع هامشه ص ۲/۶۴۳، کتاب الوقف، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔اور ہمارے لئے دلیل یہ ہے کہ متولی سوائے اس کے نہیں کہ فائدہ اٹھائے گا، ولایت کا اس واقف کی طرف سے یا اپنی طرف سے واقف کی شرط کے ساتھ پس محال ہوگا، یہ کہ نہ ہو اس کے لئے ولایت اور اس کے علاوہ غیر آدمی فائدہ اٹھائے ولایت کا اس سے (یہ بات محال ہے) اور اس لئے وہ زیادہ قریب ہے، لوگوں سے اس وقف کی طرف پس ہو جائے گا، وہ بہتر اس وقف کی ہوئی چیز کی ولایت کیلئے جیسا کہ کسی نے بنا دیا ہے، ایک مسجد تو ہوتا ہے وہ بانی بہتر اس مسجد کی عمارت بنانے میں اور مؤذن رکھنے میں اس میں بہرحال عمارت بنانا پس نہیں ہے، کوئی خلاف اس میں کے بے شک وہ بانی ہے اس مسجد کی عمارت بنانے میں، اور بہرحال امام اور مؤذن کو رکھنا، پس کہا ابونصر نے کہ وہ کام (صرف) اہل محلّہ کیلئے ہے، (یعنی ذی علم مصلیوں کیلئے ہے) اور نہیں ہے بانی زیادہ حق دار اوران محلّہ والوں سے (یعنی ان ذی علم مصلیوں سے) اور کہا ابوبکر اسکافی نے کہ بانی زیادہ حقدار ہے، ان دونوں کے رکھنے کا، کہا ابواللیث نے اور اسی کو ہم لوگ پکڑتے ہیں (یعنی ابوبکر اسکافی کے قول کو ہم لوگ لیتے ہیں اور اسی پر ہم لوگ عمل کرتے ہیں) مگر یہ کہ ارادہ کرے بانی امام رکھنے کا اور مؤذن رکھنے کا (۲) اور قوم بھی ارادہ کریں زیادہ صالح کا۔

تشریح:۔ یہاں پر ان عربی عبارتوں کو سمجھنے کیلئے عربی سمجھنے والوں کیلئے سمجھنا بہت آسان ہے، پھر بھی میں کچھ تفصیل سے بیان کررہا ہوں وہ یہ کہ (۱) واقف وہ شخص ہے جو اپنی ذاتی شرائط کے ساتھ یا بغیر شرائط کے کوئی چیز یا کوئی جائیداد یا کوئی آمدنی اللہ کے نام پر وقف کردے یا وقف کرتا رہے اس کو واقف کہتے ہیں، لیکن جب تک کہ وہ واقف وقف نہیں کرے گا تب تک وہ چیز یا وہ جائیداد یا وہ آمدنی وقف نہیں ہوگا، جیسا کہ کوئی کسی جائیداد کی آمدنی کو کسی مسجد میں وقف کرتا رہتا ہے، تو اس سے ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ اس جائیداد کی آمدنی کو ہمیشہ کیلئے وقف کرتے رہنا پڑیگا، یا ہمیشہ کیلئے وقف ہوگیا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ واقف جس وقت چاہے گا اسی وقت اس جائیداد کی آمدنی کو عطا کرنے سے بند کرسکتا ہے،

اس کی مثال یہ ہے کہ جیسا کہ کسی نے ایک جائیداد کو یا اس کی آمدنی کو بیس سال یا تیس سال کیلئے یا جتنے دنوں کیلئے چاہا وقف کر کے گیا اور اس کا ایک متولی بھی بنا کر گیا، اور یہ شرط کر کے گیا ہے کہ اس آمدنی کا اتنا حصہ غریبوں کو تقسیم کرنا اور اتنا حصہ فلاں مسجد میں دینا یا کسی مسجد میں دینا ور اتنا حصہ ایسا ایسا کرنا ور اتنے سالوں کے بعد سب کو دینا بند کر دینا، تو اس متولی کو ان شرائط کے مطابق کرنا ضروری ہوگا، اور ایسا کرنا صحیح ہوگا لیکن ۔......

(۲) بانی المسجد وہ شخص ہے جو کہ صرف بنا دیا ہے ایک مسجد اللہ کے لئے لیکن وقف نہیں کیا ہے، اور مصلی لوگ اس میں پانچوں وقت نماز اور جمعہ کی نماز پڑھنے لگ گئے ہیں، اور وہ بانی ان لوگوں کو روکا نہیں ہے، تو ایسی صورت میں اگر مصلی صرف ایک مرتبہ پانچوں وقت کی نماز اور جمعہ کی نماز اس میں پڑھ لیا ہو تو ہوگئی ہے، وہ مسجد اللہ کے لئے چاہے وہ بانی وقف کرے چاہے نہ کرے، پس شرعاً اس بانی کا اور کوئی حق نہیں رہا ہے کہ وہ بانی اس مسجد کو وقف نہ کرنے کی وجہ سے پھر واپس لے سکتا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا ہے یعنی نمازیوں کو نماز پڑھنے سے بھی روک نہیں سکتا ہے، اور مسجد کو توڑ کر اس زمین کو بھی واپس نہیں لے سکتا ہے، اگر چہ اس زمین کو وقف بھی نہ کیا ہو تو بھی وہ بانی اس زمین کو واپس نہیں لے سکتا ہے، اس لئے یہاں پر بانی المسجد اور واقف کے درمیان بہت بڑا فرق ہے یعنی واقف اپنی شرائط کے ساتھ زمین کو واپس لے سکتا ہے، لیکن بانی المسجد کسی شرائط کے ساتھ بھی مسجد کو توڑ کر زمین کو واپس نہیں لے سکتا ہے، اس لئے یہاں پر بانی المسجد اور واقف کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، اور اسی وجہ سے وقف کی ہوئی چیزوں کا متولی واقف کے قول کے مطابق ہوگا، لیکن بانی المسجد پر وقف کرنا ہی ضروری ہے، نہ ہونے کی وجہ سے اور بانی المسجد کی شرائط پر عمل کرنا بھی ضروری نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا متولی وہی شخص ہونے کا لائق ہے جو مکانی علماء اور متدین ذی علم مصلیوں کی رائے سے لائق سمجھا جائے، اور منظور ہو وہی شخص مسجد کا متولی بننے کے لئے زیادہ حق دار اور زیادہ صحیح ہوگا، اور اگر کسی مسجد کا متولی پہلے سے بنا ہوا ہو اور وہ

آدمی نیک ہو اور شرعی احکام کے مطابق چلنے والا اور عمل کرنے والا آدمی ہو اور نظام مسجد کو احکام شرعی کے مطابق چلانے والا ہو کہ جس سے متدین ذی علم مصلی لوگ اس کے کاموں سے خوش اور راضی ہیں تو ایسی صورت میں وہی متولی قائم رہنے کے لئے حق دار ہوگا، اور قاضی یا حاکم اس کو ہی متولی قائم رکھے گا، اور اگر ایسا نہ ہو یعنی پہلے سے جو متولی ہے وہ اگر مسجد کی امانت میں خیانت کرنے لگے اور مسجد کی آمدنی خود کھانے لگے اور نظام مسجد کو احکام شرعی کے مطابق نہ چلانے لگے جس سے عام مصلیوں کو تکلیفیں اور متدین ذی علم مصلی لوگ سخت ناحق سمجھنے لگیں جس کی وجہ سے وہ لوگ سخت ناخوش ہیں تو ایسی صورت میں ان مصلیوں کی رائے سے جو آدمی اچھا اور لائق ثابت ہوگا وہی شخص متولی بننے کے لئے زیادہ حقدار ہوگا، اور اس کو قاضی یا حاکم متولی بنادے گا ان تمام بیان سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد کے متولی کا ہر کام متدین ذی علم مصلیوں کے پسندیدہ ہونا ضروری ہے یہاں یعنی اس مذکورہ عربی عبارتوں کے اندر جو ''الا '' لفظ آیا ہے وہ الا ایک ایسا لفظ ہے جس کو لفظ مستثنیٰ کہا جاتا ہے، یعنی الا کے پہلے جو جملہ ہوتا ہے اس کو مستثنیٰ منہ کہا جاتا ہے، اور اس الا کے بعد جو جملہ ہوتا ہے اس کو مستثنیٰ کہا جاتا ہے، یعنی اس الا کے پہلے جو مطلب ہوتا ہے اس الا کے بعد والے جملہ کا مطلب اس سے پہلے والے جملے کا برعکس ہوتا ہے، خلاف ہوتا ہے یعنی الٹا ہوتا ہے، چاہے وہ بعد والے جملہ کا مطلب صاف ہو چاہے صاف نہ ہو اور چاہے وہ بعد والا جملہ لمبا ہو چاہے مختصر ہو، اس لئے یہاں پر جو جملہ فقیہ ابواللیث (۷) نے کہا ہے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ کہا ابواللیث نے، اور اسی کو ہم لوگ پکڑتے ہیں یعنی ابوبکر اسکافی کے قول کو ہم لوگ لیتے ہیں، اور اسی پر ہم لوگ عمل کرتے ہیں، یعنی یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بانی المسجد زیادہ حق دار ہے، امام و مؤذن کو رکھنے کا مگر رکھنے کا تو اس وقت ذی علم مصلیوں کا ارادہ زیادہ صحیح ہوگا، اور اگر ذی علم مصلی لوگ کوئی ارادہ ظاہر نہ کئے ہوں، تو معلوم ہوا کہ بانی کا ارادہ ذی علم مصلی لوگوں کے نزدیک پسندیدہ ہوگیا ہے، اس وجہ سے ذی علم مصلی لوگوں نے کوئی

ارادہ ظاہر نہیں کیا ہے، اس لئے بانی کا ارادہ صحیح رہے گا، (۸) اور اگر ذی علم مصلی لوگ کوئی ارادہ ظاہر کریں گے تو بانی کا ارادہ صحیح نہیں رہے گا، یعنی بانی کا ارادہ باطل ہو جائے گا، معلوم ہوا کہ ذی علم مصلیوں کی رائے ماننا ضروری ہے ان تمام مذکورہ عربی عبارتوں سے یہ معلوم ہوا کہ واقف کا بنایا ہوا متولی زیادہ بہتر ہے وقف کی ہوئی چیزوں کا متولی بننے کے لئے، اور بانی المسجد کا بنایا ہوا مؤذن زیادہ بہتر ہے مؤذن کے لئے اگر ذی علم مصلی لوگ کوئی ارادہ ظاہر نہ کریں پس معلوم ہوا کہ جیسا بانی المسجد بہتر ہے عمارت بنانے میں اور مؤذن رکھنے میں ذی علم مصلیوں کی مرضی کے مطابق ویسا ہی واقف کا بنایا ہوا متولی وقف کی ہوئی چیزوں کا متولی بننے کے لئے بہتر ہوگا، پس معلوم ہوا کہ مؤذن رکھنے کیلئے متولی ہرگز بہتر نہیں ہے، بلکہ ذی علم مصلیوں کی رائے سے جو آدمی اچھا ثابت ہوگا وہی مؤذن بننے کے لئے بہتر ہوگا، ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ (۹) جب بانی کا ہی کوئی حق نہیں ہے، امام بنانے کا اور مؤذن بنانے کا ذی علم مصلیوں کی مرضی کے خلاف تو متولی کا حق کہاں سے آئے گا، ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ امام ومؤذن کو رکھنے یا ہٹانے کے بارے میں ذی علم مصلیوں کی مرضی کے خلاف بانی یا متولی کا کوئی پاور نہیں ہے، یعنی جب کسی امام یا مؤذن کو رکھنے کا یا ہٹانے کا ہو تو ذی علم مصلیوں کی رائے لینا (۱۰) یا رائے ماننا ضروری ہوگا؟ (۱) کیا میرا یہ ترجمہ کرنا صحیح ہوا؟ اگر کہیں بھول ہوئی تو اصلاح کر دینا (۲) کیا میری یہ تشریح صحیح ہوئی؟ اگر کہیں بھول ہوئی ہو تو اصلاح کر دینا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے ترجمہ وتشریح میں چند امور پر برائے غور نمبر لگا کر کچھ عرض کرتا ہوں (۱) قول (یا اپنی طرف سے) یہ کس لفظ سے مستفاد ہے، یعنی "من جهة" کی ضمیر میں اس کا احتمال کہاں سے پیدا کیا گیا اصل عبارت میں تو یہ موجود نہیں ہے۔

(۲) قول (قوم بھی ارادہ کریں زیادہ صالح کا) اس لفظ ''بھی'' سے معلوم ہوتا ہے کہ بانی اور قوم دونوں نے زیادہ صالح کو ہی تجویز کیا ہے، پھر اختلاف کہاں رہا کسی ایک کے رکھے ہوئے کو ترجیح دی جائے۔

(۳) اس کا املا ''جیم سے ہے، ''ز'' سے نہیں ہے۔

(۴) اپنی ذاتی ملک کی آمدنی سے مسجد میں دیتے رہنا شرعی طور پر وقف نہیں پس اس جگہ لفظ وقف کا استعمال صحیح نہیں۔

(۵) مگر جو زمین مسجد کے لئے وقف کردہ ہے اس کو واپس نہیں لے سکتا[۱]

(۶) بغیر وقف کئے ہی وہ وقف ہوگئی۔

(۷) ابواللیث (فقیہؒ) کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابوبکر اسکافی کا قول ہمارے لئے قابل اعتماد ہے، یعنی امام ومؤذن مقرر کرنے کے لئے بانی زیادہ حقدار ہے، اہل محلّہ زیادہ حقدار نہیں، مگر اس صورت میں کہ بانی نے جس امام ومؤذن کو مقرر کیا اس کے مقابلہ میں قوم (اہل محلّہ) نے زیادہ صالح کو مقرر کیا تو اس صورت میں اہل محلّہ کے مقرر کئے ہوئے کو ترجیح ہوگی۔

(۸) اگر بانی صالح مؤذن مقرر کرے تو وہ دوسروں کی رائے کا پابند نہیں۔

(۹) اس کو حق ہے کہ بغیر اہل محلّہ کے مشورہ سے کسی صالح اور اہل شخص کو امام یا مؤذن تجویز کردے[۲]۔

---

[۱] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة الخ، شامی زکریا ص ۶/۵۴۵، المصدر السابق، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر بیروت، مجمع الانهر ص ۲/۵۸۱، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت) (حاشیہ۲/ اگلے صفحہ پر)

E:\f.m.Fainal\Jild-21\ toliyat waqf

(۱۰) صالح کو امام بنانے اور غیر صالح کو برطرف بھی کرنے کا اسکو حق حاصل ہے، اہل محلّہ کو اعتراض کا حق اس وقت حاصل ہوگا کہ وہ نااہل اور غیر صالح کو امام بناوے اور صالح اہل کو امام نہ بناوے[۱]

تنبیہ:۔ بہتر یہ ہے کہ چند اہل فہم متدین حضرات کی کمیٹی بنالی جائے، اس کے مشورہ سے کام کیا جائے، تاکہ فتنہ برپا نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بانی مسجد امام کے تقرر کا زیادہ حقدار ہے

سوال:۔ کیا درمختار، شامی، یہ کتاب حنفیہ مذہب کی کتاب ہے، اس کتاب کے تیسرے حصے کتاب الوقف میں لکھا ہے:۔

''البانی للمسجد اولیٰ من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الااذاعین القوم اصلح ممن عینه البانی لأن منفعة ذالک ترجع الیهم''

اس کا ترجمہ کیا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] تنازع اهل المحلة والبانی فی عمارته اونصب المؤذن اوالامام فالاصح ان البانی اولیٰ به الا ان یرید القوم ماهو أ صلح منه (الیٰ قوله) وفی المجرد عن ابی حنیفة رضی اللّٰه عنه ان البانی اولیٰ بجمیع مصالح المسجد ونصب الامام والمؤذن اذا تأهل للامامة (بحر، کوئٹه، ص ۲۴۹ / ج۵ / کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا ص ۶/۶۴۵، کتاب الوقف، مطلب باع عقاراً ثم ادعی انه وقف، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۳، کتاب الوقف، تحت فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ملاحظه فرمائیں حواله بالا

الجواب حامداً ومصلیاً مسلماً:۔

جی ہاں یہ حنفی مذہب کی کتاب ہے، مطلب یہ ہے کہ جس نے مسجد بنائی[1]، وہی مؤذن اور امام اس مسجد میں تجویز کرے تو یہ زیادہ مناسب ہے، البتہ اگر وہاں نماز پڑھنے والے کسی ایسے شخص کو تجویز کریں جس میں زیادہ اہلیت وصلاحیت ہو تو پھر اسی کو ترجیح ہوگی، اسلئے کہ زیادہ صالح اور اہل کے تجویز کرنے کی مصلحت ومنفعت نمازیوں کو ہی حاصل ہوگی، یہ کہ اذان صحیح وقت پر ہوگی، اور جماعت میں سنتوں اور مستحبات کا بھی اہتمام ہوگا، جس سے نماز کا درجہ بلند ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/ ۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۶/ ۹۱ھ

اوقات نماز متولی تبدیل کرے یا امام

سوال:۔ متولی صاحب کو نماز کے اوقات کما حقہ، معلوم نہیں، اس پر وہ کہتے ہیں کہ میری بغیر اجازت پیش امام نماز کے اوقات نہیں بدل سکتے ہیں، کیا متولی کا کہنا صحیح ہے

الجواب حامداً ومصلیاً!

بات کو طول دینے اور بگاڑنے کے بجائے اگر اس طرح کرلیا جائے، تو بہتر ہے کہ امام اوقات کی رعایت کرتے ہوئے جب وقت تبدیل کریں تو متولی صاحب کو اطلاع کردیا کریں کہ آپ فلاں وقت کو اس طرح تبدیل کردیں، اوراس کا اعلان کردیں، تاکہ

---

[1] الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۳/ص ۴۱۴/ نعمانیہ، ج۶/ص ۶۴۵/ زکریا، مطلب باع عقار اثم ادعی انه وقف، البحر الرائق کوئٹه ص ۵/۲۴۹، کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، الاشباه والنظائر ص ۱۰۴، کتاب الوقف، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

متولی بھی خوش رہیں، اور کام میں رکاوٹ بھی پیدا نہ ہو، نماز بھی صحیح اوقات پر ہو جایا کرے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر اجازت متولی امامت

سوال:۔ بغیر اجازت متولی آفاق حسین مسجد میں امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر متولی کا تجویز کردہ امام صالح پابند موجود ہو تو کسی اور کو امامت کا حق نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مرمت مسجد بلا اذن متولی

سوال:۔ بغیر اجازت متولی محمد آفاق مرمت مسجد کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

متولی کے انتظامات میں کسی اور کو دخل نہیں دینا چاہئے اگر مرمت وغیرہ کی ضرورت

---

[1] واعلم ان صاحب البیت ومثاله امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة غیره مطلقاً (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۵۵۹/ج ۱/ کتاب الصلوٰة باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، طحطاوی علی مراقی الفلاح مصری ص ۲۴۲، فصل فی بیان الاحق بالامامة، مجمع الانهر ص ۱۶۲/ ۱، فصل فی الجماعة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

ہوتو متولی سے کہا جائے اوراس کیساتھ تعاون کیا جائے [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر اجازت متولی مسجد میں رہنا

سوال:۔ بغیر اجازت متولی آفاق حسین مسجد ہٰذا میں رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ ان کا ذاتی مکان مسجد کے قریب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

مسجد میں سونا مکروہ ہے، اپنے مکان پر سویا کریں، متولی کو اجازت دینے کا بھی حق نہیں، جو شخص معتکف ہو یا مسافر ہو اس کیلئے گنجائش ہے [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلا اجازت متولی جنگل کو نیلام کرنا

سوال:۔ ایک جنگل جامع مسجد سکروڈہ کے نام وقف ہے، عرصہ بیس سال سے اور اس وقف کے متولی خاص کو کوئی نہیں وقف نامہ میں یہ تحریر ہے کہ جملہ نمبرداران دہ مذکورہ

---

[۱] مستفاد :سئل القاضی الامام شمس الاسلام محمود الاوزجندی رحمه اللّٰه تعالیٰ عن اهل المسجد تصرفوا فی اوقاف المسجد یعنی اجروا المستغل ولهٗ متول قال لایصح تصرفهم (هندیه کوئٹه ص ۴۶۳/ ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۵، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

[۲] و (یکره) اکل ونوم الا لمعتکف وغریب (درمختار مع ردالمختار کراچی، ص ۶۶۱/ ج ۱/ مکروهات الصلوٰة مطلب فی الغرس فی المسجد، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۸۰، باب الاعتکاف، فتح القدیر ص ۴۲۲/ ۱، قبیل باب صلوة الوتر، مطبوعه دارالفکر بیروت)

عرصہ بیس سال سے باہتمام واتفاق جملہ نمبرداران دہ جنگل کو نیلام کیا جاتا تھا، اورآمدنی مسجد کے اخراجات میں صرف کی جاتی تھی، امسال جو نیلام کیا گیا وہ صرف چنداشخاص کے ذریعہ سے نیلام ہوا جملہ نمبرداراں کی رائے واتفاق سے اس کا نیلام نہیں کیا گیا وقف ہونے سے اب تک جنگل کا ٹنڈر پولا وغیرہ نیلام ہوکر درو کرادیا جاتا تھا، مگر مویشیوں پر جو وہاں چرنے اور پانی پینے جاتے تھے کسی قسم کی چونگی یا ٹیکس یعنی ان کی چرائی پر کوئی محصول باتفاق جملہ نمبرداراں نہیں لیا جاتا تھا، اس سال کے نیلام چند آدمیوں نے بوقت نیلام مویشیوں کی چرائی پر محصول قائم کردیا جس سے عوام کو بہت تکلیف ہونے لگی کہ اگر حلقہ سے دور دور تک مویشیوں کو پانی پلانے کا موقعہ نہیں ہے، اور عام طور سے اسی جنگل سے مویشیوں کو لے جانا پڑتا ہے اوراسی جنگل سے پانی پلایا جاتا ہے اور عام طور سے کاشتکار اپنے کھیتوں میں اپنے مویشیوں کو اسی راستہ سے لے جاتے ہیں کہ یہ عام گذرگاہ ہے اور جنگل کی کوئی حدود تار یا خاص نشان سے قائم نہیں بلکہ اس کی حدود دوسری زمینوں کی حدود سے محفوظ ہیں ایسا کرنے سے لڑائی جھگڑے کا بھی ہروقت اندیشہ رہتا ہے۔

پس سوال یہ ہے کہ کس چراگاہ پر مویشیوں کے چرانے کیلئے یا کسی پانی کے موقعہ پر مویشیوں کو پانی پلانے پر محصول قائم کردینا شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے خصوصاً جب کہ فتنہ کا اندیشہ ہو۔

الجواب حامداًومصلیاً

جب کہ جملہ نمبرداراں (حسبِ تصریح وقف نامہ) اس کے مہتمم ومتولی ہیں تو پھر بعض کا اس کو بلا دوسروں کی رائے نیلام کرنا شرعاً جائز نہیں: **ليس لاحد الناظرين التصرف دون الآخر عندهما خلاف لابي يوسف.** (بحر ص[1]:۲۴۱، ج:۵ کتاب الوقف)

---

[1] البحر الرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۱، کتاب الوقف.

نیز پانی پر ٹیکس قائم کرنا بھی ناجائز ہے[1]۔ اور جب کہ عام گذرگاہ کا اور کوئی راستہ نہیں بلکہ صرف وہی راستہ ہے تو عام گذرگاہ میں گذرنے کا شرعاً سب کو حق حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا گذرنیوالوں سے محصول لینا درست نہیں گھاس جو خودرو ہو بغیر کاٹے اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے البتہ کاٹ کر فروخت کرنا درست ہے[2]۔ جو تصرفات کئے جائیں وقف نامہ کی شرائط کے مطابق کئے جائیں اس کے خلاف کرنا ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف ۲۷/۱/۵۷ھ

شیعہ صاحبان اپنی مسجد سنیوں کو دیں تو قدیم شیعہ منتظم کے ہاتھ سے انتظام لے لینا

سوال:۔ ڈیڑھ سو سالہ ایک قدیم مسجد شیعہ صاحبان کی تھی، انہیں کی نماز ہوتی تھی، زمانہ کے ردوبدل سے صرف ایک گھران کا رہ گیا، وہ مسجد ان کے متولی صاحب نے اہل سنت والجماعت کو دیدی کہ تم اپنی اذان و جماعت کرلو، مگر انتظام ان کے ہاتھ میں ہے، ہم چاہتے ہیں کہ انتظام ہمارے ہاتھ میں ہو، وہ انتظام چھوڑنا نہیں چاہتے تو ان سے انتظام لینا کیسا ہے؟

---

[1] ولا يباع الشرب ولا يوهب ولا يؤجر ولا يتصدق به لانه ليس بمال متقوم فى ظاهر الرواية وعليه الفتوى، شامى كراچى ص ۵/۸۰، باب البيع الفاسد، مطلب فى بيع الشرب، فتاوىٰ قاضيخان على الهندية ص ۲/۱۵۴، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه كوئٹه.

[2] لا يجوز بيع الكلاء واجارته أما اذا أحرز الكلاء بقطعه جاز حينئذ بيعه وظاهر أن هذا اذا نبت بنفسه. (البحر ص: ۷۷، ج: ۶ كراچى ملخصاً، كتاب البيوع. باب البيع الفاسد، فتح القدير ص ۶/۴۱۸، باب البيع الفاسد، مطبوعه مصر، عالمگیری كوئٹه ص ۳/۱۰۹، الفصل الثانى فى بيع الثمار)

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب زمانہ قدیم سے وہ مسجد کے انتظامات کرتے چلے آرہے ہیں، اور کوئی نقصان یا خیانت ثابت نہیں ہے، تو ان کو اس انتظام سے الگ نہ کیا جائے[1]، بلکہ ان کے ساتھ تعاون کیا جائے، ہاں اگر وہ خود ہی انتظام سے دست بردار ہوجائیں تو دوسری بات ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اولادِ واقف کو انتظام میں دخل دینے کا حق

سوال:-کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حمیت اور قوت دینی سے ایک مدرسہ دینی اپنے مکان پر قائم کیا اور وہ ہمیشہ اس مدرسہ کی ترقی کی کوشش و نگرانی کرتا رہا، اس نے یہ بھی کیا کہ شہر کے چند متدین اور عمائد کی ایک کمیٹی بنائی جو مدرسہ کے انتظام اور اس کی ترقی کے مشورے دے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مدرسہ کے قائم اور برقرار رکھنے کے لئے دُکانی جائیداد موقوفہ کا انتظام ہوگیا، لیکن پرانے ممبران جب یکے بعد دیگر مر گئے تو اس شخص نے جدید ممبران قائم کئے اور خود بھی مر گیا اس کے انتقال کے بعد چند ممبروں کی وجہ سے مدرسہ کی ترقی میں صورت زوال پیدا ہوگئی۔ لہٰذا بانی مدرسہ کی اولاد نے چاہا کہ چونکہ ہمارے بزرگوں کا قائم کردہ مدرسہ ہے، لہٰذا ہم کو اس کی نگرانی کرنی چاہئے، تاکہ مفید سلسلہ

---

[1] قدمنا انه لایعزله القاضی بمجرد الطعن فی امانته بل بخیانة ظاهرة ببینةٍ(شامی کراچی، ص ۳۸۰/ ج۴ / کتاب الوقف ،مطلب یأثم بتولیة الخائن، البحرالرائق کوئٹہ ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹہ ص ۲/۴۲۵، کتاب الوقف، مطلب لا یعزل المتولی بمجرد الطعن) ویشترط للصحة بلوغه وعقله لاحریته واسلامه (شامی کراچی ص ۳۸۱/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی تولیة الصبی)

تعلیم ٹوٹ نہ جائے، لیکن موجودہ ممبران بانی مدرسہ کی اولاد کو نہ مدرسہ کی نگرانی کرنے دیتے ہیں، نہ کمیٹی میں شامل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ مدرسہ کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور بانی مدرسہ کی اولاد کے دخل کو برا جانتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں چونکہ موجودہ ممبران اصلی متولی مرحوم کے مقرر کردہ ہیں اور اصلی متولی کو حق تھا کہ جس کو چاہے متولی مقرر کردے (کما صرح بہ فی العالمگیریہ ص: ۹۹۹، ج:۲) **للمتولی ان یفوّض لغیرہ عند موتہ**[۱] لہٰذا متولی مرحوم کی اولاد کو بغیر رضامندی ممبران مدرسہ محض ترقی رک جانیکی وجہ سے نگرانی یا انتظامات میں دخل دینے کا حق نہیں تاوقتیکہ ممبران کی جانب سے کوئی خیانت ظاہر ہو البتہ اگر ممبران خیانت کریں تو واقفین کو اختیار ہے کہ قاضی کے یہاں دعویٰ کرکے ان ممبران کی تولیت کو باطل کردیں عالمگیری میں ہے **رجل وقف ارضا او دار اودفعها الٰی رجل وولاّہ القیام بذٰلک فجحد المدفوع الیه فهو غاصب یخرج الارض من یدہ الخصم فیه الواقف**[۲] (ص: ۱۲۴، ج:۲) موجودہ متولیوں کا اسکو اپنی ملک قرار دینا برائے خیانت ہے، بلکہ خیانت ہی خیانت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۶/ ۵۱ھ

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ ۱۶/ذیقعدہ ۵۱ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/ذی قعدہ ۵۱ھ

۱؎ فتاویٰ عالمگیری کوئٹہ ص: ۴۱۲، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، درمختار علی الشامی کراچی ص۴۲۵/۴، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یؤکل غیرہ، تاتارخانیة ص ۵/۷۴۴، کتاب الوقف، الولایة فی الوقف، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، المحیط البرهانی ص۹/۲۳، الفصل السادس فی الولایة فی الوقف، مطبوعہ ڈابھیل.

۲؎ هندیه کوئٹہ ص: ۴۴۷، ج:۲، کتاب الوقف الباب التاسع فی غصب الوقف، احکام الاوقاف ص۲۰۲، کتاب الوقف، باب الارض او الدار توقف فتغصب، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت.

متولی وامام میں ترک سلام وکلام بڑی محرومی ہے

سوال:۔(۱) دوسال سے متولی صاحب اور پیش امام میں دعاء سلام بالکل بند ہے، لیکن امام صاحب کے پیچھے برابر نماز ادا کرتے ہیں، پیش امام کی غیبت کرنے میں بہتان لگانے میں اورامامت سے علیحدہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، متولی صاحب کوایسی حرکات کرنا کیسا ہے؟

ضعیف امام صاحب کونماز جنازہ کیلئے سواری میں لیجانا

سوال:۔(۲) امام صاحب ضعیف العمر ہیں قبرستان ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر ہے، جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے لوگ سواری میں بٹھا کرلے جاتے ہیں، متولی صاحب کا کہنا ہے کہ امام صاحب پیدل چل کر جائیں، یا اپنی طرف سے رقم خرچ کر کے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے جائیں، متولی صاحب کا یہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) بڑے غضب کی بات ہے، کہ دعا سلام بالکل بند ہے، فوراً دعا سلام شروع کردی جائے، دوسرے لوگ دونوں کوایک جگہ بٹھا کرکوشش کر کے دعا سلام شروع کرادیں، جوشخص ابتدا کریگا وہ قابل مبارک باد ہوگا، امام صاحب اگرابتدا کریں تو یہ ان کی بزرگی کے زیادہ لائق ہے، متولی صاحب اگرابتدا کریں تو یہ ان کے لئے عین سعادت ہے، امام کے پیچھے نماز ادا کرکے اپنے اللہ کا حق ادا کرتے ہیں اوراپنی آخرت کودرست کرتے ہیں، اس سے ناراض رہنا سلام نہ کرنا اوراس کوذلیل کرنا بہت بڑی محرومی اور بدقسمتی ہے [1]

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحل للرجل ان یھجرا خاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذاویعرض ھذا وخیر ھما الذی یبد ابالسلام ......(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) متولی صاحب کا کہنا اور اصرار کرنا بالکل غلط اور بے جا ہے، ضعیف کی معذوری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، خاص کر امام کا[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

not found.

(حاشیه صفحه گذشته) ...... (مشکوٰة شریف، ص۲/۴۲۷ کتاب الاداب ،باب ماینهی عنه من التهاجر و التقاطع و اتباع العورات)

ترجمه :۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کیلئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ بغیر کلام کے چھوڑے رکھے کہ دونوں کی ملاقات ہو پس وہ اس سے منہ موڑ لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] ابی موسی الاشعریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام ذی السلطان المقسط، ابو داؤد شریف ص۲/۶۶۵، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، مطبوعه سعد بکڈپو دیوبند، حلبی کبیری ص۵۱۳، فصل فی الامامة وفیها مباحث، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب چهارم :- مصارف وقف

وقف کی جہات

سوال:- واقف نے جائداد وقف کر کے وقف نامہ میں منشاء وقف اس طرح سے رکھا کہ میری جائداد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راہِ خدا میں وقف ہے اور کسی قرضہ وڈگری میں فروخت اور نیلام نہ ہو سکے گی اور اس کی آمدنی سے امور خیر جاری رہیں گے اور واقف کی اور اس کے بزرگوں کی روح کو ثواب ملتا رہے گا، تفصیل امور خیر۔

۱- امداد ذوی القربی غیر مستطیع میں ماصــــــ سالانہ

۲- بموقع عید الضحیٰ قربانی برائے حضورِ اکرم سرورِ عالم ﷺ وخاتون جنت حضرت فاطمہؓ وواقف وزوجۂ واقف ووالد واقف ووالدۂ واقف صــــــ سالانہ

۳- ضروریات مساجد میں (صف لکڑی وغیرہ میں صــــــ سالانہ)

۴- برخورداری فلاں جس کو واقف نے مثل اولاد کے پرورش کیا ہے۔ ۴ے

۵- ہمشیرہ گان کی تجہیز وتکفین امداد لاوارث میں صــــــ ۵ سالانہ

۶- جن مدارس میں ضرورت ہو صــــــ سالانہ

۷- مدرسہ فلاں میں صــــــ سالانہ

۸- بشرط گنجائش ہر ۵ سال بعد واقف کے لئے ایک حج بدل

۹- برخورداری کی برادرزادی کو۔

مندرجہ بالا مدات میں وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امور مذکورہ سب باعثِ اجر وثواب ہیں ان میں خرچ کرنے کے لئے وقف کرنا شرعاً معتبر ہے[1] اگر کسی وقت ان میں سے کوئی فرد باقی نہ رہے ختم ہوجائے تو اس فرد کا حصہ دیگر مدات ومصارف خیر میں صرف کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۸۶ھ

وقف درگاہ حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

شرط الواقف كنص الشارع

سوال:-(۱) احمد آباد میں حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گذرے ہیں جو خاندان سادات میں سے تھے، اور جن کے مریدین سنت جماعت قوم بواہیر اور دیگر جماعتوں

[1] وشرطه شرط سائر التبرعات وأن يكون قربة فى ذاته أى بان يكون من حيث النظر الى ذاته وصورته قربة والمراد أن يحكم الشرع بأنه لوصدر من مسلم يكون قربة. (در مختار مع الشامى كراچى ص: ۳۴۱، ج:۴، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، البحر الرائق كوئٹه ص۱۸۸/۵، كتاب الوقف، فتح القدير ص ۲۰۰/۶، كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر مصر)

ومنها ان يجعل الاجرة لجهة لا تنقطع ابدا عند ابى حنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ وعند ابى يوسف ذكر هذا ليس بشرط بل يصح وان سمى جهة تنقطع ويكون بعدها للفقراء وان لم يسمهم لان قصد الواقف ان يكون اجره للفقراء وان لم يسمهم فكانت تسمية هذا الشرط ثابتة دلالة، (عالمگيرى كوئٹه ص۳۵۷/۲، كتاب الوقف، الباب الاول، شامى زكريا ص ۵۳۶/۶، كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابو يوسف الخ.

کے مسلم افراد تھے، آپ تمام عمر مجرد رہے اس وجہ سے لاولد ہی وفات پائی اور وفات کے بعد آپ کے مریدین نے روضہ اور اس کے متعلق مسجد تعمیر کرائی، ان عطیات سے جو وقتاً فوقتاً سنی بوہروں کے علاوہ دوسرے مریدین بھی دیتے تھے متعدد کمرے اور دکانیں تعمیر کرائی گئیں، جن کی آمدنی فی زمانہ تقریباً ایک لاکھ روپیہ ہے روضہ اور متعلقہ جائداد کا انتظام ''سائیں'' کیا کرتے تھے، جو سنی بوہرہ جماعت کے نہ تھے۔

(۲) وقتاً فوقتاً جو جائدادیں درگاہ مذکورہ کے لئے وقف کی گئیں یا وقف درگاہ کے لئے خریدی گئی ان کی دستاویزوں میں لکھا ہے کہ یہ جائداد درگاہ کے لئے وقف کی گئی یا وقف درگاہ کے لئے خریدی گئی ان دستاویزوں میں سے بعض میں "وقف لمرضات الله" تو تحریر ہے مگر کسی میں یہ نہیں لکھا کہ یہ وقف کسی خاص فرد یا مخصوص جماعت کے فائدہ کے لئے یا اس میں کسی فرد خاص یا جماعت کے مالکانہ حقوق محفوظ ہیں۔

(۳) سیٹی سروے کی ۱۸۲۱ء ۱۸۸۰ء اور ۱۹۲۲ء کی پیمائش وتحقیقات کے مطابق پیمائش دفتر روضۂ مذکورہ مسجد اور جائداد متعلقہ کا اندراج بحیثیت وقف ہوا ہے۔

(۴) ۱۸۸۰ء میں روضہ اور جائداد متعلقہ کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی، جن میں بعض ممبر حضرت پیر محمد شاہ صاحب کے مرید یا مریدوں کے اولاد نہ تھے اور ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو سنی بوہرے نہ تھے۔

(۵) روضۂ مذکورہ میں عامہ مسلمین فاتحہ خوانی کرتے ہیں مسجد متعلقہ میں نماز بھی پڑھتے ہیں نماز جمعہ اور عیدین میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

(۶) حضرت پیر محمد شاہ روضہ کمیٹی کا جس میں اب صرف سنت جماعت بوہرے شامل ہیں یہ دعویٰ ہے کہ روضۂ مذکورہ متعلقہ مسجد کمرے اور دوکانیں وغیرہ صرف سنت وجماعت بوہرہ قوم کے مریدین کیلئے وقف ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو اس ملکیت سے مستفید ہونے یا اس کے انتظام میں دخیل ہونے کا حق نہیں یعنی تمام وقف نہیں ہے، بلکہ صرف سنت جماعت

قوم بواہیر کیلئے ہے درآنحالیکہ اس کمیٹی کے پاس اس بات کا کوئی دستاویزی یا دیگر تحریری ثبوت نہیں کہ ملکیت مذکورہ صرف سنی بوہرہ کے مریدین کا مخصوص وقف ہے، نظریہ حقائق مذکورہ بالا علماء دین ومفتیان شرع متین دام اقبالہم وکثر امثالہم فرمائیں کہ

(الف) کیا حضرت پیر شاہ درگاہ کمیٹی اپنے دعوی میں حق بجانب ہے۔

(ب) کیا وقف مذکورہ صرف سنت جماعت بوہرہ مریدین کیلئے مخصوص ہوسکتا ہے۔

(ج) کیا وقف مذکورہ عام وقف نہیں ہوسکتا۔

(د) بوہرہ قوم کے علاوہ تمام مسلمان اس ملکیت موقوفہ سے مستفید ہونیکا حق نہیں رکھتے۔

(ہ) موجودہ دور میں رفاہ عام کے نہایت ہی ضروری امور کی انجام دہی کے بجائے کیا اس شاندار آمدنی تمامتر صرف سنت جماعت قوم بواہیر ہی کیلئے مخصوص ہوجانا شرعاً جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

سائل نے دستاویزوں سے جس قدر الفاظ نقل کئے وہ اصل اغراض وقف پر غور کرنے کیلئے کافی نہیں لہٰذا جب تک وقف نامہ بعینہٖ یا اسکی نقل بلفظہ سامنے نہ ہوکوئی حتمی جواب نہیں دیا جاسکتا جب اس جائداد کا درگاہ کیلئے وقف ہونا تسلیم ہے تو پھر اس وقف کے مخصوص ہونے عام نہ ہونے سے تمام مسلمانوں کے مستفید نہ ہونے رفاہ عام کی ضروری امور کی انجام دہی وغیرہ کے سوالات کا کیا مطلب ہے، واقف نے جو مصارف متعین کردیئے ہیں اور جو شرائط مقرر کردیئے ہیں انکے خلاف کرنا شرعاً درست نہیں جب تک انمیں کوئی چیز خلاف شرع نہ ہو:

لان شرط الواقف يجب اتباعه لقولهم شرط الواقف كنص الشارع اى فى وجوب العمل به وفى المفهوم والدلالة. اهـ الاشباہ والنظائر[1]، ص: ۲۷۵. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الاشباه والنظائر ص ۱۰۴، كتاب الوقف، اشاعت الاسلام دهلى، البحر كوئٹه ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، كتاب الوقف، مكتبه عباس احمد الباز مكة مكرمه.

وقف علی اللہ میں سے کچھ حصہ حق الخدمت کیلئے مقرر کرنا

سوال:-ایک شخص نے ایک ریاست سے کافی زمین سالانہ لگان پر حاصل کی اس کے بعد اس پر ایک کوٹھی تعمیر کی، بقیہ زمین کوٹھی کے چاروں طرف اُفتادہ پڑی رہی، اس کوٹھی وزمین کوگھیرنے کے لئے خام چہاردیواری بنادی۔ وقتاً فوقتاً ملازمین کے لئے اس زمین پر جھوپڑے بھی بنتے رہے، اور کافی زمین اُفتادہ پڑی رہی، کوٹھی والی زمین اور پڑی زمین کا ریاست کو لگان دیا جاتا رہا، پھر اس شخص نے یہ کل زمین اور کوٹھی ایک عورت کو دیدی، کچھ عرصہ بعد اس عورت نے اس سب زمین وکوٹھی کو وقف علی اللہ کردیا اور کچھ حصہ آمدنی بطور حق الخدمت اپنی اولاد نرینہ ودختری کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دینا تحریر کردیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ وقف علی اللہ صحیح ہے یانہیں؟ شبہ اس لئے ہوتا ہے کہ زمین کا لگان حسبِ سابق اب بھی ریاست کو دیا جاتا ہے، جس سے واضح ہے کہ زمین کی مالک ریاست ہے، دوسرے آمدنی کا ۱/۴ حصہ وقف نامہ کی رُو سے بطور حق الخدمت اولادِ نرینہ ودختری کو ہمیشہ ہمیشہ ملنا تحریر ہے۔ وقف علی اللہ میں اس طرح کی شرط کی گنجائش ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب تو مالکانِ مکان سے بھی ٹیکس لیا جاتا ہے اگر اس کے لگان کی بھی یہی صورت ہے تو یہ وقف کرنا بھی درست ہے، اور وقف میں اگر کچھ حصہ مثلاً ۱/۴ بطور حق الخدمت اولادِ نرینہ ودختری کیلئے تجویز کردیا جائے تو اس سے وقف میں خلل نہیں آتا۔ ۳/۴ دیگر بقیہ دیگر مصارفِ خیر میں جن کو واقف نے متعین کیا ہو صرف کیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۸۹ھ

[1] وكذا الوقال على ولدى وعلى من يحدث لى من الولد فاذا انقرضوا فعلى المساكين. (فتاوىٰ عالمگیری مصری ۲/۳۷۱ الفصل الثانى فى الوقف على نفسه واولاده، بزازيه على الهندية ص ۶/۲۷۲، كتاب الوقف، الباب الخامس فى الوقف، البحر كوئٹه ص ۵/۱۹۹، كتاب الوقف)

زید نے جس کام کیلئے روپیہ دیا ہے اسکو اسی کام میں صرف کرنا چاہئے

سوال:- زید نے مسجد کی سفیدی کرانے کے لئے روپے دیئے یا کسی اور کام کا نام خاص کر دیا کہ ان روپے کو اس کام میں خرچ کرنا پیسے دینے والے کے بتائے ہوئے کام میں ہی خرچ کرنا چاہئے، یا مسجد کے دوسرے اخراجات مثلاً: تیل، لوٹے، فرش، رسی، بالٹی یا تعمیر مسجد یا خرچ بجلی میں خرچ کئے جا سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب معطی نے مصرف کی تعیین کر دی تو کسی دوسرے کام میں روپے خرچ نہ کریں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزارات کے نام وقف شدہ آمدنی اور اس پر چڑھاوے کا مصرف

سوال:- جو ملکات باشاہوں نے پیروں کینام وقف کر دی تھیں تو انکی آمدنی سے اگر لنگر

---

[1] شرط الواقف كنص الشارع. (در مختار مع الشامي كراچي ۴/۴۳۳، كتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر الرائق كوئٹه ص ۵/۲۴۵، كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

خانہ جاری کیا جاوے تو وہ کھانا کیسا ہے، اور جو پیروں پر چڑھایا جاوے اسکا کھانا کیسا ہے، اور جو باشرع اس چڑھاوے میں سے لڑ جھگڑ کر مثل ترکہ جدی سمجھ کر حصہ لیتا رہے تو وہ شخص کیسا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقف نے وقف کی آمدنی سے لنگر خانہ جاری کرنے کی اجازت دیدی تھی تو مستحق کو اس کا کھانا جائز ہے[1]، اگر وہ چڑھاوا پیروں اور مزاروں کے نام کا ہے تو اس کا چڑھانا اور کھانا ناجائز ہے اور اگر وہاں کے فقراء کیلئے ہے تو فقراء کو کھانا درست ہے، اگر وہ باقاعدہ شرعی طور پر وقف ہے تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی بلکہ واقف نے جو حصہ جس طرح متعین کر دیا ہے، اسکے موافق مستحقین میں تقسیم کیا جاوے گا اگر وہ باقاعدہ وقف نہیں کر دیا ہے، اس کے موافق مستحقین میں تقسیم کیا جاوے گا اگر وہ باقاعدہ وقف نہیں بلکہ کسی خاص شخص کی ملک ہے تو اس میں شرعی طور پر میراث جاری ہوگی: **واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدارهم والشمع والزیت ونحوها الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فهو باطل وحرام.** (طحطاوی ص:۴۰۳[2]) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ
دارالعلوم دیوبند

---

[1] شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالک فله ان یجعل ماله حیث شاء مالم یکن معصیة وله ان یخص صنفا من الفقراء، شامی زکریا ص۶/۵۲۷، کتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف معتبرة، البحرالرائق کوئٹه ص۵/۲۴۵، کتاب الوقف.

[2] طحطاوی علی المراقی مصری ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء، الدرعلی الرد کراچی ۲/۴۳۹، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ. البحر کوئٹه ص۲/۲۹۸، قبیل باب الاعتکاف.

مزار کی حفاظت کا طریقہ اور اس کے محافظ کا وظیفہ

سوال :- یہاں گاؤں میں ایک درگاہ شریف ہے، اس کی مجاوری کے لئے مہاراجہ گائیکواد نے کچھ زمین دی ہے کہ جو مجاوری کرے وہ اس زمین کو کاشت کر کے اس کی پیداوار کھائے، اور مجاوری کا کام ایک مؤذن کرتا ہے اور گاؤں کے لوگ سب درگاہ پر پھول چڑھاتے ہیں اور دیا بھی جلاتے ہیں مؤذن کا کہنا ہے کہ میں اس قبر پرستی کو برا سمجھتا ہوں، اگر میں یہ کام نہ کروں تو اس زمین کی پیداوار کھا سکتا ہوں کہ نہیں؟ چونکہ اس کی تنخواہ بہت کم ہے اس لئے اس نے ایسا کام اختیار کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

درگاہ کی حفاظت کرے اور پھول چڑھانے والوں کو نرمی وشفقت سے سمجھا دیا کرے[1] کہ اس چڑھاوے سے نہ تم کو فائدہ ہے، نہ صاحبِ مزار کو فائدہ ہے[2]، اگر دو رکعت نفل پڑھ کر ان کو ثواب پہنچا دو تو تم کو بھی نفع ہے، اور ان کو بھی نفع ہے، اور اس طریقہ پر ثواب پہنچانا حدیث

---

[1] وامرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق واخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم وتخولهم بالموعظة الحسنة الخ نووی علی مسلم ص ۱/۵۴، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحة، مطبوعه بلال دیوبند. عالمگیری کوئٹه ص ۵/۳۵۲، کتاب الکراهية، الباب السابع عشر فی الغناء واللهو.

[2] فترى العامة يلقون الزهور على القبور وبالاخص على قبور الصلحاء والاولياء والجهلة منهم ازدادوا اصرارا على ذلك وتغالوا فيه وظنوا ذلك سببا للثواب والاجر الجزيل فالمصلحة العامة فی الشريعة تقتضی منع ذلك بتاتا استئصالا لشافة البدع وحسما لمادة المنكرات المحدثة وبالجملة هذه بدعة مشرقية منكرة الخ، معارف السنن ص ۱/۲۶۵، ابواب الطهارة، باب التشديد فی البول، بيان ان القاء الزهور علی القبور بدعة، مطبوعه اشرفيه ديوبند.

شریف سے ثابت بھی ہے[۱] درگاہ سے متعلق جو زمین ہے اس کی پیداوار کھانا اس کے لئے جائز ہوگا، مگر جو چیز مزار پر چڑھائی جائے اس کا کھانا درست نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۶/۹۱ھ

وقف سے تنخواہ

سوال:-(۱) اوقاف کے متعلقین کو اوقاف کی آمدنی سے تنخواہ دی جاسکتی ہے، یا نہیں، اگر دی جاسکتی ہے تو کس قدر۔

---

[۱] عن أبی أسید الساعدی قال بینا نحن عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جاءہ رجل من بنی سلمۃ فقال یا رسول اللّٰہ ھل بقی من برّ ابویّ شئ ابرھما بہ بعد موتھما قال نعم الصلاۃ علیھما والاستغفار لھما وانفاذ عھدھما من بعدھما وصلۃ الرحم التی لا توصل الابھما واکرام صدیقھما۔ (ابوداؤد شریف ص: ۲/۷۰۰، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، مشکوۃ شریف ص: ۴۲۰، کتاب الادب، باب البر والصلۃ، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند)

ترجمہ:- ابواسید ساعدیؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنوسلمہ کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے لئے کچھ باقی ہے کہ میں انکے مرنے کے بعد اسکو کروں آپؐ نے فرمایا ان کے لئے دعا کرنا استغفار کرنا اور انکی وصیت پورا کرنا اور سلوک کرنا ان کے ناتے داروں سے سلوک کرنا انہیں کی قرابت کے سبب سے ہے۔ اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت کرنا۔

[۲] اعلم أن النذر الذی یقع للأموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدارھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الأولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع حرام. (الدر علی الرد کراچی ۲/۴۳۹، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للأموات الخ، طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱، کتاب الصوم، باب مایلزم الوفاء بہ الخ، مطبوعہ مصر، البحر کوئٹہ ص ۲/۲۹۸، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف)

(۲) اگر اوقاف کا کوئی متعلق (مدرسہ کا مدرس اور مسجد کا امام) فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے جائے تو غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقف نے مدرسہ کے مدرس اور مسجد کے امام کے لئے تنخواہ دینے کو وقف نامہ میں درج کیا ہے اور تنخواہ کی کوئی تعیین نہیں کی تو حاجت اور عرف کے مطابق تنخواہ دی جائیگی اسی طرح اگر واقف نے متولی اور مہتمم کو تنخواہ دینے کا اختیار دیا ہے، تو وہ بھی حاجت اور عرف کے مطابق دے گا۔[1] جو شخص یا ملازم حج کے لئے جائے تو ایام سفر کی تنخواہ کے متعلق اگر واقف کی کوئی تصریح نہیں تو دوسرے اوقاف اور مدارس سے تعامل معلوم کر لیا جائے، اس کے موافق عمل کیا جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۵/۲۵ھ

[1] ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم (قوله بقدر كفايتهم) أى لا بقدر استحقاقهم المشروط لهم والظاهر أن قول الحاوى هذا اذا لم يكن معينا الخ راجع اليه كما فهمه فى شرح الملتقى، وقال: ان فرض المسئلة فيما اذا كان الوقف على جملة المستحقين بلا تعيين قدر لكل فلوبه فلا ينبغى جعل الحكم كذلك. (در مختار مع الشامى كراچى ۴/۳۶۷، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب اليها، منحة الخالق على هامش البحر كوئٹه ص ۲۱۳-۲۱۴/۵، كتاب الوقف، مجمع الانهر ص۵۸۷-۵۸۸/۲، كتاب الوقف)

[2] مستفاد: ومنها البطالة فى المدارس كايام الاعياد ويوم عاشورا وشهر رمضان فى درس الفقه، فان كانت شروطة لم يستط من المعلوم شئ، فينبغى أن يلحق ببطالة القاضى، وفى المنية القاضى يستحق الكفاية من بيت المال فى يوم البطالة فى الاصح (الى أن قال) نقل فى القنية أن الامام للمسجد يسامح فى كل شهر اسبوعا للاستراحة أو لزيارة أهله وعبارته فى باب الامامة امام يترك الامامة لزيارة اقربائه فى الرساتيق اسبوعا أو نحوه أو لمصيبة أو لاستراحة لابأس به ومثله عفو فى العادة والشرع انتهى. (الاشباه والنظائر ص: ۱۵۳، الفن الاول، القاعدة السادسة العادة محكمة، اداره نشر واشاعت دارالعلوم ديوبند، الدر مع الشامى زكريا ص۵۶۷-۵۶۸/۶، كتاب الوقف، مطلب فى استحقاق القاضى والمدرس الوطيفة فى يوم البطالة، سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۵۸۹/۲، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

وقف کی آمدنی کو غیر وقف میں خرچ کرنا

سوال:- مسلمانان گوالپاڑہ کی انجمن خادم الاسلام اس بکس کی آمدنی کے پیسہ کو قبرستان اور مزار شریف کی حفاظت اور دیگر بہتر کاموں میں صرف کرنے کی حق دار ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ الغرض ان رقموں کو کن کن جگہ پر خرچ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس مقصد کے لئے یہ رقمیں دی جاتی ہیں، اسی مقصد میں خرچ کریں بشرطیکہ وہ مقصد خلافِ شرع نہ ہو[1]۔ اگر قبرستان کے علاوہ کسی دوسرے کار خیر میں صرف کرنا چاہیں تو عامۃ الناس سے بذریعہ اعلان اجازت حاصل کرلیں جب خرچ کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

وقف مسجد کی زائد آمدنی واقف کی اولاد پر

سوال:- مسمّٰی مواجالو عسیلی مرحوم مسلک شافعیہ کا پابند، مشیر ممباسہ، ممباسہ مملکت کینیا افریقہ کا باشندہ ذی حیثیت اور صاحبِ جائیداد دیندار مسلمان تھا، اس کی جائیداد شہر و بیرونِ شہر

---

[1] شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع. (شامی کراچی ۴/۳۴۳ کتاب الوقف مطلب شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع، فتح القدیر ص ۶/۲۰۰، کتاب الوقف، مطبوعه دارالفکر مصر، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۲، کتاب الوقف، مطبوعه دارالکتب العلمية بيروت)

[2] لأن شرط الواقف كنص الشارع. (در مختار مع الشامی کراچی ۴/۴۳۳ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر کوئٹه ص ۵/۲۴۵، کتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳/۳۲۶، کتاب الوقف، مکتبه عباس احمد الباز مکه مکرمه)

تھی۔ ۱۹ویں صدی عیسوی میں اس نے شہر ممباسا میں ایک مسجد تعمیر کی جو ''کویجالو'' مسجد کے نام سے مشہور ہے، اس نے اپنی حیات میں زبانی طور پر خواہش ظاہر کی تھی کہ اس کی جائیداد میں سے کچھ زمین مسجد مذکور کے لئے وقف ہونی چاہئے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے رشید بن مویجالو اور اس کے سالے علی بن بشیری نے اس کی جائیداد کو مسجد مذکور کے لئے وقف کر دیا اور متولی کی حیثیت سے یہ دونوں کام کرتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں حکومت کینیا نے قانون ''وقف کمشنرا یکٹ'' پاس کیا اور ۱۹۰۳ء میں متولیانِ مذکور نے جائیداد مذکورہ کو وقف کمیشن کے سپرد کر دیا، ان دونوں جائیداد مذکورہ کی آمدنی بہت قلیل تھی یعنی تقریباً ۳۴/روپیہ سالانہ جو مسجد کے مصارف کے کام آتی تھی، وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اشیاء کی قیمتیں بڑھتی رہیں، وقف کمیشن کی طرف سے جائیداد مذکورہ کرایہ پر دیا جاتا رہا، جس سے آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا رہا، اور اسی آمدنی سے مزید جائیداد خرید کر آمدنی میں اور بھی اضافہ کر لیا گیا، اب بحالتِ موجودہ مسجد مذکور کے لئے جو جائیداد وقف ہے، اس کی سالانہ آمدنی تقریباً =/۸۰۰/۱۰ شلنگ سکۂ رائج الوقت ہے، جب کہ مسجد مذکور کے سالانہ مصارف تقریباً =/۴۰۰/۲ شلنگ ہیں، اور باقی رقم محفوظ کر دی جاتی ہے، جس کا کوئی مصرف نہیں ہے، واقف مذکور کے خاندان کے لوگ جو تقریباً ۳۰۰ لوگ ہیں ان میں سے بیشتر زبوں حالی اور معاشی بدحالی میں مبتلا ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ضعیف ہیں، بہت سی بیوائیں ہیں، جو کس مپرسی کی زندگی گذار رہی ہیں لیکن اپنے جد امجد کی جائیداد اور اس کی آمدنی سے اسلئے فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں، کہ وہ وقف کمیشن کی تولیت میں ہے، حالاتِ مذکورہ کے تحت اور شافعی مسلک کے مطابق کیا یہ ممکن ہے کہ وقف مذکورہ کو وقف کمیشن سے لیکر واقف کے خاندان کے لوگ اپنی تولیت میں لیکر مسجد مذکورہ کے انتظام وانصرام کے بعد جو رقم بچتی ہے، اس کو واقف کے خاندان کے لوگوں کی اعانت، فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جائیداد مسجد کے لئے وقف کردی گئی ہے اس کی آمدنی مسجد کے علاوہ واقف کے خاندان پر صرف کرنا درست نہیں، اگر آمدنی کی رقم زائد ہے تو اس کے ذریعہ دیگر جائیداد خرید کر وقف میں اضافہ کردیا جائے[1]۔ پھر زائد آمدنی دیگر حاجتمند مساجد پر بھی صرف کرنے کی گنجائش ہوسکے گی۔[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۵/ ۹۴ھ

---

[1] الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الى الفقراء قيل لايصرف وأنه صحيح ولكن يشترىٰ به مستغلا للمسجد. هنديه كوئٹه ص: ۴۶۳، ج: ۲، كتاب الوقف فصل فى الوقف على المسجد، المحيط البرهانى ص ۹/۱۳۸، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، نوع آخر فى المسائل التى تعود الى قيم المسجد الخ، مطبوعه ڈابھیل.

[2] الرباط والبئر اذا لم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد ...... الى اقرب مسجد (تنوير الابصار على الشامى ص ۴/۳۵۹، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره، عالمگیری دارالكتاب ص ۲/۴۷۸، الباب الثالث عشر فى الاوقاف التى يستغنى عنها الخ)

باب پنجم :۔ مسجد کے احکام

مسجد کبیر کی تعریف

سوال :۔ کیا مسجد کبیر جو چالیس ذراع کی ہوتی ہے وہ عرض ربع مراد ہے یعنی کل چالیس ذراع یا لمبائی چوڑائی ؟

الجواب حامداًومصلیاً

چالیس ذراع لمبی چالیس ذراع چوڑی، ایک قول میں ساٹھ ذراع [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/ ۸۵ھ

مسجد صغیر اور کبیر

سوال :۔ خورجہ کی جامع مسجد میں ایک صف میں تقریباً پچاس آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، اور پوری مسجد میں تقریباً چھ سو سات سو آدمی آسکتے ہیں، تو یہ مسجد کبیر کا حکم رکھتی ہے یا مسجد صغیر کا، اور مسجد صغیر اور مسجد کبیر کی کیا تعریف ہے؟ اوران دونوں مساجد کے متعلق نمازیوں کے لئے کیا کیا احکامات ہیں؟ مولوی صاحب مذکور اس مسجد کو مسجد کبیر کہتے ہیں، اور دیگر علماء کرام اس کو مسجد صغیر کہتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو مسجد چالیس گز (شرعی) لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہو وہ مسجد کبیر ہے، جو اس سے چھوٹی ہو

---

[۱] (قولہ فی مسجد الکبیر)ھوان یکون اربعین فاکثر وقیل ستین فاکثر(طحاوی علی المراقی ص ۲۷۸/کتاب الصلوٰۃ، قبیل فصل فی المکروھات، مجمع الأنھر ص ۱۸۳ ج ۱ باب ما یفسد الصلاۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

وہ مسجد صغیر ہے۔ (کذا فی ردالمختار)[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حد مسجد

سوال:۔ مسجد کی حد کہاں تک شمار کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد وہ جگہ ہے جس کو نماز کے لئے متعین کر دیا گیا ہو[۱]، وہاں بلا غسل جانا منع ہے[۲]، وضو کی جگہ عام طور پر خارج مسجد ہوتی ہے۔ مسجد کے فرش پر پیر رکھتے ہی نیت اعتکاف مناسب ہے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۲] ان کان اربعین ذراعاً فهی کبیرة والا فصغیرة هذا هوالمختار (شامی کراچی، ص۵۸۵/ج۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد فی کتبه التی هی ظاهر الروایة)

[۱] رجل له ساحة لابناء فیها امرقوما ان یصلوافیها بجماعة فهذا علی ثلاثة اوجه احدها اماان امر هم بالصلوٰة فیها ابداً نصًابان قال صلوا فیها ابداً اوامرهم بالصلوٰة مطلقاً ونوی الابد، المسجد موضع الصلاة اعتباراً بالسجود، المفردات فی غریب القرآن ص۲۲۳ السین مع الجیم، مطبوعه مصر، معجم المصطلحات والالفاظ الفقیهة ص۲۷۸ج۳ المسجد، مطبوعه دار الفضیلة القاهرة، ففی هذین الوجهین صارت الساحة مسجد اً لومات لایورث عنه (فتاویٰ عالمگیری ،کوئٹه ص۴۵۵/ج۲/کتاب الوقف،الباب الحادی عشرفی المسجد)، المحیط البرهانی ص۱۲۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد.

[۲] ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد (الدرعلی الردکراچی ، ص۱۷۱/ج۱/کتاب الطهارة مطلب یوم عرفة افضل من یوم الجمعة، عالمگیری کوئٹه ص۳۸ج۱ الفصل الرابع فی احکام الحیض الخ، حلبی کبیر ص۶۰ قبیل فصل فی التیمم، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۳] واذا ارادان یفعل ذلک ینبغی ان ینوی الا عتکاف فیدخل فیه (الهندیه کوئٹه ، ص۳۲۱/ج ۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الخامس فی آداب المسجد، شامی زکریا ص۴۳۵ ج۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی الغرس فی المسجد.

مسجد صغیر اور کبیر کی حد اور نمازی کے سامنے سے گزرنا

سوال :۔ مسجد صغیر اور کبیر کی کیا مقدار ہے؟ کیا تعریف ہے؟ نیز یہ بھی بتائیے کہ مسجد کبیر میں مصلی کے آگے گزرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کبیر کی تحدید میں دوقول ہیں،(۱) چالیس ذراع طویل چالیس ذراع عریض ہو(۲) یہ کہ ساٹھ ذراع طویل ساٹھ ذراع عریض ہو[۱]، مسجد کبیر میں مصلی کے اتنے سامنے سے گزرنے کی اجازت ہے کہ وہ صلوٰۃ خاشعین پڑھ رہا ہوں، یعنی اس کی نظر سجدہ گاہ پر رہے اور گزرنے والے کو دیکھ نہ پائے اور یہ دو تین صف کی مقدار ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۸/۱۴۰۰ھ

مسجد ہونے کا حکم کب ہوگا

سوال :۔ ایک عرصۂ دراز سے ایک مقام لب سڑک سرکاری ایک پختہ چبوترہ مسجد ہے،

---

[۱] اختلفوا فيه ، فقدره بعضهم بستين ذراعاً وبعضهم قال ان كان اربعين ذراعاً فهى كبيرة والا فصغيرة(شامى كراچى، ص ۵۸۵/ج۱/ كتاب الصلوٰة ، مطلب الكافى للحاكم جمع كلام محمد فى كتبه التى هى ظاهر الرواية)، طحطاوى على المراقى مصرى ص۲۷۸ قبيل فصل فى المكروهات، مجمع الأنهر ص۱۸۳ ج ۱ باب ما يفسد الصلاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] ومرورمار فى الصحراء اوفى مسجد كبير بموضع سجوده فى الاصح (قوله فى الاصح) انه قدر مايقع بصره على المار لوصلى بخشوع أى راميا ببصره الى موضع سجوده (درمختار مع الشامى كراچى،۶۳۴/ج۱/ كتاب الصلوٰة مطلب اذاقرأ تعالىٰ جد بدون الف لاتفسد)، حلبى كبير ص۳۶۷ كراهية الصلاة، فروع فى الخلاصة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص۱۵ ج۲ باب ما يفسد الصلاة.

اور وہ مسجد بھی مشہور ہے، مؤذن امام مقرر ہیں، اذان و جماعت باضابطہ ہوتی ہے، ایک عرصہ ہوا کہ ایک حاکم وقت نے مجمع عام مسلمانان وہنود میں زبانی اس کے مسجد ہونے کو تسلیم کیا اور اس کے مسجد ہونے کا اعلان کیا، یہ مسجد ہوگی یا نہیں، اور اس کو مسجد قرار دینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس چبوترہ کا مسجد مشہور ہونا اور امام وموذن مقرر ہونا، اذان و جماعت کا وہاں باضابطہ ہونا نیز حاکم وقت کا مجمع عام مخالف وموافق میں اس کے مسجد ہونے کو تسلیم کرنا اور اس کا اعلان کرنا یہ امور ایسے ہیں کہ اس کے مسجد ہونے کے لئے شاہد عدل اور بہت کافی ہیں اگر وقف نامہ موجود نہ ہو یا وقف کا علم نہ ہو تب بھی اس کے مسجد ہونے میں کوئی خلل نہیں آتا، کیونکہ امور مذکورہ کا مسجد کے ساتھ مختص ہونا کسی پر مخفی نہیں، بیشمار مسجدیں ملیں گی، کہ نہ ان کا وقف نامہ موجود ہے نہ واقف کا حال معلوم ہے کبھی ایک شخص یا چند اشخاص نے مل کر کچھ حصہ زمین کو کبھی پختہ چبوترہ بنا کر اور کبھی (عدم وسعت کی وجہ سے) کچا ہی رکھ کر نماز وغیرہ عبادات کے ساتھ خاص کر دیا اور عام طور پر مسلمانوں کو اس میں نماز کی اجازت دیدی ہے اور صورت مسئولہ میں تو امام ومؤذن بھی مقرر ہیں، اذان وجماعت بھی باقاعدہ ہوتی ہے، اس کے مسجد ہونے کو حاکم وقت نے تسلیم کر کے اعلان عام بھی کر دیا ہے، لہٰذا اس کے مسجد شرعی ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اس کو غیر مسجد قرار دینا صحیح نہیں

”التسلیم فی المسجد ان تصلی فیه الجماعة باذنه ویشترط مع ذلک ان تکون الصلوٰة باذان واقامة جهراً لاسراً ولوجعل رجلاً واحد امؤ ذنا واماماً فاذن واقامه وصلی وحده صار مسجد اً بالاتفاق“ اھ فتاویٰ عالمگیری[1] مختصراً، ص۱۰۳ ج۲

[1] فتاویٰ عالمگیر ی، مصری ،ص۴۵۵/ ج۲/ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد، المحیط البرهانی ص۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، عنایة مع فتح القدیر ص۲۳۳ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً ، مطبوعه دار الفکر بیروت.

والحكم بالظاهر واجب عند تعذر الوقوف علىٰ الحقيقة اھ مبسوط[1] ص۱۳۰/ج۱۷/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی بنیاد رکھنے سے حکمِ مسجد

سوال:۔(۱) مسجد کی بنیاد رکھنے سے مسجد کے احکام جاری ہوجاتے ہیں، یا اذان وجماعت ہونے پر جاری ہوں گے؟

(۲) جس مسجد کا ذکر ہے اس مسجد کا مصلیٰ اور سمت قبلہ کی دیوار قدآدم تک تیار ہوچکی ہے اور دونوں بغلوں یعنی شمال وجنوب کی دیواریں قائم ہوچکی ہیں اور بھراؤ صحن مسجد بھی بھر دیا گیا ہے، یہ مسجد مدرسہ فیض القرآن کی جگہ میں ہے جوکہ مدرسہ کی ہے اور اس محلّہ میں چار مسجدیں ہیں ،ایک مسجد تو تعمیر مسجد سے چالیس قدم پر ہے اور اذان کی آواز بھی اور مسجدوں سے آتی ہے، اس قدر تعمیر ہوجانے کے بعد بانیانِ مسجد کو اس طرف توجہ ہوئی کہ اگر قرب مساجد کی وجہ سے یہ مسجد آباد نہ ہوئی تو ہم عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے، اس لئے کہ اس مسجد میں صرف طلباء ہی نماز پڑھ سکتے ہیں ،محلّہ والوں کو تو دوسری مساجد کافی ہیں ،طلباء یہاں صرف ظہر وعصر اس وقت نماز پڑھ سکتے ہیں جبکہ مدرسین مدرسہ خاص اہتمام طلباء کو روکنے کا کریں، اور ان دووقتوں کے علاوہ اوقات میں تو اذان کا اہتمام بھی دشوار ہے، اس وجہ سے بھی کہ طلباء عموماً نوعمر ہیں، یعنی دس گیارہ سال سے زیادہ کوئی بچہ نہیں۔

سوال یہ ہے کہ جبکہ مسجد کی تعمیر (جس میں سوروپیہ چندہ سے لگ چکا ہے، اور پچیس روپیہ ایک شخص کا دیا ہوا ہے، آئندہ تعمیر کیلئے امانت ہے)ابھی مکمل نہیں ہوئی، اس کی تعمیر کو روک کر اس

---

[1] مبسوط ص ۱۳۰ ج۹ الجزء السابع عشر، کتاب الدعویٰ، باب الحمیل والمملوک والکافر،مطبوعه دار الفکر بیروت.

مکان کو موجودہ شکل میں یا سمت کے تغیر کیساتھ اس نئی مسجد کو مدرسہ کے مکان کی صورت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے، جائز ہوگا یا نہیں؟ اور جس شخص کا روپیہ امانت ہے اس کو واپس کر دیا جائے تو وہ شخص اس روپیہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا کسی دوسری مسجد میں دیدے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱-۲) وہ جگہ پہلے سے مدرسہ سے کے لئے وقف ہے، اور جو شخص متولی یا مہتمم ہے، اس کو واقفین کی طرف سے اختیار عام حاصل ہے کہ اس زمین میں جو تعمیر مدرسہ کی مصلحت کے موافق سمجھے بنائے، پھر اس نے بہ نیت مسجد اس کی بنیاد رکھی، نیز اسی نیت اور نام سے لوگوں نے چندہ دیا اور جو تعمیر اب تک ہوئی وہ اسی نیت اور ہیئت پر ہوئی، لہٰذا اس پر شروع ہی سے مسجد کے احکام جاری ہوں گے[1] اگرچہ ابھی تک اس کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی، اور اس میں اذان و جماعت بھی نہیں ہوئی، لیکن جس طرح مسجد کی مسجدیت کو باطل کر کے کسی دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز نہیں اسی طرح تعمیر مذکور بدلنا یا بغیر بدلے مسجد کی ہیئت پر رکھے ہوئے مسجد کے کام میں نہ لانا درست نہیں[2]، آبادی اور غیر آبادی سے متعلق پہلے سوچنے کی بات تھی، کارکنانِ مدرسہ کا فریضہ ہے کہ مسجد مذکور کو آباد

---

[1] ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجداً (قوله بالفعل) ای بالصلوٰة فیه ففی شرح الملتقیٰ انه یصیر مسجدابلاخلاف قلت وفی الذخیرة اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجداً(شامی نعمانیه، ص ۳۶۹/ج۳/ شامی کراچی ص۳۵۶ج۴ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی احکام المسجد مختصراً، فتح القدیر ص۲۳۳ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفکر بیروت، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۵۹۴، ۵۹۵ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الیٰ قیام الساعة فلایعود میراثاً ولایجوز نقله ونقل ماله الیٰ مسجد اخرسواء کانوایصلون فیه اولاوهوالفتویٰ (شامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ شامی نعمانیه ص ۳۷۱ج۳ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

رکھنے کی سعی کریں، پانچوں وقت کچھ آدمی ضرور وہاں اذان کہہ کر نماز پڑھا کریں، اور جہاں تک ہو سکے مدرسہ کو ترقی دیں اور اس میں بیرونی طلباء کو رکھیں تا کہ مسجد و مدرسہ ہر دو آباد رہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا بنیاد رکھنے سے مسجد کا حکم ہو جائیگا

سوال:۔ مسجد کی پوری عمارت تعمیر ہونے کے بعد مسجد کہا جائیگا، یا صرف بنیاد کا پڑنا ہی کافی ہے، اگر بنیاد ہی کافی ہے تو ایسی مسجد میں جس کی صرف بنیاد ہی پڑی ہو وضو کرنا، غسل کرنا، کھیتیاں کرنا، جانوروں کو چرانا، یا معماروں کا بیڑی سگریٹ پینا، چہل قدمی کرنا، ننگے بدن وہاں جانا سب ممنوع ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کی وہ زمین ہے اگر اس نے مسجد بنانے سے پہلے لوگوں کو وہاں اذان، نماز، جماعت کی اجازت دیدی اور یہ نیت کر لی کہ یہاں ہمیشہ اذان، نماز جماعت ہوا کرے گی، اور اس کو مسجد قرار دے دیا تو وہ شرعی مسجد بن گئی، اب جو چیز مسجد میں منع ہے، وہاں بھی منع ہے، مسجد کا پورا احترام لازم ہے[1] فتاویٰ عالمگیری، ص ۳۳۸ / ج ۳۔

اگر ایسا نہیں کیا بلکہ نیت یہ ہے کہ تعمیر مکمل ہونے کے بعد اذان، نماز، جماعت، شروع کی جائے گی اور اسی وقت اس کو مسجد قرار دیا جائیگا، تو اس پر مسجد کا حکم تکمیل عمارت کے بعد جاری ہوگا[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] رجل له ساحة لابناء فيها امرقوماً ان يصلوا فيها بجماعة فهذا على ثلاثة اوجه احد هاامان امر هم بالصلوٰة فيها ابدا نصابان قال صلوا فيها ابداً او امرهم بالصلوٰة مطلقاً **(بقيه اگلے صفحه پر)**

مسجد کیسے بن جاتی ہے

سوال :۔ایک شخص نے تقریباً چالیس سال قبل ایک مسجد بنائی، لوگوں کونماز پڑھنے کے لئے کہا اور زبانی وقف کر دیا، اس وقت اس کی پوتی مسجد کے احاطہ میں دیوار وغیرہ کرنے سے لوگوں کو روکتی ہے، جس سے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ مسجد تو وقف نہیں کی گئی، بلکہ اس زبانی وقف کو توڑتی ہے، اور مصلیان مسجد کا خیال یہ ہے کہ جب کاغذ میں لکھ کر وقف نہ کیا جائے ،تو وقف صحیح نہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طرح زبانی وقف کرنے سے وقف صحیح ہو جائے گا یا نہیں اور اس عورت کو روکنا درست ہے یا نہیں، اور مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جبکہ مسجد بنائی اور زبانی وقف کر کے لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدی اور وہاں اذان وجماعت ہونے لگی، اور اپنی ملک سے اس مسجد کو راستہ وغیرہ سے ممیّز کر دیا تو وہ بالاتفاق شرعی مسجد بن گئی، اگرچہ تحریر وقف نامہ کی نوبت نہ آئی ہو، وہاں نماز دوسری مسجدوں کی طرح بلاتأمل درست ہے، واقف کے ورثہ کو اس میں کوئی ایسا تصرف درست نہیں جو وقف کیخلاف ہو اور بطور وراثت ملک کا دعویٰ کرنا غلط ہے "**ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل ای بالصلوٰة فیه ففی شرح الملتقیٰ انه یصیر مسجدابلاخلاف ثم قال عند قول الملتقیٰ وعندابی یوسف یزول بمجرد القول ولم یرد انه لایزول بدونه لماعرفت انه**

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) ونوی الابد ففی هذین الوجهین صارت الساحة مسجداً (فتاویٰ عالمگیری مصری ص۴۵۵/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشرفی المسجد)، المحیط البرهانی ص۱۲۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، النهر الفائق ص۳۲۸ ج۳ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۲؎ ملاحظہ ہو عنوان: مسجد ہونے کا حکم کب ہوگا حاشیہ ۱؎ ۔

لایزول بالفعل ایضاً بلاخلاف اھ قلت وفی الذخیرة وبالصلوٰة بجماعة یقع التسلیم بلاخلاف حتی انه اذابنی مسجد اواذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجداًاھ ویصح ان یراد بالفعل الافرازویکون بیاناً للشرط المتفق علیه عند الکل لما قد مناه من ان المسجد لوکان مشاعاً لایصح اجماعاً وعلیه فقوله عند الثانی مرتبط بقول المتن بقولهٗ جعلته مسجداًاھ'' درمختاروشامی،ص۱۱ ۵/ج ۳/[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۱/ ۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ذیقعدہ ۶۶ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // // //

ایک مکان شرعی مسجد کب بن جاتا ہے

سوال:۔ ہمارے ایک قریہ میں ایک گھر کو مسجد کا نام رکھ کر نماز ادا کی جاتی تھی اب اس گھر کے پینتیس گز فاصلہ پر زید نے اپنی خالی جگہ مسجد کے لئے دیدی اور مسجد بنادی گئی، اس میں نماز ادا کی جارہی ہے، اب زید اپنی خالی جگہ نئی مسجد کیلئے جو دے چکا ہے، اس کے عوض پہلے (جس کا نام مسجد رکھ کر نماز ادا کی جاتی ہے اب بیکار رہے) کو اپنے بودوباش کے لئے رکھ لینا چاہتا ہے، اس گھر کو توڑ کر مکان تعمیر کرنا چاہتا ہے، آیا یہ صورت ازروئے شرع جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر اس گھر کو وقف کردیا اوراپنا مالکانہ قبضہ اٹھا کر اس کو ہمیشہ کیلئے مسجد قرار دیدیا تھا کہ اس

---

[۱] شامی کراچی ،ص ۳۵۶/ج ۴/ کتاب الوقف قبیل مطلب فی احکام المسجد، فتح القدیر ص۲۳۳ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجدا، مطبوعه دار الفکر بیروت، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص ۵۹۴،۵۹۵ ج۲ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

میں اذان وجماعت ہوتی تھی، اور جب جس کا دل چاہے وہاں آکر نماز پڑھ لیتا تھا، کوئی روک ٹوک نہیں تھی اور اس شخص کا رہنا سہنا اس میں نہیں تھا نہ وہاں اس کا سامان رکھا ہوا تھا تو وہ مکان شرعی مسجد ہے اب اس کو واپس لینے کا حق نہیں رہا، اگر اس طرح اس کو مسجد قرار نہیں دیا گیا تھا بلکہ دوسری جگہ نماز کیلئے نہ ہونے کی وجہ سے عارضی طور پر جب تک کوئی جگہ میسر آئے نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی، نہ اس کو وقف کیا تھا نہ ہمیشہ کے لئے مسجد قرار دیا تھا نہ اپنا مالکانہ قبضہ اٹھایا تھا تو وہ مسجد شرعی نہیں اب دوسری جگہ مل جانے کے بعد اسکو حق ہے کہ اسمیں رہنا سہنا شروع کر دے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/۸۷ھ

مسجد کے لئے زمین دی اس میں تعمیر شروع ہوگئی اب وہی معطی شخص زمین واپس لے اور اس کی جگہ دوسری زمین دے تو کیا حکم ہے

سوال :۔ زید نے اپنی مملوکہ زمین میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دیدی تعمیر شروع ہوئی، مگر زید کے اعزہ واقارب نے زید کو مشورہ دیا کہ یہ زمین مت دو مناسب نہیں ہے یہ مشورہ زید کو اچھا معلوم ہوا اور تعمیر کرنے والوں سے کہا کہ یہ زمین خالی کر دو، اس کے عوض دوسری جگہ لے

[۱] من بنی مسجدا لم یزل ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلاة فیه (الیٰ قوله) فلوجعل وسط داره مسجداً واذن للناس فی الدخول والصلوٰة فیه ان شرط معه الطریق صار مسجداً فی قولهم (ہندیہ، رحیمیہ، ص ۳۴۷/ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد) فتح القدیر ص۲۳۳ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجدا، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

لو، لیکن تعمیر کرنے والوں کا کہنا ہے کہ زید اس کی قیمت وصول کرلے مگر یہ مذکورہ بالا زمین زید کے ایسے موقعہ پر واقع ہے کہ تعمیر کرنیوالے حضرات اس کو صحیح قیمت نہیں دے سکتے، ایسی صورت میں زید مذکورہ بالا زمین کا عوض دے کر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

اور اگر لے سکتا ہے تو اس میں تصرفات زید کی کوئی تخصیص ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید نے اپنی مملوکہ زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دیدی اور اپنا مالکانہ قبضہ ہٹالیا اور مسجد کی تعمیر شروع بھی ہوگئی تو اب زید اس کو واپس نہیں لے سکتا،[1] البتہ حق تولیت میں زید سب پر مقدم ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر صریح وقف کے اذان وجماعت کی اجازت سے بھی مسجد بن جاتی ہے

سوال:۔ایک آدمی نے زمین وقف نہیں کی اور جس میں ستر اسّی برس ہوتے ہیں مسجد بن

---

[1] واما اذا قال جعلت ارضی مسجداً فلیس فیه ما یوجب البقاء علی ملکه فلو ازاله اللّٰه تعالیٰ لم یکن له ان یرجع، عنایة مع فتح القدیر ص۲۳۳ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفکر بیروت، اذا تم ولزم لایملک ولا یملک (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابو یوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة الخ)، مجمع الأنهر ص۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] أن الولایة للواقف ثابتة مدة حیاته وان لم یشترطها (بحر،کوئٹه، ج۵/ ص ۲۳۱/ کتاب الوقف، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۵۷۷ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الولایة لنفسه، مجمع الأنهر ص۵۷۴ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

چکی ہے، تو اس مسجد میں نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) میں بھی اس مسجد کا نمازی ہوں، اس مسجد کا مینارہ بنایا جارہا ہے، لیکن لوگ مجھ سے چندہ نہیں لیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر مالک زمین نے مسجد بنا کر اپنا قبضہ اٹھالیا اور ہر ایک کو اجازت دیدی اور اذان و نماز شروع ہوگئی، تو اتنی بات سے وہ مسجد بن گئی، وہاں نماز و جماعت سب ٹھیک ہے[۱]۔

(۲) یہ تو ان سے ہی دریافت کرنے کی بات ہے کہ وہ آپ کا چندہ کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اذان و جماعت کی اجازت سے اس جگہ کا مسجد بنجانا

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی زمین کے کچھ حصہ پر مسجد کی نیت کی اور عبادت خانہ کی صورت میں احاطہ کر کے نماز پڑھنی شروع کردی، مگر اس کا دروازہ اپنی ہی طرف رکھا، ابھی کوئی راستہ جدا نہیں کیا تو یہ مسجد شرعاً مسجد ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں لوگوں کو نماز کی اجازت دیدی اور اذان و جماعت ہونے لگی اور آنے جانے کا ایسا

---

[۱] قلت وفی الذخیرة وبالصلوٰة بجماعة یقع التسلیم بلاخلاف حتی انه اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجداً(شامی کراچی ،ص۳۵۶/ج۴/ شامی نعمانیه ص ۳۶۹ ج۳، مطلب فی احکام المسجد، المحیط البرهانی ص۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، منحة الخالق علی البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۸ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد

راستہ موجود ہے کہ رکاوٹ نہیں تو وہ شرعی مسجد بن گئی[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جب مالک کی اجازت سے اذان و جماعت ہونے لگی پس وہ مسجد بن گئی

سوال:۔ (۱) زید کی مملوکہ زمین میں باجازت زید عام قوم نے اپنے چندہ سے مسجد کی تعمیر کرادی اور چند سال میں صلوٰۃ باجماعت اور نماز جمعہ ہوتی رہی اس کے بعد زید کہتا ہے کہ میں نے وقف نہیں کیا خواہ میں کسی کو نماز پڑھنے دوں یا نہ پڑھنے دوں اور مسجد کو بند کردوں، آیا اس کو نمازیوں کو مسجد کے اندر نماز پڑھنے سے روکنے کا حق ہے یا نہیں، اور زید کو علاوہ اس پیش امام کے جس کو عام قوم نے نماز پڑھانے کے واسطے مقرر کر رکھا ہے، دوسرا پیش امام جو جمعہ کا خطبہ بھی غلط پڑھتا ہے مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) اگر قوم اپنے واسطے جداگانہ بطور استعارہ جگہ مانگے اور اس میں نماز جماعت شروع کریں تو یہ جماعت صحیح یا غیر صحیح ہے جب کہ یہ زمین ملکیت انگریزوں کی ہو بینوا تو جروا

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زید کی اجازت سے مسجد بنائی گئی ہے، اور اس میں نماز باجماعت ہوتی رہی اور پھر بھی زید نے منع نہیں کیا تو شرعاً وہ مسجد بن گئی اب زید کو حق نہیں کہ وہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکے یا اس کو بند کرے۔

---

[۱] فلوجعل وسط داره مسجداً واذن للناس فى الدخول والصلوٰة فيه ان شرط معه الطريق صار مسجداً فى قولهم (الىٰ قوله)ويشترط مع ذلک ان تکون الصلوٰة باذان واقامة جهراً لاسراً(هنديه، کوئٹه ،ص۴۵۵/۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادى ،عشر فى المسجد)، المحيط البرهانى ص۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، عالمگيرى کوئٹه ص۴۵۴،۴۵۵ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد.

"التسليم فى المسجد ان تصلى فيه الجماعة باذنه وعن ابى حنيفةؒ فيه روايتان فى رواية الحسنؒ عنه يشترط اداء الصلوٰة فيه بالجماعة باذنه اثنان فصاعداً كما قال محمدؒ والصحيح رواية الحسن كذافى فتاوىٰ قاضى خان ويشترط مع ذلک ان تكون الصلوٰة باذان واقامة جهراً لاسراً حتى لوصلى جماعة بغيراذان واقامة سراً لاجهراً لايصير مسجدا عندهما كذافى المحيط والكفاية ولوجعل رجلا واحد اموذنا واماماً فاذن واقام وصلى وحده صارمسجداً بالاتفاق كذافى الكفاية وفتح القدير فتاوىٰ عالمگیری ، ص۴۰۳/ج۲/[۱] وكره غلق باب المسجد لانه يشبه المنع من الصلوٰة قال تعالىٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه ان يذكر فيها اسمهاھ ردالمحتار[۲] ص ۶۸۶/ج ۱/"

جوشخص غلط پڑھتا ہے، اس کو نہ زید امام مقرر کرسکتا ہے، نہ عام قوم مقرر کرسکتی ہے، صحیح پڑھنے والے اور لائق دیندار کو مقرر کرنا چاہئے[۳]

---

[۱] عالمگیری مصری ،ص۴۵۵/ج۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى ،عشرفى المسجد، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۲۹۰ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، المحيط البرهانى ص۲۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، فتح القدير ص۳۳ج۶ كتاب الوقف، فصل واذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۲] شامی کراچی،ص۶۵۶/ج۱/کتاب الصلوٰۃ،مطلب فی احکام المسجد-تبيين الحقائق ص۱۶۸ ج۱ كتاب الصلاة، فصل كره استقبال القبلة بالفرج، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق كوئٹه ص۳۳ج۲ كتاب الصلاة، فصل لما فرغ من بيان الكراهة.

[۳] والا حق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلاة ثم الاحسن تلاوة للقراء ة ثم الاورع . تنويرالابصار مع درمختا ركراچى ص۵۵۷/۱، باب الامامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، ولا(يصح اقتداء) غير الا لثغ به اى بالا لثغ قال فى المغرب ، هو الذى يتحول لسانه من السين الى الثاء زاد فى القاموس اومن حرف الىٰ حرف ولا تصح صلوٰته اذاامكنه الاقتداء بمن يحسنه وكذا من لايقدر على التلفظ بحرف من الحروف (الدرالمختار مع رد المحتار كراچى بحذف،ص ۵۸۱ -۵۸۲/كتاب الصلوٰة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اگر مالک زمین کی اجازت سے وہاں نماز پڑھیں یا جماعت کریں تو درست ہے[۱]
مگر بہتر یہ ہے کہ آپس میں سب اتفاق سے رہیں اور اسی مسجد میں نماز جماعت سے ادا کریں لڑائی جھگڑے سے اجتناب کریں کہ یہ بڑی خرابی و بربادی کا سبب ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱/۱۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم // //

ہوسٹل کے کمرے توڑ کر مسجد بنا لینے سے وہ شرعی مسجد نہیں

سوال:۔ایک ہوسٹل کہ جس میں ساڑھے تین سو کے قریب لڑکے رہتے ہیں، اس کے اندر چار پانچ کمروں کو توڑ کر ایک مسجد بنالی گئی جس کو باقاعدہ مسجد جیسی شکل وصورت نہیں دی، مذکورہ مسجد میں باقاعدہ نماز پنجگانہ با جماعت ہوتی ہے، اور امام اور مؤذن کا مکمل انتظام ہے اور اس میں جمعہ بھی ہوتا ہے، تو کیا اس مسجد کے لئے بھی وہی حکم ہوگا، جو کہ دیگر مساجد کے لئے ہے، یا کچھ فرق ہے، مثلاً جنبی اور حائضہ کا نہ داخل ہونا اور ایسے آدمی کا بلا تیمّم کئے مسجد سے نہ نکلنا جو کہ مسجد میں سویا ہو، اور غسل کی حاجت پیش آ گئی، یا اسی طرح مسجد کو گزرگاہ بنانے سے منع فرمانا یا ایسے ہی کسی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قبیل مطلب فی الالثغ)، مجمع الأنھر ص ۱۶۱،۱۶۲ ج ۱ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹہ ص ۸۳،۸۶ ج ۱ الفصل الثانی فی بیان من هو احق بالامامة، الفصل الثالث.

(صفحہ ہٰذا) [۱] تکره فی ارض الغیر الا اذا کانت بینهما صداقة اورأی صاحبها لایکرهه فلابأس (شامی کراچی ،ص ۳۸۱/ج ۱/ کتاب الصلوٰة ،مطلب فی الصلوٰة فی ارض المغصوبة، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۲۹ فصل فی المکروهات، حلبی کبیر ص ۳۷۰ قبیل سنن الصلاة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۲] ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا ان اللّٰه مع الصابرین، سوره انفال آیت ۴۶.

جماعت ثانیہ کا جائز نہ ہونا وغیرہ وغیرہ، کیا یہ سب باتیں مسجد مذکور میں ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ خاص طور سے جماعت ثانیہ کے متعلق ضرور تحریر فرمائیں کہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جگہ پر مسجد شرعی کے احکام جاری نہیں ہوں گے، یہاں جماعت ثانیہ بھی منع نہیں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

عارضی ضرورت کے لئے بنی مسجد کو شرعی مسجد کا حکم نہیں

سوال:۔ دربھنگہ کے ایک گاؤں موضع کھٹیلہ میں پرانی مسجد مخدوش ہوجانے کی وجہ سے گاؤں والوں نے اسے توڑ کراز سرنو بنانے کا ارادہ کیا ہے، جب تک نماز پڑھنے کیلئے عارضی طور پر مسجد کے احاطہ سے باہر ایک مسجد بنائی گئی ہے جس کو پختہ مسجد کے تیار ہونے کے بعد توڑ دیا جائے گا، اب سوال یہ ہے کہ یہ خام مسجد جو کہ عارضی طور پر نماز پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہے، اس میں نماز کے علاوہ دوسرا مصرف (مثلاً، مکان، کھیتی، پیشاب، پاخانہ وغیرہ) لے سکتے ہیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ یہ جامع مسجد ہے؟

---

[۱] ان اتخذ وسط داره مسجداً واذن للناس فيه اذناعاماله ان يبيعه ويورث عنه لان المسجد ليس لاحد حق المنع منه واذاكان ملكه محيط بجوانبه الاربع كان له حق المنع فلم يصر مسجداً ولانه ابقى الطريق لنفسه فلم يخلص لله تعالىٰ(فتح القدير كراچى ، ص۲۳۵/ج۶/كتاب الوقف)، فصل واذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت، النهر الفائق ص۳۲۸ج۳ كتاب الوقف، فصل، فى احكام المسجد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۵۹۳ج۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، المحيط البرهانى ص۱۲۷ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه ڈابھيل،

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں عارضی طور پر مسجد تیار ہونے تک نماز کا انتظام کرلیا گیا ہے اور اس کو وقف کر کے مسجد نہیں بنائی گئی تو وہ شرعی مسجد نہیں بنی، اس کا وہ حکم نہیں جو شرعی مسجد کا ہوتا ہے، اس کا حال ایسا ہی ہے جیسے مکان میں کسی جگہ نماز پڑھتے ہوں یا باغ اور کھیت میں نماز پڑھتے ہوں کہ وہ ہمیشہ کے لئے مسجد نہیں[۱] نیز عیدگاہ میں مسجد کے سب احکام جاری نہیں ہوتے جیسا کہ بحر[۲] اور ردالمحتار[۳]، اور فتاویٰ عالمگیری[۴] وغیرہ میں تصریح ہے، جب وہاں نماز پڑھنا موقوف کردیا جائے تو مالک کو اپنی ملک میں تصرف کا اختیار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] مندوب لکل مسلم ان یعد فی بیتہ مکانا یصلی فیہ الا ان ھذا المکان لایأخذ حکم المسجد علی الاطلاق لانہ باق علی حکم ملکہ لہ ان یبیعہ (عالمگیری، کوئٹہ، ص ۳۲۰/ ج۵/ کتاب الکراھیۃ ، الباب الخامس فی المسجد)، المحیط البرھانی ص۵ ج۸ کتاب الکراھیۃ، الفصل الخامس فی المسجد، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل، لو کان لہ ساحۃ لا بناء فیھا الی قولہ وإن امرھم بالصلاۃ شھرا او سنۃ ثم مات تکون میراثا عنہ لانہ لا بد من التابید والتوقیت ینافی التابید، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۴۸ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، قاضیخان علی الھندیۃ کوئٹہ ص۲۹۰ ج۲ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجداً، النھر الفائق ص۳۲۸ج۳ کتاب الوقف، فصل، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[۲] وماا تخذ لصلوٰۃ العید لایکون مسجداً مطلقاً وانما یعطی لہ حکم المسجد فی صحۃ الاقتداء بالامام وان کان منفصلا عن الصفوف واما فیما سوی ذٰلک فلیس لہ حکم المسجد (بحر، کوئٹہ، ص۲۴۸/ ج۵/ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد)، حلبی کبیر ص۶۱۴ فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، تبیین الحقائق ص۱۶۸ ج۱ قبیل باب الوتر والنوافل، مطبوعہ امدادیہ ملتان

[۳] شامی کراچی، ص ۶۵۷/ ج۱/ مکروھات الصلوٰۃ، مطلب فی احکام المسجد .

[۴] عالمگیری، کوئٹہ، ص ۴۵۶/ ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشرفی المسجد.

مسجد میں آتشزدگی کی وجہ سے وہ مسجد ہونے سے خارج نہیں ہوئی

سوال:۔ ایک گاؤں ہے جس میں آج سے تقریباً سوسال قبل ایک جگہ چھوٹی مسجد تھی گاؤں میں جب آتشزدگی ہوئی تو مسجد لپیٹ میں آگئی، پھر سے اس جگہ مسجد نہیں بنائی گئی بلکہ گاؤں کے ایک حاجی صاحب جو دو بھائی تھے، ان کے دروازے پر دونوں کی مشترکہ زمین پر مسجد بنائی گئی، تاکہ حاجی صاحب مسجد کی پوری حفاظت کریں، گاؤں والے اس وقت سے آج تک پنج وقتہ نماز کے علاوہ جمعہ کی نماز ادا کرتے چلے آرہے ہیں، قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں والے متفق ہوکر مسجد بنائے تھے، پہلے والی مسجد کی زمین صرف تین ڈسمل زمین جو آبادی سے قریب ہوتی آرہی ہے، کاغذی اعتبار سے نئی مسجد کا کوئی ثبوت نہیں ہے، زمین مالک کے نام سے ہے گذشتہ سال محلّہ والوں نے گاؤں سے چندہ جمع کرکے موجودہ زمین کو پختہ بنانے کی نیت سے اینٹ خریدی، حاجی صاحب مرحوم کے ایک پوتے نے کہا کہ ہم مسجد میں ایک بیگہ زمین وقف کردیں گے، یہیں سے اختلافی صورت اس لئے پیدا ہوئی کہ گاؤں کے کچھ لوگ کہنے لگے کہ قبالہ کسی ایک آدمی کے نام سے ہو، پھر فروخت کرکے اس رقم کو مسجد میں لگائیں گے، واقف کہنے لگا کہ فروخت نہیں ہوگی، بلکہ اس کی آمدنی مسجد کی حفاظت اور آئندہ ترقی کے لئے صرف ہوگی، شدہ شدہ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ اب نصف گاؤں والے کہتے ہیں کہ مسجد پرانی زمین پر بنے گی، چونکہ اول وہاں مسجد تھی یہاں جائز نہیں نصف گاؤں والے کہتے ہیں کہ وہاں جمعہ ہوتا تھا یا نہیں؟ ہم لوگوں کو کوئی علم نہیں، نہ کوئی شہادت دیتا ہے، نیز اینٹ اس جگہ کی نیت سے خریدی گئی ہے، یہاں وہاں کرنے سے کھیل تماشہ بن جائے گا، چونکہ ہمارے صوبہ بہار میں ماشاء اللہ دارالقضاء بھی ہے، انہوں نے فیصلہ دیا ہے کہ پرانی ہی جگہ مسجد بنائی جائے، وہیں جمعہ کی نماز ادا کرنی درست ہے، موجودہ مسجد پنج

وقتیہ نماز کے لئے رہے، بر بنائے حکم پرانی جگہ کے حامیوں نے اس جگہ نفیس مسجد بنا کر جمعہ ادا کرنا شروع کر دیا ہے، دونوں مسجد شمالاً جنوباً سوگز کے فاصلہ پر ہے۔

اب اصل سوال یہ ہے کہ حاجی صاحب کے دروازہ والی مسجد کی خریدی ہوئی اینٹ سے پختہ بنا کر نماز جمعہ ادا کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟ یا قاضی کے فیصلہ پر؟ امید ہے کہ خلاصہ جواب مدلل عنایت فرمائیں گے، حاجی صاحب کی مسجد کی زمین کی کھیتیاں بھی وقف برائے مسجد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو پرانی مسجد ہے وہ بھی شرعی مسجد ہے، آتشزدگی کی وجہ سے وہ مسجد ہونے سے خارج نہیں ہوئی[1] اور جونئی مسجد ہے وہ بھی مسجد ہے[2] جس جگہ مسجد بنانے کے لئے اینٹ خریدی گئیں ہیں[3] اس اینٹ سے وہیں مسجد بنائی جائے، یہ کوئی اختلاف اور لڑائی کی بات نہیں، آپس کی ضد کو ختم کر دیں، اگر وہاں شرائط جمعہ موجود ہوں تو جس مسجد میں جمعہ ہوتا تھا اس میں جمعہ بھی ادا کرتے رہیں[4] اور دونوں

---

[1] ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة (قوله ولو خرب ماحوله)اى ولو مع بقائه عامر او كذالو خرب وليس له مايعمربه وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد اخر(شامى كراچى، ص۳۵۸/كتاب الوقف،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيرهٗ)، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اذا بنى مسجداً واذن للناس بالصلاة فيه جماعة فانه يصير مسجداً المحيط البرهانى ص۱۲۴ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، عالمگيرى كوئٹه ص۴۵۵ ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، النهر الفائق ص۳۲۹ ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] والواقف لو عين انسانا للصرف تعين حتى لو صرف الناظر لغيره كان ضامنا، البحر الرائق كوئٹه ج۵ كتاب الوقف، شامى زكريا ص۵۵۷ ج۶ كتاب الوقف، مطلب متى ذكر للوقف مصرفا الخ.

[4] ويشترط لصحتها اى صلاة الجمعة ستة اشياء الاول المصر او فناء ه الخ مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۴۱۳ باب الجمعة، حلبى كبير ص۵۴۹ باب صلاة الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مجمع الأنهر ص۲۴۵ ج۱ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مسجدوں کو آباد رکھیں، قاضی صاحب نے حالات سے واقفیت پر جو فیصلہ دیا ہے، اس کو رد کرنے کی بھی کوئی حاجت نہیں، اگر اس پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ ہو تو قاضی صاحب سے دریافت کرکے رکاوٹ کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۹۴ھ

غیر موقوفہ زمین سے مسجد ہٹا کر وہاں بیٹھک بنانا

سوال:۔ ایک قطعہ زمین پر تقریباً نصف صدی سے ایک مسجد قائم ہے، لیکن جس جگہ پر مسجد قائم ہے، وہ جگہ وقف شدہ نہیں ہے، باوجود اس کے مسجد عام ہے، یعنی جماعت ہوتی ہے جمعہ ہوتا ہے اذنِ عام ہے وغیرہ اب محلّہ والوں کا خیال ہوا ہے کہ مسجد وہاں سے ہٹالی جائے، دوسری جگہ بنالی جائے، اور خالی شدہ مسجد کی جگہ کو اپنے تصرف میں لائے مثلاً بیٹھک یا بیل کے رہنے کی جگہ بنادے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسجد وہاں سے ہٹانا اور خالی شدہ جگہ کا اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

کیونکہ فتاویٰ دارالعلوم میں تابید مسجد پر مطلق زور دیتے ہیں، خواہ موقوفہ ہو یا غیر موقوفہ لیکن سہارنپور سے فتوی آیا ہے کہ غیر موقوفہ زمین پر بنائی ہوئی مسجد کو ہٹانا درست ہے، اور اس جگہ کو ہر قسم کے تصرف میں لانا بھی درست ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

اگر مالک کی اجازت اور رضامندی سے وہاں مسجد قائم کی گئی اور اذان اور جماعت پنجگانہ و جمعہ واذنِ عام سب کچھ نصف صدی سے ہو رہا ہے، تو وہ شرعی مسجد ہے اس کو وہاں سے ہٹانا اور اس جگہ بیٹھک یا بیل کے رہنے کا گھر بنانا جائز نہیں، مسجد کے لئے تحریری وقف نامہ ضروری نہیں نہ زبان سے اس کو یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ مسجد ہے بلکہ مذکورہ بالا صورت حال کافی ہے۔

لیکن اگر بغیر مالک کی اجازت ورضامندی کے زبردستی بطور غصب اس زمین پر قبضہ کرلیا گیا، اور مسجد بنالی گئی اور مالک اس کو گذار کرانے سے عاجز ومجبور رہا تو شرعاً وہ مسجد نہیں ہوئی، اس کو وہاں سے ہٹانا لازم ہے، غالباً سہارنپور کا فتویٰ اس صورت کے لئے ہوگا "لو وقف الغاصب المغصوب لم یصح وان ملکه بعد بشراء اوصلح الی قولها وینقض وقف استحق بملک اوشفعة وان جعله مسجدا کذافی ردالمختار[1] ص ۳۵۹/۳/ نعمانیه.

ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل ای بالصلوٰة فیه ففی شرح الملتقی انه یصیر مسجدابلا خلاف حتی انه اذا بنی مسجداً واذن للناس بالصلوٰة فیه جماعة فانه یصیر مسجداًاھ[2] فاذاتم ولزم لایملک ای لایکون مملوکاللصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیرهٖ بالبیع ونحوه لاستحالةتملیک الخارج عن ملکهٖ ولایعارولا یرهن لاقتضائهما الملک[3]" الخ، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۸۶ھ

---

[1] شامی کراچی ص ۳۴۱/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب قدثبت الوقف بالضرورة، شامی زکریا ص۵۲۳ ج۶ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۸/۵ اول کتاب الوقف، مجمع الانهر ص۵۶۸،۵۶۷ کتاب الوقف طبع بیروت.

[2] درمختار مع الشامی کراچی ص۳۵۶/۴، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۶ المصدر السابق، الدر المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص۵۹۴ ج۲ کتاب الوقف تحت فصل، طبع بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد.

[3] درمختار مع الشامی کراچی ص:۳۵۲، ج:۴، کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابویوسف بین قولها موقوفة الخ، شامی زکریا ص:۵۳۹، ج:۶، المصدر السابق، فتح القدیر ص:۲۲۰، ج:۶، کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص:۵۸۱، ج:۲، کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد کے بارے میں کس کا قول معتبر ہے

سوال:۔ ہمارے محلے میں آج سے ۵۱/سال پہلے ایک جماعت کی زمین لکھی گئی ہے، اس زمین پر بنیاد ڈال کر زمین کا احاطہ کرلیا گیا ہے اس کے علاوہ اس زمین پر اور کوئی چیز دیکھنے میں آتی نہیں ہے، مذکورہ زمین چندہ کر کے قیمتاً خریدی گئی ہے یہ پرانے دفتر وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین ہمارے فلاں فلاں لوگوں کی چار محلے والوں کی ہے، تین محلّہ والے تو اس زمین سے تقریباً پاؤ میل دور رہتے ہیں، اب مذکورہ زمین کے لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد بنانے کے لئے یہ زمین خریدی گئی ہے اور مسجد کی افتادہ زمین کے نام یہ مشہور ہے مذکورہ زمین سے جامع مسجد تقریباً دوسو گز دور ہے، فی الحال ہم لوگوں نے اس کی تحقیق کی (ہماری عمریں ۴۵/سے ۵۰/سال کی ہے) اور اس سے واقف ہونا چاہا کہ حقیقت کیا ہے، تو اس کی تحقیق کے لئے چاروں محلے کے عمر رسیدہ لوگوں کو جن کی عمریں ۷۰/سے ۸۰/سال کی ہیں، بلا کر پوچھا یہ لوگ حاجی اور پنج وقتہ نمازی اور شرع کے پابند ہیں ان لوگوں نے صحیح بات یہ بتائی کہ زمین مسجد بنانے کے لئے رکھی گئی، لیکن اب ایک آدمی نے افریقہ سے چندہ کر کے بھیجا تھا وہ رقم ہضم نہ ہوجائے اس لئے اس کی زمین خریدی گئی، تاکہ اس پر کچھ جماعت کا مکان بنالیا جائے جو جماعت کے برتن وغیرہ رکھنے کے لئے کام آسکے، اس حساب سے مذکورہ زمین خریدی گئی تھی، اور اس کے چاروں طرف بنیاد ڈالکر احاطہ کرلیا گیا تھا، اب جس شخص نے افریقہ میں چندہ کیا تھا وہ آدمی اپنے وطن میں (یہاں آیا تھا، اور لوگوں کے ساتھ جھگڑا ہونے کے سبب کام ملتوی ہوگیا ہے، یہ حقیقت ان ستاسی سال کے بزرگوں کی بات سے معلوم ہوتی ہے کہ ہم لوگوں نے پہلے کے جماعت کے دفتروں میں دیکھا تو ایک دفتر میں لکھا کہ یہ زمین فلاں لوگوں کی جماعت کی زمین خریدی اس کا روپیہ تین سو ایک دیا اور دوسرے دفتر میں ایسا لکھا ہے کہ فلاں لوگوں کی مسجد کی زمین خریدی اس کا روپیہ تین سو ایک نقد دیا، دونوں دفتروں میں ایسا

الگ لکھا ہوا ہے، پھر مذکورہ چار بزرگوں سے گفتگو کی کہ دفتروں میں تو ایسا لکھا ہوا ہے، توان چاروں نے کہا کہ بلا دفتر دیکھے ہوئے کہا کہ جو لمبے دفتر اصل نقد ادھار کا ہے اس میں جو لکھا وہ صحیح ہے اور اس کے دفتر میں جو لکھا ہے وہ غلط ہے، اب یہاں کے ۸۰؍سال کے لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بات صحیح ہے لہٰذا شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ تو ظاہر ہے کہ ابھی وہاں مسجد نہیں بنائی گئی ہے، اس زمین کے متعلق کاغذ میں دونوں قسم کی باتیں ہیں جو بیان پرانے زندہ لوگ دیتے ہیں کہ وہ اس وقت میٹنگ میں بھی حاضر ہوتے تھے، ان کے بیان پر اعتماد کرنا شرعاً درست ہے کیونکہ بیان حجت شرعی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸؍۴؍۸۷ھ

گیلری کیا داخل مسجد ہے یا خارج

سوال:۔ ایک دومنزلہ مسجد ہے جس کے اوپر کی منزل کی گیلری باہر کو نکلی ہوئی ہے، اور اس کے نیچے عام راستہ ہے جس طرح عموماً کوٹھیوں اور بلڈنگوں کی گیلری باہر نکلی ہوئی ہوتی ہے، زید نے کہا کہ گیلری مسجد کے باہر کے حصہ میں ہے یعنی خارج من المسجد ہے لہٰذا وہاں کھڑے

---

[1] وتقبل فيه (الوقف) الشهادة علىٰ شهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهر لاثبات اصله وان صرحواه به اى بالسماع فى المختار ولو الوقف على ميعنين حفظا للاوقاف القديمة عن الاستهلاک (قال الشامى)الشهادة على الوقف بالسماع فيها خلاف (الىٰ قوله) لكن تقدم انه يفتى بكل ماهوانفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه (درمختار مع الشامى كراچى ص ۴۱۱/ ۴۱۲/ ج ۴/ كتا ب الوقف مطلب فى الشهادة على الوقف بالتسامع، شامى زكريا ص: ۶۲۰، ج:۶، المصدر السابق، عالمگيرى كوئٹه ص۴۳۸ ج۲ كتاب الوقف، مطلب الشهادة بالشهرة على اصل الوقف، خانيه على هامش الهندية ص ۳۴۱ ج۳ كتاب الوقف، فصل فى دعوى الوقف، والشهادة عليه، مطبوعه كوئٹه.

ہوکر جماعت میں شامل ہونے سے جماعت کے برابر ثواب نہیں ملیگا، بکر نے کہا وہ گیلری مسجد ہی میں شمار ہے لہٰذا وہاں کھڑے ہونے سے جماعت خانہ کی نماز کے برابر ہی ثواب ملیگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو گیلری راستہ کے اوپر بنائی گئی ہے وہ خارج عن المسجد ہے جب تک جماعت خانہ (مسجد) میں جگہ ہو گیلری میں کھڑے ہونے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا، مسجد پُر ہوگئی تو گیلری میں مجبوراً کھڑے ہونے سے ثواب میں کمی نہیں آئیگی۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے وضوخانہ اور استنجاخانہ کی چھت کا حکم

سوال:۔ ایک مسجد ہے جس کے باہر گیٹ ہے، سامنے اس گیٹ کے اندرونی ایک طرف استنجاخانہ ہے اور دوسری طرف وضوخانہ ہے اور وضوخانہ کے اوپر استنجاخانہ کے اوپر کمرے ہیں، ان سب کے اوپر پوری ایک چھت ہے، اور یہ چھت مسجد کے فوقانی اوپر حصہ سے بالکل ملی ہوئی ہے، (گویا مسجد فوقانی کا برآمدہ ہو چکا ہے) تو اب یہ چھت مسجد کے اندر داخل ہوگی یا نہیں؟ جبکہ اسکے نیچے کا حصہ مسجد میں داخل نہیں ہے، اس چھت کے بارے میں (حالانکہ بعد میں بنائی گئی ہے) لوگوں کا خیال ہو رہا ہے کہ یہ داخل ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خارج ہے، اسیوجہ سے جماعت ثانی بہت سے لوگ نہیں کرتے اور کچھ لوگ بلا کھٹک کر لیتے ہیں اور مسجد پہلے سے بنی ہوئی ہے، اسکے نیچے تہ خانہ بنا کر کمرہ یا استنجاخانہ بنا سکتے ہیں؟

---

[1] ولو صلی علی رفوف المسجد إن وجد فی صحنه مکانا کره کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجه ...... وهذا الفعل مفوت لفضیلة الجماعة الذی هو التضعیف لا لأصل برکة الجماعة، (الدر مع الشامی زکریا ص۳۱۲ ج۲ باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الاول.

الجواب حامداًومصلیاً

صحن کا جوحصہ نماز کے لئے تجویز کیا گیا ہے، اس کے اوپر کی چھت تو مسجد ہے[1]، لیکن وضوخانہ اوراستنجاخانہ کے اوپر کی جوچھت ہے وہ شرعی مسجد نہیں، اس پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہونگے ، اگر اتفاقیہ کبھی دوچار آدمی جماعت سے رہ گئے ،مثلاً سفر سے ایسے وقت آئے کہ جماعت ہوچکی ہے،توانکو وہاں جماعت کرنا ممنوع ومکروہ نہیں ،لیکن اسکی عادت نہ ڈالی جائے جومسجد بن چکی ہے، اس کے نیچے تہ خانہ یااستنجاخانہ یا کمرہ بنانے کی اجازت نہیں[2]فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صحن مسجد سے متصل قبروں کا حکم

سوال:۔ایک مسجد کے تین نمبر ہیں، (۱) میں سہ دری وغیرہ (۲) میں صحن وغیرہ (۳) میں قبریں ، یہ شاہی زمانہ کی مسجد ہے۔نمبر۱/ پانچوں وقت کی نماز ہوتی ہے، نمبر۲/ میں گرمی میں عشاء کی نماز ہوتی ہے، اورعید کی نماز نمبر۳/ کھلی جگہ ہوتی ہے، اور بیڑی وغیرہ پینے کے لئے بھی بیٹھتے ہیں، متولی صاحب منع کرتے ہیں تو اس میں حصۂ مسجد کون ہے اور خارج مسجد حصہ کون؟

الجواب حامداًومصلیاً

نمبر۳/ کی جگہ بظاہر مسجد نہیں ہے، اس لئے کہ وہاں قبریں موجود ہیں، لہٰذا اس جگہ پر مسجد کے

---

[1] لان سطح المسجد له حكم المسجد الخ بحر ص۳۴ ج۲ باب ما يفسد الصلوٰة تحت فصل الخ مطبوعه الماجديه كوئٹه، شامی زكريا ص۴۲۸ ج۲ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب فی احكام المسجد، زيلعی ص۱۶۸ ج۱ باب ما يفسد الصلوة الخ تحت فصل قبيل باب الوتر، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبدعنه (شامی كراچی ،ص ۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فی احكام المسجد)، البحر الرائق ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

احکام جاری نہ ہونگے، وہاں بلا غسل جانا بھی درست ہوگا[۱] نماز میں اگر قبریں سامنے ہوں تو وہاں نماز پڑھنا ممنوع ہوگا، اگرچہ نماز عید ہو[۲] قبروں کا بھی احترام ضروری ہے، وہاں دنیا کی باتیں کرنا اور بیڑی پینا اگرچہ اس درجہ میں منع نہ ہو جس درجہ میں مسجد میں منع ہے، لیکن قبروں کے احترام کے خلاف ہے، وہاں قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کرنا چاہئے، موت کو یاد کر کے عبرت حاصل کرنا چاہئے، متولی صاحب کو بھی چاہئے کہ اس معاملہ میں سختی نہ کریں بلکہ نرمی سے نصیحت کریں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۸۹ھ

مسجد میں نماز سے روکنے پر بھی نماز پڑھنے والے کو ثواب ہے

سوال: ۔اگر کسی مسجد میں اذن عام نہ ہو اور مسجد کے متولی صاحب نمازیوں کو دیکھ کر یہ کہیں کہ شہر کے اندر ۱۲ مسجدیں اور ہیں، یہیں کوئی ضروری ہے، تو کیا اس بات کے کہنے سے اس مسجد میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعی مسجد سے کسی نماز پڑھنے والے کو نماز سے روکنے کا حق نہیں جو شخص روکتا ہے وہ غلطی

---

[۱] يمنع الحيض دخول المسجد وكذا الجنابة وخرج بالمسجد غيره لمصلى العيد والجنائز والمدرسة والرباط يمنعان من دخولها، بحر كوئٹه ص۱۹۵ ج۱ باب الحيض، الدر مع الشامي كراچی ص۱۷۱ ج۱ كتاب الطهارة، مطلب يوم عرفة افضل من يوم الجمعة، هنديه كوئٹه ص۳۸ ج۱ كتاب الطهارة، الباب السادس الفصل الرابع فی احكام الحيض.

[۲] تكره الصلوة عليه وإليه لورود النهی عن ذالک، الدر مع الشامي كراچی ص۲۴۵ ج۲ باب صلاة الجنائز مطلب فی اهداء ثواب القراء ة للنبي صلى الله عليه وسلم، حلبی كبير ص۳۶۶ كراهية الصلوة، فروع فی الخلاصة، طبع لاهور، طحطاوی علی المراقی ص۲۹۰، فصل فی المكروهات، طبع مصر.

پر ہے، اس کے روکنے کی وجہ سے وہ مسجد اس کی ملکیت نہیں ہو جائے گی، بلکہ اس کا روکنا غلط ہوگا، اور نماز اس مسجد میں درست رہے گی[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۱/۶ ۱۴۰ھ

مسجد کا نام ''مسجد حرم'' رکھنا

سوال:۔ یہاں پر ایک مسجد ''مسجد حرم'' کے نام سے تعمیر ہو رہی ہے، بعض حضرات اس کے نام سے اعتراض کر رہے ہیں، کہ یہ نام مسجد حرم خانہ کعبہ کا ہے، اس لئے یہ نام بدل دیا جائے، آپ سے گزارش ہے کہ مسجد کا نام ''مسجد حرم'' رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلام احمد قادیانی نے یہی تلبیس کی تھی کہ اپنا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تجویز کیا، اپنی بیوی کا نام ام المومنین رضی اللہ عنہا کا نام تجویز کیا، اور اپنی مسجد کا نام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا نام تجویز کیا، اپنے قبرستان کا نام مدینہ پاک کے قبرستان کا نام تجویز کیا اس طرح اس نے اپنی امت کو حضرت خاتم النبیین ﷺ کی امت سے بے نیاز و بے تعلق بنانے کی کوشش کی[۲]، اپنی مسجد کا نام آپ حضرات بھی مسجد حرم نہ رکھیں کہ بے علم مسلمانوں کو اس سے دھوکہ لگتا ہے اگرچہ آپ حضرات کی نیت تلبیس کی نہ ہوتا ہم دھوکہ اور مغالطہ سے بچنا ضروری ہے[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۹ھ

---

[۱] فلایجوز لاحد مطلقا ان یمنع مؤمنا من عبادۃ یأتی بھا فی المسجد (البحر الرائق، کوئٹہ، ص ۳۴/ ج ۲/ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، فصل لمافرغ من بیان الکراھۃ فی الصلوٰۃ.

[۲] قادیانی مذہب، ص ۲۸/ تا ۳۱/ مصنفہ مولانا الیاس برنی بحوالہ براہین احمدیہ۔

[۳] من غش فلیس منا (ترمذی شریف، ص ۲۴۵/ ج ۱/ ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع)، مکتبہ بلال دیوبند.

ترجمہ: جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

فصل اول:- مسجد کی بناء وتعمیر

بانیٔ مسجد کون ہے؟

سوال:۔(۱) کونسا آدمی کس وقت بانیٔ مسجد کہا جاسکتا ہے؟

(۲) زید کے مرنے کے بعد اسکی وصیت کے مطابق اسکے لڑکوں میں سے کسی نے وقف شدہ زمین پر مسجد بنائی، پھر ۲۰/۲۵/ برس کے بعد دوسرے لڑکے نے پہلی مسجد کے سامان کو فروخت کر دیا، اور یہ روپیہ اور مزید خود کا روپیہ ڈال کر نیز لوگوں سے چندہ پیسہ وصول کر کے دوسری مسجد بنائی، تو ان میں سے مسجد کا بانی کون ہوگا، یا سب کو مسجد کا بانی کہا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو آدمی جس وقت مسجد بنائے وہی بانیٔ مسجد ہے۔

(۲) پہلا شخص بانی اوّل ہے، دوسرا شخص بانی دوم ہے، اور جن لوگوں نے اس میں پیسہ دیا اور محنت کی وہ بھی بناء میں شریک ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۸۹/۹/۴ھ

مسجد کی بانی کی طرف نسبت

سوال:۔ ایک شخص نے مسجد بنوائی اور اس مسجد پر یہ کھدوایا (کہ مسجد وحیدیہ بیادگار ڈاکٹر عبدالوحید) بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا درست نہیں بعض کہتے ہیں کہ درست ہے، تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ مسجد بنادی گئی اور مالکانہ قبضہ اس پر نہیں رکھا گیا، تو اس میں نماز پڑھنا بلا کراہت

درست ہے[۱]، محض عبارت مذکورہ کندہ ہونے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا، بانی کی طرف مسجد کی نسبت میں کوئی اشکال نہیں، حدیث شریف میں مسجد بنی فلاں کہنے کی اجازت ہے[۲]، مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مسجد عمر رضی اللہ عنہ اور مسجد بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ مشہور ومعروف ہیں، اسکا مقصد یا تو بانی کی یادگار رہے یا محلّہ میں واقع ہے یا قریب ہے، غرض یہ اضافت المملوک الی المالک نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

گھر کو مسجد بنا دینا

سوال:۔ زید کا اپنا ذاتی مکان ہے اس نے قصبہ کے عام مسلمانوں کو تحریر اقرار نامہ روبرو عدالت کے بنوا کر مسلمانوں کو دیا اور کہا کہ اس وقت سے ہمیشہ کے لئے عام طور پر میرے مکان کے اندر باجماعت نماز پنج وقتہ پڑھنے کا حق ہے، میں اور میری بیوی جب تک زندہ ہیں مکان کے اس کونہ میں رہیں گے، بقیہ مکان پر کل مسلمانوں کا حق رہے گا۔

---

[۱] من بنی مسجد الم یزل ملکه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلوة فیه (عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۴/ ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد)

[۲] عن عبداللّٰه بن عمر ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سابق بین الخیل التی اضمرت من الحفیأ وامدها ثنیة الوداع وسابق بین الخیل التی لم تضمر من الثنیة الی مسجد بنی زریق (بخاری شریف، مطبوعه اشرفی بک ڈپو دیوبند، ص ۵۹/ ج ۱/ الجزء الثانی، کتاب الصلوة باب هل یقال مسجد بنی فلان) وفیه جواز اضافة المسجد إلی بانیه وإلی مصل فیه کما ذکرنا، عمدة القاری ص ۱۵۹ ج ۲ الجزء الرابع، باب هل یقال مسجد بنی فلاں، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص ۲/۷۷، رقم الحدیث: ۴۲۰، باب هل یقال مسجد بنی فلان، طبع نزار مصطفیٰ الباز مکه مکرمه.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی جنہیں (جہاد کے لئے) تیار کیا گیا مقام حفیاء سے دوڑ کرائی اس دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع تھی، اور جو گھوڑے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے، ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک کرائی)

چنانچہ عام مسلمان پنج وقتہ نماز اس مکان میں جا کر ادا کرتے رہے، عدالت کا فیصلہ بھی یہ ہی ہو چکا تھا کہ مسلمان اس مکان میں نماز ادا کر سکتے ہیں، باہر گاؤں میں مسجد بنا کر نماز ادا نہیں کر سکتے ، گویا کہ عدالت نے اس مکان کو مسجد قرار دیدیا تھا، اب زید کا انتقال ہو گیا، اس کی بیوی موجود ہے گاؤں کے چند ہندوؤں کے ورغلانے سے اور اس کے بعض اعزاء کے کہنے پر وہ عورت اور اس کے بعض اعزہ اب نماز ادا کرنے میں حائل ہیں، اور اس کو اپنا مکان بنا کر قابض ہونا چاہتے ہیں، ایسی حالت میں عام مسلمانوں کو از روئے شرع شریف کیا عمل درآمد کرنا چاہئے اور ان مسلمانوں کے ساتھ جو کہ نماز پڑھنے اور مکان میں داخل ہونے سے روکتے ہیں کیسے تعلقات رکھنے چاہئیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

اگر زید نے صحت وتندرستی میں اس مکان کو مسجد بنا دیا اور اس کا راستہ بھی الگ کر کے اس سے اپنا قبضہ ہٹا لیا اور عام مسلمانوں کو اجازت دیدی اور انہوں نے باقاعدہ اس میں اذان وجماعت شروع کر دی تو شرعاً وہ مسجد بن گئی، اب زید کی بیوی یا کسی کا اس پر کوئی حق نہیں رہا، جو دعوی کرے وہ لغو اور باطل ہے، اگر مرض الموت کی حالت میں اس مکان کو مسجد بنایا تو وہ وصیت کے حکم میں ہے اور ایک تہائی وصیت جاری ہوگی، اور دو تہائی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے "**فلو جعل وسط داره مسجداً اواذن للناس فی الدخول والصلوٰة فيه ان شرط معه الطريق صار مسجد افی قولهم جميعاً والا فلا عند ابی حنيفة وقالا يصير مسجداً وتصير الطريق من حقه من غير شرط كذافی القنية ولوعزل بابه الی الطريق الاعظم يصير مسجداًعالم گیری ، ص ۴۳۸/ ج ۴**"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/ رجب ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم، صحیح عبد اللطیف ۷/ رجب ۵۷ھ

---

[1] عالم گیری ، کوئٹہ ، ص ۴۵۵/ ج ۲/ کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر ، در مختار علی الشامی زکریا ص ۵۴۷ ج ۶ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، هداية مع فتح القدير ص ۲۳۵ ج ۶ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الفکر بيروت، زيلعی ص ۳۳۰ ج ۳ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه امداديه ملتان.

مسجد کے لئے دی ہوئی زمین پر مسجد بنانا

سوال:۔ (۱) برگی نگر جہاں مسلمان تقریباً ایک سو ہیں اور وہ جگہ ایسی ہے کہ سرکار کے حکم کے مطابق آدمی نہیں رہے گا، کیوں کہ وہ اس جگہ میں ایک پتھر کا (ڈیم) باندھ پانی روکنے کے لئے تیار کررہے ہیں، پانچ سال میں ختم ہوجائے گا، وہاں اکثر سرکاری آدمی ہی رہتے ہیں، جن کی تعداد میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے، مزدور طبقہ سے لے کر افسر تک سب کی مجموعی تعداد ۱۰۰/ ہے وہاں مسجد نہیں ہے بلکہ ایک ہال میں نماز ادا کی جاتی ہے، ایسے وقت میں اگر حکومت کے لوگ مسجد بنانے کی اجازت دیں تو ہم بناسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) مسلمان افسر کے ماتحت سیمنٹ اور مسجد بنانے کے سارے لوازمات ہیں یا ان کو تصرف کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اصحاب رائے ، اور اہل تدبر وہاں مسجد بنانا مفید سمجھتے ہیں تو بنالیں، اللہ پاک اس کے آباد رہنے کا انتظام فرمائے۔

(۲) اگر سرکار کی طرف سے اس کام کے لئے سیمنٹ وغیرہ خرچ کرنے کی اجازت ہے تو درست ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

درالعلوم دیوبند ۲/۸/۱۴۰۰ھ

---

[۱] لایجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولاولایته، درمختار مع الشامی کراچی، ۲۰۰/ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقه ص ۱۱۰ الرسالة الثالثة، رقم القاعدة ۲۷۰ طبع دار الکتاب دیوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، دار الاشاعة دهلی.

مالک کی اجازت سے اس کی زمین میں مسجد بنانا

سوال:۔ بیوہ عبدل محلّہ کٹرہ میں رہتی ہے اور محلّہ کٹرہ میں ایک بڑا مکان ہے، ایک دروازہ چھوٹا سا صحن اور عام راستہ ہے جس میں رضا خاں اور احمد رہتا ہے، جس نے ایک قتل بھی کیا ہے، یہ سزایاب بھی ہے، یہ سب لوگ مل کر اسی صحن میں مسجد بنوانا چاہتے ہیں، وہ صحن تقریباً ۲۰ ؍سال سے میرے قبضہ میں ہے اور وہ اراضی حکیم ایوب صاحب کی ہے، تقریباً دوسال ہوئے ان کا انتقال ہوگیا ہے اور یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ حکیم صاحب نے ہم کو مسجد بنوانے کے لئے صحن دیا ہے، مگر ہم ان کی رعایا ہیں ہم کو انہوں نے کوئی اطلاع مسجد بنوانے کی نہیں دی ہے، لہٰذا اب حکیم صاحب کے بیٹے کہتے ہیں کہ اس جگہ مسجد بنے گی، کیونکہ علیٰ رضا وغیرہ شورہ پشت ہیں، میں غریب بیوہ عورت مجبور ہوں کیا کرسکتی ہوں، یہاں پر کیا شرعاً مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ میری مرضی نہیں ہے جبراً بنوانا چاہتے ہیں اور وہ لوگ بے نمازی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اگر اس جگہ کے مالک نے یہاں مسجد بنانے کے لئے کہہ دیا ہے اور اس کا ثبوت موجود ہے تو جن لوگوں کو کہا ہے ان کو وہاں مسجد بنانا درست ہے[۱] آپ کو یا کسی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے، اگر آپ کیلئے رہنے کی جگہ نہیں ہے تو اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کو جگہ دے اور اللہ کا گھر بنانے کے لئے جب آپ جگہ چھوڑ دیں گی تو یقیناً آپ کے اخلاص کی برکت سے دوسری جگہ مل جائے گی، مسجد بنانے والے شورہ پشت ہوں، یا بے نمازی ہوں وہ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں، اللہ

---

[۱] رجل له ساحة لابنا فيها امرقوماً ان يصلوا فيها بجماعة فهذا على ثلاثة اوجه احدهما اما ان امرهم بالصلوة فيها ابداً نصااوامرهم بالصلوٰة مطلقاً ونوى الا بد ففى هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً عالمگیری ،مصری ۴۵۵/ج۲/ کتاب الوقف الباب الحادى عشرفى المسجد)، خانيه على الهنديه كوئٹه ص ۲۹۰ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً الخ، محيط برهانى ص۱۲۵ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه مجلس علمى گجرات.

پاک ان کو ہدایت دے اور آپ کی پریشانی کو دور کردے۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

حکومت کی دی ہوئی زمین پر مسجد کی تعمیر

سوال:۔اسلامیہ اسکول ایک ہندو کی زمین پر واقع ہے جو موجود ہے اور موجودہ حکومت کے قانون کے تحت گاؤں سماج یعنی پنچایت کے تحت ہے،اور زمینداری کے زمانہ میں اسی ہندو کی تھی اور اسکے نیچے ایک تالاب ہے،ناظم مدرسہ نے اس زمین کو سرپنچ پردھان وممبران پنچایت سے مدرسہ کے نام پنچائتی قانون کے اعتبار سے مدرسہ کے نام کرالیا ہے،جس کا مقدمہ ہندو مدرسہ سے باقاعدہ لڑ رہے ہیں،جواب طلب یہ ہے کہ مدرسہ مقدمہ جیت گیا تو اس کے اوپر مسجد بنوائی جاسکتی ہے یا نہیں،اور شرعاً اس زمین کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

جبکہ تمام زمینوں کی مالک حکومت ہے،اور حکومت کے کارکنان نے یہ زمین مدرسہ کے نام پر لکھ دیا تو یہ زمین مدرسہ کی ملک ہوگئی،مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر اس میں مسجد کی تعمیر کی جاسکتی ہے،''نظیرہ فی الھدایہ واذا غلب الترک علی الروم فسبوھم واخذ واموالھم ملکوھا ہدایہ، ج۲/ص۵۴۸''[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۸۹ھ

[1] کتاب السیر، اول باب استیلاء الکفار، ص۵۸۰/ج۲، عالمگیری ص۲۲۵ ج۲، کتاب السیر، الباب الخامس فی استیلاء الکفار، مطبوعہ کوئٹہ، در مختار علی الشامی زکریا ص۲۶۷ ج۶ کتاب الجھاد، باب استیلاء الکفار.

غیر مسلم سے مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھوانا

سوال:۔ کسی غیر مسلم سے کسی مسجد یا مدرسہ کی بنیاد رکھوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

غیر مسلم اگر معمار ہو یا انجینئر ہو اور سمت سے خوب واقف ہو اسلام کی تعریف یا اعزاز کی نیت ہو اس سے بنیاد رکھوانا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷؍۴؍۹۷ھ

سابقہ غلط بنیاد پر مسجد تعمیر نہ کی جائے

سوال:۔(۱) سوال ایک پرانی مسجد کی جدید تعمیر کے سلسلے میں قطب نما سے دیکھا جاتا ہے، تو آٹھ فٹ کا فرق قبلہ میں آرہا ہے، کیا ایسی صورت میں سابقہ بنیاد پر جدید تعمیر کرلی جائے، یا قطب نما سے قبلہ درست کرنا ضروری ہے؟

(۲) کتنے فٹ کے فرق سے انحراف سمجھا جائے گا، اور نماز درست نہیں ہوگی؟ فٹ کی تعیین فرمائیں؟

(۳) فتویٰ کے نہ ماننے والے یا پس پشت ڈالنے پر شریعت کیا حکم لگاتی ہے اور ایسے آدمی کو پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۴) فتویٰ کی موجودگی میں فتویٰ کے خلاف فیصلہ کرنا کیسا ہے، اور اس فیصلے کو نہ ماننا کیسا ہے؟

---

[1] والمراد بالعمارة الممنوعة عن المشركين للمساجد الولاية عليها والاستقلال بالقيام بمصاحلها كان يكون الكافر ناظراً للمسجد وأوقافه أما استخدام الكافر فى عمل لا ولاية فيه كنحت الحجارة والبناء والنجارة فلا يدخل فى ذالک، تفسير مراغى ص۴۷ ج۴ سوره براء ة آيت ۱۷، طبع مكتبه تجاريه مصطفى احمد الباز.

(۵) مسجد کی جدید تعمیر میں دوفریق کا اختلاف ہے، تیسرا آدمی اس کے علاوہ اس مسجد کو بنواسکتا ہے یانہیں؟ یااسی فریق میں سے کچھ آدمی بنواسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دیدہ ودانستہ انحراف کے ساتھ تعمیر ہرگز نہ کی جائے، ہوسکتا ہے کہ ابتداً سابقہ مسجد بنانے کے وقت پورالحاظ قبلہ کا نہ ہوسکا ہو، کوئی ذریعہ صحیح علم کا نہ ہو، اب جبکہ صحیح علم کا ذریعہ موجود ہے دیگر مساجد کوبھی دیکھ لیا جائے، قطب نما سے بھی اندازہ کرلیا جائے تب تعمیر کی جائے[۱]

(۲) قصداً بالکل انحراف نہ کیا جائے، صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں شمال اور جنوب کی قوس بنا کر نصف قوس تک انحراف ہوگیا تو بھی نماز کو درست کہا جائیگا[۲] مسجد بڑی اور چھوٹی ہونے سے اس انحراف میں بھی فرق ہوسکتا ہے، فٹ کی تعیین دشوار ہے۔

(۳) یہ تو اس بات پر موقوف ہے کہ فتویٰ کا صحیح حال معلوم ہو کہ واقعی وہ حکم شرعی کے موافق

---

[۱] السادس استقبال القبلة فللمکی أی فالشرط لهٗ ای لصلوٰته اصابة عینها ولغیره ای غیر معانیها اصابةِ جهتها (درمختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷–۴۲۸/ج۱/ وقال فی موضع اٰخر) فصار الحاصل ان الاستدلال علی القبلة فی الحضرا نمایکون بالمحاریب القد یمة فان لم توجد فباالسوال من اهل ذٰلک المکان وفی المفازة بالنجوم فان لم یکن لوجود غیم اولعدم معرفته بهافبالسوال من العالم فان لم یکن فیتحری (شامی کراچی، ص ۴۳۱/ج۱/ کتاب الصلوٰة مبحث فی استقبال القبلة) طحطاوی علی المراقی مصری ص ۱۷۱ باب شروط الصلوة وارکانها، بحر کوئٹہ ص۲۸۵ ج۱ باب شروط الصلوة.

[۲] ولو انتقل إلی جهة یمینه او شماله بفراسخ کثیرة وفرضنا خطا ماراً علی الکعبة من المشرق إلی المغرب وکان الخط الخارج من جبین المصلی یصلی علی استقامة إلی هذا الخط المار علی الکعبة فانه بهذا الانتقال لا تزول المقابل بالکلیة لان وجه الانسان مقوس فمهما تاخر یمینا أو یساراً عن عین الکعبة یبقی شیء من جوانب وجهه مقابلا لها (إلی قوله لا بأس بالانحراف انحرافاً لاتزول به المقابله بالکلیة، شامی کراچی ص۴۲۹ ج۱ کتاب الصلوة، مبحث فی استقبال القبلة، بحر کوئٹہ ص۲۸۴ ج۱ باب شروط الصلوة، مراقی مع الطحطاوی ص۱۷۲ باب شروط الصلوة، وارکانها طبع مصر.

ہے یا نہیں، اور فتویٰ کو نہ ماننے والے کا علم ہو کہ وہ فقہ وفتویٰ میں کس قدر تجربہ وبصیرت رکھتا ہے، اور یہ بات بھی سامنے آئے کہ فتویٰ کو نہ ماننے اور پس پشت ڈالنے کی وجہ کیا ہے، تب اس کا حکم معلوم ہوسکتا ہے، یہ بات معلوم ہونے کے بعد کہ یہ فتویٰ عین شریعت کے مطابق ہے پھر اس کو نفسانی تقاضہ کے تحت نہ ماننا اور پس پشت ڈالنا خطرناک ہے[۱] جب تک ایسا شخص اپنی اس حرکت پر نادم ہوکر با قاعدہ شرعی توبہ نہ کرے وہ امامت کا مستحق نہیں ہے[۲] اگر شرعی دلائل کی روشنی میں وہ فتویٰ غلط ہے، تو وہ اس قابل ہے کہ دلائل کے ساتھ اس کی تردید کردی جائے۔

(۴) اس کا جواب نمبر۳/ سے واضح ہے۔

(۵) یا تو فریقین آپس میں اتفاق کرلیں یا کسی کو اپنا ثالث وحکم بنالیں تاکہ نزاع ختم ہوجائے، اگر کسی دوسرے شخص نے مسجد کو بنایا اور جس فریق کے خلاف وہ تعمیر ہوئی اس نے اس کو غلط قرار دیکر منہدم کیا تو اور فتنہ بڑھے گا، یا اس نے نماز ہی ترک کردی، یہ بھی مستقل موجب انتشار ہے[۳] اگر چہ کوئی فریق یا غیر فریق مسجد کو شرعی طریقہ پر تعمیر کردے گا، تب بھی وہ مسجد ہوجائیگی، اور اس میں نماز پڑھنا درست ہوگا[۴] بہر حال فتنہ وفساد سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند

---

[۱] القی الفتویٰ علی الارض وقال این چہ شرعست أو قال ما ذا شرع هذا (إلی قوله) کفر، مجمع الأنهر ص۵۱۰ ج۲ باب المرتد، ثم إن الفاظ الکفر انواع، طبع بیروت، بزازیه علی الهندیة کوئٹه ص۳۳۷ ج۶ کتاب الفاظ تکون اسلاماً الخ الثامن فی الاستخفاف بالعلم، هندیه کوئٹه ص۲۷۲ ج۲ کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین مطلب موجبات الکفر.

[۲] لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، حلبی کبیر ص۴۷۹ باب الامامة طبع لاهور، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۴۴ فصل فی بیان الاحق بالامامة، شامی کراچی ص۵۶۰ باب الامامة قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام.

[۳] ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا إن الله مع الصابرین، سورۂ انفال آیت ۴۷.

[۴] إذا بنی مسجداً وأذن للناس بالصلاة، فیه جماعة فإنه یصیر مسجداً، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سڑک پر مسجد کی ڈاٹ اور دومنزلہ مسجد

سوال:۔ مسجد واقع سبزی منڈی شاہجہاں پور میں تنگ ہونے کی وجہ سے توسیع کی ضرورت ہے، لہٰذا متولی مسجد واہل محلّہ کی رائے ہوئی کہ مسجد دومنزلہ بنوائی جائے، اور صحن بالاخانہ سڑک تک جانب پورب بنایا جائے، اس طریق سے مسجد میں توسیع ہو جائے گی، اور نمازیوں کے واسطے خارج سڑک پر ڈاٹ لگانا جائز ہے جب کہ چونگی اجازت دیدے صرف ڈاٹ لگا کر نماز پڑھنے کی اور زمین چونگی ہی کی ملک ہے اور راہگیر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، کیونکہ ڈاٹ زمین سے بارہ چودہ فٹ بلند ہوگی نماز اس ڈاٹ پر جائز ہوگی یا نہیں، اور جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں اسی مسجد میں نالہ پر ڈاٹ بنانے کی اجازت دی جاچکی ہے اور اس پر بھی نماز ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

سڑک پر ڈاٹ لگا کر نماز پڑھنا صورت مسئولہ میں شرعاً درست ہے اور جب کہ صحن مسجد کے ساتھ یہ ڈاٹ متصل ہے اور صفوف مسجد وہاں تک متصل ہیں تو جماعت کا ثواب بھی ملے گا، لیکن یہ ڈاٹ مسجد شرعی کے حکم میں نہ ہوگی، کیونکہ مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک کسی کی ملک نہیں ہوتی بلکہ محض للہ وقف ہوتی ہے، اور یہاں ڈاٹ کے نیچے سڑک ہے جو چنگی کی ملک ہے[1] مقامی مصالح (مثلاً) اندیشۂ فساد کسی غیر مذہبی جلوس کے گزرنے کے وقت) کا مشورہ ارباب حل وعقد اور وہاں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) محیط برھانی ص ۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مجلس علمی گجرات، بحر کوئٹہ ص ۲۴۸ فصل فی أحکام المساجد، ھندیہ کوئٹہ ص ۴۵۵ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

[1] وحاصلہ أن شرط کونہ مسجداً ان یکون سفلہ وعلوہ مسجداً لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالیٰ وان المساجد للہ الایة الخ، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، شامی زکریا ص ۵۴۷ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، فتح القدیر ص ۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، احکام المسجد، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

کے تجربہ کار مدبروں اور علماء سے موقع دکھلا کر لیا جائے۔

دومنزل مسجد بنا کر عام طور پر نیچے کا حصہ بیکار کر دیا جاتا ہے، معمولی سی گرمی کو بہانہ بنالیا جاتا ہے، صرف اوپر کے حصہ پر نماز ہوتی ہے، حالانکہ اصل مسجد نیچے کا حصہ ہے اور مسجد کی چھت پر بلاضرورت چڑھنا مکروہ بھی ہے، اس لئے ایسی حالت میں دومنزلہ مسجد بنانا مناسب نہیں، ہاں اگر بالاصالۃ مسجد کے نیچے کے حصہ میں جماعت ہو اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے مقتدی چھت پر کھڑے ہو جائیں، تو شرعاً یہ جائز ہے اور اس سہولت کے لئے دومنزل مسجد بنانے یا مسجد کی چھت پر سائبان ڈالنے میں مضائقہ نہیں۔

مگر سہارنپور میں تو یہی مشاہدہ ہے کہ نیچے کا حصہ اکثر بیکار رہتا ہے "**وكره تحريماً الوطء فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الیٰ عنان السماء اه درمختار قال الشامی ثم رایت القهستانی نقل عن المفید کراهة الصعود علی سطح المسجد اھ ویلزمه کراهة الصلوٰة ایضاً فوقه فلیتأمل قوله لانه مسجد علة لکراهة ماذکر فوقه قال الزیلعی ولهذا یصح اقتداء من علی سطح المسجد بمن فیه اذالم یتقدم علی الامام قوله الیٰ عنان السماء وکذاالیٰ تحت الثریٰ اھ**" (ردالمحتار[1] ص ۶۸۶ رج ۱/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہٗ الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۲۷/ رجب ۵۸ھ

مسجد تعمیر کرنے والوں میں اختلاف ہو تو کیا کیا جائے

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں بڑی مشکل سے مسجد تعمیر کرنے پر اتفاق ہوا اور تعمیر کی

---

[1] شامی کراچی، ص ۶۵۶ /ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب فی احکام المسجد، زیلعی ص ۱۶۸ ج ۱ کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة الخ تحت فصل کره استقبال القبلة الخ، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۱۹۰ ج ۱ باب ما یفسده الصلوة وما یکره فیها، دار الکتب العلمیة بیروت.

ابتداء ہوگئی، اس کا کام لینٹر پر بنے گا کوئی کہتا ہے کہ لینٹر میں ڈالونگا، کوئی کہتا ہے کہ میں فرش ڈالوں گا یہ زمیندار لوگ متعدد ہیں اگر ہم ان سے یہ سامان نہیں لیتے تو بدنامی کا خطرہ ہے، اور کام بند ہو جائیگا، جس سے مسلمان بہت پریشان ہیں کہ آخر کیا کیا جائے، مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اسی میں امن ہے تو بہتر یہ ہے کہ جو شخص تعمیر کا انتظام کر رہا ہے، وہ زمیندار اس کو روپیہ دے دیں، اور وہ شخص اس روپیہ سے لینٹر اور فرش تعمیر کر دے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۵/۷/۱۴۰۰ھ

اختلاف مکتب فکر کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ دیوبندیوں کو بریلوی صاحبان برا بھلا کہتے ہیں، نیز اکابر علماء دیوبند کو برا کہتے ہیں، مسجد میں نماز پڑھنے سے جھگڑے کا زبردست خطرہ ہے، کیا اس صورت میں دوسری مسجد بنا سکتے ہیں؟ دیوبندیوں نے ایک جگہ مسجد کیلئے مقرر بھی کر لی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوسری مسجد کی ضرورت بھی ہے اور اس میں جھگڑے سے بھی امن ہے تو دوسری مسجد

---

[1] مستفاد : ولما بلغ البنيان موضع الحجر الاسود اختصموا كل قبيلة تريد أن ترفعه الى موضعه دون الاخرى حتى أعدوا للقتال إلى قوله فقال أبوا امية يا معشر قريش إجعلوا بينكم فيما تختلفون فيه أوّل من يدخل من باب هذا المسجد يقضى بينكم ...... فكان اوّل داخل منه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فلما رأوه قالوا هذا الأمين رضينا هذا ...... فقال صلى اللّٰه عليه وسلم هلم إلى ثوباً فاتىٰ به وفى رواية فوضع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ازاره وبسطه فى الارض ...... فاخذ الحجر الاسود فوضعه فيه بيده الشريفة ثم قال لتأخذ كل قبيلة بناحية من الثوب ...... حتى اذا بلغوا به موضعه وضعه هو صلى اللّٰه عليه وسلم، السيرة الحلبية للعلامة على بن برهان الدين الحلبى ص۱۴۵،۱۴۴ ج ۱ باب بينان قريض الكعبة شرفها اللّٰه تعالىٰ، مطبوعه مصر،

بنالینا درست ہے، بلکہ قرین مصلحت ہے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹؍۶؍۹۲ھ

عاشورہ خانہ کو مسجد بنانا

سوال:- ایک ہندو نے ممبری کے لئے مسلمانوں سے ووٹ مانگے اور اس کے عوض ایک عاشورہ خانہ بنوادیا تھا، اب گاؤں میں مسجد کی ضرورت ہے تو اس عاشورہ خانہ کو مسجد بناسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:-

اگر وہاں مسجد کی ضرورت ہے تو مشورہ سے اس عاشورہ خانہ کو مسجد بنالینا درست ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ عن عائشة قالت امرأى اذن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ببناء المسجد فى الدور جمع داروهو اسم جامع للبناء والعرصة والمحلة والمراد المحلات (الى قوله) وحكمة امره لاهل كل محلة ببناء مسجد فيها انه قد يتعذر اويشق علىٰ اهل محلة الذهاب للاخرىٰ فيحرمون اجر المسجدوفضل اقامة الجماعة فيه فامروا بذٰلک ليتيسر لاهل كل محلة العبادة فى مسجد هم من غير مشقةتحقهم (مرقاة، مطبوعه اصح المطابع بمبئی، ۴۵۸؍ج ۱ ؍ باب المساجد الفصل الثانی)

۲ يستفاد:. قال ابن القاسم لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم اربذلک بأساً وذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكها فاذادرست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لاحد فمعنا هما على هذا واحد(عمدة القارى، مطبوعه دارالفكر ص ۱۷۹ ؍ج ۲ ؍ كتاب الصلوٰة بيان حكم نبش قبورالمشركين)

فصل دوم:- مسجد اور سامان مسجد کو منتقل کرنا

مسجد کو منتقل کرنا

سوال:- کچھ عرصہ پہلے کی بنی ہوئی ایک مسجد ہے حسب ذیل چند معتبر عذر درپیش ہوئے فی الحال جہاں مسجد قائم ہے وہاں برسات کا پانی ہوکر مسجد کے اندر اور صحن کے قریب جاتا ہے، بہت دنوں تک مسجد کے احاطہ سے باہر منتقل ہوکر نماز پڑھنی پڑی ہے، مسجد کے بناتے وقت وہاں پانی نہیں ہوا کرتا تھا، مسجد کے مشرقی جانب چالیس پچاس گز فاصلہ پر بہت عمدہ جگہ موجود ہے، وہاں بھی برسات کا پانی نہیں ہوا کرتا ہے، اور نہ ہونے کا اندیشہ ہے اور یہاں پر مسجد ستون پر ہے ، اور اس کے اطراف میں دیمک کی وجہ سے ستون کی کڑی وغیرہ رکھنا بھی بہت ہی دشوار ہوتا ہے، مذکورہ فاضل اونچی جگہ پر منتقل کر کے دیوار اٹھا کر ہمیشہ کے لئے مسجد کا احترام باقی رکھنے پر محلّہ کے سب لوگ متفق ہیں اور عذر یہ بھی موجود ہے کہ مصلیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں لوگ سما نہیں سکتے ہیں، مسجد کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے، لیکن مذکورہ مشرقی جانب فاصلہ نہیں منتقل کرنے اور کسی جانب مسجد بڑھانے کی جگہ بھی نہیں ہے ، مذکورہ عذروں سے کئی عذر کا دفعیہ ہوسکتا ہے اور واضع رہے کہ فاضل پر انتقال کرنے سے بھی موضع سابق اسی مسجد کی منتفع میں رہے گی ، اب سوال یہ ہے کہ اسی صورت مذکورہ عذروں کے سبب سے مسجد کی بنا پر مذکورہ چالیس پچاس گز کے فاصلہ پر منتقل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز نئی مسجد میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر موجودہ مسجد با قاعدہ مسجد شرعی ہے تو جب تک وہ آباد رہے اس کے سامان کو منتقل کرنا اور کسی نئی پرانی مسجد میں خرچ کرنا درست نہیں، البتہ اگر یہ مسجد غیر آباد ہوجاوے اور لوگ اس میں نماز پڑھنا ترک کردیں خواہ قریب آبادی بڑھنے کی وجہ سے یا دوسری مسجد بنانے کی وجہ

سے تو اس کے سامان کو دوسری مسجد میں اہل محلّہ کی رائے سے منتقل کرنا درست ہوگا، اور احترام اس قدیم مسجد کا بھی واجب ہے، اس کا احاطہ بنا کر حفاظت کرنا ضروری ہے، جس قدر روپیہ جدید مسجد بنانے میں خرچ ہوگا کیا ممکن نہیں کہ اس روپیہ کے ذریعہ سے مسجد میں پانی کی حفاظت اور وسعت کا انتظام کیا جاسکے، اگر ممکن ہے تو پھر جدید مسجد بنانے کی ضرورت نہیں کہ اس سے قدیم مسجد ویران ہوجاوے گی ''ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الىٰ قيام الساعة وبه يفتى حاوى القدسى وعاد الى الملك اى ملك البانى اووارثه عند محمدؒ وعن الثانى ينتقل الى مسجد اخر باذن القاضى اھ[1] درمختار وفتاوىٰ النسفى سئل شيخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتداعى مسجد ها الىٰ الخراب وبعض المتغلبين يستولون علىٰ خشبة وينقلونه الىٰ دورهم هل لو احدلاهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضى ويمسك الثمن ليصرفه الىٰ بعض المساجد اوالىٰ هذا المسجد قال نعم رد المحتار ، ص۵۷۵/ج۳/[2] وصرف نقضه الىٰ عمارته ان احتاج والاحفظه للاحتياج ، ص۴۱۹/ج۵/اھ[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور......عبد اللطیف ۹/۶/۵۹ھ

---

[1] درمختار مع ردالمحتار کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره، بحر کوئٹه ص۲۵۱ج۵ فصل فى احكام المساجد، الدر المنتقى ص۵۷۹ج۲ كتاب الوقف، طبع بيروت.

[2] شامی کراچی ص۳۶۰/ج۴/ مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه، هنديه کوئٹه ص۴۷۸، ۴۷۹ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر، محيط برهانى ص ۱۵۱ج۹، الفصل الرابع والعشرون، مجلس علمی گجرات.

[3] تنوير الابصار شامی کراچی ،ص۳۷۷/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فى الوقف اذاخرب ولم يمكن عمارته، فتح القدير ص۲۲۴ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت، بحر کوئٹه ص۲۱۹ج۵ كتاب الوقف.

مسجد کو منتقل کرنا

سوال:۔ کسی محلّہ میں زمانۂ قدیم سے ایک جگہ جامع مسجد تھی، مسجد مذکورہ کے متصل ایک مکتب ہے، حال ہی میں ترقی یافتہ زمانہ نے محلّہ مذکورہ کے قریب ایک چھوٹا سا ڈیلی بازار کی بنیاد ڈالی جہاں صبح وشام روزمرہ لوگوں کی آمدورفت ہے، اب اگر مسجد کو بازار مذکور کے متصل لیا جائے، تو مصلی اور انجان لوگوں کے لئے عبادت کے علاوہ حفاظت مسجد میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی، مصلحت بالا کی بناء پر اہل محلّہ مسجد کو قدیم جگہ سے اٹھا کر بازار کے متصل بنانا چاہتے ہیں، شرعاً مسجد کی جگہ میں تغیر وتبدل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور پرانی مسجد کی جگہ کو مکتب میں الحاق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور صورت ثانی میں اس جگہ کی حفاظت کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ مسجد شرعی بنادی جائے وہ ہمیشہ کیلئے مسجد رہتی ہے، اب اس کو وہاں سے منتقل کرنا اور اس جگہ کو مکتب کیلئے مخصوص کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس مسجد قدیم کو بدستور مسجد ہی رکھا جائے، اور اس میں اذان وجماعت کا بھی اہتمام رہے، جس طریقہ سے اب تک حفاظت رہی ہے، اسی طریقہ سے آئندہ بھی حفاظت کی جائے، نہ اس کو قیمتاً دینا درست ہے نہ کسی مکان یا زمین کے عوض دینا درست ہے۔ ’’**لو كان مسجد فى محلة فضاق علىٰ اهله ولايسعهم ان يزيد وافيه فسألهم بعض الجيران ان يجعلو اذٰلک المسجد له ليدخله فى داره ويعطيهم مكانه عوضاً ماهو خيرله فيسع فيه اهل المحلة قال محمد لايسعهم**‘‘ **ذٰلک كذافى الذخيرة فتاوىٰ عالمگيرى، ص ۳۴۸ / ج ۲**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ ۱۳/۱۱/۸۹ھ

---

[1] فتاویٰ عالمگیری کوئٹہ، ص ۴۵۷ / ج ۲ / کتاب الوقف (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال:۔ ملک بنگال میں ایک جگہ مسجد تھی جس میں جمعہ پڑھا کرتے تھے، اب اس جامع مسجد میں کوئی شخص نماز پڑھنے نہیں آتا، اگر آتے ہیں تو صرف ایک یا دو آدمی اور اس سے قریب ہی ایک اور موضع ہے جہاں بہت آدمی رہتے ہیں وہ لوگ اس کو منتقل کر کے اپنے یہاں لے جانا چاہتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کو منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں، اور منتقل شدہ جامع مسجد میں جمعہ جائز ہوگا یا نہیں، اور اب قدیم جامع مسجد کے متعلق کیا حکم ہے، جب کہ وہاں سے سارا سامان اٹھالیا گیا صرف زمین مسجد کی باقی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

جب کہ اس پہلی مسجد میں بعض آدمی نماز پڑھنے کے لئے اب بھی آتے ہیں تو اس کو کسی دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں[۱] البتہ اس مسجد کے قریب آبادی کم ہونے کی وجہ سے اگر نماز جمعہ دوسری مسجد میں جس کے قریب آبادی زیادہ ہو پڑھ لی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں[۲] بشرطیکہ وہاں شرائط جمعہ بھی متحقق ہوں[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الباب الحادی عشرفی المسجد، محیط برہانی ص۱۲۷ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون، طبع مجلس علمی گجرات، تاتارخانیہ کراچی ص۸۴۴ ج۵ کتاب الوقف، احکام المسجد.

(صفحہ ہذا) [۱] ومن اظلم ممن منع مساجداللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا .سورہ بقرہ، پارہ ۱/آیت ۱۱۴، إذا خرب ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس عنہ لبناء مسجد اٰخر أو لخراب القریۃ ...... قال ابو یوسف ھو مسجد أبدا إلی قیام الساعۃ لا یعود میراثاً ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ إلی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ أولا وھو الفتوی، بحر کوئٹہ ص۲۵۱ ج۵ فصل فی احکام المساجد، الدر مع الشامی کراچی ص۳۵۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد أو غیرہ. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا تبادلہ

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں ایک جگہ مسجد کے نام سے مشہور ہے، کاغذات پٹواری میں مسجد کے نام سے درج ہے جگہ منہدمہ ہے، ویسے کسی کو نماز پڑھتے ہم نے نہیں دیکھا، اس کے پاس مندر بنا ہوا ہے، جس میں روزانہ گھنٹی بجتی ہے، آس پاس غیر مسلموں کے مکانات ہیں، مسلمان کچھ فاصلہ پر آباد ہیں، اور یہاں کوئی دوسری مسجد بھی نہیں ہے، مسجد کی سخت ضرورت ہے، اس جگہ میں مسجد بنانے میں فساد کا اندیشہ ہے، مسلمان کہتے ہیں کہ اگر اس کے بجائے اپنے جائے وقوع پر مسجد تعمیر کرلیں تو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رہیں گے، غیر مسلم اس جگہ کے بجائے ہمارے جائے وقوع وسکونت پر زمین دینے کے لئے تیار ہیں، تو کیا ہمارے لئے شرعاً اجازت ہے کہ اس کے بدلے میں جگہ یا اس کی قیمت لے لیں، اور دوسری مسجد تعمیر کرائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنی طرف سے زمین کا تبادلہ یا بیع کا معاملہ نہ کیا جائے، اگر وہ زمین نہ چھوڑیں اور دوسری جگہ آپ کے مناسب زمین دیں یا قیمت دیں تو مجبوراً لے کر دوسری جگہ مسجد بنالیں [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۳ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) **ترجمہ**:۔ اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن)

[2] افاد أن المساجد تغلق یوم الجمعة إلا الجامع قوله تغلق لئلا تجتمع فیها جمعة، الدر مع الشامی کراچی ص۱۵۷ ج۲ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة.

[3] ویشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر، الدر مع الشامی کراچی ص۱۳۷/۲، باب الجمعة،

(صفحہ ہٰذا) [1] لواستولیٰ علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده وارادا الغاصب أن یدفع قیمتها کان للمتولی أخذ القیمة او الصلح علی شئی ثم یشتری بالماخوذ من الغاصب، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا تبادلہ مسجد سے

سوال:۔ پونا کارپوریشن کے ارباب بسط وکشاد کا خیال ہے کہ جو مسجد راستہ میں آتی ہے تو کارپوریشن اس کی متبادل جگہ اپنے سرمایہ سے خرید کر آپ کے نقشہ کے مطابق تعمیر کر دیتے ہیں، آپ اس میں نماز پڑھئے آپ کو پسند آئے ہم مذکورہ مسجد جو راستہ میں پڑتی ہے اس کو توڑ کر راستہ بنائیں گے، تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ جبکہ مسجد ابدالآباد تک مسجد ہی رہے گی، یا کوئی گنجائش نکل سکتی ہے، اور اسی طرح بعض مسجد کا کچھ حصہ راستہ میں جاتا ہے، تو کیا کچھ حصہ کارپوریشن کو دیکر اس کا معاوضہ لے سکتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجدیں سب اللہ کی ہیں نہ کسی کو انکے گرانے کا حق ہے نہ بدلنے کا ''اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہ''.[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۵/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // // //

پرانی مسجد کو نئی مسجد کی طرف منتقل کرنا

سوال:۔(۱) ایک محلّہ میں لوگ پہلے سے جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں، اور یہ مسجد اس محلّہ کے کنارہ پر واقع تھی اب لوگ دوسرے محلّہ میں جمعہ پڑھنے لگے اور پہلی مسجد کو بالکل منہدم کر دیا،

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ارضا آخریٰ فیجعلہ وقفاً علی شرائط الاولیٰ (البحر کراچی ، ص ۲۴۲ /ج۵/ کتاب الوقف)، شامی کراچی ص۳۸۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۴۹ ج۲ الباب التاسع فی غصب الوقف.

(صفحہ ھذا) [1] سورۂ جن آیت ۱۸، ترجمہ: مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں۔(شیخ الہند)

مگر وہاں پر عام راستہ نہیں بنایا بلکہ اس کے چاروں طرف احاطہ کردیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کا اس جگہ سے دوسری جگہ مسجد منتقل کرنا کیسا ہے، جبکہ دوسرے کنارہ پر از سرِ نو مسجد بنائی گئی، اور پہلی مسجد کو بالکل منہدم کردیا ہو۔

(۲) اگر یہ مسجد دوسری جگہ کی ضرورت سے منتقل کی گئی ہے، تو یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں، اور اگر بلاضرورت منتقل کردی گئی ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک مسجد منہدم کر کے دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں[۱] البتہ اگر پہلی کہنہ اور غیر آباد ہو نیز اس کی حاجت نہ رہی ہو اور اندیشہ ہو کہ اس کا سامان ضائع ہوجائے گا تو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا درست ہے۔ (کذا فی ردالمحتار، ص۵۷۵ رج۳ ر)[۲]

(۲) جواب بھی نمبر ا رسے معلوم ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳ رصفر ۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم......صحیح عبداللطیف ۴ر۲ر۵۸ھ

---

[۱] إذا خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر أو لخراب القرية ...... قال ابو يوسف هو مسجد ابدا إلى قيام الساعة لا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أولا وهو الفتوى، بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ فصل فى احكام المساجد، الدر مع الشامى كراچى ص۳۵۸ ج۴، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره.

[۲] والذى ينبغى متابعة المشائخ المذكور ين فى جواز النقل بلافرق بين مسجد اوحوض ولاسيما فى زماننا فان المسجد اوغيره اذالم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون وكذالک اوقافه (إلى قوله) سئل شيخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها إلى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشبه وينقلونه إلى دورهم هل لواحد لاهل المحلة أن يبيع الخشب بامر القاضى ويمسک الثمن ليصرفه إلى بعض المساجد أو إلى هذا المسجد ؟ قال نعم (شامى كراچى ،ص۳۶۰ر ج۴رکتاب الوقف ، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه)، هنديه كوئٹه ص۴۷۸، ۴۷۹ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثالث عشر، محيط برهانى ص ۱۵۱ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون، طبع مجلس علمى گجرات.

پرانی مسجد کے گر کر بہہ جانے کا اندیشہ ہو تو اس کی اینٹ وغیرہ سے دوسری مسجد تعمیر کرانا

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے جو پانی چڑھنے کی وجہ سے شہید ہونے لگی اور اندیشہ ہے کہ کچھ دن یہی حال رہا تو اینٹ وغیرہ سب پانی میں بہہ جائیں گی، لہٰذا اگر اینٹیں وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ مسجد بنادی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد منہدم ہورہی ہے اور وہاں پانی کا قبضہ ہورہا ہے، اور مسجد کی اینٹ وغیرہ کے ضائع ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے تو وہاں سے اینٹ وغیرہ اٹھا کر دوسری جگہ مسجد[1] بنالیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دار العلوم دیوبند ۲۰/۶/۹۰ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا

سوال:۔ اگر کوئی مسجد بوسیدہ ہوگئی ہو، اس کے نمازی بھی نہ رہے ہوں، اور یہ بھی خطرہ ہے کہ عوام الناس اس جگہ کو گندگی سے ملوث کردیں گے اگر مسجد کی دیواریں وغیرہ ختم کردی جائیں

---

[1] یستفاد :والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل ولاسیما فی زماننا فان المسجد اذالم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون (شامی کراچی ،مختصر اً ، ص۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)، لو خرب احد المسجدین فی قریة واحدة فللقاضی صرف خشبه إلی عمارة المسجد الأخر الخ، بحر کوئٹه ص۲۵۳ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، هندیه کوئٹه ص۴۷۸، ۴۷۹ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر، محیط برهانی ص ۱۵۱ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

تو ایسی صورت میں مسجد کے سامان کو فروخت کر کے دوسری مسجد میں لگانا یا اس سے دوسری جگہ مسجد بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں مسلم آبادی نہیں رہی اور مسجد کے تحفظ کی کوئی صورت نہیں نہ قفل کارآمد ہے نہ چہاردیواری، تو خطرہ مذکورہ کے پیش نظر اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کر دیا جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نقشہ اوقات نماز ایک مسجد سے دوسری مسجد میں منتقل کرنا

سوال:۔ایک شخص نے زید کی مسجد میں اپنی ذاتی آمدنی سے اوقات کا نقشہ مسجد میں لگایا اور وقف کر دیا، عرصہ ۶؍سال سے وہ بالکل بے سود اور بیکار و بے عمل لگا ہوا ہے، یعنی اس مسجد کے امام اس پر عمل نہیں کرتے، ایسی حالت میں اگر وہ وقف شدہ نقشہ اوقات نماز کسی دوسری مسجد میں جہاں پابندی سے نماز ہو رہی ہے اور اس مسجد میں نقشہ بھی نہیں، اس مسجد سے نکال کر اس ضرورت والی مسجد میں وقف کرایا جائے تو درست ہوگا یا پرانی مسجد میں وقف ہونے کی بنا پر نئی مسجد میں درست نہ ہوگا اور وقف کرنے والے کو بے عمل والی مسجد میں لگا رہنے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اصل مالک نے متعین طور پر اسی مسجد کے لئے وقف کیا ہے اور وہ وقف صحیح بھی ہو گیا

---

[1] ولو خرب المسجد لایعود الی ملک الواقف عندابی یوسف فیباع نقضه باذن القاضی ویصرف ثمنه الی بعض المساجد (شامی کراچی، ص ۳۵۹/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد اوغیره)، بحر کوئٹه ص۲۵۳ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر.

تو اس کو پھر دوسری مسجد میں منتقل کرنے کیلئے فقہاء کے دو قول ہیں، راجح یہ ہے کہ منتقل کرنا جائز نہیں، لہٰذا امام اور مقتدی کو چاہئے کہ اس نقشہ سے کام لیں، تا کہ واقف کی نیت پوری ہو اور اس کے ثواب میں اضافہ ہو، نفس وقف کا ثواب بہر حال اس کو حاصل ہے، ہاں اگر خدانخواستہ مسجد غیر آباد ہو جائے تو پھر دوسری مسجد میں اس کو منتقل کرنا درست ہوگا، قرآن کریم کو جس مسجد پر وقف کیا جائے اس کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کا مسئلہ ردالمحتار، ص ۵۸۰ ر ج ۳ ر[1] میں مذکور ہے، اسی کے ذریعہ صورت مسئولہ کا حکم تحریر کیا گیا ہے، اگر وہ نقشہ وقف نہیں ہوا تو اس کو منتقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰ ر ۷ ر ۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴ ر شعبان ۶۱ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴ ر شعبان ۶۱ھ

مسجد کے پرانے سامان کا مصرف

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک پرانی مسجد ہے اس کو منہدم کر کے نئی مسجد بنانا چاہتے ہیں، اب اس پرانی مسجد کے سامان کی کوئی ضرورت نہیں، اور حفاظت کرنا بھی مشکل ہے، لہٰذا اس سامان کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اس سامان کو کسی مدرسہ یا میت رکھنے کی جگہ میں استعمال کر سکتے ہیں

---

[1] فی القنیه سبل مصحفافی مسجد بعینه للقرأة لیس له بعد ذلک ان یدفعه الی اخر من غیر اهل المحلة للقرأة قال فی النهر : وهذا یوافق القول الاول فهذا یفید أنهما قولان متغایران الخ (شامی کراچی ، ص ۳۶۵ ر ج ۴ ر کتاب الوقف، مطلب متی ذکر للوقف مصرف لابد ان یکون فیهم تنصیص علی الحاجة ، شامی نعمانیه ، ص ۳۷۵ ر ج ۳ ر) النهر الفائق ص ۳۱۸ ج ۳ کتاب الوقف، طبع مکه مکرمه، الدر المنتقی ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

یا نہیں؟ واضح رہے کہ ہمارے یہاں میت رکھنے کیلئے مستقل گھر بنائے جاتے ہیں، نیز اس مسجد کے پتھروں کو نئی مسجد کے احاطہ بنانے میں استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مسجد اتنی پرانی ہوگئی کہ اس کے منہدم ہوجانے کا اندیشہ ہے اس لئے اس کو منہدم کرکے نئی مسجد بنانا چاہتے ہیں تو اس کا جو سامان نئی مسجد میں کارآمد ہوسکتا ہے، تو اس کو نئی مسجد میں لگادیں، جو سامان وہاں نہیں لگ سکتا اس کو فروخت کرکے قیمت تعمیر مسجد میں خرچ کردیں، یعنی اس قیمت کا سامان اس مسجد میں لگادیں، جو شخص اس سامان پتھر وغیرہ کو خریدلے اس کو حق ہے کہ اپنے مکان میں استعمال کرے، یا مدرسہ یا کسی دوسری مسجد کیلئے خرید لیا جائے، یا میت رکھنے کی جگہ خرید لیا جائے، یہ بھی درست ہے کہ نئی مسجد کے احاطہ میں استعمال کرلیا جائے، مگر یہ سب تصرف باہمی مشورہ سے کیا جائے۔

”نقل فی الذ خیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجد اوحوض خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف اوقافه الیٰ مسجد اوحوض اٰخر فقال نعم کالمسجد اذاخرب واستغنی عنه اهل القریة فرفع ذلک الی القاضی فباع الخشب وصرف الثمن الیٰ مسجد اٰخر جاز کذافی رد المحتار بتقدیم وتاخیر وفی فتاویٰ النسفی سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا وتداعی مسجد ها الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علیٰ خشب وینقلونه الی دورهم هل لواحد من اهل المحلة ان یبیع الخشبة بامرالقاضی ویمسک الثمن لیصرف الیٰ بعض المساجد اوالیٰ هذا المسجد قال نعم ،اهـ رد المحتار“[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۶/۹۶ھ

---

[1] شامی کراچی ،ص ۳۵۹-۶۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره)، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸،۴۷۹ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج۹ الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه ڈابهیل.

غیر آباد مسجد کی بنیاد کا مصرف

سوال:۔ جنگل میں سینکڑوں برس سے دیکھنے میں آرہا ہے، کہ کچھ عمارت کی بنیادیں پختہ ہیں اس میں ایک بنیاد بطور مسجد کے معلوم ہوتی ہے، اب اس کی بنیاد نکال کر مسجد میں لگادی جائے تو وہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کا مسجد ہونا ظاہر ہے یا کاغذات وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا ثبوت ہے تو اس کی بنیاد کا مسجد میں لگادینا درست ہے[۱]، اور اس جگہ کو احاطہ کے ذریعہ محفوظ کردیا جائے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف ۲۹/رجب ۶۱ھ

چھوٹی مسجد کا فرش جامع مسجد میں لیجانا

سوال:۔ چھوٹی مسجدوں کا فرش جامع مسجد میں استعمال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

---

[۱] ولوخرب المسجدوماحوله وتفرق الناس عنه لايعودالى ملك الواقف عند ابى يوسف فيباع نقضه بأذن القاضي ويصرف ثمنه الى بعض المساجد (شامی کراچی ص۳۵۹/ج۴/ مطبوعه زکریا ص۶/۵۴۸، کتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره)

[۲] ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة به يفتى الدر المختار على الشامى زكريا ص۵۴۸ ج۶ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد.

الجواب حامداً ومصلیاً

چھوٹی مسجد کا فرش جامع مسجد میں نہ لے جایا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ

ایک مسجد کی چٹائی دوسری مسجد میں دینا

سوال:۔ زید جس شہر میں رہتا ہے اس کے ایک محلّہ میں ایک مسجد ہے جس میں جائیداد کافی وقف ہے، اور متولی صاحب اس کے مالک ہیں، کیونکہ وہی ساری جائیداد کے متولی ہیں، اس میں فرش پر بچھانے کے لئے چٹائیاں بہت ہیں بعض ضرورت مسجد سے زائد ہیں تو کیا وہ دوسری کسی مسجد میں اس کی ضرورت کے تحت دے سکتے ہیں، تو کس صورت میں مفصل تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد میں چٹائیاں زائد موجود ہیں اور حفاظت کی کوئی صورت نہیں خراب اور ضائع ہو رہی ہیں تو زائد چٹائیاں ایسی مساجد میں بچھا دینا درست ہے، جہاں ضرورت ہو، متولی اور دیگر اہل الرائے حضرات کے مشورہ سے دے سکتے ہیں، بلا مشورہ نہ دیں تاکہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اتحدالواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز له ذلک ای الصرف المذكور (درمختار مع الشامی کراچی ،مختصراً ،ص۳۶۰/ج۱/ كتاب الوقف ، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)، بحر کوئٹہ ص۲۱۶ ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً، دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

دریابرد گاؤں کی مسجد کا سامان کس مسجد میں استعمال کیا جائے

سوال:۔ جمنا کے کنارے ایک موضع ہے، جو سب دریا برد ہو گیا ہے، صرف چند مکان اور ایک مسجد باقی ہے، سرکار نے اس گاؤں کو دوسری جگہ بسا دیا ہے، جس میں تین مسجدیں ہیں، اب قدیم مسجد ویران ہے اس کے سامان کے استعمال میں نزاع ہو رہا ہے، تو کونسی مسجد میں اس کو استعمال کر سکتے ہیں یا ابھی نہیں کر سکتے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب تک قدیم مسجد موجود ہے، اسکے سامان کہیں منتقل نہ کریں، بلکہ اسی مسجد کو آباد کریں[1]، اور اگر کسی وقت وہ بھی دریا برد ہو جائے اور وہاں پانی کا قبضہ ہو جائے، پھر اس کا سامان ورقوم باہمی مشورہ سے جس مسجد میں ضرورت ہو وہاں منتقل کردیں اگر مشورے سے اتفاق نہ ہو یا سب مسجدیں

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ۲؎ ومثله حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما وكذاالرباط والبئراذالم ينتفع بهما فيصرف وقف المسجد والرباط والبير والحوض الىٰ اقرب مسجد اورباط اوبيراوحوض اليه (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۹/ج۴/کتاب الوقف ،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره قلت وهذه الرواية وان كانت منقولة فی صورة خراب المسجد غيره لكن ماكان مبنى الحكم الاستغناء كان الحكم عاما وان لم يخرب وهذا ظاهر عندی (امدادالفتاویٰ جدید ،۵۹۳/ج۲/ كتاب الوقف)، فتح القدير ص۲۳۷ج۶ كتاب الوقف فصل واذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد.

(**صفحه هذا**) ۱؎ ولو خرب ما حوله واستغنیٰ عنه يبقٰی مسجدا عند الامام والثانی أبداً إلى قيام الساعة وبه يفتى قوله عند الامام والثانی فلا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ما له إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أولا وهو الفتوى الخ، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۵۴۸ ج۶ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، طبع ديوبند، شامی كراچی ص۳۵۸ج۴ المصدر السابق البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

برابر ہوں تو پھر تینوں میں تقسیم کردیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ

وقف کا پنکھا دوسری مسجد میں لگانا

سوال:۔ کیا واقف کو شرعاً حق حاصل ہے کہ اس مسجد سے بجلی کا پنکھا نکال کر دوسرے محلّہ کی مسجد میں لگادیں، جب کہ اس مسجد میں پنکھا وقف کردیا گیا ہے، آیا پنکھا نکالنے والے گنہگار رہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ پنکھا وقف کرکے مسجد میں لگادیا گیا ہے تو اس کو نکال کر کسی دوسری مسجد میں لگانا درست نہیں [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۰ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶۰ھ

---

[۱] ونقل فی الذخیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجداوحوض خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد اوحوض آخر فقال نعم (شامی کراچی، ص۳۵۹/ ج۴/ کتاب الوقف ، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره)، شامی زکریا ص۵۵۰ ج۶ المصدر السابق فتح القدیر ص۲۳۷ ج۶ کتاب الوقف، واذا بنی مسجدا لم یزل ملکه عنه'' مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد.

[۲] شرط الواقف کنص الشارع ،درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی قولهم شرط الواقف، النهر الفائق ص۳۲۵ ج۳ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، ان الفتوی علی ان المسجد لا یعود میراثاً ولا یجوز نقله ونقل ماله إلی مسجد آخر شامی زکریا ص۵۴۹ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد او غیره.

مسجد کی چیز مدرسہ کے لئے اور مدرسہ کی چیز مسجد کے لئے استعمال کرنا

سوال:۔ مسجد یا مدرسہ کے لئے کوئی چیز خرید لی گئی، وہ ان میں استعمال بھی ہوتی ہے، امام، مؤذن اور مدرسہ کے بچے غیر اوقات نماز میں مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جیسے مسجد یا مدرسہ کا پائیدان وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مدرسہ کے پیسہ سے جو چیز خریدی گئی وہ مدرسہ ہی کی ضرورت میں استعمال کی جائے[۱] اگر ایسی چیز جس مقصد کیلئے خریدی گئی تھی، اب وہ مقصد ختم ہو گیا، مثلاً مدرسہ کی ضرورت نہیں رہی اور مسجد کیلئے یا امام صاحب کیلئے ضرورت ہے تو مدرسہ سے خرید کر استعمال کریں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۴/۴/۹۵ھ

غیر آباد مسجد کا سامان مدرسہ یا مسافر خانہ میں لگانا

سوال:۔ ایک نئی مسجد تیار ہوئی ہے اس کے قریب میں ایک پرانی مسجد شکستہ و برباد حالت میں ہے تو اس شکستہ مسجد کو توڑ کر اس کے ملبہ سے نئی مسجد کے قریب مدرسہ مسافر خانہ یا امام و مؤذن کے رہنے

---

[۱] واختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز له ذلک اى الصرف المذکور (درمختار مع الشامى کراچى، ص۳۶۰/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد)، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۱۶ ج۵ کتاب الوقف، بزازية على الهندية کوئٹہ ص۲۶۱ ج۶ کتاب الوقف، قبيل نوع فى الفاظ جارية فى الوقف.

[۲] مستفاد:. واذارأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم يكن لهٗ قيمة فان كان له ادنى قيمة لايأخذ ہ الا بعد الشراء من المتولى اوالقاضى اواهل المسجد اوالامام (بحر ،مکتبہ ماجدیہ،کوئٹہ، ص۲۵۱/ ج۵/کتاب الوقف ،فصل فى احکام المساجد)

کے لئے حجرہ بنانا جائز ہے یا نہیں، اسی طرح مسجد کا ایک مکان جو مسجد کے لئے وقف ہے اور اس کی آمدنی مسجد میں خرچ ہوتی ہے، تو اس مکان میں اس ملبہ یا اس کی قیمت کو لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسجد غیر آباد ہو چکی ہے وہاں نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہیں رہی، اس جگہ کو محفوظ کر دیا جائے مفتی بہ قول کے مطابق وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی، اس کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کر دیا جائے، اگر وہ وہاں کار آمد نہ ہو تو ارباب حل وعقد کی رائے سے اس کو فروخت کر کے قیمت دوسری مسجد میں صرف کر دی جائے، لیکن مسجد کا سامان بلا قیمت مدرسہ یا مسافر خانہ وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں، اگر چہ وہ مسجد کے قریب ہی ہو "**ولو خرب ماحوله واستغنیٰ عنه یبقیٰ مسجداً عند الامام والثانی ابداً الیٰ قیام الساعة وبه یفتی وعادالی الملک عند محمد وعن الثانی ینقل الیٰ مسجد اٰخر باذن القاضی وکذاالرباط والبئر والحوض الیٰ اقرب مسجد اورباط اوبئر اوحوض الیه اھ درمختار مختصراً**[۱] **وقوله لوخرب ماحوله ای ولومع بقائه عامرا وکذا لوخرب ولیس له مایعمر وقد استغنی الناس عنه لبناء مسجد اخر قوله وعن الثانی الخ جزم به فی الاسعاف حیث قال ولو خرب المسجد وماحوله وتفرق الناس عنه لایعودالیٰ ملک الواقف عند ابی یوسفؒ فیباع نقضه باذن القاضی ویصرف القاضی الیٰ بعض المساجد قوله الیٰ اقرب مسجد او رباطاھ لف ونشر مرتب وظاهره انه لایجوز صرف وقف مسجد خرب الیٰحوض وعکسه وفی شرح الملتقی یصرف وقفها لاقرب مجانس لها اھ شامی**"[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵؍شعبان ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۵؍شعبان ۷۰ھ

---

[۱] درمختار مع ردالمحتار کراچی ص ۳۵۱-۳۵۲/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد غیر آباد ہو جائے تو اس پر وقف زمین کی آمدنی کا حکم

سوال:۔ موضع بندہ کھیڑی میں مسجد کی زمین ۴۲/ بیگہ ہے اب وہاں پر شرنارتھی آباد ہیں، مسجد غیر آباد ہے، اس کی زمین کی آمدنی کو متولی کھا رہے ہیں، اور یہ زمین مسجد کے نام وقف ہے، سوال یہ ہے کہ اس کی آمدنی کہاں خرچ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین اس مسجد کے نام وقف کر دی تھی، تو مالکانہ قبضہ درست نہیں[1]، اسکی آمدنی اس مسجد پر خرچ کریں، اگر وہاں خرچ کرنے کی جگہ نہیں تو دوسرے گاؤں میں جو مسجد ضرورت مند ہو وہاں پر خرچ کریں[2]، کوئی اس کو اپنے خرچ میں نہ لائے، وہ کسی کی ملک نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ ھذا) [2] شامی کراچی، ص ۳۵۲/ج ۴/ کتاب الوقف۔

(صفحہ ہذا) [1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱/ج ۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی شرط واقف الکتب)، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، طبع بیروت، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج ۳ طبع عباس احمد الباز مکه مکرمه.

[2] ومثله حشیش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما فیصرف وقف المسجد الی اقرب مسجد الیه ،مختصراً (درمختار مع الشامی کراچی ، ص ۳۵۹/ج ۴/ کتاب الوقف ،مطلب فیما لو خرب المسجد اوغیره)، الدر المنتقی مع المجمع ص ۵۷۹ ج ۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۴۷۸ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها الخ.

قلت :وهذه الروایة وان کانت منقولةفی صورة خراب المسجد وغیره لکن ماکان مبنی الحکم الاستغناء کان الحکم عاما وان لم یخرب وهذاظاهر عندی (امدادالفتاویٰ ، ص ۵۹۳/ج ۲/کتاب الوقف، مطبوعه زکریا دیوبند)

نئی مسجد بنانے کے بعد پرانی مسجد اور اس کے وقف کا حکم

سوال:۔(۱) ہمارے موضع میں ایک مسجد تھی جس میں باقاعدہ نماز وغیرہ ہوتی رہی بیس سال تک اس کے بعد اسی موضع میں دوسری جگہ وہ مسجد منتقل کردی گئی اور وہ جگہ چھوڑ دی گئی، بیکار، ایک مکان کا فاصلہ تھا، اور قریب خراب ہونے کے بھی تھی، فی الحال منقولہ مسجد ایک مکان جس میں باغ لگا ہوا ہے موجود ہے اور منقول عنہ کی جگہ ویران پڑی ہے، اب اس میں نماز وغیرہ ہوتی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) پہلی مسجد کو منتقل کرنے کے بعد عدم حفاظت کی وجہ سے اور نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

۱/۲/ ایک مسجد کو منتقل کرکے دوسری جگہ لے جانا جائز نہیں، اگر پہلی مسجد غیرآباد ہوجائے اوراس کے سامان کی حفاظت دشوار ہوجائے تو ضائع ہونے کے خوف سے اس کے سامان کو منتقل کرکے قریب ترین دوسری مسجد میں صرف کردینا درست ہے، اور پہلی مسجد کی جگہ کو بھی پورے طور پر محفوظ کردیا جائے، تاکہ اس میں کوئی کام خلاف احترام مسجد نہ ہوسکے، بلاحفاظت اس کو چھوڑنا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداعند الامام والثانى فلا يعود ميراثاً ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر (شامى كراچى، ص۳۵۸/ ج۴/ كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد)

قلت: والذى ينبغى متابعة المشائخ المذكورين فى جواز النقل بلافرق بين مسجد اوحوض ولاسيما فى زماننا فان المسجد اوغيره اذالم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون (شامى كراچى، ص۳۶۰/ ج۴/ كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه)، بحر كوئٹه ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، فتح القدير ص۲۳۶ ج۶ كتاب الوقف وإذا بنى مسجدا لم يزل ملكه عنه، دار الفكر بيروت.

حویلی کی مسجد اور اس کیلئے خریدے ہوئے سامان کا حکم

سوال:۔ موضع بسیرہ کنور ضلع بجنور میں جب کوئی مسجد نماز ادا کرنے کے لئے نہ تھی، تو ایک صاحب نے اپنی جگہ پر چبوترہ قائم کیا، بستی کے تمام لوگ وہاں پر نماز پنجگانہ ادا کرتے رہے، اسی اثناء میں الیکشن کا دور چلا، ایک صاحب جو بستی کا اعتماد علم وعمل میں حاصل کئے ہوئے تھے، پردھان کی سیٹ حاصل کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے، دوسری طرف گاؤں کا زمیندار کھڑا تھا، لوگوں نے اپنا ووٹ زمیندار کو کامیاب کرنے میں اپنے مستقبل کو روشن جانا، اور ایسا نہ ہوتا تو قومی مفاد میں خطرہ تھا، اس بستی میں مسلم آبادی صفر کے دائرہ میں ہے، شخص مذکورہ عالم ہونے کے سبب امام بھی تھے، انہوں نے عام مسلمانوں کو اپنے چبوترہ پر نماز پڑھنے سے روک دیا اور سخت سست کہا عام مسلمانوں نے شاہراہِ عام پر جگہ انتخاب کر کے مسجد کی بنیاد رکھ دی، کچھ عرصہ بعد ۲/۳ آدمیوں میں ضد کی بنا پر اس چبوترہ پر دوسری مسجد کی بنیاد رکھی، یہ چبوترہ والی مسجد حویلی کے اندر ہے اور پردہ کی حویلی ہے، عورتیں کبھی برا بھلا کہتی ہیں، آئندہ اور بھی برائیاں ہوں گی، اور یہ جگہ آج تک وقف نہیں ہوئی، اب حویلی مذکورہ کے لوگ چاہتے ہیں کہ مسجد شہید کر کے اس کا سامان جامع مسجد میں لگا دیا جائے، اور اسکا ملبہ کام میں لایا جائے، اگر اسکو رہائشی مکانوں میں لگا دیا جائے تو کیا کچھ حرج واقع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ (چبوترہ والی) وقف نہیں اور مالک نے وہاں مسجد بنانے کی اجازت نہیں دی اور وہ حویلی کے اندر ہے کہ سب کو وہاں نماز کے لئے جانے کی اجازت نہیں تو وہاں مسجد بنانا درست نہیں[1] جو سامان جن لوگوں کا ہے، وہ خود لے جاسکتے ہیں[2] اگر چندہ کر کے خریدا ہے تو چندہ دینے

---

[1] من بنى مسجداً لم يزل ملكه عنه حتى يفرزهٗ عن ملكه بطريقه ويأذن بالصلاة فيه (الهنديه مطبوعه كوئٹه ، ص۴۵۴/ج۲/ كتاب الوقف،الباب الحادى عشر)، مجمع الأنهر ص۵۹۴،۵۹۵ج۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۳۳ج۶ كتاب الوقف، فصل وإذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

والوں کی اجازت سے اس کو دوسری مسجد میں حسب ضرورت و مصلحت لگا سکتے ہیں[۱] اگر اصل حقیقت اس کے خلاف ہوتو ظاہر ہے کہ اس کا حکم بھی یہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۱/۹۲ھ

ایک مسجد شہید کرنے کے بعد دوسری جگہ منبر وغیرہ منتقل کردیا گیا اس میں جماعت ہونے لگی اس میں اعتکاف کا حکم

سوال:۔ جنوبی افریقہ کے ایک شہر میں ساٹھ سال سے ایک مسجد تھی جس میں علاوہ پنجگانہ نماز جمعہ وتراویح کی پابندی کے ساتھ اعتکاف بھی رمضان میں ہوتا تھا، مسجد کی توسیع کی خاطر اسے شہید کردیا گیا اور دوسرے مکان میں مسجد کا بعض اثاثہ مثلاً فرش منبر وغیرہ کو منتقل کیا گیا اور وہاں اسی پابندی کے ساتھ مقررہ امام وموذن کے ساتھ پنجگانہ نماز وجمعہ ہونے لگا، رمضان میں معتکفین نے اعتکاف کرنا چاہا تو ایک مولوی صاحب نے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ مسجد نہیں ہے اسمیں اعتکاف نہیں ہوگا، اعتکاف کیلئے مسجد ہونا شرط ہے، وہ لوگ اعتکاف سے رُک گئے اور اعتکاف نہیں ہوا کیا مذکورہ مولوی صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے؟ اعتکاف نہ کرنے کی وجہ سے جملہ گاؤں والے گنہگار نہیں ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد شرعی وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہو عارضی طور پر اگر کسی جگہ اذان وجماعت کی جائے مثلاً اصل مسجد کی تجدید وتعمیر کی خاطر تو وہ جگہ شرعی مسجد نہیں ہوگی، اس پر مسجد کے احکام جاری

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [۲] لو اشتری حشیشا او قندیلا للمسجد فوقع الاستغناء عنه کان ذلک له حیا ولوارثه ان کان میتا، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص ۲۹۳ ج ۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، البحرالرائق کوئٹه ص ۵/۲۵۲، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، فتح القدیر ص ۲۳۶ ج ۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(**حاشیہ صفحہ ہذا**) [۱] ملاحظہ ہو عنوان ''ایک مسجد کے لئے چندہ کرکے دوسری میں خرچ کرنا'' حاشیہ: ۱/

نہیں ہوں گے[۱] اعتکاف شرعی مسجد میں ہوتا ہے، عورت البتہ اپنے مکان پر کسی ایک مخصوص جگہ میں جہاں وہ نماز پڑھتی ہو اعتکاف کرسکتی ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

پرانی مسجد کا سامان اپنی بلڈنگ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں

سوال:۔ پرانی مسجد کا پورا سامان دینی مدرسہ کی بلڈنگ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا جماعت کی آمدنی کے لئے بلڈنگ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد سے خرید کر لگا سکتے ہیں[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۹۱/۱۲/۲۹ھ

---

[۱] مستفاد:۔ رجل له ساحة لابناء فيها امر قوماً ان يصلوافيها بجماعة فهذا على ثلثة اوجه احدها اما ان امرهم بالصلوٰة فيها ابداً نصاباًن قال صلوا فيها ابداً اوامر هم بالصلوٰة مطلقاً ونوى الابدففى هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً لومات لايورث عنه واما ان وقت الامرباليوم اوالشهر اوالسنة ففى هذا الوجه لايصير الساحة مسجداً (هنديه رحيميه ديوبند، ص ۳۴۷/ج۲/ كتاب الوقف الباب الحادى عشرفى المسجد)، المحيط البرهانى ص۱۲۵ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، النهر الفائق ص۳۲۸ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] هو(الاعتكاف) لبث ذكرفى مسجد جماعة اولبث امرأة فى مسجد بيتها وهو المعد لصلاتها الذى يندب لها (درمختار مع الشامى كراچى كوئٹه، ص ۱۴۰/ج۲/كتاب الصوم، باب الاعتكاف)، البحر الرائق كوئٹه ص۳۰۱ج۲ باب الاعتكاف، عالمگيرى كوئٹه ص۲۱۱ج۱ الباب السابع فى الاعتكاف.

[۳] اذارای حشيش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم يكن له قيمة فان كان لهٗ ادنى قيمةلايأخذه الابعد الشراء من المتولى اوالقاضى اواهل المسجد اوالامام (بحر، مكتبه ماجديه ،كوئٹه، ص ۲۵۱/ج۵/ كتاب الوقف ،فصل فى احكام المساجد)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا کوئی حصہ قوالی وغیرہ کے لئے خالی کرنا یا اپنی ملک قرار دینا اور اس کے عوض دوسری جگہ دینا

سوال:۔(۱) مسجد معمورہ کا بعض حصہ اپنے ذاتی امور میں استعمال کرنا کیسا ہے، بشرط یہ کہ اس بعض حصہ کی شکل میں تغیر کر دیا ہو اور اس کو مسجد سے علیحدہ کر دیا ہو۔

(۲) کیا کسی صورت میں مسجد معمورہ یا غیر معمورہ اپنے ذاتی امور میں مستعمل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) مسجد کے بعض حصہ کو یا ساری مسجد کو دوسری جگہ وہاں سے ہٹا کر بنا سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۴) کیا زید، بکر، عمر کو یہ جائز ہے کہ مسجد کچھ حصہ کو اپنے ذاتی اور عرس قوالی میلاد وغیرہ میں مسجد کی صورت بدل کر استعمال میں لائیں، اور حصہ کے عوض میں اتنی جگہ دوسری جہت سے مسجد میں داخل کریں، اور اگر یہ جائز نہیں تو ایسا کرنے والے کا کیا حکم ہے، کیا ان سے قہراً وہ حصہ جو مسجد کا تھا لے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵) جو جگہ پہلے مسجد میں داخل تھی اور اب جو اس کے عوض میں دوسری جہت میں بصورت مسجد جو جگہ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آیا دونوں جگہ ہمیشہ کے لئے مسجد کا حکم رکھیں گی، یا ایک اور وہ جگہ جو پہلے مسجد تھی، یا اب جو اس کے قائم مقام ہے؟

(۶) عوام مسلمانوں کے لئے کیا حکم ہے کیا اس میں چشم پوشی کرنی چاہئے، یا جد وجہد یعنی مسلمانوں پر کیا ذمہ داری عائد ہے؟

(۷) کیا مسجد بھی کسی کی ملک ہو سکتی ہے، اگر کوئی اپنی ملکیت بنالے تو اس کا کیا حکم ہے؟

نوٹ:۔ جواب مفصل تحریر فرمائیں، اشاعت کرنی ہے، اور اس کی تحریک اٹھائی ہے۔

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۹ ج ۲ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹہ ص۲۹۹ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد وقف ہے اس کے کسی حصہ کو علیحدہ کرنا اور اپنے ذاتی امور میں استعمال کرنا شرعاً ناجائز ہے، مسجد تحت الثریٰ تک اور فوق الثریا تک اللہ کے واسطے ہوتی ہے، حق العبد اس سے منقطع ہوتا ہے، البتہ ملحقات مسجد دوکان وغیرہ میں مصالح مسجد کے تحت امام ومؤذن کی رہائش کی اجازت دینا شرعاً جائز ہے "فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرهن اھ تنویر قوله لایملک ای لایکون مملوکاً لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه ولایعار ولایرهن لاقتضائهما الملک اھ شامی[1] قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجداً ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد للّٰه اھ شامی[2] لوبنی فوقه بیتاً للامام لایضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم ارادالبناء منع ولوقال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیه فاذکان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولوعلی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شئیاً منه مستغلاً ولاسکنی بزازیة اھ درمختار[3]

---

[1] شامی نعمانیہ ص۳۶۷/ ج۳. (درمختار مع الشامی ، ص ۳۵۲/ ج۴/ کتاب الوقف ،قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب ان لاتعار الابرهن)، سکب الأنهر ص۵۸۲ ج۲ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] شامی کراچی ،ص ۳۵۸/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[3] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۵۸/ ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد.، النهر الفائق ص۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(۲) نہیں[۱] (۳) اگر پہلی مسجد غیر آباد ہوجائے اور دوسری جگہ مسجد تعمیر کی جائے، تو پہلی مسجد کا سامان دوسری مسجد میں منتقل کرنا درست ہے ورنہ نہیں[۲] (۴) ان کے لئے ایسا کرنا قطعاً ناجائز ہے، ان سے زبردستی مسجد کا وہ حصہ واپس لیا جائیگا[۳]

(۵) جوجگہ پہلے سے مسجد تھی، وہ تو بہرصورت مسجد ہے،[۴] اور جودوسری جگہ دی ہے اگر اس کو وقف کرکے مسجد بنادیا تو وہ مسجد بن گئی، ورنہ مسجد نہیں بنی۔

(۶) مسجد کی واپسی کے لئے ارباب بصیرت کے مشورہ کے مطابق مناسب مگر کامل جدوجہد کریں۔

(۷) مسجد اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے، کسی کی ملک نہیں ہوسکتی ہے[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور

---

۱ ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ: ۳/

۲ ومثله حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما فيصرف وقف السمجد الى اقرب مسجد .درمختار مع الشامى كراچى ، مختصراً ،ص ۳۵۹/ كتاب الوقف ،مطلب فى احكام المسجد، البحر الرائق ص۲۵۲ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالمگيرى كوئٹه ص۴۵۸ ج۲ الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به فصل اول.

۳ فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك وفى الشامى قوله لا يملك اى لا يكون مملوكاً لصاحبه، شامى كراچى ص۳۵۲ج۴ كتاب الوقف، قبيل مطلب فى شرط واقف الكتب ان لا تعار الخ، سكب الأنهر ص۵۸۲ ج۲ كتاب الوقف، طبع بيروت، فتح القدير ص۲۲۰ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه بيروت.

۴ ولو خرب ماحولهٗ واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة وبهٖ يفتى (درمختارمع ردالمحتار كراچى، ۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف،مطلب فى احكام المسجد، النهر الفائق ص۳/۳۳۰، كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص۲/۵۹۵، كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

۵ وإن المساجد لله، سوره جن آيت ۱۸.

مسجد کے قرآن کا حکم

سوال:۔ایک شخص حافظ ہے جس قرآن پاک میں اس نے حفظ کیا ہے اب وہ قرآن پاک قطعاً شہید ہو چکا ہے، بالکل ہی نا قابل انتفاع ہے،اوراس چھاپہ کا قرآن پاک اس وقت دستیاب بھی نہیں ہے، دہلی ، دیو بند،علیگڑھ تمام جگہ تلاش کیا لیکن نا کامی رہی اور دیگر قسم کے مطبوعہ میں یاد نہیں ہوتا کیونکہ ذہن میں وہ مطبوعہ رہتا ہے جس میں کہ قرآن پاک حفظ کیا ہے،اب اتفاق سے ایک مسجد میں اس جیسا مطبوعہ مل گیا ہے، وہ بھی شہید مگر قدرے غنیمت ہے اور ایک قرآن ایسا مل گیا ہے، کہ جتنے پارے اس حافظ کے قرآن پاک میں شہید ہو گئے ہیں اتنے پارے قابل انتفاع ہیں تو کیا اس کے پارے اس میں ملا کر اپنا ایک قرآن پاک صحیح کر لے یا پھر وہ جو قدرے غنیمت ہے، اس کو لیکر انتفاع جائز ہے؟ وقف کا پتہ نہیں ہے، کیونکہ مسجد میں جتنے بھی قرآن پاک ہیں ،سب وقف ہوتے ہیں ،تو کیا اس طرح گنجائش ہے اس سے استفادہ کرسکتا ہے یا نہیں جواب مدلل فرمائیں؟

الجواب حامداً مصلیاً

اگر یہ تحقیق ہے کہ جو قرآن کریم مسجد میں رکھا گیا ہے، وہ وقف ہے تب تو نہ اس کو لینا درست ہے، نہ اسکے پارہ نکالکر اپنا قرآن شریف مکمل کرنا درست ہے، البتہ وہیں مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے ”**اذاتم ولزم لایملک ولایملک الخ درمختار**“[1] بعض مسجدوں میں قاعدوں اور پاروں اور قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق جو کہ قابل انتفاع نہیں رہتے ،اسلئے لاکر رکھ دیتے ہیں، کہ بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں ، اور اہل مسجد ان کو باقاعدہ دفن کردینگے ایسی حالت

---

[1] درمختا ر مع الشامی کراچی،ص ۳۵۲/ج ۴/ الوقف،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وبین قوله فمو قوفة علی فلان)، شامی زکریا ص۵۳۹ج۶ مطبع دیوبند، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

میں جو شخص جو پارے اپنے لئے قابل استفادہ ہوں لیلے یہ درست ہے وہ وقف نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے قرآن پاک وغیرہ مدرسہ میں استعمال کرنا

سوال:۔ مسجد کیلئے وقف شدہ قرآن شریف اور پارے وغیرہ کا مدرسہ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو قرآن شریف پارے مسجد میں رکھے گئے ان کو ہر شخص مسجد میں استعمال کرسکتا ہے چاہے وہ مدرسہ کے طلباء ہوں چاہے دوسرے نمازی ہوں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا قرآن گھر لے آنا اور قیمت ادا کرنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ کی مسجد میں بہت قرآن کریم قارئین کے لئے رکھے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک قرآن شریف جو کہ (قاہرہ ۱۳۸۱ھ) عربی ٹائپ میں چھپا ہوا ہے، مجھے تلاوت قرآن

---

[1] أماتعريفه (الوقف)فهو فی الشرع عندهما حبس العين علی حکم اللّٰه تعالیٰ علیٰ وجه تعود منفعته الیٰ العباد (عالمگيری مختصراً.مطبوعه بلوچستان، کوئٹه ،ص۳۵۰/ج۲/ اول کتاب الوقف)، مجمع الأنهر ص۵۷۰ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

[2] وان وقف علی المسجد جاز ويقرافيه فان ظاهره انه يکون مقصوراً علی ذٰلک المسجد وهذا هوالظاهر حيث کان الواقف عين ذلک المسجد (درمختارمع الشامی کراچی،مختصراً ۳۶۵/ کتاب الوقف ،مطلب متی ذکر للوقف مصرفاً لابدان يکون فيهم تنصيص علی الحاجة)، النهر الفائق ص۳۱۸ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمية بيروت، بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۵ کتاب الوقف.

کا شوق ہے، اس کو تلاوت کے لئے بغیر کسی مقتدی یا متولی مسجد سے پوچھے اپنے گھر اٹھالا یا صرف اس غرض سے کہ یہ غیر ملکی ہے اور عربی ٹائپ میں ہے، میرا ارادہ تھا کہ اس کی جگہ میں اپنا قرآن شریف اس مسجد میں رکھ آؤں، جواب طلب بات یہ ہے کہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا یہ چوری کے جرم میں ہے؟ اور میرے اوپر کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟ اگر مجھے یہ قرآن شریف رکھنا ہو تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ براہِ کرم تفصیل سے بتلائیں، کیونکہ یہ قرآن میں ضرور حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ قرآن پاک جس نے مسجد میں رکھا ہے ظاہر ہے کہ مسجد کے لئے وقف کیا ہے، کہ جس شخص کا دل چاہے مسجد میں آکر تلاوت کرے اس کو مکان لے جاکر مستقلاً رکھنے کی اجازت نہیں[1]، اگرچہ اس کے بدلے میں آپ دوسرا قرآن شریف مسجد میں رکھدیں، شئی موقوفہ پر عوض دیکر مالکانہ قبضہ کا حق نہیں[2]، اگر آپ کو حاصل کرنا ہی ہے تو اس پر جو پتہ لکھا ہے وہاں سے منگوالیں، یہ بھی ممکن ہے

[1] وفی الدروقف مصحفا علی اهل مسجد للقراء ة ان یحصون جاز وان وقف علی المسجد جاز ویقرأفیه فإن ظاهره انه یکون مقصورا علی ذلک المسجد وهٰذا هو الظاهر حیث کان الواقف عین ذلک المسجد الی قوله لکن فی القنیة سبل مصحفا فی مسجد بعینه للقراء ة لیس له بعد ذلک ان یدفعه الی آخر من غیر اهل تلک المحلة للقراء ة وهٰذا یوافق القول الاول (درمختار مع الشامی کراچی،ص ۳۶۵/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب متی ذکر للوقف مصرفاً لابدأن یکون فیهم تنصیص علی الحاجة)،النهر الفائق ص۳۱۷،۳۱۸ج۳ کتاب الوقف، مطبودار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۲،۲۰۳ ج۵ کتاب الوقف.

[2] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک (قوله لایملک) ای لایکون مملوکاًلصاحبه ولایملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه (درمختار مع الشامی کراچی،ص ۳۵۲/ج ۴/کتاب الوقف مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان)، النهر الفائق ص۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶، کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

کہ جو لوگ قرآن کریم اور دینی کتابیں قاہرہ وغیرہ سے منگا کر فروخت کرتے ہیں ان کی دوکان پر ہندوستان میں بھی مل جائیگا، ممبئی، سورت، میں ایسی دوکانیں موجود ہیں، نیز جو شخص حج کے لئے جائے اس سے فرمائش کردیں، وہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، جدہ کسی جگہ سے بھی لے آئے گا، وہاں عام طور سے ملتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۹ھ

مسجد کا قرآن دوسری جگہ لیجانا

سوال:۔ مسجد میں اگر قرآن پاک کے پارے موجود ہوں تو قرآن خوانی کی غرض سے مسجد کے علاوہ جگہ پارہ لے جانا جائز ہیں یا ناجائز؟ اسی طرح مسجد کی کتب بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو پارے یا کتب جس مسجد کے لئے وقف ہوں ان کو دوسری جگہ لے جانے کی اجازت نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۸ھ

---

[1] وفی الدرر وقف مصحفا (الی قولہ)وان وقف علی المسجد جاز ویقرأفیہ فان ظاہرہ انہ یکون مقصوراعلی ذٰلک المسجد وھذا ھوالظاھر حیث کان الواقف عین ذلک المسجد،بحذف (شامی کراچی، ص۳۶۳/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب متی ذکر للوقف مصرفاً لابد ان یکون فیھم تنصیص علی الحاجۃ، شامی زکریا ص۶/۵۵۸، البحرالرائق کوئٹہ ص۲۰۲، ۵/۲۰۳، کتاب الوقف)

فصل سوم:- مسجد ضرار

مسجد ضرار

سوال:۔تقریباً سو سال ہوئے ہیں کہ ایک جامع مسجد میں تعلیم وتدریس جاری ہے، اور اس تعلیم وتدریس کیلئے جو عالم کو رکھا جاتا ہے، وہی عالم پنجگانہ نماز وعیدین کی نماز اور جنازہ کی نماز پڑھانے اور جمعہ کی نماز پڑھانے کا ذمہ دار رہتا ہے، اس گاؤں میں دو عالم ہیں وہ دو عالم بھی جب کبھی تعلیم وتدریس دیتے رہے ان دونوں پر بھی مذکورہ بالا امر موقوف تھا، لیکن چند سال سے ان دونوں عالم کو تعلیم وتدریس کیلئے نہیں رکھا گیا، اور دوسرے عالم کو رکھا گیا ہے، اب گاؤں کے دونوں عالم نے جھگڑنا شروع کیا۔

تب گاؤں کے عالم کہنے لگے کہ موجودہ عالم کے پیچھے دونوں کی نماز صحیح اور درست نہیں ہوگی، اس لئے کہ ہم دونوں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

اور بڑھے ہوئے کے ساتھ کم عمر کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوگی، اس بات کے فیصلہ کیلئے ایک نامی گرامی عالم کو بلایا گیا، اس نامی گرامی عالم نے موجودہ عالم کو باطل قرار نہیں دیا اور کہا اس موجودہ عالم کے پیچھے بڑے چھوٹے مولوی ہوں یا عالم سب کی نماز صحیح ہوجائیگی، لیکن اس فیصلہ کے لئے جامع مسجد میں لوگ جمع ہوئے اور چند لوگ فساد کے خوف کی وجہ سے کچھ ہتھیار مسجد کے آس پاس مکان میں رکھتے تھے، فیصلہ کے بعد گاؤں کے دو عالم نے دوسری جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی شروع کردی، تب گاؤں کے دونوں عالم سے پوچھا گیا، آپ دونوں عالم نے کیوں دوسری جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی شروع کردی؟

تو انہوں نے کہا، کہ دونوں عالم کے مارنے کے لئے مسجد کے آس پاس مکان میں ہتھیار جمع کیا لہٰذا یہ مسجد ضرار ہوگئی اور مسجد ضرار میں نماز پڑھنی درست نہیں۔

اب آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا یہ مسجد حقیقت میں مسجد ضرار ہوگئی، اور ان دونوں عالموں

نے جو دوسری جگہ جمعہ کی نماز پڑھی ہے، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مسجد نیک نیت سے بنائی گئی اور مدت تک اس میں سب متفق ہو کر نماز صحیح طور پر ادا کرتے رہے، اور اب کسی وجہ سے اختلاف و نزاع کی نوبت آگئی تو اب اس قدیم مسجد کو مسجد ضرار نہیں کہا جائیگا،[1] اور اسمیں نماز پڑھنے کو ناجائز نہیں کہا جائیگا، اختلاف و نزاع ختم کر کے، اسمیں نماز ادا کیا کریں، عالم باعمل کو امام بنانا اولیٰ بات ہے، اگر کسی وجہ سے کسی غیر عالم کو امام بنایا جائے، اور طہارت و نماز کے مسائل سے واقف اور صحیح طریقہ پر نماز پڑھائے تو اسکے پیچھے بھی عالم کی نماز ہو جائے گی،[2] اگر اس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہیں، تو وہاں جمعہ پڑھا جائے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۰/۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۱/۲/۹۱ھ

---

[1] أقول انه تعالیٰ وصفه بصفات اربعة (الاولیٰ)ضراراً (والصفة الثانية) قوله وكفراً قال ابن عباسؓ يريد به ضراراً للمؤمنين وكفرًابالنبی عليه الصلوٰة والسلا م وبما جاء به (والصفة الثالثة)قوله وتفريقابين المومنين ای يفرقون بواسطته جماعة المؤمنين (والصفة الرابعة)قوله وارصا دالمن حارب اللّٰه ورسوله من قبل (تفسير كبير، دارالفكر ،مختصر اً ،ص۵۰۳/ج۴/ وهكذا قال فی موضع اٰخر :وحاصل الكلام ان احد البناء ين قصد بانيه ببنائه تقویٰ اللّٰه ورضوانه والبناء الثانی قصد بانيه ببنائه المعصية والكفر فكان البناء الاول شريفا واجب الابقاء وكان الثانی خسيسا واجب الهدم .(تفسير كبير، دارالفكر ،ص۵۰۵/ج۴) سورۂ توبه تحت آیت ۱۰۸ .

[2] والا حق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (الیٰ قوله) ولوقد مواغير الاولیٰ أساء وايلا اثم (درمختار مع الشامی كراچی ، ص ۵۵۷تا۵۵۹/ج۱) كتاب الصلوٰة باب الامامة،مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد)، مجمع الأنهر ص۱۶۱،۱۶۳ ج۱ فصل فی الجماعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۲۴۲،۲۴۴ فصل فی بيان الاحق بالامامة.

[3] ويشترط لصحتها ای صلاة الجمعة ستة اشياء الاول المصر او فناء الخ مراقی الفلاح، مع الطحطاوی مصری ص۴۱۳ باب الجمعة، حلبی كبير ص ۵۴۹ باب صلاة الجمعة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نئی مسجد، مسجد ضرار نہیں

سوال:۔ کہ ژاڑ بشلا میں ایک مکان کے ساتھ ۹/۸ / ہاتھ کے فاصلہ پر شمال جانب ایک مسجد پھونس کی محلّہ کے لوگ بنا کر اس میں تقریباً ۲۹/۲۸ / سال سے نماز جمعہ و جماعت ادا کرتے تھے، اور مسجد کی جانب شمال مشرقی میں ایک عام بیٹھک گھر بھی ہے جو اس صورت پر ہے جہاں دن رات اکثر عوام وخواص کا ہجوم رہتا ہے، مصلیانِ مسجد بوقت نماز وقتی اور جمعہ اکثر ہجوم کے شوروغل سے پریشان رہتے تھے، اور اکثر اوقات مستورات کی آوازیں بھی پہنچ جایا کرتی تھیں، جس کی وجہ سے خطرات وتفکرات پیدا ہوتے تھے۔

لہٰذا اکثر نمازیوں کی دلی خواہش تھی کہ اس ضرر کو کسی طرح دفع کرنا چاہئے اسی اثناء میں ایک متولی صاحب نے ایک مسجد ٹین سے بنوانیکا شوق ظاہر کیا تو تمام نمازیوں اور مقتدیوں متولیوں نے مسجد کے لئے بصد خوشی ایک جگہ تقریباً ۴۵/۴۰ / گز فاصلہ پر مسجد مذکورہ سے مشرق کی جانب متعین کردی، متولی مذکورہ نے اس متعینہ جگہ پر ایک مسجد مٹی کی دیوار اور ٹین کی چھت لوجہ اللہ تیار کردی، اور محلّہ کے تمام نمازی باتفاق رائے اس میں نماز جمعہ اور پنج وقتہ نماز باجماعت اکتالیس سال سے بلاشک وشبہ پڑھتے ہیں، اور وہ پھونس کی مسجد آہستہ آہستہ منہدم یعنی ٹوٹ پھوٹ گئی، اور کوئی چیز اس کی نہ تو کہیں منتقل ہوئی اور نہ استعمال کی گئی، اس کے بعد مالک جگہ نے ۱۵ / سال کے بعد ایک بیٹھک گھر ۳۵/۳۴ / ہاتھ تیار کردیا، عام طور پر اس کو استعمال کرتے ہیں، فی الحال کوئی عالم صاحب کہتے ہیں کہ جو مسجد بنائی گئی وہ مسجد ضرار ہے، لہٰذا وہ مذکورہ پھونس کی مسجد کی جگہ میں جمعہ ادا کرنا چاہتے ہیں، اس پر محلّہ کے نمازی دو فریق ہوکر، ایک فریق مسجد منتقلہ میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں، دوسرا فریق اسی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، مجمع الأنهر ص ۲۴۵ ج ۱ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيرت.

گھر میں آج تین چار مہینہ سے نماز جمعہ پڑھتے ہیں، اب اس میں سے کون مسجد ضرار ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسری مسجد جب کہ ضرورت مذکورہ کی وجہ سے بنائی گئی ہے، اور مالک زمین نے بخوشی وہ جگہ مسجد کے لئے دیدی اور اس پر باقاعدہ نماز و جماعت ہونے لگی اور مالک اصلی کا مالکانہ قبضہ اس پر نہیں رہا تو وہ شرعی مسجد بن گئی[1] وہ مسجد ضرار کے حکم میں داخل نہیں۔

لہٰذا اس میں نماز و جماعت بلاشبہ درست ہے، اگر جمعہ کے شرائط اس بستی میں پائے جاتے ہیں تو جمعہ بھی جائز ہے ورنہ نہیں[2] پہلی مسجد بھی جب کہ باقاعدہ مسجد ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے منہدم ہو جانے اور ٹوٹ جانے سے بھی وہ مسجد ہی رہے گی[3] بہتر یہ تھا کہ ضرورت مذکورہ کی وجہ سے دوسری مسجد نہ بناتے بلکہ شور وغل وغیرہ جو نماز میں مخل ہوتا ہے، اس کو دفع کرنے کا کوئی اچھا انتظام کردیتے تاہم جب دوسری مسجد بن گئی تو دونوں کو آباد رکھنا

---

[1] رجل له ساحة لابناء فيها امرقوما ان يصلوا فيها بجماعة فهذا علىٰ ثلاثة اوجه احد ها اما ان امرهم بالصلوٰة فيها ابداً نصا او امرهم بالصلاة مطلقاً ونوى الابد ففى هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً (الهنديه ،مصرى ،ص ۴۵۵/ج۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى عشر فى المسجد)، المحيط البرهانى ص۱۲۵ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھيل، النهر الفائق ص۳۲۸ ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ويشترط لصحتها اى صلاة الجمعة ستة اشياء الاول المصر او فناؤه الخ مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص۴۱۳ باب الجمعة، حلبى كبير ص۵۴۹ باب الجمعة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مجمع الأنهر ص۲۴۵ ج۱ باب الجمعة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[3] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة وبه يفتى (الدرالمختار مع ردالمحتار كراچى ، ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ، مطلب فيما لوخرب المسجد.، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

چاہئے، قصداً کسی مسجد کو چھوڑنا اور غیر آباد کرنا جائز نہیں[1]، اگر پہلی مسجد بالکل گر گئی اور اس کو درست کرنے کی گنجائش نہیں اور غیر آباد ہے کسی صورت سے اس کو آباد نہیں کیا جاسکتا ہے تو اس کا ایک احاطہ بنا کر اس کو محفوظ کر دیا جائے، اور اس کا وہی احترام کیا جائے، جو کہ ایک مسجد کا شریعت نے بتایا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷؍۱۲؍۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم ۱۷؍ذی الحجہ ۵۷ھ

مسجد ضرار کی ایک صورت

سوال:۔ایک مسجد بہت مدت سے آباد ہے، متولی مسجد نے اغراض و مقاصد کی وجہ سے اس مسجد کو توڑ کر ۱۰۰؍قدم یا ۱۰۰۰؍قدم پر ایک دوسری مسجد بنوائی آیا اس طرح مسجد قدیم کو ویران کرنا جائز ہے یا نہیں شخص مذکور "**ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکرفیھا اسمه وسعیٰ فی خرابھا**" کی وعید میں داخل ہوگا یا نہیں، آیت کریمہ "**اتخذوا مسجداً ضراراً**" کے تحت میں تفسیر کبیر[3] ص۱۵۷؍ج۴؍میں ہے "**قال الواحدی قال ابن عباسؓ ومجاھد وقتادہ وعامة اھل التفسیرؒ الذین اتخذوا مسجدًا ضرارا کانوا اثنی عشر رجلاً من**

---

[1] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمه وسعیٰ فی خرابھا (سورہ بقرہ پارہ ۱؍آیت ۱۱۴)

ترجمہ:۔اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔(بیان القرآن، ص۶۱؍ج۱)

قال البیضاوی تحت قوله تعالیٰ وسعی فی خرابھا "بالھدم او التعطیل" (بیضاوی شریف، ص۳۸۶؍ج۱؍ مطبوعه بیروت)، تفسیر روح المعانی ج۱ ص۳۶۴ مطبوعه مصطفائیه دیوبند، الجامع لاحکام القرآن ص۷۴ ج۱ الجزء الثانی، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] ملاحظہ ہو گذشتہ صفحہ کا حاشیہ:۳؍

[3] تفسیر کبیر ص۵۰۳ ج۴ مطبوعه دار الفکر بیروت.

المنافقين بنوا مسجداً يضارون به مسجد قباء تفسیر[۱] احمدی، ص ۴۷۸ رمیں ہے "قال صاحب الكشاف وعن عطاء لما فتح اللّٰه الامصار على عمرؓ امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان لايتخذوا فى مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه "اس تفسیر کے مطابق آیا وہ مسجد ضرار میں داخل ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

(۱) جو مسجد کہ شرعاً مسجد بن چکی ہو اس کو بلا ضرورت شدیدہ منہدم کرنا جائز نہیں[۲] اور ضرورت شدیدہ مثلاً تنگی و کہنگی کی وجہ سے توڑ کر از سر نو تعمیر کرنا جائز ہے[۳] لیکن ویران کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں "لقوله تعالىٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها[۴] قال البيضاوى تحت قوله خرابها بالهدم اوالتعطيل، البيضاوى[۱] تفسیر مدارک التنزیل، ص۲۶۰ر میں ہے "وقيل كل مسجد بنى مباهاة

---

[۱] تفسير احمدى ص ۳۱۲ سورۂ توبه آيت ۱۰۷ مطبوعه رحيميه ديوبند.

[۲] واما لو تمت المسجدية ثم اراد هدم ذلك البناء فانه لا يمكن من ذلك، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص ۳۵۸ ج۴ كتاب الوقف، قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ۵۹۴ ج۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] مسجد مبنى اراد رجل ان ينقضه وينبيه ثانيا احكم من البناء الاول ليس له ذلك لانه لا ولاية له كذا فى المضمرات وفى النوازل الا ان يخاف ان يهدم ان لم يهدم كذا فى التتارخانية وتاويله اذا لم يكن البانى من اهل تلك المحلة واما اهل تلك المحلة فلهم ان يهدموا ويجددوا بناء ه الخ، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۷ ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، شامى كراچى ص ۳۷۵ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى احكام المسجد، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، النهر الفائق ص ۳۲۹ ج۳ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه بيروت.

[۴] سورۂ بقرہ پارہ ۱ر آیت ۱۱۴ر۔

ترجمہ: . اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن، ص ۶۱ ر ج ۱)

[۱] بيضاوى شريف مطبوعه بيروت، ص ۳۸۶ ر ج ۱.

اوریاء اوسمعة اولغرض سوی ابتغاء وجه اللّٰه اوبمال غیر طیب فهولاحق بمسجد الضرار[۱]، بنابریں اگر متولی نے واقعی اغراض دنیویہ کی وجہ سے دوسری مسجد بنوائی ہے اور پہلی مسجد کو ویران کرنا مقصود تھا اور للّٰہیت مقصود نہ تھی تو یہ مسجد ضرار کے ساتھ لاحق ہے، البتہ اگر وہ مسجد مالِ حلال سے بنائی گئی ہے، اور شرعی طور پر وقف ہو چکی ہے تو نماز پڑھنا اس میں درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نزاع سے بچنے کیلئے دوسری مسجد بنانا کیا وہ مسجد ضرار ہے

سوال:۔ ایک مسجد میں کچھ نزاع کی بنا پر نمازیوں میں اختلاف ہو گیا، اور دو مسجدیں بن گئیں، ایک مسجد والوں نے اپنے ہم خیال بدعتی عالم کو بلوا کر تخریب اذہان کی صورت شروع کر دی، بعض ان میں صلح پسند دیوبندی خیال رکھنے والے لوگ ہیں، جو اسے اچھا نہیں سمجھتے، تو کیا ان صلح پسندوں کے لئے یہ گنجائش ہے کہ ایک مستقل مسجد بنالیں اور اسے مسجد ضرار تو نہ کہیں گے، یہاں کے بعض عالم وہی بدعتی خیال اس کو مسجد ضرار کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ویسے تو افرادِ امت کا جھگڑا بہت برا ہے، لیکن اگر نزاع کی بنیاد اس قسم کی چیز ہے جو صورت مسئولہ میں مذکور ہے اور پھر جھگڑے کو فرو کرنے کیلئے بر طرفی اختیار کر لی جائے، تو مضائقہ نہیں[۲]، صلح

---

[۱] تفسیر النسفی المعروف به" مدارک التنزیل ،ص ۱۴۵ /ج۲، مطبوعه دارالفکر بیروت، روح المعانی ص ۲۱/۱۱، سورۂ توبه تحت آیت:۱۰۸، مطبوعه مصطفئیه دیوبند،

[۲] اهل محلة قسموا المسجد وضربوا فیه حائطا ولکل منهم امام علی حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به، عالمگیری کوئٹه ص ۳۲۰ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ ج۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فیمن سبقت یده الی مباح.

پسند لوگوں نے جس مسجد کے بنانے کا ارادہ کیا ہے، ان کا مقصد تخریب اذہان کے فتنے سے بچنا ہے، اس مسجد کو مسجد ضرار کہنا بہت برا ہے، قرآن پاک میں جس کو مسجد ضرار کہا گیا ہے، اول تو مسجد کہنا ان کفار کے نام رکھنے کی وجہ سے تھا، ورنہ فی الحقیقت وہ دشمنان خدا ورسول کا اڈہ تھا، اور پھر نص قرآنی یہ بتلا رہی ہے کہ مسجد کے بنانے کا باعث چار چیزیں تھیں۔

مومنین کو نقصان پہنچانے کا تصور اور خود بنانے والوں کا کافر ہونا، اور مومنین کے درمیان تفریق پیدا کرنا اور دشمنان خدا کے لئے مواد فراہم کرنا، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ''الذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المؤمنین وارصاداً لمن حارب الله ورسوله من قبل''۔[1]

اوران لوگوں نے جس مسجد کو بنانے کا ارادہ کیا یہ چیزیں اس کے لئے بنیاد نہیں، لہٰذا اسے مسجد ضرار کہنا مسجد ضرار کی حقیقت سے ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۳؍۴؍۹۰ھ

اپنی مملوکہ زمین میں نماز باجماعت ادا کرنے سے کیا وہ مسجد ضرار ہے

سوال:۔ آج سے تقریباً ۷۰؍سال قبل میرے گاؤں کے دو پیر مرشد روشن ضمیر کے دو گواہوں میں کسی مسئلہ پر جامع مسجد میں کشیدگی ہوگئی، جس کی بناء پر ایک گروہ عارضی طور پر تصادم

---

[1] پارہ ۱۱؍سورہ توبہ آیت ۱۰۷؍ تفسیر ابن کثیر ص۶۰۳ ج۲ مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، تفسیر مدارک التنزیل ص ۴۵ ۱ ج۲ سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

ترجمہ: اور بعضے ایسے ہیں جنھوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے، کہ ضرر پہنچاویں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمان داروں میں تفریق ڈالیں، اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے۔ (بیان القرآن، ص۱۴۱؍ج۱)

سے بچنے کی غرض سے ایک بڑے مکان پر اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔

اور اس کا سلسلہ کچھ عرصہ تک جاری رہتا ہے بعد ازیں پھر دونوں گروہوں میں اتفاق واتحاد ہوجاتا ہے، اور پھر ایک ہی ساتھ جامع مسجد میں نمازیں ادا کرتے ہیں، مگر آج ماہ نومبر ۱۹۷۱ء کو چند حضرات اس قطعہ اراضی کو مسجد قرار دیکر اس شخص کو جو یقیناً اس کا اصل حقدار ہے، گھر خالی کرنے کو کہا جاتا ہے، ایسی صورت میں اس شخص کو اس قطعہ اراضی کو چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو وہ بیوی بچوں والا شخص جو ستر سال سے مقیم ہے، بے گھر ہوجاتا ہے، اب حضور والا سے التماس ہے کہ ایسی صورت میں اس شخص کی مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس قطعہ اراضی کیلئے کیا فتویٰ ہے قرآن وحدیث سے جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس مکان کو وقف نہیں کیا گیا اور مالک نے اپنا قبضہ مالکانہ نہیں اٹھایا بلکہ عارضی طور پر وہاں کچھ روز تک نماز پڑھی تو اس سے شرعی مسجد کے حکم میں نہ ہوا، بلکہ مالک کی ملک ہے اس سے زبردستی خالی کرانے کا حق نہیں[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱؍۸؍۹۱ھ

مسلمان کی بنائی مسجد کو مسجد ضرار کہنا

سوال: ۔مسلمانوں کی تیار کردہ مسجد کو مسجد ضرار کہنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] اتخذ وسط داره مسجداً وأذن للناس بالدخول فله بيعه ويورث عنه لانه لم يخلص لله تعالىٰ لبقاء حق العبد متعلقابه (بحر ،زكريا ديوبند ،ص ۴۲۱ ؍ج۵ ؍كتاب الوقف ،فصل فى احكام المسجد)، فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف، فصل واذا بنى مسجدا، مطبوعه دار الفكر بيروت، المحيط البرهانى ص۱۲۷ ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون فى المساجد، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

الجواب حامداًومصلیاً

اگر مسجد قدیم کو نقصان پہنچانے کے لئے عداوت کی وجہ سے دوسری مسجد بنائی جائے تو اس سے ثواب نہیں ملے گا، ایسا کرنا شرعاً قبیح ہے[۱] لیکن اگر شرعی طور پر وقف کر کے مسجد بنادی گئی تو اس کو آباد کرنا ضروری ہے، اس کو مسجد ضرار کہہ کر منہدم کرنا جائز نہیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلاضرورت دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ ہمارے موضع کے چند شر پسند افراد چند خیر پسند اور خادمان دین کے راستے میں برابر رکاوٹ ڈالتے رہے اور ان خادمان دین پر جنہوں نے اس علاقہ میں ایک مدرسہ اسلامیہ بھی قائم کیا ہوا ان کے خلاف برابر ریشہ دوانی کرتے رہے ہیں، اور ۱۳/ رمضان ۱۳۹۸ھ کو ان شر پسند افراد نے ان خیر پسند لوگوں پر اچانک حملہ کر دیا جبکہ وہ لوگ نماز مغرب ادا کرنے کیلئے جارہے تھے، اور وہ لوگ گولیوں اور لاٹھیوں سے مسلح تھے، اس لئے ان خیر پسند افراد کی جان کا خطرہ ہوگیا تھا، اس لئے ان لوگوں نے ایک نئی مسجد تعمیر کرائی، چنانچہ انہیں لوگوں نے جنہوں نے اس حملہ کے بعد یہ نئی مسجد تعمیر کرائی ہے، مورخہ ۶/ جمادی الاول ۱۴۰۱ھ کو ایک جلسہ سیرۃ النبی ؐ منعقد کیا گیا، جس میں حضرت مولانا مفتی محمد واصف صاحب اور حضرت مولانا بلال اصغر صاحب اور حضرت

---

[۱] لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الا مصار علی یدعمر رضی اللّٰہ تعالی عنه امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذ وافی مدینة مسجدین یضارا حد هما صاحبه (تفسیر کشاف، دارالفکر، ص ۲۱۴/ ج ۲)، سورۂ توبه آیت ۱۰۷، روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ مطبوعه ادارة الطباعة، المصطفائیه دیوبند، تفسیرات احمدیه ص ۳۱۲ پاره ۱۱، سورۂ توبه آیت ۱۰۷، طبع مکتبه رحیمیه دیوبند.

[۲] واما لو تمت المسجدیة ثم اراد هدم ذالک البناء فانه لا یمکن من ذالک، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج ۳ کتاب الوقف، فصل ومن بنی مسجداً الخ، دار الکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۳۵۸ ج ۴، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد.

مولانا رشید الواحیدی صاحب اورحضرت مولانا محمد اسحاق صاحب اورمولانا حافظ اکرام الٰہی صاحب نے شرکت کی ،اس کے بعد بغیر کسی اعلان کے وہ لوگ اسی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے چلے گئے ، جہاں پران خیر پسند لوگوں پرحملہ کیا گیا تھا،جبکہ دوسری جدید مسجد اس وقت دوآدمی نماز جمعہ میں شریک تھے،اسکے بعد لوگوں نے یہ مشورہ کردیا کہ مسجد جدید ناجائز ہے، اس لئے ان علماء حضرات نے اس مسجد میں نماز جمعہ ادانہیں کیا،اس کے بعد لوگوں نے حضرت مولانا بلال اصغر صاحب سے گفتگو کی تو موصوف نے ہمارے اس فعل یعنی جدید مسجد بنانے اوراس میں نماز پڑھنے کو قطعاً ناجائز بتلایا،ہم نے معافی طلب کرتے ہوئے ان سے کہا کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی پیروی میں ایسا کیا ہے،تواس پرموصوف نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تواس لئے بیت اللہ شریف کو چھوڑا تھا کہ اس میں بت رکھے ہوئے تھے،اس بات پر کافی مسلمانوں کوتشویش ہوئی،اورمسلمانوں نے عالم کے ادب میں خاموشی اختیار کرلی ہم لوگ جلسہ کے انتظام میں لگے ہوئے تھے،اس لئے کسی حقیقت کاانکشاف نہ کرسکے،اس لئے اس بات کو بیان کرتے ہوئے ہم حضرت والا سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگرعلماء کی نظر میں یہ مسجد جدید ناجائز ہے،تو پھراس کومنکشف کیجئے کہ ہم اس مسجد کے ساتھ کیا برتاؤ کریں، کیا اس پھوس پرال سے بنی ہوئی مسجد کوآگ لگادیں اوراس دین کو جب جان کا خطرہ ہونے کے باوجود کسی عذر کے قبول کرنے کی گنجائش نہ ہو(العیاذ باللہ)الوداع کہدیں)

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد اللہ کی خوشنودی کے لئے بنانا بہت اجروثواب کا کام ہے[۱]، آپس کی ناراضگی کی وجہ سے

---

[۱] قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من بنی للّٰه مسجداً بنی اللّٰه له بیتا فی الجنة (مشکوٰة شریف، ص ۶۸/کتاب الصلوٰة باب المساجد، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، صحیح البخاری ص ۶۴ ج ۱ کتاب الصلوة باب من بنٰی مسجداً، طبع اشرفی دیوبند.

ترجمہ:. جوشخص اللہ کیلئے مسجد بنائے گا،اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے۔

یا ایک مسجد کو ویران کرنے کے لئے دوسری مسجد بنانا شرعاً مذموم اور ناپسند ہے[۱] لیکن اگر مسجد بنالی گئی، اور وقف کردی گئی تو اس کو بھی آباد رکھنے کی ضرورت ہے، نہ اس میں آگ لگائیں، نہ ویران کریں[۲] جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں اور وہاں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو اور باہر سے آنے والے علماء بڑی مسجد میں جمعہ ادا کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہوں نے دوسری مسجد کو شرعی مسجد نہیں سمجھا یا دوسری جگہ جمعہ کو ناجائز قرار دیا، دین کو الوداع کہنے کا لفظ نہایت سخت ہے، ہرگز ایسا لفظ زبان سے نہ کہا جائے، نہ قلم سے لکھا جائے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

بلاضرورت دوسری مسجد بنانا

سوال: ۔ایک مسجد جس میں صلوٰۃ پنجگانہ اور جمعہ ہوتا ہے، متصل مکان زید ہے، اور زید فسق وفجور میں مبتلا رہتا ہے، اس لئے لوگوں نے اس مسجد میں نماز پڑھنی چھوڑ دی اور ایک دوسری جدید مسجد کی تعمیر کی اور اس میں نماز پڑھنے لگے بس اب یہ مسجد مسجد ضرار کے حکم میں ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو مسجد جدید میں نماز ہوگی یا نہیں، اور وہ لوگ گنہگار رہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محض ایک شخص کے فسق وفجور کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا اور اس میں جمعہ قائم کرنا جس سے

---

۱ لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الامصار علی ید عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی مدینة مسجد ین یضار احد هما صاحبه (تفسیر کشاف مطبوعه دار الفکر ،ص ۲۱۴/ج۲، تفسیر روح المعانی ص۲۱ جزء ۱۱، سوره توبه الآیة:۱۰۷، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، تفسیر قرطبی ۱۷۵ سوره توبة الآیة ۱۰۷، مکتبه دار الفکر بیروت.

۲ لایجوز نقض المسجد ولابیعه ولاتعطیله وان خربت المحلة (تفسیر قرطبی،دارالفکر، ص ۷۵/ج۱ الجزء الثانی، سوره بقره تفسیر الایة ۱۱۴)، تفسیر المراغی ص۱۹۸ ج۱ مطبوعه مکتبه تجاریه مکة المکرمة، تفسیر بیضاوی شریف ص۳۸۶ ج۱ مطبوعه دار الفکر بیروت.

۳ ویکفر ......أوقال ضاق صدری حتی اردت ان اکفر (مجمع الانهر دارلکتب العلمیه بیروت ص۵۱۳/ج۲/ کتاب السیر والجهاد ،باب المرتد)، شرح فقه اکبر ص۲۲۷، مطبع مجتبائی دهلی.

پہلی مسجد ویران ہوجائے، شرعاً درست نہیں[1] البتہ فتنہ وفساد کے خوف سے دوسری مسجد بنائی گئی ہے تو شرعاً عذر ہے[2] تاہم اگر مسجد جدید باقاعدہ مسجد بن چکی ہے تو اس میں جمعہ وغیرہ درست ہے اوراس کومسجد ضرار کا حکم دیکر اس میں نماز کو ناجائز کہنا یا اس کومنہدم کرنا قطعاً درست نہیں اور مسجد قدیم کی آبادی بھی حتی الوسع لازم ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۷/۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ............صحیح عبداللطیف ۱۰/رجب ۵۳ھ

خاندانی اعزاز کے لئے بلاضرورت مسجد بنانا

سوال:۔(۱) ایک ایسے آدمی نے کہ جن کو نہ خود نماز کی پرواہ اور نہ جماعت کی، نہ داڑھی سنت کے مطابق بلک غیرشرعی اپنی ایک افتادہ مختصر زمین مسجد کی تعمیر کے لئے اپنے خاندان کے

۱؎ وعن عطاء لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الا مصار علی یدعمرؓ امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لایتخذوا فی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه (کشاف، ص۲۱۴/ج۲)، سورۂ توبه تحت آیت ۱۰۷ مطبوعه دار الفکر بیروت، روح المعانی ص۲۱ ج۱۱ مطبوعه مصطفائیه دیوبند، تفسیر احمدی ص۳۲۱ مطبوعه رحیمیه دیوبند.

۲؎ اهل محلة قسموا المسجد وضربوا فیه حائطا ولکل منهم امام علی حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به عالمگیری کوئٹه ص۳۲۰ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ج۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فیمن سبقت یده.

۳؎ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیها اسمه وسعیٰ فی خرابها پارہ۱/سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۴
ترجمه:. اورا س شخص سے زیادہ اورکون ظالم ہوگا جو خداتعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اوران کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن ، ص۶۱/ج۱) قال البیضاوی تحت قوله تعالیٰ (وسعی فی خرابها)بالهدم او التعطیل (بیضاوی شریف، ص۳۸۶/ج۱/ مطبوعه بیروت) روح المعانی ص۳۶۴/۱، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، الجامع لاحکام القرآن ص۷۴/۱، الجزء الثانی، مطبوعه دارالفکر بیروت،

لوگوں میں وقف کردی مگر اس کے باوجود محض اپنی امتیازی حیثیت کے پیش نظر مستقل مسجد کی تعمیر کے لئے اپنے ہی نام سے درخواست بھی دیدی، اور ان کے خاندان کے لوگ اپنی خاندانی حیثیت وامتیاز کے پیش نظر اپنے ہی لوگوں میں چندہ فراہم کر کے تعمیر کریں، پھر اپنے خاندانی اعزاز کے پیش نظر اسے آباد کریں، جبکہ اس خاندان کے افراد محلّہ کی قدیمی مسجد کے مستقل مصلی ہیں، اور محلّہ کی قدیم مسجد کے اہتمام کے پیش نظر اذان واقامت بھی وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں، ان حضرات کے ہٹنے سے یقین ہے کہ قدیمی مسجد غیر آباد ہو جائے گی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ محلّہ کی قدیمی مسجد کو غیر آباد کر کے محض اپنے خاندانی اعزاز میں الگ مسجد کی تعمیر کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) پھر قدیمی مسجد سے منتقلی دریں صورت مذکورہ بالا شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

(۳) محلّہ کی قدیمی مسجد کی امداد واعانت روک کر محض اپنے خاندانی اعزاز میں دوسری مسجد کی تعمیر کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) محلّہ کی قدیمی مسجد کافی مقروض ہے اس کی ادائیگی کا لحاظ وخیال کئے بغیر دوسری مسجد کی تعمیر شرعاً کیسی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے بنائی جائے تو اس میں اجر عظیم ہے[۱]، کسی دوسری غرض کے لئے بنائی جائے تو مقبول نہیں، اس طرح پر ایسی جگہ بنانا جس سے قدیم مسجد کو ضرر پہنچے، ممنوع ہے جس مسجد کے ذمہ قرض ہے، اس کی ادائیگی کی فکر مقدم ہے، ''**وقيل كل مسجد بنى مباهاة اورياءً وسمعة اولغرض سوىٰ ابتغاء وجه الله اوبمال غير طيب**

---

[۱] عن عثمان رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنى لله مسجداً بنى الله له بيتاً فى الجنة، مشكوٰة شريف ص٦٨ باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الاول، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، بخارى شريف ص٦٤ ج١ كتاب الصلاة، باب من بنى مسجداً، مطبوعه اشرفى ديوبند، مسلم شريف ص٢٠١ ج١ كتاب المساجد، باب فصل بناء المسجد والحث عليها، مطبوعه رشيديه دهلى.

فهو لاحق بمسجد الضرار وعن شقيق انه لم يدرك الصلوٰة في مسجد بني عامر فقيل له مسجد بني فلان لم يصلوا فيه بعد فقال لا احب ان اصلي فيه فانه بني علىٰ ضرار وكل مسجد بني علىٰ ضرار اورياء اوسمعة فان اصله ينتهي الى المسجد الذي بني ضراراً وعن عطاء لما فتح الله تعالىٰ الامصار علىٰ يدعمر رضی اللہ عنہ امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان لايتخذو افي مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه . كشاف ، ص ۵۶۸ / ج ۱ / [1] اگرنئ مسجد ابھی نہیں بنائی گئی ہے تو اعتراض مذکورہ سوال کی خاطر ہرگز نہ بنائی جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۸۹ھ

بضرورت نئ مسجد بنانا

سوال:۔ وراس موضع لداخ کا ایک علاقہ ہے،اس علاقہ میں آبادی دور تک پھیلی ہوئی ہے ،سرحدی اور پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے گھنی آبادی والا موضع ملنا مشکل ہے،ان ہی حالات کے پیش نظر بزرگانِ دین نے یہاں نماز جمعہ کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ جامع مسجد تعمیر کی تھی،لیکن اب مسجد فوجی تحویل میں آچکی ہے،چنانچہ ملٹری کے قبضہ میں ہے، پنج وقتہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے،صرف نماز جمعہ کی اجازت ہے اور جب ایمرجنسی حالات ہوتے ہیں تو ان دنوں نماز جمعہ کی بھی اجازت نہیں ہوتی، ہفتہ بھراس موضع کے لوگ خاص طور سے نماز باجماعت سے محروم رہتے ہیں،اور چونکہ اس جامع مسجد کے علاوہ اور کوئی مقامی مسجد نہیں ہے، یہاں کے چند نوجوانوں نے نئ مسجد کی تعمیر کے لئے فراہمی چندہ کا پروگرام بنایا، دوہزار روپیہ بھی جمع ہوچکے ،لیکن بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ جامع مسجد کی موجودگی میں نئ مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی ہے، نہ اسے منہدم کیا

---

[1] تفسیر کشاف ص ۲۱۴/ ج ۲. سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، تفسیر نسفی ص ۱۴۵ ج ۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت.

جا سکتا ہے، جس کی وجہ سے فراہمی چندہ میں رُکاوٹ ہوگئی، یہ طے ہوا کہ دارالعلوم دیوبند پورے حالات لکھ کر فتویٰ حاصل کیا جائے، کیا جو جامع مسجد فوجی تحویل میں ہے، اس کو اس طرح رکھ کر دوسری مسجد تعمیر کرنا جائز ہے کیا موجودہ مسجد کو منہدم کر کے تعمیری لکڑی کو نئی مسجد میں استعمال کیا جا سکتا ہے، جبکہ پرانی مسجد کو چہار دیواری سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب شریعت کے مطابق مسجد بنائی جائے، تو وہ ہمیشہ کے لئے بن جاتی ہے، نہ اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ درست ہوتا ہے نہ کسی کو نماز سے روکنے کا حق ہوتا ہے، نہ اس کو گرانا درست ہے، اگر وہ پرانی مسجد دوسروں کے قبضہ میں ہے اور وہ پانچ وقت نماز کی اجازت اس میں نہیں دیتے صرف جمعہ کی اجازت دیتے ہیں اور وہ مسجد محفوظ ہے تو اس کو منہدم نہ کیا جائے، بلکہ محفوظ ہی رکھا جائے اور پنجگانہ نماز کے لئے دوسری مسجد تعمیر کر لی جائے، اینٹ، لکڑی وغیرہ کا نئی مسجد کے لئے مستقل انتظام کیا جائے، پرانی مسجد کو واگزار کرانے کی آئینی کوشش کی جائے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واما لو تمت المسجدية ثم اراد هدم ذلک البناء فإنه لا يمكن من ذلک النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص۳۵۸ ج۴ كتاب الوقف، قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص۵۹۴ ج۲ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فاذا تم لزم لايملک ولايملک (الدرمختار مع ردالمختار کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج۴/ كتاب الوقف قبيل مطلب فى شرط واقف الكتب)، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت فلايجوز لاحد مطلقاً ان يمنع مؤمنا من عبادة ياتى بها فى المسجد (البحر مطبوعه كوئٹه، ص ۳۴/ ج۲/ كتاب الصلوٰة، فصل لمافرغ من بيان الكراهة فى الصلوٰة، ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نئی آبادی میں نئی مسجد بنانا

سوال:۔ ایک نوآباد محلّہ جس سے موضع کی قدیم دونوں مسجدیں تقریباً ایک ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہیں، اذان کی آواز بھی ہمیشہ سنائی نہیں دیتی، محلّہ میں نمازی باجماعت ادا کرنے والے بھی بہت کم ہیں، چندایسی وجوہات کے تحت محلّہ مذکورہ میں نئی مسجد بنانے کا ارادہ کیا جارہا ہے، تعمیر مسجد جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد مسلمانوں کی اہم ضرورت ہے، جہاں آبادہوں گے مسجد کا بھی اہتمام کریں گے، اورکرنا چاہئے اس نوآباد محلّہ میں ضرورت ہوتو وہاں بھی بنالی جائے[1] مگراس کوآباد رکھنے کی فکر وکوشش بھی لازم ہے، ایسا نہ ہوکہ مسجد توجوش میں بنالیں اورآباد نہ رکھ سکیں[2] اس لئے تبلیغ کرکے مسلمانوں کونمازی بنانا زیادہ ضروری ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) والثانی ابداً الی قیام الساعة فلایعود میراثاً ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیه اولا.(شامی کراچی ، ص۳۵۸/ج۴/ مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره)، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۱ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] عن عائشة قالت امر رسول الله صلی الله علیه وسلم ان تتخذ المساجد فی الدور وان تطهر وتطیب، ابن ماجه ص۵۵ ابواب المساجد، باب تطهیر المساجد وتطییبها، مطبوعه اشرفی دیوبند، السنن الکبری للبیهقی ص۴۴۰ج۲ کتاب الصلاة، باب فی تنظیف المساجد، مطبوعه دار المعرفة بیروت، مجمع الزوائد ص۱۱۷ج۲ کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها، سورۂ بقرہ پارہ۱/آیت۱۱۴۔

ترجمہ:۔ اوراس شخص سے زیادہ اورکون ظالم ہوگا جوخدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اوران کے ویران ہونے میں کوشش کرے(بیان القرآن) قال البیضاوی تحت قوله تعالیٰ (وسعی فی خرابها) بالهدم اوالتعطیل (بیضاوی شریف ، ص۳۸۶/ج۱/ بیروت)

ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ ایک مسجد پہلے سے ہے اوراس کے قریب دوسری مسجد بنانا چاہتے ہیں تو شرعاً دونوں مسجدوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگراس مسجد میں نمازی نہیں سماسکتے ،جگہ تنگ ہے،اس لئے دوسری مسجد کی ضرورت پیش آئی تواتنی دور بنائیں کہ قرأتِ امام کی آواز نہ ٹکرائے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۹/۹۱ھ

ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری بڑی مسجد بنانا

سوال:۔ ایک محلّہ میں مسجد موجود ہے،نمازی بھی بہت تھوڑے سے ہیں،مگراہل محلّہ نے دوسری بڑی مسجد بنانے کا ارادہ کرلیاہے،جس کی بنیادبھی ڈالدی ہےاب دنیا بھرمیں چندہ کرتے پھریں گے،کیایہ طریقہ مناسب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ طریقہ خلاف عقل ہے، جب وہاں کے نمازیوں کے لئے وہ مسجد کافی ہےاوراس کوبھی پوری طرح آبادنہیں کرپاتے تو دوسری مسجد کے لئے چندہ کرتے پھرنا غلط ہے،شرعاًاس کواجازت نہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الامصار علی یدعمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ امر المسلمین ان یبنوالمساجد وان لایتخذوافی مدینۃ مسجد ین یضار احدھما صاحبہ (کشاف ، ص ۲۱۴/ج۲/ قولہ تعالیٰ والذین اتخذوامسجداً ضراراً)

[۲] لما فتح اللّٰہ تعالیٰ الامصار علی یدعمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ امر المسلمین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دفع نزاع کے لئے دو مسجدیں بنانا

سوال:۔ایک دیہات میں دو جگہ جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے،اور حال یہ ہے کہ کچھ دنوں سے دونوں مسجدوں میں نماز ادا کرنے سے بعض مسلمان جن کی زمین میں مسجد ہے منع کرتے ہوں تو جن مسلمان بھائیوں کو منع کیا گیا ہے تو کیا وہ ایک نئی مسجد بنا کر جمعہ کی نماز وغیرہ ادا کر سکتے ہیں یا جمعہ کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز مسجد میں یا اپنے گھر میں ادا کرینگے؟

نوٹ:۔ان دونوں مسجدوں میں پہلے سے جمعہ رائج ہے،اس کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب کوئی شخص اپنی زمین میں مسجد بنادے یا مسجد بنانے کے لئے زمین دیدے تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی بھی مسلمان کو وہاں نماز پڑھنے سے روکے،نماز پڑھنے سے روکنا بہت بڑا ظلم ہے ”ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ الاٰیۃ“[1] جس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہوں،وہاں حسب ضرورت ایک سے زائد جگہ بھی جمعہ درست ہے[2]، جب مسلمانوں کو مذکورہ دونوں مسجدوں میں نماز سے روکا جاتا ہے،اور وہاں جانے میں جھگڑے کا قوی اندیشہ ہے کہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان یبنوالمساجد وان لایتخذوافی مدینۃ مسجد ین یضاراحدھما صاحبہ (کشاف ، ص ۲۱۴/ج۲/(مطبوعہ دارالفکر)، تفسیرات احمدیہ ص۳۱۲ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند.

(صفحہ ہذا) [1] سورہ بقرہ پارہ ۱/آیت ۱۱۴/ **ترجمہ**:۔اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کیے جانے سے بندش کرے (بیان القرآن،ص ۶۱/ج ۱/)

[2] ان الصحیح من مذھب ابی حنیفۃ جواز اقامتھا فی مصر واحد فی مسجد ین واکثر(شامی کراچی، ص۱۴۵/ج۲/ باب الجمعۃ ،قبیل مطلب فی نیۃ اٰخر ظھر بعد صلوٰۃ الجمعۃ)، البحر الرائق کوئٹہ ص ۱۴۲ ج۲ باب صلاۃ الجمعۃ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۴۱۳ باب صلاۃ الجمعۃ.

لڑائی ہوکر سر پھوٹیں گے مقدمات چلیں گے، تو جھگڑے سے بچنے کے لئے علیحدہ مسجد بنالینا درست ہے[۱] پھر وہاں جمعہ بھی پڑھتے رہیں، نیز جمعہ کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں، کسی بھی کھلی جگہ پر جہاں کسی کو آنے کو رکاوٹ نہ ہو جمعہ پڑھ سکتے ہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۶ ۱۴۰ھ

اختلاف کی وجہ سے دوسری مسجد مشترکہ زمین میں بنانا

سوال:۔ ایک موضع میں پہلے سے ایک پختہ مسجد موجود ہے چند روز سے مسلمانوں میں نااتفاقی ہوکر دو پارٹی ہوگئیں، ایک پارٹی نے اس نااتفاقی کے باعث ایک مسجد جدید تعمیر کی لیکن جس جگہ میں مسجد تعمیر کی یہ جگہ مسلمانوں کی مشترکہ ہے اوراس کے مالک دونوں پارٹیوں کے لوگ ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، نیز کونسی مسجد میں ثواب زیادہ ہے، مسجد کی زمین دونوں پارٹیوں کی ملک ہے، لیکن قبضہ میں صرف دوسری پارٹی کے ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مشترکہ زمین میں سب مالکوں کی اجازت سے بنائی گئی تو دونوں میں نماز جائز ہے، اور یہ کوشش کرنا کہ کسی ایک مسجد میں نماز نہ ہو گناہ ہے[۳] لیکن پہلی یعنی پرانی مسجد میں افضل

---

[۱] اهل محلة قسموا المساجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم امام على حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به عالمگیری کوئٹه ص۳۲۰ ج۵ کتاب الکراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۳۷ ج۲ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فیمن سبقت یده الی مباح.

[۲] والسابع الاذن العام ای ان یأذن للناس اذناعاماً (درمختار مع الشامی کراچی، ص۱۵۱/ج۲/ باب الجمعة مطلب فی قول الخطیب قال الله تعالیٰ)، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۱۷ باب صلاة الجمعة، حلبی کبیر ص۵۵۸ باب صلاة الجمعة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

[۳] ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها سورہ بقرہ پارہ ۱/ آیت ۱۱۴
ترجمہ:۔اوراس شخص سے زیادہ اورکون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اوران کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن، ص۶۱)

ہے،[۱] تاہم نئی مسجد میں جب باقاعدہ مسجد بن گئی تو اس کو بھی آباد رکھنا ضروری ہے، اور اگر نئی مسجد بغیر سب مالکوں کی اجازت کے بنی ہے تو جب تک سب مالک اجازت نہ دیدیں اس میں نماز نہ پڑھی جائے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۱/۵۷ھ

جدید مسجد بنانا جس سے قدیم مسجد کو نقصان پہنچے

سوال:۔ایک صاحب نے اپنی افتادہ زمین مسجد کی تعمیر کے لئے وقف کی اور موصوف کے خاندان میں سے بعض افراد نے اپنے طور پر اینٹیں خرید کر موقوفہ زمین کی احاطہ بندی کے لئے اینٹیں وقف کردی ہیں، مگر مسجد کی تعمیر ابھی شروع نہیں ہوئی، اس جدید مسجد کی تعمیر سے محلّہ کی قدیم مسجد کو بایں طور ضرر پہنچ جانے کا قوی امکان ہے۔

(۱) یہ کہ واقف کے خاندان کے تقریباً تمام حضرات محلّہ کی قدیم مسجد کے متصل مقیم ہیں بلکہ قدیم مسجد کے نظم ونسق کے ذمہ دار بھی ہیں اور باضابطہ متولی ہیں، اور وقتاً فوقتاً اذان واقامت کے امور بھی انجام دیتے رہتے ہیں، نئی مسجد کی تعمیر کے بعد یہ تمام حضرات قدیم مسجد سے منتقل ہوجائیں گے، اور محلّہ کی قدیم مسجد غیرآباد ہوجائے گی۔

---

[۱] قال ابن کثیر تحت قولہ تعالیٰ لمسجد اسس علی التقویٰ الخ دلیل علی استحباب الصلوٰۃ فی المساجد القدیمۃ المؤسسۃ من اول بناء ھا علی عبادۃ اللہ وحدہ لاشریک لہ (تفسیر ابن کثیر ، مکۃ المکرمہ ، ص۶۰۶/ج۲)، سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۸ مطبوعہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، شامی زکریا ص۴۳۲ج۲ باب ما یفسد الصلاۃ، مطلب فی افضل المساجد، حلبی کبیر ص۶۱۳ فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

[۲] تکرہ فی ارض الغیر لومزروعۃ اومکروبۃ الااذاکانت بینھما صداقۃ اورأی صاحبھا لایکرھہ فلابأس (شامی کراچی ،ص ۳۸۱/ج۱/ کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی الصلوٰۃ فی ارض المغصوبۃ)، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۵۱ فصل فی المکروھات، حلبی کبیر ص۳۷۰ قبیل سنن الصلاۃ، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

(۲) محلّہ کی قدیم مسجد جدید تعمیرات کے باعث کافی مقروض ہے، اور تاہنوز اس کی تعمیر و توسیع نامکمل ہے، اس جدید مسجد کی تعمیر کی وجہ سے قدیم مسجد کے لئے یہ رکاوٹ ہے تو اس حالت میں جدید مسجد کا کیا حکم ہے؟ تعمیر ہونی چاہئے یا تعمیر روک دینی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہاں پہلے سے مسجد موجود ہے اور نمازیوں کے لئے کافی ہے تو دوسری مسجد بنانا بلاضرورت قرین دانشمندی نہیں ہے، اس سے پہلے مسجد کے نمازی بھی تقسیم ہوکر کم ہوجائیں گے، اخراجات تعمیر مستقل ہوں گے، پھر اس کے آباد رکھنے کے مصارف درکار ہوں گے، قدیم وجدید مسجدوں کو پوری طرح آباد رکھنا بھی دشوار ہوگا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس ضمن میں نئی مسجد تعمیر نہ کی جائے، بلکہ دیگر مکانات دوکانیں وغیرہ بنا کر قدیم مسجد میں اس کو صرف کیا جائے، تاکہ وقف بھی رہے اور اس کی آمدنی مسجد کے لئے صرف ہو[۱] محض زمین دینے سے ابھی وہ مسجد نہیں بنی،[۲] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم نافذ فرمایا تھا کہ ایک مقام پر اسطرح دو مسجدیں نہ بنائی جائیں کہ ایک سے دوسری کو نقصان پہنچے[۳] اگر دوسری مسجد کی ضرورت ہو تو پھر وہاں مسجد بنائی جائے، اگر ضرورت نہ ہو

[۱] ولو کانت الاض متصلة ببیوت المصر یرغب الناس فی استئجار بیوتها وتکون غلة ذلک فوق غلة الزرع والنخل کان للقیم ان یبنی فیها بیوتا فیؤجراها الخ البحر الرائق کوئٹہ ص۲۱۶ ج۵ کتاب الوقف، المحیط البرهانی ص۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل السابع فی تصرف القیم، عالمگیری کوئٹہ ص۴۱۴ ج۲ الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم.

[۲] واما القبض والتسلیم شرط لصیرورته مسجداً عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالیٰ فعندهما لا یصیر مسجداً بمجرد البناء ما لم یوجد القبض والتسلیم، المحیط الرهانی ص۱۲۴ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه ڈابهیل، قاضیخاں علی الهندیة کوئٹہ ص۲۹۰ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، تاتارخانیه کراچی ص۸۳۹ ج۵ کتاب الوقف، الباب الحادی والعشرون فی المساجد.

[۳] لما فتح اللّٰه تعالیٰ الامصار علی یدعمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه امر المسلمین ان ینبوا المساجد وان لا یتخذوا فی مدینة مسجد ین یضار احد هما صاحبه(کشاف بیروت ، ص۲۱۴ /ج۲/)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور پھر بھی مسجد بنائی جائے تو نماز بہرصورت درست ہوجائے گی، اور مسجد کی نماز کا ثواب ملے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸؍۱؍۸۹ھ

محلّہ میں مسجد تعمیر ہونے کے بعد نماز کہاں ادا کی جائے؟

سوال:۔ شیخ انصاریوں نے مسجد کا سلسلہ قائم کیا اور بنیاد کھودی گئی اور پھر سب لوگوں نے چندہ دیا، اور تمام مسلم اس وقت پر جدوجہد کرتے رہے کہ مسجد تیار ہوجائے، لیکن ہم لوگوں کی بد قسمتی کہ تیار تو نہ کر سکے البتہ جھگڑا ضرور کرلیا برادران جھوجھہ تقریباً کاشتکار ہیں، اگر وہ اس زمین میں نماز پڑھنے آتے ہیں، تو لوگ اعتراض کرتے ہیں، اور مسجد کے قریب زیادہ تر برادران جھوجھہ ہی ہیں، اور کم برادران انصاری ہیں، یہ لوگ مسجد پر کوئی توجہ بھی نہیں کرتے، اذان بھی کبھی وقت پر نہیں ہوتی، کبھی کبھی جماعت بھی نہیں ہوتی ہے، اگر ان کو بطور مشورہ کے کہا جاتا ہے تو جھگڑا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مسجد ہماری ہے، تقریباً چار سال کا عرصہ ہوا کہ اس میں نماز شروع کردی تھی، ہم کو اس بات کا خوف ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوجائے، اور ہم تباہ و برباد ہوجائیں، اگر کوئی ان کی برادری سے الگ کا انسان ان کو مسجد کے بارے میں کچھ کہتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم نے ایک بیٹھک بنادی ہے، اور حقہ بھر کر رکھ دیا ہے، بس جس کی سمجھ میں آئے پئے نہ پئے ہم تو کہنے کے لئے نہیں جائیں گے، براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس وجہ سے کہ ہم لوگوں کا رہنا اس کے قریب ہے، ورنہ ہماری مسجد دوسری ہے جو ہمارے بڑوں کی تھی، اب ہم کو محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم ہے یا مسجد سابق میں اور یہ سب باتیں محلّہ کی مسجد میں پیش آئی ہیں، براہِ کرم جواب عنایت فرمائیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷، روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند، التفسیرات الاحمدیۃ ص ۳۱۲ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد محلّہ کی آباد رکھنا لازم ہے[۱] اس کو ویران چھوڑنا بہت بڑا جرم ہے[۲]، مسجد کسی کی ذاتی ملک نہیں، ہر مسلمان کو اس میں نماز پڑھنے کا حق ہے[۳] لیکن وہ جھگڑا کریں نماز نہ پڑھنے دیں تو پھر دوسری مسجد میں جا کر پڑھ لیا کریں، جھگڑا نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۶/ ۹۰ھ

مسجد قدیم میں پنجوقتہ نماز ہو اور جمعہ کے لئے مستقل مسجد بنائی جائے

سوال:۔ اگر کسی مسجد میں صرف پنج وقتہ نماز ادا کرلیا کریں وہی ایک یا دو آدمی اور قریب ہی

---

۱ وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب اليه ويؤذن فيه ويصلى وإن كان واحداً لأن لمسجد منزله حقا عليه فيؤدى حقه مؤذن مسجد لا يحضر مسجده احد قالوا يؤذن هو ويقيم ويصلى وحده وذلک احب من ان يصلى فى مسجد آخر ولعل ما مر فيما اذا صلى فيه الناس فيخير بخلاف ما اذا لم يصل فيه احد لان الحق تعين عليه شامى كراچى ص۵۵۵ ج ا باب الامامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد، حلبى كبير ص۶۱۳ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه لاهور، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۶۷ ج ا فصل فى المسجد.

۲ ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعىٰ فى خرابها (سورہ بقرہ آیت ۱۱۴/
ترجمہ:. اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہونا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور انکے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن)

۳ واجمعت الا مة على ان البقعة اذا عينت للصلوٰة بالقول خرجت عن جملة الاملاک المختصة بربها وصارت عامة لجميع المسلمين (قرطبى،دارالفكر ،ص ۷۵/ج ۱/ الجزء الثانى، تحت قوله تعالىٰ ومن اظلم ممن منع مساجد الله الخ سوره بقره آيت ۱۱۴)، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۳۱۹ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مسجد صرف جمعہ پڑھنے کے ارادہ سے بنائی جائے تو اس صورت میں اس قریب موضع میں مسجد صرف جمعہ کے لئے بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر مسجد قدیم میں لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے نہیں آتے اور دوسری جگہ جامع مسجد کی ضرورت ہے تو دوسری جگہ جامع مسجد بنانا جائز ہے[۱] لیکن علاوہ جمعہ کے دوسری نمازیں بھی اس میں پڑھا کریں تا کہ وہ آباد رہے صرف جمعہ کے لئے مخصوص نہ کریں، اور مسجد قدیم کوحتی الوسیع آباد رکھنا ضروری ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۱۰/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور 　// 　//

الجواب صحیح :عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۲/شوال ۵۷ھ

ایک مسجد کی ضد پر دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ مسجد بنوانے والے سابقہ امام متولی کے ساتھ قبل ازیں تعمیر مسجد جعل سازی

---

[۱] عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت امر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان تتخذ المساجد فی الدور وان تطهر وتطییب سنن ابن ماجه ص۵۵ ابواب المساجد، باب تطهیر المساجد، مطبوعه اشرفی دیوبند، السنن الکبر للبیهقی ص۴۴۰ ج۲ کتاب الصلاة، باب فی تنظیف المساجد، مطبوعه دار المعرفة بیروت، مجمع الزوائد ص۱۷ ج۲ کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۲] لایجوز نقض المسجد ولابیعه ولا تعطیله وان خربت المحلة ولایمنع بناء المساجد (قرطبی، مطبوعه دارالفکر ،ص ۵۷/ج۱/ الجزء الثانی تحت قوله تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه الخ) سورۂ بقره تحت آیت ۱۱۴.

کر کے قید اور جرمانہ کا مستوجب ہوا تھا یعنی اس وقت مسجد کی تعمیر کی وجہ صرف امام مسجد متولی کے ساتھ بدلہ لینے کی ہے آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر ایک مسجد ضرورت کے موافق موجود ہے اور دوسری محض ضد کی وجہ سے بناتا ہے تو یہ ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[۱] كل مسجد بنى مباهاة اورياء وسمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه الله اوبمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار .(تفسير كشاف بيروت ،ص ۲۱۴/ج۲/ سورۀ توبه آيت:۱۰۷، التفسيرات الاحمدية ص۳۱۲، مطبوعه رحيميه ديوبند، روح المعانى ص۱۱/۲۱، مطبوعه مصطفئيه ديوبند)

فصل چهارم

دوسرے کی زمین کو مسجد بنالینا

سوال:۔زید نے ایک زمیندار شخص سے ایک زمین خریدی تھی، زید پاکستان چلا گیا، محکمہ کسٹوڈین جو کہ ایسے مکانات اور زمین کو سرکاری طور پر اپنے قبضہ میں کرتی ہے، جس کا کوئی مالک نہ ہو، اس محکمہ نے جب یہ دیکھا کہ زید پاکستان چلا گیا تو اس کی زمین اپنے قبضہ میں کرلیا یعنی گورنمنٹ کا ہوگیا، یہ محکمہ والے اس زمیندار کے گھر رہتے تھے، جس سے زید نے یہ زمین خریدی تھی، محکمہ والوں نے یہ زمین اسی زمیندار کو دیدی یا تو قیمتاً یا رشوتاً یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے گھر رہتے تھے، اس لئے بہر کیف مالک پھر بھی زمیندار بن گیا، اس کے بعد اس زمیندار سے اس زمین کو اس کے ساتھ کچھ حصہ ملا کر بکر، خالد، عمر، اکبر نے مل کر قبرستان کے لئے خرید لی، اس زمین کا لگان اور باقی جو زمین کے لئے ہوتی ہے، انہیں کے لئے آنی شروع ہوگئی، جو دلیل ہے اس بات کی کہ زمین کے مالک قانون حکومت کے اعتبار سے بکر وغیرہ ہوگئے، اس کے بعد ایک پارٹی اور تیار ہوئی، امیر، جمیل، رفیق کی انہوں نے بغیر اس مذکورہ مالک کی اجازت کے اس میں مسجد تعمیر کرلی، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ زمین بکر، خالد وغیرہ کی

نہیں، بلکہ یہ تو زید کی ہے، جو پاکستان چلا گیا یا کسٹوڈین والوں کی ہے، جنہوں نے زید کے پاکستان جانے کے بعد اس پر قبضہ کرلیا، اب مقصد سوال یہ ہے کہ بکر خالد اس زمین کا شرعی طور پر مالک ہوا تھا یا نہیں؟ اگر ہوا تھا تو ظاہر ہے کہ یہ مسجد بکر کی بغیر اجازت کے بنی ہے، تو بکر زمین ہذا کا مالک بنا ہے یا نہیں؟ نیز اس زمین میں مسجد تعمیر کرنا جائز ہوا یا نہیں؟ پھر اس میں نماز پڑھنا جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن لوگوں نے مسجد بنائی وہ تو کسی جہت سے بھی مالک نہیں انہوں نے گویا زمین غصب کر کے اس پر مسجد بنادی ہے، وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے[۱]، بکر، خالد، عمر نے جب وہ زمین خرید لی تو ضابطہ میں وہ مالک ہوگئے، زید کے پاکستان چلے جانے سے جب محکمۂ گورنمنٹ نے اس پر مالکانہ قبضہ کرلیا تھا، تو زید کی ملک ختم ہوگئی تھی، مسجد بنانے کیلئے زید کی اجازت کی تو ضرورت نہیں تھی، کیونکہ وہ مالک ہی نہیں رہا تھا، البتہ مالک کا وقف کرنا اور مالک سے اجازت لینا ضروری تھا، اب اگر مالک خود اجازت دیدے اور اس کو مسجد قرار دیدے تو وہ شرعی مسجد بن جائے گی[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۴ھ

---

[۱] تکرہ (الصلوٰۃ) فی ارض الغیر، شامی کراچی ص ۳۸۱، ج ۱، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ الی قولہ وبناء المسجد فی ارض الغصب، شامی زکریا ص ۴۴، ج ۲، المصدر السابق، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۹۱، کتاب الصلوۃ، فصل فی المکروھات، مطبوعہ مصر، حلبی کبیر ص ۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ لاھور،

[۲] الخامس من شرائطہ المالک وقت الوقف ...... اما لو وقف ضیعۃ غیرہ علی جھات فبلغ الغیر فاجازہ جاز بشرط الحکم والتسلیم، البحر الرائق ص ۱۸۸/۵، کتاب الوقف، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ.

کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کر کے مسجد تعمیر کرنا

سوال:۔ گاؤں والوں نے ایک زمین پر ناحق قبضہ کرلیا اور مقدمہ لڑا کر مقدمہ جیت لیا اور اس پر مسجد بنالی جبکہ ایک مسجد پرانی موجود ہے، اور وہ بھی نمازیوں سے پرنہیں ہوتی کیا یہ مسجد شرعی مسجد ہوگی، اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنے سے نماز ہوجائیگی، اور جس نے مقدمہ لڑا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی زمین پر ناحق قبضہ کرنا اور غلط مقدمہ لڑا کر اس کو حاصل کر لینا اور اس پر مسجد تعمیر کر لینا شرعاً درست نہیں[1]، یہ کوئی دین کا کام نہیں ہے، یہ توظلم ہے جبکہ ایک مسجد پرانی وہاں موجود ہے، وہی نمازیوں سے پرنہیں ہوتی تو دوسری مسجد بنانے کی کیا ضرورت ہے، تاہم اگر مسجد بنالی گئی تو اس کی جتنی قیمت ہے وہ مالک کو دی جائے یا اس کے عوض زمین دیجائے[2]، وہ مالک خوشی سے اپنی اس زمین کو مسجد کیلئے دیدے توٹھیک ہے اور شرعاً درست ہوجائیگی۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۱۴۰۰ھ

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولاولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/ ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، لایجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیرہ بلا اذنہ او وکالتہ او ولایتہ علیہ وان فعل کان ضامنا، شرح المجلۃ ص ۶۱/۱، رقم المادۃ: ۹۶، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ رقم القاعدۃ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند)

[2] حوالۂ بالا.

[3] الخامس من شرائطہ الملک وقت الوقف ...... اما لو وقف ضیعۃ غیرہ علی جھات فبلغ الغیر فاجازہ جاز بشرط الحکم والتسلیم، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۸۸/۵، کتاب الوقف،

ارض مغصوبہ میں مسجد و دوکانیں

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: اول یہ کہ مسجد دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت بنانے کا ارادہ کرنا یا تعمیر شروع کرنا کیسا ہے، نماز ہو جاویگی یا نہیں، دوسرے کسی شخص کی زمین میں مسجد کے نام سے دوکان بنانی کیسی ہے؟ اور اس کی آمدنی مسجد کے کام میں خرچ کرنی کیسی ہے؟ اور یہ بھی بات ہے کہ زمین مسلمان کی ہے تو تب کیا حکم ہے؟ اور اگر غیر مذہب کی ہو تب کیا حکم ہے اور اگر وہ اجازت نہ دے تو کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت مالک کے مسجد بنانا جائز نہیں ہے[1]، اور اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے، دوسرے کی زمین میں مسجد کے لئے دوکان بنانا اور اس کی آمدنی کو مسجد میں خرچ کرنا بھی ناجائز ہے خواہ وہ مسلم کی زمین میں ہو یا غیر مسلم کی بلکہ غیر مسلم کی زمین میں بغیر اجازت تصرف کرنا اور بھی زیادہ گناہ ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدہ: ۲۷۰، دارالکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعۃ دھلی)

[2] قولہ وارض مغصوبۃ اولغیر عبارۃ الحاوی القلسی والارض المغصوبۃ فان اضطر بین ارض مسلم وکافر یصلی فی ارض المسلم اذالم تکن مذروعۃ فلو مذروعۃ اولکافر یصلی فی الطریق ای لان لہ فی الطریق حقا کمافی مختارات النوازل وفیھا تکرہ فی ارض الغیر لومزروعۃ اومکروبۃ الا اذاکانت بینھما صداقۃ اورایٰ صاحبھا لایکرھہ فلابأس وفی الواقعات بنی مسجداً علیٰ سؤر المدینۃ لاینبغی ان یصلی فیہ لانہ حق العامۃ فلم یخلص للہ تعالیٰ کالمبنی فی الارض مغصوبۃ (شامی کراچی ص ۳۸۱/۱، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ ودخول البساتین وبناء المسجد فی ارض الغصب)

غیر وقف زمین میں مسجد بنانا

سوال:۔ ایک قریہ میں مسجد تعمیر ہو رہی تھی، ابھی صرف بنیاد بھری تھی کہ تعمیر رک گئی دراصل اس کا کچھ حصہ غیر ملک تھا جو اب گرام سماج کی ملکیت ہے جس کے متصل ہی ایک مکان بن گیا ہے، جس سے صرف پونے چار فٹ جگہ باقی رہ گئی ہے، جس سے اہل محلّہ کو تکلیف ہوتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مسجد کی زمین کے پیچھے بھی مالک زمین سے اجازت نہیں لی تھی، اب جبکہ بنجر ہو گیا ہے، تو ایسی حالت میں گورنمنٹ سے بھی پٹہ وغیرہ نہیں ملا ہے تو اس حالت میں موجودہ مسجد اس زمین پر رہ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ زمیں مالک نے وقف نہیں کی اور اب بھی وقف نہیں تو وہاں مسجد نہ بنائی جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۸۹ھ
الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

سرکاری زمین پر مسجد بنانا

سوال:۔ ایک تالاب دھوبیوں کو الاٹ کیا گیا، تالاب کے پاس کچھ افتادہ زمین ہے، ہم نے اس پر چھان ڈال رکھی ہے، اور پانچوں وقت اسمیں نماز پڑھ لیتے ہیں، حکومت کے

---

[1] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ، قاعدہ: ۲۷۰، دارالکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، کتاب الغصب، مطبوعہ دارالاشاعۃ دھلی)

کاغذات میں بھی یہ جگہ مسجد ہی لکھی ہے، کچھ لوگ اس کو غصب کرنے کی وجہ سے ناجائز بتلاتے ہیں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین کسی خاص شخص کی ملک نہیں بلکہ افتادہ ملک سرکار ہے، اور سب کی اجازت ورضامندی سے وہاں اذان وجماعت ہورہی ہے، اور سرکار نے اس کو مسجد تسلیم کرلیا ہے، تو اس زمین کو غصب کہنا درست نہیں[1]، جو شخص اس کے مسجد ہونے میں رکاوٹ ڈالتا ہے، وہ غلطی پر ہے، اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے، مسلمان وہاں باقاعدہ مسجد بنالیں[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سرکاری زمین پر مسجد

سوال:۔ عرصہ دراز سے ایک سرکاری زمین پر ایک خاندان قابض ہے، مگر سالانہ کرایہ سرکار کو ادا کرتے رہے، کچھ عرصہ پہلے اس خاندان نے اس زمین کا کچھ حصہ برائے مکتب اور مسجد وقف کردیا، گورنمنٹ نے اعتراض کیا مگر جب مسجد کا نام سنا تو اجازت دیدی

---

[1] التسلیم فی المسجد ان تصلی فیه بالجماعة باذنه (عالمگیری کوئٹه ص۴۵۵/ ج۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، حتی انه اذا بنی مسجدا واذن للناس بالصلاة فیه جماعة فانه یصیر مسجدا، المحیط البرهانی ص۱۲۴/ ۹، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه ڈابھیل، قاضیخان علی الهندیة کوئٹه ص۲۹۰/ ۳، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجدا)

[2] ولایمنع بناء المساجد (قرطبی مطبوعه دارالفکر ص۷۵/ ج۱/ سورة البقره، تفسیر الآیة:۱۱۴، الجزء الثانی)

اور زمین کی ایک حد مقرر کردی، اب مسجد بن گئی اور چھ سال سے جماعت ہورہی ہے اور مکتب میں بچے پڑھ رہے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ یہ مسجد شرعی مسجد ہوگی یا نہیں؟ جبکہ زمین گورنمنٹ واپس نہیں لے گی۔

نوٹ:- سائل نے دو نقشے مسجد قدیم وجدید بھی سوال کے ساتھ بھیجے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سب زمین ملکِ سرکار تھی، جن لوگوں کے تصرف میں تھی ان کی مملوک نہیں تھی، وہ اس کا کرایہ ادا کرتے تھے ان کو وقف کرنے اور مسجد ومکتب بنانے کا حق نہیں تھا[1] لیکن جب سرکار کی طرف سے مسجد ومکتب بنانے کی اجازت ہے، پھر سرکار اس کو خالی نہ کرائے گی نہ کرایہ وصول کرے گی، تو اس اجازت کے بعد حسب صوابدید مصلحت مسجد ومکتب کیلئے جگہ متعین کرکے ہر دو کی تعمیر درست ہے خواہ نقشہ سابق کے موافق ہو یا ردوبدل کرکے ہو[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹۷/۵/۲۶ھ

---

[1] افادان الواقف لابدان یکون مالکہ وقت الوقف ملکا باتاً (شامی کراچی ص: ۳۴۰/ ج: ۴/ کتاب الوقف، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة، عالمگیری کوئٹہ ص: ۳۵۳، ج: ۲، کتاب الوقف، الباب الاول، فتح القدیر ص: ۲۰۱، ج: ۶، اول کتاب الوقف، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[2] رجل لہ ساحة لا بناء فیھا امر قوما ان یصلوا فیھا بجماعة فھذا علی ثلاثة اوجہ احدھا اما ان امرھم بالصلاة فیھا ابدا نصا بان قال صلوا فیھا ابدا او امرھم بالصلاة مطلقا ونوی الابد ففی ھذین الوجھین صارت الساحة مسجدا (ھندیہ کوئٹہ ص ۲/۴۵۵، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، خانیہ علی الھندیہ کوئٹہ ص ۳/۲۹۰، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجدا، محیط برھانی ص ۹/۱۲۵، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد)

سرکاری زمین میں مسجد بنانا

سوال:۔ہمارا مکان لب سڑک ہے اس کے سامنے ہمارا صحن ہے جو کہ گورنمنٹ کی زمین کہی جاتی ہے، اورنشاندہی کی وجہ سے گورنمنٹ کی زمین کہی جاتی ہے، اس زمین پر ہم نے مسجد کی بنیاد ڈالدی ہے، جوابھی چبوترہ کی شکل میں ہے جس پر پنج وقتہ نماز باجماعت ہورہی ہے،تواس زمین کومسجد بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

جبکہ وہ زمین گورنمنٹ کی ملک ہے،اوراس کی حدود میں ہے تو مسجد بنانے کے لئے گورنمنٹ سے باقاعدہ اجازت حاصل کرلی جائے، بلااجازت مسجد بنانے میں خطرہ واندیشہ ہے شرعاً بھی قانوناً بھی[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۱۷/۸/۱۷ھ

سرکاری زمین میں مسجد

سوال:۔ہماری بستی کی آبادی تقریباً **۲۰** ہزار ہے جس میں چوتھائی مسلمان ہیں بستی

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولاولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ص ۲۰۰/ ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، لایجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیرہ بلا اذنہ او وکالتہ او ولایتہ علیہ وان فعل کان ضامنا، شرح المجلۃ ص ۶۱/۱، رقم المادۃ: ۹۶، مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص ۱۱۰، الرسالۃ الثالثۃ رقم القاعدۃ ص ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند)

سے وضو، طہارت کی سہولتیں مہیا ہیں، عبادت گاہ کے اطراف میں سو گھر کی آبادی ہے، پنجگانہ نماز میں ۳۰ سے ۴۰ / نمازی ہوتے ہیں، دور سے عبادت گاہ کا حلیہ مسجد کی طرح نظر آتا ہے، لیکن چونکہ یہ عبادت گاہ سرکاری زمین میں بلا اجازت حکومت بنائی گئی ہے، اس لئے حکومت جب چاہے نابود کر سکتی ہے، تو ان حالات میں :۔

(۱) عبادت گاہ مسجد کہلائے گی یا نہیں؟

(۲) نمازی کو مسجد کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۳) بستی میں دیگر دو مساجد ہیں جن میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، تو کیا اس عبادت گاہ میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) بارش کے ایام میں دیگر دونوں مساجد میں عید کی نماز ہوتی ہے، تو کیا اس عبادت گاہ میں بھی نماز عید ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۲/۱/) بحالت موجودہ عبادت گاہ کا احترام مسجد ہی کی طرح کیا جائے گا، اور اس میں کوئی کام خلاف احترام مسجد نہ کیا جائے، ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں نماز پڑھنے کا ثواب بھی مسجد ہی کا ملے گا۔

(۳) اس عبادت گاہ میں نماز جمعہ بھی ادا کر سکتے ہیں آخر پنجگانہ نمازیں پڑھتے ہی ہیں

(۴) یہاں بھی نماز عید ادا کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ

ریاست کی حاصل کردہ زمین پر مسجد

سوال :۔ایک زمین کا سالانہ لگان ریاست کو دینا پڑتا ہے جس سے واضح ہے کہ

ریاست زمین کی مالک ہے، اس حالت میں اس زمین کو وقف علی اللہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ریاست سے وہ زمین سالانہ لگان پر جو حاصل کی ہے اگر اس کو مالکانہ تصرفات کے حق کے ساتھ ملی ہے اگر چہ لگان بھی ادا کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کو تملیکاً دیدی ہے تو اس کا وقف کرنا شرعاً درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۶/۱۹ھ

بلا اجازت وارث زمین پر مسجد بنانا

سوال:۔ محمد حسین مرحوم، امیر حسین مرحوم، وزیر حسین تینوں حقیقی بھائی تھے، اس میں سے محمد حسین مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی، اور نہ ہی اہلیہ زندہ ہیں، امیر حسین مرحوم کے دولڑکیاں جمیلہ اور جلیلہ اور ایک حقیقی پوتہ محمود جو کہ اس وقت پاکستان میں موجود ہے، وزیر حسین مرحوم کے دو پوتے ہیں، نفیس الحسن اور حبیب الحسن ہیں جو کہ بھوپال میں ہیں۔

(الف) دریافت طلب یہ ہے کہ محمد حسین اور امیر حسین مرحوم کی افتادہ زمین اور مکان جو موجود ہے، اس کے وارث صحیح پاکستان میں رہتے ہیں، امیر حسین مرحوم کی لڑکیاں جلیلہ اور جمیلہ اور پوتا محمود ہونگے، یا محمد حسین مرحوم اور امیر حسین مرحوم کے بھائی وزیر حسین مرحوم کے پوتے نفیس الحسن اور حبیب الحسن جو کہ ہندوستان میں موجود ہیں، یہ بھی ملحوظ رہے کہ:۔

(ب) محمد حسین مرحوم نے مرنے سے قبل اپنی بھائی کی اہلیہ مرحومہ سے وصیت کر دی تھی کہ میری جائیداد سے وزیر حسین مرحوم کے بیٹے یا پوتے کو کچھ نہ دیا جائے، اور اسی طرح

---

[1] واما شرائطه فمنها الملک وقت الوقف بحذف (عالمگیری مصری ص ۳۵۳/ج ۲/ الباب الاول من کتاب الوقف. مجمع الانهر ص ۵٦٧/ ۲، اول کتاب الوقف، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ص ۱۸۸/ ۵، اول کتاب الوقف.

محمد حسین مرحوم کی بھابی اہلیہ امیر حسین مرحوم نے بھی وصیت کردی تھی، کہ وزیر حسین کے بیٹے یا پوتوں یعنی نفیس الحسن اور حبیب الحسن کو کچھ نہ دیا جائے۔

(ج) محمد حسین مرحوم اور امیر حسین مرحوم کے مکان ونزد اس کے صحن کی زمین پر کچھ پڑوس کے لوگوں نے چندہ سے مسجد بنانا شروع کردی ہے، اور کسی بھی وارث سے اجازت نہیں لی ہے، لہٰذا ایسی زمین پر مسجد بنانا جائز ہے؟

(د) اور اسمیں چندہ دینا اور نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ اور یہ مسجد مسجد کا حکم رکھتی ہے یا نہیں، مسجد بنوانیوالے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم کسی نہ کسی وقت وارثان سے یہ زمین خرید لیں گے، یا ان سے اجازت لے لیں گے، ان کا یہ کہنا اور خیال ازروے شرع کچھ وقعت رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) امیر حسین کا ترکہ افتادہ زمین وغیرہ تین حصے قرار دیکر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک حصہ جمیلہ کو ملے گا، ایک حصہ جلیلہ کو ملیگا، ایک حصہ محمود کو ملے گا[۱] محمد حسین کا انتقال اگر ایسے وقت ہوا کہ امیر حسین وزیر حسین اور اس کا لڑکا پہلے انتقال کر چکے تھے، تو محمد حسین کا ترکہ (افتادہ زمین وغیرہ) تین حصے بنا کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک حصہ محمود کو ملیگا، ایک حصہ نفیس الحسن کو ملے گا، ایک حصہ حبیب الحسن کو ملے گا[۲] کسی دوسرے ملک میں جا کر رہنے سے

---

[۱] واما النساء فالاولیٰ البنت ولها النصف اذا انفردت وللبنتين فصاعداً الثلثان (هنديه مكتبه رحيميه ديوبند ص ۴۰۳/ ج ۴/ كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، سراجی فی الميراث ص ۱۲، فصل فی النساء، مطبوعه ياسرنديم ديوبند) الباب الثالث فی العصبات، وهم كل من ليس له سهم مقدر ويأخذ مابقی من سهام ذوی الفروض (الیٰ قوله) فاقرب العصبات الابن ثم ابن الابن الخ (هنديه مكتبه رحيميه ديوبند ص ۴۰۴/ ج ۴/ كتاب الفرائض، الباب الثالث، سراجی فی الميراث ص ۵، مطبوعه ياسرنديم ديوبند)

[۲] أما العصبة بنفسه وهم اربعة اصناف (الیٰ قوله) ثم جزء أبيه ای الاخوة ثم بنو هم وان سفلوا (السراجی فی الميراث ص ۲۲/ باب العصبات، الدرالمختار علی الشامی كراچی ص ۷۷۴/ ۶، كتاب الفرائض، فصل فی العصبات)

حصہ وارث ختم نہیں ہوگا۔[۱]

(ب) شرعاً یہ وصیت معتبر نہیں شریعت نے جو حق جس وارث کا مقرر کر دیا ہے وہ ایسی وصیت سے ختم نہیں ہوگا۔[۲]

(ج) جب تک زمین کے مالک اجازت نہ دیں وہاں مسجد بنانا جائز نہیں، اس میں چندہ نہ دیا جائے، وہ شرعی مسجد نہیں ہوگی، اولاً مالکان سے اجازت حاصل کی جائے یا ان سے زمین خریدی جائے تب مسجد بنائی جائے۔[۳]

(د) یہ تجویز غلط ہے قابل عمل نہیں پہلے اجازت لیں ورنہ شرعاً غاصب شمار ہونگے۔[۴]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۹ھ

---

۱ والرابع اختلاف الدارين فيما بين الكفار عندنا حقيقة اوحكما (الىٰ قوله) بخلاف المسلمين قوله بخلاف المسلمين اى اختلاف الدارين لايؤثرفى حق المسلمين (درمختار على الشامى كوئٹه ص ۵/۵۴۲، كتاب الفرائض، سراجى فى الميراث ص۸، فصل فى الموانع، ياسرنديم ديوبند، الدرالمختار على الشامى كراچى ص۶/۷۶۷، كتاب الفرائض)

۲ وعن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيٰمة، (مشكوة شريف ص ۱/۲۶۶، باب الوصايا، الفصل الثالث، قبيل كتاب النكاح)

۳ لايجوز التصرف فى مال غيره بلااذنه ولاولايته (درمختار على الشامى كوئٹه ص ۱۴۰/ ج۵/ ومطبوعه زكريا ص ۹/۲۹۱، كتاب الغصب، مطلب فيمايجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانى كتاب الغصب، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۱۰، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

۴ لايجوز التصرف فى مال غيره بلا اذنه ولاولايته (درمختار على رد المحتار كوئٹه ص ۵/۱۴۰، ومطبوعه زكريا ص ۹/۲۹۱، كتاب الغصب، مطلب فيمايجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانى، كتاب الغصب، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص ۱۱۰، مطبوعه دارالكتاب ديوبند)

افتادہ زمین پر مسجد کے لئے مکانات ودوکانیں بنانا

سوال: ۔مسجد سے متصل ایک افتادہ زمین پڑی تھی جس میں ملبہ بہت تھا، جب ملبہ صاف کیا گیا تو مکان کی دیواریں نکل آئیں، ۸۰؍سالہ افراد سے معلوم کیا مگر جواب ملا کہ ہماری پیدائش سے یہی حالت تھی، اب اس افتادہ زمین پر مسجد کے لئے مکانات یا دوکانات بنوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر وہ زمین مسجد کی ملک ہے جیسا کہ سائل سے زبانی معلوم ہوا تو وہاں مسجد کے مصالح کے لئے مکان یا دوکان اہل الرائے کے مشورہ سے بنا دینا درست ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷؍۴؍۸۹ھ

دوسرے کا مکان مسجد کو دینے سے وہ مسجد کا نہیں ہوجاتا

سوال: ۔میرے ایک عزیز کا مکان تھا جو پاکستان چلے گئے تھے، میں ہی اس کی دیکھ بھال کرتا تھا، بعد کو میں نے اس کو مسجد کو دیدیا، مکان بالکل خالی اور گرا ہوا ہے، اب مجھے اس کی ضرورت ہے، میں اس میں خود ہی رہنا چاہتا ہوں، مسجد والوں کو صرف زبانی ہی کہدیا تھا کہ

---

[1] ھٰکذا یفھم ممافی الھندیہ ولو کانت الارض متصلة ببیوت المصر یرغب الناس فی استجار بیوتھا کان للقیم ان یبنی فیھا بیوتاً فیواجرھا (عالم گیری کوئٹہ، ص ۴۱۴؍ج ۲؍ کتاب الوقف الباب الخامس، خانیہ علی الھندیہ کوئٹہ ص ۳۰۰/۳، باب الرجل یجعل دارہ مسجدا الخ، فتح القدیر ص ۲۴۱/ ۶، کتاب الوقف، الفصل الاول فی المتولی، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

میرے پاس کافی جگہ ہے تم ہی اس کو مسجد میں رکھ لینا، لکھا پڑھی کچھ نہیں تھی، اب جبکہ مجھے اس کی ضرورت ہے میں نے ان سے کہا تو وہ منع کرتے ہیں، میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ مسجد کو کچھ پیسہ دیدوں، مگر وہ نہیں مانتے، اب آپ لکھیں کہ وہ میرا حق ہے یا نہیں؟

نوٹ:- مالک مکان جو پاکستان میں موجود ہے، اس نے مجھ کو یہ اختیار نہیں دیا تھا کہ تم اس کو فروخت کرو یا مسجد میں دو اصل مالک تو وہی ہے، اور یہ کام میری غلطی یا ناسمجھی سے ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ آپ اس مکان کے مالک نہیں، بلکہ اس کی دیکھ بھال کے فقط ذمہ دار ہیں تو آپ کو یہ بھی حق نہیں کہ اس کو مسجد میں دیدیں یا کسی کے ہاتھ فروخت کردیں[1]، اپنے ذاتی پیسہ سے مسجد کی جس قدر خدمت واعانت کریں سب موجب اجر وثواب ہے[2]، البتہ مالک مکان کی اجازت کے تحت آپ کو استعمال کرنے کا صرف حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ ۱۹/۳/۹۴ھ

---

[1] لایجوز لاحد ان یتصرف فی ملک الغیر بغیر اذنه، قواعد الفقه ص ۱۱۰، الرسالة الثالثة رقم القاعدة: ۲۷۰، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، شامی زکریا ص ۲۹۱/۹، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بلا اذنه ولا ولایته، الاشباه والنظائر ص۱۵۷، الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعه مکتبه اشاعة الاسلام دهلی.

[2] ان التعاون فی بنیان المسجد من افضل الاعمال لانه مما یجری للانسان اجره بعد موته ومثل ذلک حفر الآبار، عمدة القاری ص ۲/۲۰۹، الجزء الرابع کتاب الصلاة، باب التعاون فی بناء المسجد، مطبوعه دارالفکر بیروت.

پرانی مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد بنانا

سوال:۔عرصہ دس سال کا ہوا ہمارے یہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی گئی جس پر ہندو مسلم تنازعہ پیدا ہوا اور تعمیر مسجد رک گئی مگر اذان ونماز جمعہ اس میں برابر ہو رہی ہے، مگر اب ہندو لوگ کہتے ہیں کہ اس جگہ کو چھوڑ کر تم کسی دوسری جگہ مسجد بنالو اور اس زمین کو کسی دوسرے کام میں استعمال کرلو، مثلاً اسلامیہ مدرسہ بنالو اور یہ زمین مسجد کے نام سے رجسٹری ایک مسلمان نے کرادی ہے، ایسی صورت میں اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہاں اذان وجماعت دس سال سے ہو رہی ہے، تو اذان وجماعت کو بند نہ کریں بدستور جاری رکھیں، وہ جگہ شرعاً مسجد ہے[1]، اس کو کسی دوسرے کام کے لئے مخصوص نہ کریں، نہ اس کے عوض دوسری جگہ مسجد بنائیں[2]، اگر اس کی چہار دیواری نہیں ہے تو چہار دیواری بنا کر دروازہ لگا کر محفوظ کردیں، اور پانچوں وقت اذان وجماعت کا اہتمام رکھیں، اتنی بات پر دوسروں کو بھی اعتراض نہیں، اگر فساد کا اندیشہ ہے تو ایسی پختہ مسجد نہ بنائیں البتہ اس میں تعلیم قرآن شریف کا انتظام کردیں کہ وہاں تعلیم بھی ہوا کرے اور نماز بھی، حسب ضرورت بچوں کے بیٹھنے کے لئے سائبان وغیرہ کا انتظام کرلیں[3]، جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا مسجد بن جائے گی۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۸ھ

---

[1] التسلیم فی المسجد أن تصلیٰ فیه الجماعة باذنه (الهندیه، کوئٹه، ص ۴۵۵/ج ۲/ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر) شامی کراچی ص ۳۵۶ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، محیط برهانی ص ۱۲۴ ج ۹، کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون، طبع مجلس علمی گجرات۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد ویران ہونے پر دوسری مسجد بنانا

سوال:۔ چہ میفر مایند علماء دین مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسجدے بوجہ تفرق اہل محلّہ ویران شدہ است نہ اذان نہ چراغ بل نوبت باینجا رسید کہ اسباب منقولش را مال غنیمت می شمارند حتی کہ دلو وفرش وغیرہ ازاں دز دیدہ شد، اغلب ایں است کہ ہیچ از منقولش باقی نماند و باقی مسجدے خود موجود است آدمی خواہد کہ ویرا نقل کردہ بجائے دیگر کہ شدید الاحتیاج الی المسجد است بنائے جدید ساز درواباشد یانہ بر تقدیر ثانی اگر نقل کردہ بمسجد ثانی نماز اداشود یانہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر آنست کہ اسبابش بسوئے مسجد اقرب نقل کردہ شود بمشورۂ ارباب حل وعقد محلّہ اگر ایں سہل نباشد در بنائے مسجد جدید صرف نمودن رواخواہد شد واحترام مسجد قدیم نیز علی حالہ خواہد ماند[۱] وبمسجد جدید نماز گزاردن وجائے کہ آن وقف شدہ باضابطہ حکم مسجد شرعی یافت بے دغدغہ رواخواہد شد، والا دلۃ فی ردالمحتار[۲] ص۵۷۴/ج ۲/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۲۰/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) [۲] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى. (درمختار مع الشامى كراچى، ص ۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره)، بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ فصل فى احكام المساجد، سكب الأنهر ص ۵۷۹ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] تعليم الصبيان فى المسجد لا بأس به، شامى كراچى ۴۲۸ ج۶ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، هنديه كوئٹه ص ۱۱۰ ج ۱ قبيل الباب الثامن فى صلوة الوتر.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى وعن الثانى ينقل الى مسجدآخر باذن القاضى فيصرف وقف المسجد الىٰ اقرب مسجد الدرمختار مع رد المحتار، كراچى ،ص ۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف،مطلب فيما لوخرب المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد. (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پرانی مسجد کی اینٹیں، پتھر جوتے رکھنے کی جگہ لگانا

سوال:۔ایک چھوٹی سی مسجد تھی اس کو شہید کر کے بڑی مسجد بنائی گئی، اس کا فرش صحن پتھر کا تھا، وہ پتھر نالی سے باہر جوتے اتارنے کی جگہ لگا دیا گیا، اب لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جس پتھر پر سجدہ ہوتا تھا آج وہ پتھر جوتے اتارنے کی جگہ لگا دیا ہے، جس سے بے حرمتی ہوتی ہے، بہر حال اس پر جوتے اتارنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ پتھر ایسی جگہ نہ لگائے جاتے تو بہتر تھا، جہاں جوتے نکالے اور رکھے جاتے ہیں، کیوں کہ یہ خلاف تعظیم ہے "**ویجوز رمی براية القلم الجديد ولاترمی براية المستعمل لاحترامه كحشيش المسجد وكناسته لايلقیٰ فی موضع يخل بالتعظيم كذافی**

ل ويزول ملكه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجداً قلت وفی الذخيرة وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلا خلاف حتى انه اذا بنى مسجداً واذن للناس للصلاة فيه جماعة فانه يصير مسجداً، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۵۴۴،۵۴۵ج۶ كتاب الوقف، مطلب فی احكام المسجد، المحيط البرهانی ص۱۲۴ج۹ كتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، عالمگيری كوئٹه ص۴۵۵ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

(**گذشتہ صفحہ کے سوال وجواب کا ترجمہ**) **سوال**:۔علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، کہ ایک مسجد اہل محلّہ کے متفرق ہو جانے سے ویران ہوگئی ہے، کہ نہ اذان نہ چراغ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسباب منقولہ کو لوگ مال غنیمت شمار کرتے ہیں، حتی کہ اس کا ڈول چٹائی وغیرہ چرالئے گئے، اغلب یہ ہے کہ کوئی چند اسباب منقولہ سے باقی نہیں رہی باقی خود موجود ہے ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کو منتقل کر کے دوسری جگہ جہاں مسجد کی شدید حاجت ہے جدید مسجد بنائے یہ جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی اگر منتقل کر لی گئی تو مسجد ثانی میں نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:. بہتر یہ ہے کہ اس کا سامان محلّہ کے ارباب حل وعقد کے مشورہ سے قریب ترین مسجد میں منتقل کر دیا جائے، اگر یہ سہل نہ ہو تو جدید مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا بھی درست ہوگا، اور مسجد قدیم کا احترام بھی علیٰ حالہ باقی رہے گا، اور مسجد جدید میں نماز ادا ہونا اور اس جگہ میں جو وقف ہو کر باقاعدہ مسجد بنے گی بے شبہ درست ہوگا۔ ردالمحتار میں دلائل موجود ہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

القنیة اھ عالم گیری،[۱] ص ۹۵ /ج ۴/ "تاہم اب جبکہ ان پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو ان کا وہ حکم نہیں جو مسجد کے فرش میں لگے ہوئے کا تھا"لاحرمۃ لتراب المسجد اذاجمع ولہ حرمتہ اذابسط اھ بحر[۲] ص ۲۵۰ /ج ۵/. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۲/ ۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

نئی مسجد اور پرانی مسجد میں نماز

سوال:۔ضلع ۲۴/ پرگنہ کے ایک قصبہ میں تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کی ایک چھوٹی سی جامع مسجد تھی، اور اس میں صرف ۲۰/۲۲/ کے قریب نمازی نماز پڑھتے ہیں، اسکے بعد آج سے تقریباً ایک سو سال قبل ایک زمیندار آدمی نے چاہا کہ یہ مسجد چھوٹی سی ہے مصلیان کا گزارا نہیں ہوسکتا، اس لئے وہ مسجد کے نام پر ایک سو بیگہ دھان زمین اور ایک بالا خانہ وقف کر دیا اور بہت بڑا شاندار پانچ گز والا ہے بجلی اور پنکھے بھی لگوا دیئے ہیں، اور اب اس میں ساٹھ پینسٹھ مصلی نماز پڑھتے ہیں جب وہ مسجد بنائی گئی اس وقت کوئی جھگڑا وغیرہ بھی نہیں ہوا اور سب نے مل جل کر مسجد بنائی اور سب کے سب ملکر آج تک نماز پڑھ رہے ہیں۔

ابھی دو ایک آدمی بتلا رہے ہیں کہ پہلے والی چھوٹی مسجد کا گھر نہیں ہے، اور اس مسجد سے یہ جو نئی مسجد جو کہ تقریباً ۲۵/۳۰/ ہاتھ کے فاصلہ پر ہے مگر وجہ یہ ہے کہ اس چھوٹی سی مسجد کے تینوں طرف قبرستان ہے اس لئے بڑی مسجد اس کے ساتھ (ملاوٹ) ایک ساتھ نہیں لگا سکتے البتہ وہ جگہ

---

[۱] عالمگیری کوئٹہ، ۳۲۴ ج۵ کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی اداب المسجد، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۳۲۲ ج ۱ قبیل باب المیاہ، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص ۱۱۵ باب الحیض و النفاس.

[۲] بحر کوئٹہ، ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۱ ج۵ کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد.

بیکار پڑی ہوئی ہے، تواب چھوٹی مسجد کے بارے میں کیا حکم ہوگا چھوٹی مسجد کے تینوں طرف قبرستان ہے ویسے آج تک سب لوگ اس نئی مسجد میں نماز ادا کرتے چلے آرہے ہیں، لہٰذا اس چھوٹی مسجد کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا میں نے یہ کہا کہ جب مسجد کے اردگرد قبرستان ہے، تب وہ چھوٹی سی جگہ ۲۲/۲۵/ آدمیوں کے نماز پڑھنے کا وہ قبرستان میں لگادینے سے کوئی حرج نہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جوجگہ ایک دفعہ شرعی طریقہ پر مسجد بنادی گئی ہے، اور وہاں اذان جماعت شروع ہوجائے ،تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن جاتی ہے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو جب نئی مسجد بنائی گئی تو اس میں بھی اذان جماعت سب درست ہے پرانی مسجد کا کوئی نشان اب موجود نہیں، لیکن اگر دلیل سے ثابت ہوجائے کہ یہاں سے یہاں تک مسجد تھی تو اب اس کو قبرستان کے کام میں لانے کی اجازت نہیں ، بلکہ اس جگہ کو گھیر کر محفوظ کردیا جائے، تاکہ وہاں مردے دفن نہ ہوں اور اذان نماز سے اس پرانی چھوٹی مسجد کو بھی آباد کیا جائے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۲۵/ ۹۱ھ

[۱] ولوخرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة وبه يفتى، در مختار على الشامى كوئٹه، ص۴۰۶ ج۳ كتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره، شامى زكريا ص۵۴۸ ج۶ المصدر السابق، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل طبع بيروت،

فصل پنجم:- پرانی مسجد کے احکام

پرانی مسجد کو گرانا

سوال:۔ کیا سابق متولی کی اجازت کے بغیر مسجد گرائی جائے، عندالشرع جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کیوں گرائی ہے، کیا پرانی ہوگئی تھی، یا جگہ ناکافی تھی یا کوئی اور بات ہے اس کو صاف صاف لکھا جاوے، تب جواب ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پرانی مسجد کو گرا کر نئی تعمیر کرنا

سوال:۔ (۱) کسی محلّہ میں ایک مسجد جس کی دیواریں اور محراب پختہ ہیں، اور اس کی چھت اسپلٹو کی مگر کثرت مصلی کی وجہ سے اہل محلّہ نے ایک اور حصہ اس کے متصل بڑھا دیا جس کی تھونیاں لوہے کی ہیں، اور بھونچال کی وجہ سے مسجد قدیم کی دیواریں پھٹ گئیں، اب یہ محلّہ والے چاہتے ہیں کہ دونوں کو توڑ کر ایک پختہ مستحکم بڑی مسجد بناویں تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ "**وفی الجزء الثانی من البخاری[1] عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما ان المسجد کان علیٰ عھدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مبنیاً باللبن وسقفہ الجرید وعمدہ خشب النخل فلم یزدفیہ ابوبکر شیئاً وزاد فیہ عمروبنا ہ علیٰ بنیانہ فی عھدرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باللبن والجرید واعاد عمدہ خشباً**

[1] بخاری شریف ص ۶۴ ج ۱ کتاب الصلاۃ، باب بنیان المسجد، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

E:\f.m.Fainal\Jild-21\ Purani Masjid ke Ahkam

ثم غیرہ عثمان فزاد فیہ زیادۃ کثیرۃ وبنیٰ جدارہ بالحجارۃ المنقوشۃ والقصۃ وجعل عمدہ من حجارۃ منقوشۃ وسقفہ بالساج قولہ ثم غیر عثمان“ سے اخیر تک کس بات کا مؤید ہے۔

(۲) اگر کسی کچی مسجد یا نیم پکی مسجد کو استحکام اور مضبوطی کے واسطے توڑ کر اہلِ محلّہ پختہ مسجد بنانا شروع کردیویں پھر رفتہ رفتہ چندہ وصول کرکے مسجد کے کل کام کو پورا کرتے رہیں، اور نماز پنجگانہ وغیرہ اس کے قریب یا بعید دوسری جگہ ادا کرتے رہیں، تو اس طرح مسجد بنوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) فی الکبریٰ مسجد مبنی ارادرجل ان ینقضہ ویبنیہ ثانیا احکم من البناء الاول لیس لہ ذٰلک لانہ لاولایۃ لہ کذافی المضمرات وفی النوازل الا ان یخاف ان ینھدم ان لم یھدم کذافی التتار خانیہ وتاویلہ اذالم یکن البانی من اھل تلک المحلۃ واما اھل المحلۃ فلھم ان یھدمواویجددوا بنائہ ویفرشوا الحصیر ویعلقوا القنادیل لکن من مال انفسھم امامن مال المسجد فلیس لھم ذٰلک الا بامر القاضی کذافی الخلاصۃ فتاویٰ عالم گیریہ[۱] اس عبارت سے نفس سوال کا جواب اور حدیث شریف کا محمل وفقہ سے تطابق واضح ہوگیا۔

(۲) مستحکم مسجد بنانے کا حکم تو نمبر ا رسے معلوم ہوگیا اور بصورت جواز مسجد بناتے وقت جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے مقام پر نماز پڑھنا مسجد بنانے میں مخل نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ کوئٹہ ۴۵۷/ج ۲/ کتاب الوقف،الباب الحادی عشر فی المسجد، شامی زکریا ص ۵۴۶ ج ۶ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، المحیط البرھانی ص ۱۲۷ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعہ المجلس العلمی ڈابھیل.

پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد بنانا

سوال:۔ یہاں پر ایک پرانی جامع مسجد تھی، عوام الناس نے ملکر اس کو چھوڑ کر اس کے ساتھ ۱۲/ گز کے فاصلہ پر عمدہ جامع مسجد بنائی، درمیان پرانی جامع مسجد کے اور نئی کے صرف سڑک ہے جو تقریباً ۱۲/ گز کی ہوگی، سڑک سے بائیں جانب پرانی مسجد ہے، اور داہنی طرف نئی جامع مسجد ہے، تقریباً ۹/ برس تک نئی جامع مسجد میں نماز ہو چکی ہے، اس وقت بعض علماء نے فتویٰ دیا کہ نئی مسجد، مسجد نہیں ہے، پرانی جامع مسجد میں نماز پڑھنا چاہئے، اس لئے لوگوں نے یعنی عوام الناس نے اس نئی مسجد کو چھوڑ کر پھر دوبارہ جامع مسجد میں نماز پڑھنا شروع کر دیا، شرعاً کوئی ایسی وجہ نہ تھی کہ پرانی جامع مسجد کو چھوڑ کر مثلاً جگہ بھی تھی یعنی مسجد کے پیچھے جگہ مسجد کے لئے تھی گو داہنی جانب سڑک تھی، اور بائیں طرف کسی کا گھر تھا، اور سامنے اور پیچھے جگہ تھی، جب پرانی مسجد میں نماز دوبارہ پڑھنی شروع ہوئی تو بعض عالموں نے فتویٰ دیا کہ مسجد نئی اتفاق سے بنی ہوئی ہے، یہی مسجد ہے اور اس میں نماز جائز ہے، پرانی مسجد کے جائز کرنے والوں نے عالمگیری[1] ص۴۴۳/ ج۲/ متولی مسجد "**جعل منزلاً موقوفاً علی المسجد مسجداًوصلی الناس فیه سنین ثم ترک الناس الصلوٰة فیه فاعید منزلاً جاز لانه لم یصح جعل المتولی ایاه مسجداً**" دکھلایا تو اس کے جواب میں نئی مسجد کے جائز کرنے والوں نے جواب دیا کہ یہ مسجد کے وقف میں ہوا اور یہاں ایسا نہیں ہے، پھر ان کو کہا گیا کہ انتقالِ مسجد ایسی صورت میں جائز نہیں، انہوں نے کہا جائز ہے، برائے مہربانی مطلع فرمائیں، کہ آیا نئی مسجد، مسجد ہے یا نہیں؟ اور انتقال مسجد ایسی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کا اطلاق کتب فقہ میں جامع مسجد پر آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس تمام تحریر میں پہلی مسجد کو چھوڑنے اور دوسری مسجد بنانے کی وجہ بیان نہیں کی کہ آخر ایسا

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۴۵۶ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد.

کیوں کیا، اگر پرانی مسجد میں جگہ موجود تھی، پھر اس کے مقابلہ یا محض نام ونمود وشہرت وفخر کے لئے دوسری مسجد بنائی گئی ہے تو اس کا بنانا درست نہ تھا، اس کے بنانے سے ثواب نہیں ہوگا، "**وقیل کل مسجد بنی مباهاة اوریاء وسمعة اولغرض سواء ابتغاء وجه الله تعالیٰ اوبمال غیرطیب فهولا حق بمسجدالضرار قال صاحب الکشاف وعن عطاء لما فتح الله الامصار علیٰ ید عمرؓ امرالمسلمین ان یبنوا المساجدوان لایتخذوافی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه، هذا الفظه فالعجب من المشائخین المتعصبین فی زماننا یبنون فی کل ناحیة مساجد طلباً للاسم والرسم واستعلاء لشانهم واقتداء بابٰائهم ولم یتاملوا مافی هذه الایة والقصة من شناعة حالهم وسوء افعالهم** اھ الاکلیل[1] ص ۲۸۴ رج ۴ر تاہم وہ جبکہ با قاعدہ مسجد بن گئی تو وہ شرعی مسجد ہے اس میں نماز درست ہے اگر کسی اوروجہ سے نئی مسجد بنائی گئی ہے تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی اوروجہ ترجیح نہ ہوتو مسجد قدیم میں نماز افضل ہے لیکن کسی مسجد کو بلا وجہ معطل کرنا شرعاً درست نہیں[2] نماز وجماعت دونوں میں ہونی چاہئے، اور جس کے قریب جو مسجد ہووہ وہاں نماز پڑھے، جامع مسجد پر کتب فقہ میں مسجد کا اطلاق بطریق اوّل آتا ہے، وہاں نماز کی کیفیت پانچ سونماز کے برابر حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے[3] اور جامع مسجد میں اعتکاف کی

---

[1] کشاف بیروت، ص ۲۱۴ ج ۲، سورۂ توبہ تحت آیت ۱۰۷ تفسیرات احمدیہ ص ۳۱۲ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، روح المعانی ص ۱۳ ج ۱۱ مطبوعہ مطصفائیہ دیوبند.

[2] ومن اظلم ممن منع مساجد لله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها سورۂ بقرہ آیت ۱۱۴ .

[3] عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوٰة الرجل فی بیته بصلوٰة وصلاته فی مسجد القبائل، بخمس وعشرین صلاة وصلاته فی المسجد الذی یجمع فیه بخمس مأة صلاة الحدیث ابن ما جه ص ۱۰۲ ما جاء فی قیام شهر رمضان، ماجاء فی الصلاة فی المسجد الجامع، مطبوعه اشرفی دیوبند، مشکوٰة ص ۷۲ باب المساجد، الفصل الثالث، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، کنز الاعمال ص ۵۵۴ ج ۷ الباب الرابع فی صلاة الجمعة، الفصل الاول فی الترغیب فیها، مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت.

فضیلت کتب فقہ میں صراحۃ مذکور ہے[۱] "واختلفوا هل الافضل مسجد حيه ام جماعة المسجد الجامع وان استوىٰ المسجد ان فاقدمهما افضل فان استويا فاقربها،[۲] اهـ طحطاوی، ص ۱۵۶ ، عبارت عالمگیری سے صورتِ مسئولہ کو کوئی تعلق نہیں، اس سے استدلال بالکل بے محل ہے اور مجیب نے اس کا جواب صحیح دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲ /ربیع الثانی ۶۷ھ

پرانی مسجد کو گرا کر نئی مضبوط مسجد تعمیر کرنا

سوال:۔شہر کی جامع مسجد قدیم زمانہ کی ہے اور چھوٹی ہے اب اس کو از سرِ نو بنانے کا ارادہ ہے تا کہ مسجد بڑی ہو سکے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس کو گرا نہیں سکتے صرف آس پاس سے بڑھا سکتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اس کو شہید کر کے از سرنو بنایا جائے، اس پر شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پوری مسجد کی قدیم عمارت جبکہ وہ پختہ اور مضبوط ہو شہید نہ کریں، بلکہ موقع کے مناسب آگے پیچھے دائیں بائیں سے حسب صوابدید اس میں اضافہ کرلیں، لیکن اگر مسجد قدیم کے بانی اور اب جدید بنانے والے سب ایک ہی محلّہ کے لوگ ہیں، تو ان کو حق ہے کہ تمام مسجد کو از سرنو تعمیر کرلیں، "مسجد مبنى ارادرجل ان ينقضه ويبنيه (ثانيا) احكم (من البناء الاول)

---

[۱] واما افضل الاعتكاف ففى المسجد الحرام ثم فى مسجده صلى الله عليه وسلم ثم فى المسجد الاقصى ثم فى الجامع، شامی زكريا ص ۴۲۹ج۳ باب الاعتكاف، تبيين الحقائق ص ۳۵۰ج ۱ باب الاعتكاف، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگیری كوئٹه ص ۲۱۱ ج ۱ الفصل السابع فى الاعتكاف.

[۲] طحطاوى على المراقى، مطبوعه مصطفىٰ البابى الحلبى بمصر، ص ۲۳۲، باب الامامة، كتاب الصلوة، شامی زكريا ص ۴۳۲ج۲ باب ما يفسد الصلاة، مطلب فى افضل المساجد، حلبى كبير ص۶۱۳ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور.

لیس له ذلک لانه لاولایة له (کذافی) المضمرات (وفی النوازل) الاان یخاف ان ینهدم ان لم یهدم کذافی التتارخانیه وتاویله اذالم یکن البانی من اهل تلک المحلة واما اهلها فلهم ان یهدمواویجددوابنائه(شامی کراچی ،ص۳۵۷، ج۴، کتاب الوقف"۔[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۲/۲۹ھ

قدیم مسجد کو منہدم کرنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ میں ایک قدیم مسجد منہدم کردی گئی، اور دوسری مسجد اس کے پاس بنائی گئی جو عرصہ بیس سال سے آباد ہے، اور پہلی جگہ ویران غیر آباد ہے تو اس قدیم مسجد کو دوکانیں بنا کر کرایہ پر دینا اور اس کو جدید مسجد کے کام میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہاں مسلمان موجود ہیں تو اس کو بھی آباد کریں، یہ طریقہ جائز نہیں تھا کہ اس کو منہدم کردیں، تب دوسری جگہ مسجد بنائیں، ایسا کرنے والے گنہگار ہوئے، اب پرانی مسجد کی جگہ دوکانیں نہ بنائیں، بلکہ وہاں بھی اذان وجماعت شروع کردیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۵ھ

۱؎ شامی زکریا ص۵۴۶ ج۶، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۷ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

۲؎ ومن اظلم ممن منع مساجداللّٰه ان یذکر فیهااسمه وسعیٰ فی خرابها (سورہ بقرہ، پارہ۱/ آیت۱۱۴)

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے (بیان القرآن) قال البیضاوی تحت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پرانی مسجد کو آباد کرنا

سوال:۔ میں نے تعمیر مکان کے لئے زمین خریدی، اس زمین کے احاطہ میں ایک گوشہ میں ایک قطعۂ زمین ۶/فٹ لمبی ۱۵/فٹ چوڑی مسجد کے نام سے گھری ہوئی ہے، دیواریں تین فٹ سے زائد اونچی ہیں، اور لوگ بتلاتے ہیں کہ کسی وقت یہاں نماز ہوا کرتی تھی، مگر سالہا سال سے اس میں اذان اور نماز قطعاً موقوف ہے، اس محلّہ میں دو مسجدیں اور ہیں جہاں باقاعدہ نماز واذان پنجگانہ ادا ہوا کرتی ہے، تو اس زمین کو فروخت کر کے محلّہ کی دوسری مسجد میں اس کے روپے کو لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا پھر مسجد کے نام سے ہی باقی رکھا جائے، یا اس کی تعمیر ضروری ہے؟ یا اس میں نماز ادا کرنا ہی ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب یہ معلوم ہے کہ نماز ادا ہوا کرتی تھی، اور اس کی ہیئت بھی بتاتی ہے کہ یہ قطعۂ زمین جداگانہ ہے کسی کے مکان کا جزو نہیں ہے اور تین فٹ سے زائد اونچی دیواروں سے گھیرا ہوا ہے، اور کوئی ملک کا مدعی نہیں، اس لئے اس کو فروخت نہ کیا جائے، اگر اس کی تعمیر کے اہل محلّہ میں گنجائش نہیں تو بغیر تعمیر ہی وہاں اذان ونماز وجماعت کا انتظام کیا جائے، آہستہ آہستہ اس کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قوله تعالیٰ "وسعیٰ فی خرابها " بالهدم او التعطیل (بیضاوی شریف ، مطبوعه دارالفکر ،ص۳۸۶/ج۲) ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الإمام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتی الدر المختار مع الشامی کراچی ص۳۵۸ج۴ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۵۹۵ج۲ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ[1] اگلے صفحہ پر)

پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جانا

سوال:۔ ایک مسجد جوتقریباً عرصہ سوسال سے قائم ہے جس میں نماز پنجگانہ و جمعہ ادا کرتے چلے آئے ہیں، مگر ایک رئیس صاحب نے دوسری مسجد بنوا کر اول کے نمازیوں کو بہکانا شروع کر دیا ہے، کہ جس کے اثرات سے اکثر نمازی اب مسجد ثانی میں نماز ادا کرتے ہیں، لہٰذا بہکانے والوں کو کیا کہا جائے گا، اور ایسے نمازیوں کی نماز کیسی ہوگی؟ اور مسجد ثانی حکم میں مسجد کے ہوگی یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد ثانی بنوانے کے اسباب کیا ہیں، اگر مسجد اول میں جگہ کی قلت اور نمازیوں کی کثرت ہے تو مسجد ثانی یقیناً مسجد ہے، اور ایسی حالت میں نمازیوں کی نماز میں کوئی اشکال نہیں ہے[۱] البتہ نمازیوں کو بہکانا برا ہے، بہتر یہ ہے کہ جس نمازی کے قریب جو مسجد ہو اس میں نماز پڑھے تاکہ دونوں مسجد آباد رہیں[۲] اگر کسی اور سبب سے دوسری مسجد بنوائی گئی ہے، تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۳/شعبان ۶۱ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [۱] مَنْ بَنیٰ لِلّٰہ مَسْجِداً بَنیٰ اللّٰہ لہٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ (الحدیث) مشکوٰۃ شریف ص۶۸ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، دار الکتاب دیوبند، مسلم شریف ص۲۰۱ ج۱ کتاب المساجد، باب فضل بناء المسجد والحث علیھا، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند.

ترجمہ:۔ جوشخص اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مکان بنادیتے ہیں۔

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] قال علمائنا لایجوز ان یبنی مسجدا لی جنب مسجد الا ان تکون المحلۃ کبیرۃ فلایکفی اھلھا مسجد واحد فیبنی حینئذ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی مطبوعہ بیروت، ص۱۷۵/ج۴/ الجزء الثامن، تحت قولہ تعالیٰ، والذین اتخذوا مسجدا ضرارً سورۂ براءۃ آیت:۱۰۷، الخ،

[۲] إن استوی المسجدان فاقدمھما افضل فان استویا فاقربھما، طحطاوی علی المراقی مصری ص۲۳۲ باب الامامۃ، حلبی کبیر ص۶۱۳ فصل فی احکام المسجد، طبع لاھور، الدر مع الشامی کراچی ص۶۵۹ ج۱ مکروھات الصلوۃ مطلب فی افضل المساجد.

فصل ششم:- توسیع مسجد کے احکام

مسجد کی توسیع

سوال:۔ تعمیر مسجد کے بارے میں مسجد کن کن وجوہات کی بنا بر باندھنی لازم ہوگی

(۱) سوسال پرانی مسجد آبادی کے لحاظ سے بالکل تنگ ہورہی ہے۔

(۲) پرانی مسجد کے چاروں طرف بڑھانے کی جگہ نہیں بلکہ دو جانب ہی بڑھا سکتے ہیں۔

(۳) مسجد عین پبلک راستے کے کنارہ پر واقع ہے جسکے سبب بعض دفعہ مسجد کے پائے کو بیل گاڑی کے پہیوں کی ٹھوکریں لگ جاتی ہیں، گاڑیوں کی وجہ سے مسجد میں دھول ہی دھول ہوجاتی ہے۔

(۴) پرانی مسجد کے آگے اتنا بڑا صحن نہیں ہے کہ حصار کمپاؤنڈ بنا سکیں تا کہ سامنے جو جزل سڑک روڈ پر سے وضو کرتے وقت نامحرم اور ہر مذہب کی عورتیں گزرتی ہیں ان پر نظر نہ پڑے جس کی وجہ سے وضو میں خرابی ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر بستی والوں کی تکلفیں دور کرنے کی خاطر قریب ہی پرانی مسجد ویسی ہی رکھ کر دوسری مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ پرانی مسجد کو دینی مدرسہ کیلئے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمازی زیادہ ہیں اور مسجد میں نہیں سما سکتے تو مسجد کو بڑھا لیا جائے، جس طرف سے بھی جگہ ملے جگہ لیکر مسجد کو وسیع کرلیا جائے،[1] اگر گنجائش نہ ہوتو حسب ضرورت

---

[1] ولو ضاق المسجد على الناس وبجنبه ارض لرجل تؤخذ ارضه بالقيمة كرها ولو كان بجنب المسجد ارض وقف على المسجد فارادوا أن يزيدوا شيئاً فى المسجد من الارض جاز ذلک بامر القاضى، بحر کوئٹه ص ۵/۲۵۶، فصل فى احكام المساجد، هنديه کوئٹه ص ۲/۴۵۶، كتاب الوقف الباب الحادى عشر فى المسجد، الدر مع الشامى كراچى ص ۴/۳۷۹ كتاب الوقف، مطلب فى جعل شىء من المسجد طريقاً.

مناسب موقع پر دوسری مسجد ہی تعمیر کرلی جائے، اس طرح کہ ایک مسجد کے امام کی آواز دوسری مسجد کے امام کی آواز سے نہ ٹکرائے اور خلل پیدا نہ ہو،[۱] اور دونوں نئی پرانی مسجدیں حسن وخوبی سے آباد رہیں۔

شرعی مسجد کو مستقلاً کسی دوسرے کام مثلاً تعلیم وغیرہ کے لئے تجویز ومخصوص کردینا جائز نہیں ہے، وہ ہمیشہ کیلئے مسجد ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

توسیع مسجد کی ایک صورت

سوال:۔ کشمیر میں ایک قصبہ توپیاں کے نام سے واقع ہے، اسی قصبہ میں اہل اسلام کی ایک جامع مسجد ہمیشہ سے آباد ہے، امتدادِ زمانہ سے یہ مسجد نہایت خستہ ہوگئی تھی، اور رمضان شریف کے جمعہ میں نمازیوں کے لئے غیر مکتفی تھی، علاقہ بھر کے مسلمان نمازی نہیں سما سکتے تھے، لہٰذا مقامی لوگوں نے اس مسجد کو وسعت کے ساتھ تعمیر نو کرنے کے متعلق فیصلہ کرلیا، مگر سوائے حصہ مغرب کے کسی طرف میں توسیع کی گنجائش نہ تھی، صرف جہت مغرب میں اس مسجد کا خرد برد مقبوضہ رقبہ زمین واقع تھا، لہٰذا مسجد کو اسی جہت آگے بڑھانے کا مشورہ پاس ہوگیا، کشمیر میں شاہان مغل کے انداز میں تعمیر کے مطابق جامع مسجد کی بھی ایک ساخت ہوتی ہے، اسی کے مطابق تعمیر جدید کا نقشہ مرتب ہوگیا کہ سابقہ مسجد کا چوتھا حصہ جہت مغرب سے تعمیر جدید میں شامل ہوگیا، باقی تین حصہ مسجد ہذا کے

---

[۱] لمافتح اللّٰہ تعالیٰ الامصار علی ید عمررضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ امرالمسلمین ان یبنوا المساجد وان لایتخذ وافی مدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ (کشاف، بیروت، ص ۲۱۴/ ج۲/ تحت قولہ تعالیٰ والذین اتخذو امسجداً ضراراً الخ روح المعانی ص ۲۱ ج ۱۱ سورۂ براءۃ آیت ۱۰۷ طبع مصطفائی دیوبند)

[۲] ولوخرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجداً عندالامام والثانی ابداً الی قیام الساعۃ (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۸/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیرہ) بحر کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النھر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

صحن کی صورت میں احکام میں مسجد بغیر بام رہ گئے، یعنی جدید تعمیر کو اگر چار حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو اس کے تین حصہ مغربی طرف کے مذکورہ مسجد پر واقع ہوئے ہیں، اور باقی چوتھا حصہ سابقہ مسجد کے رہنے سے پورا ہوجاتا ہے، اب جہت مشرق کو جو اصل مسجد کے تین حصہ کی زمین ہے وہ اب بغیر بام مسجد بصورت صحن بغیر کسی انفصال کے محفوظ وموجود ہے اس میں ہی بادل برف وبارش نہ ہونے کے وقت پر نوافل وفرائض کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اس صحن میں بے غسل وبے ضو داخل ہوجانے کا کوئی امکان نہیں ہے، بدستور مسجد جامع کا اطلاق دونوں پر کیا جاتا ہے، دروازہ مشرقی خاص اسی زمین پر بنا ہوا ہے، جس پر قدیم دروازہ تھا نقشۂ دیوار استفتاء سے واضح ہوجائیگا، یہ تعمیر مسجد جامع ہذا بموجب شریعت اسلام جائز ہے، اگر ناجائز ہے تو مسئلہ **"ویجوز جعل المسجد رحبة والرحبة مسجداً"** کا کیا مفہوم ہے، یہ عمل تعمیر مسجد جو یہاں کے اہل اسلام نے کیا ہے اس میں ثواب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تصرف واقف یا بانی یا اکثر ارباب حل وعقد کے مشورہ سے کیا گیا ہے اور اس سے مسجد کی مسجدیت یا اور کوئی مصلحت فوت نہیں ہوتی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بوقت ضرورت شرعاً ایسا تصرف جائز ہے اور باعث اجر وثواب ہے، **"فی الکبریٰ مسجد اراداهله ان یجعل الرحبة مسجداً اوالمسجد الرحبة وارادوا ان یحد ثواله باباً وارادوا ان یحولواالباب عن موضعه فلهم ذٰلک فان اختلفوا نظرایهم اکثر وافضل فلهم ذٰلک کذافی المضمرات "فتاویٰ عالمگیری** [۱] ص ۴۵۶ / ج ۲ /) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح سعید احمد غفرلہٗ...... صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[۱] ہندیه کوئٹه ص ۴۵۶ ج ۲ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الاول شامی کراچی ص ۳۷۸ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقاً **(بقیه اگلے صفحه پر)**

مسجد کی تنگی کی وجہ سے توسیع

سوال:۔ موضع اچھ بل محلّہ ملک پورہ سوپور کشمیر میں ایک مسجد ہے جونمازیوں کیلئے ناکافی وتنگ ہے، اہل محلّہ اس مسجد کوشہید کر کے ازسرے نوبنانا چاہتے ہیں، مگر مغرب ومشرق کی جانب میں قبرستان ہے اور بطرف شمال مسجد کے ساتھ ایک زیارت ہے جس میں ایک ولی مدفون ہیں، بطرف جنوب سیڑھی کے ساتھ ایک میت مدفون ہے، یہ میت تقریباً بیس سال سے مدفون ہے، اس کے علاوہ اس کی طرف جگہ کافی ہے اگر مسجد شریف کوجنوب کے جانب بڑھایا جائیگا، تو یہ قبر مسجد کے نیچے آئے گی نیز دوسرے محلّہ والے اپنے دور ہونے کا عذر بھی کرتے ہیں، اب دونوں محلّہ داران اس مسجد کوشہید کر کے دوسری مسجد لیکر ازسرنو بنانا چاہتے ہیں، کیا ازروئے شریعت یہ جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مسجد میں جگہ تنگ ہونے کی بناء پر دوسری جگہ مسجد بنانے کیلئے اس مسجد کوشہید کرنا اوراس کی قیمت سے دوسری جگہ خریدنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اگراس مسجد میں جگہ کم ہے، نمازی اس میں نہیں سماسکتے اورآس پاس جگہ خالی نہ ہونے کی وجہ سے اس میں توسیع ہی نہیں کی جاسکتی، تو دوسری جگہ مسجد بنانے کیلئے مستقلاً انتظام کیا جائے، اس مسجد کوفروخت نہ کیا جائے اسکی کسی طرح اجازت نہیں [۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) بزازیه علی الهندیه کوئٹه، ص۲۶۸ ج۶ الرابع فی المسجد وما یتصل به.

(**صفحہ ہذا**) [۱] ولوخرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتی فلایعود میراثاً ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد اخر سواء کانوا یصلون فیه اولا، درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره، بحر کوئٹه ص ۲۵۱ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

مسجد کی توسیع چاروں طرف سے

سوال:۔ مسجد کے چاروں طرف لوگوں نے قبرستان بنالیا ہے، اب مسجد تنگ ہوگئی ہے اوراس کو چاروں طرف سے بڑھانا ہے تو مسجد کو چاروں طرف سے بڑھا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

موجودہ مسجد میں اگر تنگی ہو تو آس پاس چاروں طرف سے حسب مصالح توسیع کرنا درست ہے، اگر زمین مسجد کی نہ ہو تو خریدی جا سکتی ہے[۱]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

توسیع مسجد کیلئے پڑوسی کی زمین لینا

سوال:۔ دکھن طرف مکان اوراتر طرف مسجد ہے، مسجد کا دروازہ پورب کی طرف ہے، مکان اور مسجد کے درمیان زمین افتادہ ۲۴۰/ ہاتھ پڑی ہے، دکھن جس کا مکان ہے اس کا صحن بھی اسی طرف ہے وہ مکان والا چاہتا ہے کہ مکان بنائے اور ایک شخص نے وہ زمین چھ ہاتھ چھوڑ کر مسجد کیلئے خرید کر چھوڑ دیا جس کا اس کو اقرار ہے، تو اب مکان بنانے کے لئے کسی کو دی جائے تو جائز ہے یا نا جائز ہے؟ مسجد کے بڑھانے کا ارادہ پہلے سے تھا، پڑی ہوئی زمین وقف ہوئی یا نہیں؟ جواب مدلل حوالہ عبارت عنایت ہو؟

---

[۱] تؤخذ ارض بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمة کرھا ، ولو ضاق المسجد وبجنبه ارض وقف علیه اوحانوت جاز ان یؤخذ ویدخل فیه، درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۷۹/ ج ۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقا، بحر کوئٹه ص ۲۵۶ ج۵ فصل فی احکام المساجد، هندیه کوئٹه ص ۴۵۶ ج ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس شخص نے خرید کر مسجد کیلئے وقف کردی ہے تو وہ مسجد کی زمین ہے، کسی دوسرے شخص کو مکان کے لئے مفت یا قیمتاً دینا جائز نہیں، "**الوقف اذاتم ولزم لا یملک ولایملک** اھ درمختار[1]، ص ۳۶۷/ج ۳/مطبوعہ نعمانیہ دیوبند۔

جو زمین خرید کر وقف نہیں کی وہ مسجد کی نہیں اس میں مالک کو تصرف کا اختیار ہے لیکن اگر مسجد میں تنگی ہو اور اس کے بڑھانے کی ضرورت ہو تو مالک سے قیمتاً لے لی جائے، اگرچہ مالک فروخت کرنے پر رضا مند نہ ہو "**ولوضاق المسجد علی الناس وبجنبه ارض تؤخذ ارضه بالقیمة کرهاً کذافی فتاویٰ قاضی خان** اھ عالم گیری، ص ۴۵۶/ج ۲/[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۵/۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۶/ج ۱/۶۶ھ......صحیح عبد اللطیف ۶ ج ۱/۶۶ھ

توسیع مسجد کے لئے برآمدہ کو مسجد میں داخل کرنا

سوال:۔ ۱۹۴۶ء میں ایک مسجد بناتے وقت میں نے یہ نیت کی کہ یہ مسجد دروازہ تک ہے، یہ مسجد کا حصہ ہے اور یہ باہر کا حصہ ہے، جس کو برآمدہ کہتے ہیں، یہ مسجد سے باہر ہے مسجد نہیں، میں مسجد کی تعمیر کرنے والا تھا، آج ۳۹/سال ہوئے، اب جماعت کے چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ مسجد کا

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج ۴/ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، بحر کوئٹہ ص ۲۰۵ ج ۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[2] عالمگیری مطبوعه مصر، ص ۴۵۶/ ج ۲/ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد، بحر کوئٹه ص ۲۵۶ ج ۵ فصل فی احکام المساجد، در مختار مع الشامی کراچی ص ۳۷۹ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقاً.

برآمدہ (جو باہر کا حصہ ہے) کو مسجد میں شامل کردو، کیا یہ ہوسکتا ہے؟ مسجد میں کچھ کمی نہیں، بہت جگہ ہے، بلاضرورت کرنا چاہتے ہیں، ایک شخص کہتا ہے کہ اگر باہر کا حصہ مسجد میں داخل کرلیا جائے، تو معتکف برآمدہ میں ٹہل سکتے ہیں، اور باہر کیا ہورہا ہے دیکھے اور ہواخوری کرے، جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

محض اس مقصد کے لئے کہ معتکف اعتکاف میں رہتے ہوئے باہر کی چیزیں دیکھ لیا کریں، مسجد کی توسیع کی ضرورت نہیں، لہٰذا جو حصہ باہر کا ہے، اس کو باہر ہی رہنے دیا جائے، مسجد میں داخل نہ کیا جائے، ہاں اگر مسجد میں اتنی تنگی ہے کہ نمازی نہ آسکتے ہوں تو آپس کے مشورہ سے وہ حصہ داخل کرلیا جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۴۰۶ھ

مسجد کے متصل جگہ کو مسجد میں داخل کرنا

سوال:۔ (۱) مسجد سے ملی جلی شروع سے بنام مدرسہ الگ سے ایک جگہ متعین ہے کیا اس جگہ کو مسجد میں شامل کرکے مدرسہ چلایا جاسکتا ہے، اور بسا اوقات نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے

---

[1] مسجد اراد اهله أن يجعلوا الرحبة مسجد او المسجد رحبة وارادوا أن يحدثوا له بابا وارادوا أن يحولوا الباب عن موضعه فلهم ذالک فان اختلفوا نظر ايهم اكثر وافضل فلهم ذالک، هنديه كوئٹه ص۲۵۶ ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، شامى كراچى ص۳۷۸ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى جعل شىء من المسجد طريقا، بزازيه على الهنديه كوئٹه ص۲۶۸ ج۶ الرابع فى المسجد وما يتصل به.

ولوضاق المسجد على الناس وبجنبه ارض لرجل توخذ ارضه بالقيمة كرهاً كذافى فتاوىٰ قاضى خاں (فتاوىٰ عالمگيرى، مصرى، ص۴۵۶/ ج۲/ كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر فى المسجد الفصل الاول.

پر مذکورہ بالا جگہ میں امام صاحب مسجد ہی کی امامت میں باجماعت نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر وہ جگہ کسی کی مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے مسجد میں شامل کرنا درست ہے، اگر جداگانہ (وقف) ہے مدرسہ کے لئے تو اس کو مسجد میں شامل نہ کیا جائے[۱] اگر مسجد کیلئے وقف ہے تو آس پس کے مشورہ سے حسب ضرورت مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے[۲] مجمع زیادہ ہونے کے وقت اگر وہاں تک صفوف متصل ہیں تو امام کی اقتدا میں وہاں نماز درست ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہُ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ

مسجد کے قریب کی جگہ کو مسجد کے لئے لینا

سوال:۔(۱) زید اور عمر مسجد کے منتظم ہیں پس پشت مسجد کے ایک اراضی دیگر شخص کی ملکیت ہے زید اور عمر اپنے اثر اور دباؤ سے اس پر اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کا مالک کسی طرح بھی اس اراضی کو مسجد کو دینے کے لئے تیار نہیں تو ایسی حالت میں قبضہ جائز ودرست ہے۔

---

[۱] اتحدالواقف والجهة جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه وان اختلف احدهما بان بنىٰ رجلان مسجدين اورجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافالا يجوز له ذلك (درمختار مع الشامي كراچى، ص۳۶۰/ج۴/ كتاب الوقف فى نقل انقاض المسجد، بحر كوئٹه ص۲۱۶ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ ج۲ كتاب الوقف، طبع بيروت.

[۲] ارض وقف على مسجد والارض بجنب ذلك المسجد وارادواان يزيدوا فى المسجد شيئا من الارض جاز (عالمگيرى،مصرى ،ص۴۵۶/ج۲/ كتاب الوقف الباب الحادى عشر، بحر كوئٹه ص۲۵۶، ج۵، كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، در مختار مع الشامى كراچى ص۳۷۹ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى جعل شيء من المسجد طريقاً.

[۳] يشترط لصحة الاقتداء اتحاد مكان الامام والماموم حكماً (حلبى كبيرى ، ص۵۲۳/فصل فى الامامة ،مطبوعه لاهور، هنديه كوئٹه ص۸۷ج۱ باب الامامة، الفصل الرابع ما يمنع صحة الاقتداء وما لا يمنع مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۲۳۷ باب الامامة.

(۲) کیا اراضیٔ مذکورہ بالا پر غاصبانہ قبضہ کرنے پر زید وعمر کو کچھ ثواب ملے گا۔
(۳) کیا اراضیٔ مذکورہ کو غاصبانہ قبضہ کے بعد مسجد کے کسی بھی کام میں لانا جائز ودرست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد کی تنگی اور نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے توسیع کی ضرورت ہوتو مالک سے مناسب قیمت پر خرید لیجائے [۱] اثر اور دباؤ سے زبردستی قبضہ کرنا غصب اور حرام ہے [۲]
(۲) مظلوم ہونے کی وجہ سے وہ صبر کرے گا تو بہت بڑا اجر وثواب ملے گا [۳] اگر راضی ہوکر مسجد میں دیدے گا تب بھی مستحق اجر ہوگا۔
(۳) غصب کرنا ہرگز جائز نہیں [۴] مسجد کے کسی کام میں لانا جائز نہیں [۵]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۴۰۰ھ

---

[۱] ولو ضاق المسجد على الناس وبجنبه أرض لرجل تؤخذ أرضه بالقيمة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۶ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد، فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف فصل، واذا بنى مسجدا، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى زكريا ص۵۷۷ ج۶ كتاب الوقف مطلب فى جعل شيء من المسجد طريقاً.

[۲] لايجوز لاحدمن المسلمين أخذ مال احد بغير سبب شرعى، هنديه ،كوئٹه ، ص۱۶۷ /ج۲/ كتاب الحدود ،فصل فى التعزير، قواعد الفقه ص۱۱۰ الرسالة الثالثة رقم القاعده ۲۶۹ دار الكتاب ديوبند، شرح المجله ص۶۲ ج۱ رقم الماده ۹۷ اتحاد بكڈپو ديوبند.

[۳] انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب (سورۂ زمر، پاره ۲۳/ آيت ۱۰)
ترجمہ:۔ مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا (بیان القرآن)

[۴] لايجوز التصرف فى مال غيره بلااذنه ولا ولايته(درمختار مع الشامى كراچى، ص۲۰۰/ج۶/ كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون اذن صريح) لا يجوز لاحد أن يتصرف فى ملك غيره بلا اذنه أو وكالته أو ولايته عليه وإن فعل كان ضامناً، شرح المجلة ص۶۱ ج۱ رقم مادة ۹۶ مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند. قواعد الفقه ص۱۱۰ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ضرورت مسجد کیلئے صحن کے درخت کاٹ دینا

سوال:۔ایک شخص نے کچھ زمین مسجد کے لئے وقف کی،متولی نے (جبکہ مسجد کی کوئی کمیٹی نہ تھی)اس میں مختلف قسم کے درخت لگا دیئے ہیں اور وہ جگہ مسجد میں شامل کرلی گئی تھی،اب ممبران کمیٹی نے ان درختوں کو اکھاڑ کر موسم سرما میں دھوپ میں نماز پڑھنے کا اہتمام کردیا،کیا یہ عمل درست ہے؟متولی درخت اکھاڑنے پر راضی نہیں،اور قوم اکھاڑنا چاہتی ہے،کیا ان درختوں کو اکھاڑ کر نماز کے لئے جگہ بنائی جاسکتی ہے؟صرف ایک درخت پھلدار ہے،باقی سب بغیر پھل کے ہیں اور ان سے آمدنی کچھ بھی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلياً

مسجد کا صحن نماز کے لئے ہے،وہاں درخت لگانا ہی ٹھیک نہیں الا یہ کہ مسجد کے مصالح کا تقاضہ ہوتو دوسری بات ہے،مثلاً وہاں پانی کا اثر ہوکر وہ درختوں میں جذب ہوسکتا ہے،درمختار اورشامی میں اس کی تصریح ہے،اگر مصالح مسجد کا تقاضایہ ہے کہ صحن کو درختوں سے صاف کردیا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے اس میں کسی کو ضد نہیں کرنی چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الرسالة الثالثة رقم القاعدة ۲۷۰، دار الكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی كتاب الغصب، طبع اشاعة الاسلام دهلی.

۵ اما لو انفق فی ذٰلک مالاخبيثاً اومالا سببه الخبيث والطيب فيكره لان اللّٰه تعالٰى لا يقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله، (شامی كراچی،ص۶۵۸/ ج۱/ كتاب الصلوٰة ،مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة شامی زكريا ص۴۳۱ ج۲ المصدر السابق طحطاوی على الدر المختار ص۲۷۸ ج۱ كتاب الصلوة، مرقاة شرح مشكوٰة ص۲۸۶ ج۳ كتاب البيوع باب الكسب الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئی.

(صفحه هذا) [1] غرس الاشجار فی المسجد لابأس به اذاكان فيه نفع للمسجد بأن كان المسجد ذانزوالاسطوانات لاتستقربدونها وبدون هذا لايجوز وفی الهندية عن الغرائب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کے صحن میں توسیع کے لئے قبر کو داخل مسجد کرنا

سوال:۔ایک مسجد ہے جس کا فرش چھوٹا ہے، اس کی توسیع کی ضرورت ہے جو فرش بنا ہوا ہے اس کے آگے بڑھانے میں ایک قبر پڑتی ہے، کیا شرعاً یہ گنجائش ہے کہ اس قبر پر ڈاٹ لگا دی جائے اور اس کو صحن مسجد میں لے لیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبر مملوکہ زمین میں داخل ہے اور اتنی پرانی ہے کہ اس میں میت بالکل مٹی بن چکی ہے تو مالک کی اجازت سے اس زمین کو مسجد میں داخل کرنا درست ہے، اور قبر کو بالکل ختم کر دیا جائے اس کا کوئی نشان باقی نہ رکھا جائے۔ "جاز زرعه والبناء عليه اذا بلىٰ وصار تراباً اھ درمختار"۔[۱] حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۹/۳/۸۵ھ

جواب صحیح ہے:۔اور اگر قبر مسجد ہی کی زمین میں ہے تو بغیر کسی کی اجازت کے متولی اس کو فرش مسجد میں داخل کر سکتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند ۲۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند ۲۳/۹/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان كان لنفع الناس بظله ولا يضيق على الناس ولا يفرق الصفوف لابأس به وان كان لنفع نفسه بورقه اوثمره اويفرق الصفوف او كان فى موضع تقع به المشابهة بين البيعة والمسجد يكره (شامى كراچى، ص ۶۶۱/ج۱/مكروهات الصلوٰة،مطلب فى الغرس فى المسجد عالمگيرى كوئٹه ص۱۱۰ ج۱ قبيل الباب الثامن فى صلاة الوتر، البحر الرائق كوئٹه ص۳۵ج۲ باب ما يفسد الصلاة، فصل لما فرغ من بيان الكراهة، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص۶۵ ج۱ فصل فى المسجد.

(صفحه هذا) [۱] درمختار مع الشامى كراچى، ص ۲۳۸/ ج۲/ باب صلاة الجنائز، مطلب فى دفن الميت تبيين الحقائق ص۲۴۶ ج۱ باب الجنائز، قبيل باب الشهيد، امداديه ملتان، هنديه كوئٹه ص۱۶۷ ج۱ كتاب الصلاة، الباب الحادى عشر فى الجنائز، الفصل السادس فى القبر.

مسجد میں قبریں شامل کرنا

سوال:۔ایک مسجد کا صحن چھوٹا ہے، پورب کی جانب قبریں ہیں، تو ان قبروں کو برابر کے مسجد میں شامل کر سکتے ہیں، تاکہ زیادہ لوگ آسکیں، اور برابر ہونے کی کیا صورت ہے؟ بعض قبریں پختہ ہیں اور بعض خام ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

قبروں کی زمین مملوکہ ہے یا وقف ہے اور یہ قبریں نئی ہیں یا پرانی کہ میت بالکل مٹی بن چکی ہے، اگر زمین مملوک ہے قبریں بہت پرانی ہیں تو مالک کی اجازت سے اس کو مسجد میں شام کرنا درست ہے اور اگر قبریں اتنی پرانی نہیں تو مسجد میں شامل کرنا درست نہیں کیونکہ اس سے قبروں اور موتیٰ کی توہین ہوتی ہے، نیز موتیٰ کی طرف سجدہ کرنا لازم آئے گا[1] اور اگر زمین وقف ہے اور قبریں پرانی نہیں تب بھی شامل کرنا جائز نہیں ہے[2] اور اگر قبریں پرانی ہو چکیں کہ میت بالکل مٹی بن گئی، نیز وہاں اور مردوں کو دفن نہ کیا جاتا ہو، تو اس کو مسجد میں شامل کرنا درست ہے ”ولو بلیٰ **الميت وصار تراباً جاز دفن غيره وزرعه والبناء عليه** اھ **زيلعی**، ص ۲۴٦/ ج ۱[3]. **قال ابن القاسم لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنیٰ قوم**

---

[1] وكذا تكره فی مقرة ولا بأس بالصلاة فيها إذا كان فيها موضع اعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة ولا قبلته إلى قبر، در مختار مع الشامی كراچی ص ۳۸۰ ج ۱ كتاب الصلاة، مطلب فی اعراب كائنا ما كان، حلبی كبير ص ۳٦٦ كراهية الصلاة طبع لاهور، طحطاوی على المراقی مصری ص ۲۹۰ فصل فی المكروهات.

[2] شرط الواقف كنص الشارع، در مختار مع الشامی كراچی ص ۴۳۳ ج ۴ كتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، بحر كوئٹه ص ۲۴۵ ج ۵ كتاب الوقف، النهر الفائق ص ۳۲۵ ج ۳ كتاب الوقف، طبع بيروت.

[3] زيلعی ص ۲۴٦ ج ۱ باب الجنائز، امداديه ملتان، الدر مع الشامی كراچی ص ۲۳۸ ج ۲ باب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن الميت، هنديه كوئٹه ص ۱٦۷ ج ۱ الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن.

علیها مسجداً لم اربذلک بأساوذٰلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحد ان یملکها فاذادرست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الیٰ المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملکه لاحد فمعنا هماعلیٰ هذاواحد اھ۔عینی[1] شرح بخاری"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مزار کو توڑ کر مسجد میں شامل کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد کے اندر بخاری شاہ صاحبؒ کا مزار ہے وہ اتنا لمبا چوڑا ہے کہ جس کی وجہ سے نماز کے لئے بڑی دقت ہوتی ہے، اور مسجد چھوٹی ہونے کی وجہ سے نمازیوں کو پریشانی ہوتی ہے، تو کیا اس مزار شریف کو کاٹ کر حسب ضرورت چھوٹی قبر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبر کا احترام ضروری ہے، خاص کر کسی بزرگ کی قبر کا لیکن قبر وہی ہے جس میں مردہ ہو، جتنی مقدار قبر کی مردہ سے زائد بنادی جائے وہ قبر نہیں بلکہ مٹی کا ڈھیر ہے، اس کا حکم قبر کی طرح نہیں، پس اگر اتنی لمبی چوڑی ہے کہ مردہ کے قد سے بہت زیادہ ہے تو مقدار زائد کو کاٹ کر ختم کر دینا قبر کی بے حرمتی نہیں ہے، اگر قبر اتنی پرانی ہے کہ میت اس میں باقی نہ رہے بلکہ مٹی بن کر ختم ہو جائے، تو قبر کا حکم بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے، اور اس جگہ حسب ضرورت تعمیر وغیرہ کی بھی اجازت ہوتی ہے[2]، اگر ایسی قبر مسجد میں ہو تو اس جگہ کو صاف کر کے مسجد کے کام میں بھی لایا جا سکتا ہے، لیکن تمام نمازیوں اور سمجھدار لوگوں سے مشورہ کر کے اول اہل محلّہ کو پوری طرح ذہن نشین کرا دیا جائے ایسا نہ ہو کہ مزار

---

[1] عینی ص ۱۷۹/ ج ۲/ الجزء الرابع کتاب الصلوٰۃ، بیان حکم نبش قبور المشرکین. مطبوعه دارالفکر،

[2] جاز زرعه والبناء علیه اذابلیٰ وصارتراباً (درمختار مع الشامی کراچی ،ص۲۳۸/ ج۲/ باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت، تبیین الحقائق ص ۲۴۶ ج ۱ باب الجنائز، امدادیه ملتان، هندیه کوئٹه ص۱۶۷ ج ۱ الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن.

شریف کا کوئی حصہ یا تمام توڑنے سے فتنہ پیدا ہو، اور فساد کی صورت ہو کر مقدمہ بازی کی نوبت آئے، اور موجودہ مسجد بھی خطرہ میں پڑ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۷/۶/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد سے متصل قبروں کو مسجد میں شامل کرنا

سوال:۔ مسجد کی دیوار کے باہر پختہ قبریں بنی ہیں، اور مسلمان مسجد کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں تو کیا قبروں کی اینٹیں نکالکر قبروں کو برابر کر کے مسجد آگے بڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین مملوکہ ہے تو مالک کی اجازت سے اس جگہ کی قبریں برابر کر کے مسجد میں شامل کرنا درست ہے اور ان قبروں کی اینٹوں کو بھی مالک کی اجازت سے مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ قبریں اتنی پرانی ہوں کہ اب ان میں میت موجود نہ ہو بلکہ مٹی بن چکی ہو[1] اگر وہ جگہ قبروں کے لئے وقف ہو تو اس کو مسجد میں شامل کرنا درست نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۵ھ

---

[1] جاز رعه (القبر) والبناء علیه اذا بلی وصار المیت تراباً (زیلعی، مطبوعه ملتان، ص ۲۴۶/ ج ۱/ باب الجنائز) قبیل باب الشهید، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج ۱ کتاب الصلوة، الباب الحادی عشر فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن الخ در مختار مع الشامی کراچی ص۲۳۸ ج۲ باب صلاة الجنائز مطلب فی دفن المیت.

[2] شرط الواقف کنص الشارع، در مختار مع الشامی کراچی ص۴۳۳ ج۴ کتاب الوقف مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹه ص ۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، تبیین الحقائق ص ۳۲۹ ج۳ کتاب الوقف، امدادیه ملتان.

راستہ کا کچھ حصہ مسجد میں داخل کرنا

سوال:۔ مسجد میں جگہ کی تنگی ہے، مسجد کے پیچھے ایک عام راستہ پڑا ہے، اگر مسجد کو کچھ بڑھالیا جائے، تو کسی کو تکلیف نہ ہوگی، سب نمازی اس پر متفق ہیں، مگر ایک شخص نے کچھ مٹی ڈال کر اس پر قبضہ جمار کھا ہے، وہ مخالف ہے، اس حالت میں اگر مسجد کو بڑھالیا جائے تو اس میں نماز ہوجائے گی، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ راستہ کسی کی ملک نہیں، عام لوگوں کے چلنے کے لئے ہے اور مسجد میں تنگی ہے اسکو بڑھانے کے ضرورت ہے، اور اس بڑھانے سے گزرنے والوں کو تنگی اور پریشانی نہیں ہوگی، نہ کسی کا راستہ رکے گا تو مسجد کو بقدر ضرورت بڑھالیا جائے، اگر اس کے لئے کسی کی مملوکہ زمین مسجد میں شامل کرنا چاہیں، وہ بلا قیمت نہ دے تو اس سے خرید کر مسجد میں شامل کرسکتے ہیں **"جعل شئ من الطریق مسجداً لضیقه ولم یضر بالمارین جاز توخذارض بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمة کرهاً اھ درمختار** [۱] **مختصراً ص ۳۸۳/ ج ۳.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۵ھ

کچھ راستہ مسجد میں لینا

سوال:۔ مسجد کے پاس عام راستہ جو پچھم سے پورب کی طرف ہے، اس راستہ کا کچھ حصہ مسجد میں لینا چاہتے ہیں اگر سب کی اجازت نہ ہو اور کچھ کی اجازت ہو تو کیا حکم ہے؟

---

[۱] درمختار مع الشامی کراچی ،مختصراً ،ص ۳۷۷/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقاً، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۵ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، المحیط البرهانی ص۱۲۶ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر راستہ بڑا ہے، کچھ حصہ مسجد میں لینے سے تنگی نہیں ہوگی، تو مشورہ کر کے بقدر ضرورت مسجد میں لے سکتے ہیں، شرعاً اجازت ہے، اس پر سب کو رضا مند ہونا چاہئے، اتنی جگہ نہ لیں کہ راستہ تنگ ہو جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۲/۹۱ھ

امام باڑہ مسجد کے لئے دیدیا اس سے مسجد کی توسیع کرائی گئی وہاں نماز کا حکم

سوال: ۔محلّہ تیراپور شہر گورکھپور میں ایک مسجد کے متصل جانب مشرق ایک امام باڑہ تھا محلّہ کے چھبیس گھر امام باڑہ کے منتظمین تھے، مسجد کی کمی کو دیکھتے ہوئے منتظمین امام باڑہ نے متفقہ طور سے یہ طے کیا کہ امام باڑہ مسجد کو دیدیا جائے، اور اپنے اس فیصلہ کے بعد منتظمین امام باڑہ نے مسجد کے منتظمین سے کہا کہ ہم لوگوں نے امام باڑہ مسجد کو دیدیا ہے، اب آپ لوگ جلد مسجد کی توسیع کر دیں، تاکہ جو تکلیف مصلیوں کو درپیش ہے وہ رفع ہو جائے چنانچہ منتظمین امام باڑہ کے فیصلہ اوران کی اجازت کی بناپر منتظمین مسجد نے توسیع مسجد کا کام شروع کرادیا، اور دو دیواریں بھی مکمل

---

[1] اذابنی قوم مسجدا واحتا جواالیٰ مکان لیتسع فادخلوا شیئاً من الطریق لیتسع المسجد وکان ذلک لایضر باصحاب الطریق جازذلک (بحر ،کوئٹہ ، ص۲۵۵/ ج۵/ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، المحیط البرھانی ص۱۲۵ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الحادی والعشرون فی المساجد، عالمگیری کوئٹہ ص۴۵۶ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد، قاضیخاں علی الھندیة کوئٹہ ص۲۹۲ ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجداً.

ہوگئیں، اب کچھ لوگوں نے یہ اعتراض اٹھا دیا ہے کہ امام باڑہ کی زمین پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ امام باڑہ عام مسلمانوں کا ہے اور عام مسلمانوں نے اجازت نہیں دی، عام مسلمانوں سے معترضین کی مراد یہ ہے کہ مذکورہ امام باڑہ کے جو چھبیس گھر منتظمین کے ہیں، ان کے کسی گھر میں دس افراد کسی گھر میں آٹھ افراد اس طرح گھر میں کچھ نہ کچھ افراد ہیں، ان سب کی اجازت ضروری ہے، حالانکہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے، کہ چھبیس منتظمین گھر کے ہر گھر میں سے کوئی فرد بھی کمیٹی میں شریک ہوگیا اور بالاتفاق کمیٹی نے جو فیصلہ پاس کر دیا تو اس فیصلہ کا ہر شخص پابند ہوتا تھا، کسی گھر کے بقیہ کسی فرد کو انحراف کا حق نہیں ہوتا تھا، آیا اس توسیع شدہ زمین پر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئلہ میں امام باڑہ کو توسیع مسجد کے لئے منتظمین کا متفقہ طور پر دیدینا مصرف کا صحیح تجویز کرنا ہے، وہاں نماز درست ہے معترضین کو اعتراض نہیں کرنا چاہئے، بلکہ وہ اپنا اعتراض واپس لے لیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۲/۸ھ

سڑک کی توسیع میں مسجد کا نصف حصہ دیدینا

سوال:۔ ہمارے یہاں بازار میں لب سڑک ایک مسجد تعمیر شدہ ہے، یہاں کی میونسپلٹی سرکار اس سڑک کو کشادہ کرنا چاہتی ہے، جس کے تحت سڑک میں آدھی مسجد چلی جائے گی، اور آدھی

---

[1] ولو ضاق المسجد وبجنبه ارض وقف عليه اوحانوت جاز ان يوخذ ويدخل فيه وتقييده بقوله وقف عليه اى على المسجد يفيد انها لو كانت وقفا على غيره لم يجز لكن جواز اخذ المملوكة كرها يفيد الجواز بالاولى لان المسجد لله تعالىٰ والوقف كذلک (شامی ،کوئٹه ، ص ۴۲۰/ج۳/ کتاب الوقف ، مطلب فی جعل شئی من المسجد طريقة شامی کراچی ص ۳۷۹ ج۴ البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۶ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی أحكام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۲ ج۳ کتاب الوقف، فصل فی أحكام المسجد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

باقی رہ جائے گی، یہاں کے ایک سیٹھ نے بھی یہ مشورہ دیا ہے کہ مسجد کے شمال کی جانب ہماری جگہ ہے، جتنی جگہ مسجد کی جاتی ہے، وہ روڈ میں دیدو اور اتنی جگہ میں شمال کی جانب دیتا ہوں، تم لوگ شمال کی طرف کشادہ کرلو، اور مسجد کی جنوب طرف سینٹرل گورنمنٹ کے پانی کا پائپ ہے اسکا پلان چوراسی فٹ کشادہ کا ہے، رام سیٹھ کا کہنا ہے کہ میں جو جگہ دیتا ہوں، اسے بڑھا کر بناؤ تو میں یہ مشین دلا دیتا ہوں اور دومنزل یا تین منزل بناؤ، یہاں کے لوگوں نے بہت سے علماء دین سے دریافت کیا ،سبھوں نے جواب دیا کہ جہاں مسجد ایک مرتبہ تعمیر ہوگئی تو اس کو بڑھایا جاسکتا ہے لیکن اس کی جگہ کو چھوڑ کر مسجد کو توڑ کر کم نہیں کیا جاسکتا، اور نہ وہاں سے ہٹایا جاسکتا ہے، یہ بات بھی مدنظر رہے کہ حکومت معلوم نہیں بعد میں کس طرح سے پیش آئے حالانکہ پانی کا پائپ سینٹرل گورنمنٹ کی طرف سے گنجائش ہے مگر میونسپلٹی سرکار ادھر جانا نہیں چاہتی ہے، یہاں آکر مسئلہ بہت اُلجھ گیا ہے، لہٰذا جواب جلد دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ شرعی مسجد بنادی گئی وہ ساری عمر کے لئے مسجد ہوگئی، اس کو فروخت کرنا یا اس کا تبادلہ کرنا یا اس کا کوئی اور مکان، دوکان، مدرسہ مسافر خانہ وغیرہ بنانا یا وہاں کھیتی کرنا، مردے دفن کرنا بالکل جائز نہیں، صورت مسئولہ میں اگر مسجد کا کچھ حصہ حکومت لینا چاہتی ہے تو اس سے بیع وغیرہ کا معاملہ نہ کیا جائے، نہ اس سے لڑائی کی جائے، نہ اشتعال انگیزی کی جائے، نہ رام سیٹھ سے تبادلہ کی بات کی جائے، جب حکومت اپنے منشاء کے مطابق جگہ لے لے اور رام سیٹھ اپنی زمین توسیع کے لئے دیدے اور وہ اس کو کار خیر سمجھ کر دے تو اس کو لے کر مسجد میں شامل کرلیں[1] بحالت

---

[1] مستفاد: وصية الذمی ان كانت من جنس المعاملات فهی صحيحة بالاجماع وان لم تكن من جنس المعاملات فهی اربعة انواع احدهامايكون قربة عندنا وعندهم وهذه الوصية صحيحة (الیٰ قوله) ولو اوصیٰ بثلث ماله بان يحج عن قوم من المسلمين اويبنی به مسجد للمسلمين ان كان ذلك لقوم باعيانهم صحت الوصية(عالمگیری ،کوئٹه ،ص ۱۳۲ /ج ۶/ كتاب الوصايا،الباب الثامن فی وصية الذمی والحربی)

مجبوری یہی صورت مناسب ہے[1] "فاذاتم (الوقف) ولزم لایملک ولایباع ولایرھن[2] الخ" درمختار[3] اور بحر[4] وغیرہ میں غیر مسلم کے وقف کی بحث بھی مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۱۴۰۰ھ

---

[1] الضرورات تبیح المحظورات (الاشباہ والنظائر ،مطبوعه دارالعلوم دیوبند ، ص ۱۴۰ /الفن الاول القاعدة الخامسة) لو استولى على الوقف غاصب وعجز المتولى عن استرداده واراد الغاصب أن يدفع قيمتها كان للمتولى اخذ القيمة أو الصلح على شئى، بحر كوئٹه ص ۲۴۲ ج۵ كتاب الوقف.

[2] درمختار مع الشامى كراچى ص ۳۵۱ /ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب مهم فرق ابويوسف بين قوله موقوفة وقوله فموقوفة على فلان، بحر كوئٹه ص۲۰۵ ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] ان شرط وقف الذمى ان يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على المفقود اوعلىٰ مسجد القدس شامى كراچى ،ص ۳۴۱/ كتاب الوقف ،مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة.

[4] بحر ،مكتبه ماجديه ، كوئٹه،ص ۱۸۹ /ج۵/ كتاب الوقف)

فصل ھفتم :- محراب وممبر اور مینار مسجد کا حکم

مسجد میں محراب کا حکم

سوال:۔مسجدوں میں جو محراب بنائے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں یا مکروہ ہیں جو بھی ہو بحوالہ کتب جواب عنایت فرماویں بینوا وتو جروا؟

الجواب حامداًومصلیاً

کتب فقہ میں عبارات مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ سے محراب کا ثبوت ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے اس کا رواج شروع ہوا ہے، اسی طرح کتب تاریخ سے بھی مختلف اقوال ظاہر ہوتے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جذب القلوب ص۸۳رمیں تحریر فرماتے ہیں ''وعلامت محراب کہ اندرون مساجد متعارف است اوعمر بن عبدالعزیزؒ) ساخت وپیش از اں نبود۔ ھ ا''

اور علامہ ابراہیم حلبیؒ تلمیذ شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کبیری، ص۳۴۸رمیں تحریر فرماتے ہیں :" قال الشیخ کمال الدین ابن الھمام ولایخفی ان امتیاز الامام مقرر مطلوب فی الشرع فی حق المکان حتی کان التقدم واجباعلیه وغایة ماھناک کونه فی خصوص مکان ولااثرلذلک فانه بنی فی المساجد المحاریب من لدن رسول اللہ ﷺ ولولم تبن کانت السنة ان یتقدم فی محاذاة ذالک المکان لانه یحاذی وسط الصف وھو المطلوب اذقیامه فی غیر محاذاته مکروه ا ھ"[1]

---

[1] حلبی کبیری، ص ۳۶۱/ مطبوعه لاهور، فروع بعد فصل فی بیان مایکره فعله فی الصلوٰة ومالایکره، البحر الرائق ص۲۶ ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۸۷ ج۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها تحت فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

فقہا محراب میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانے کو تو مکروہ لکھتے ہیں لیکن نفس محراب بنانے کو مکروہ نہیں لکھتے، بلکہ محراب سے باہر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے اور محراب میں سجدہ کرنے کو بھی جائز لکھتے ہیں[1]، علی ہذا القیاس محراب کے دوسرے احکام کو بھی ذکر فرماتے ہیں، اس مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں محراب بنانا جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ......صحیح عبداللطیف مفتی مظاہر علوم ۱۰/۶/۵۶ھ

محراب بنانے میں انہدام مسجد کا خطرہ ہے تو کیا کرے؟

سوال:۔ کسی مسجد کو وسعت دینے کی وجہ سے محراب اگر درمیان میں نہ رہ پائے اور دیوار توڑ کر محراب درمیان میں بنانے سے مسجد گر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دیوار توڑ کر درمیان میں محراب بنانا مسجد کے گر جانے کے خطرہ سے دشوار ہے تو بغیر محراب بنائے ہی امام درمیان میں کھڑا ہو جایا کرے اسطرح کہ دونوں مقتدی برابر ہوں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۹۵ھ

---

[1] ولابأس بان یکون مقام الا مام فی المسجد ای خارج المحراب ویکون سجوده فی الطاق ای فی المحراب ویکره ان یقوم فی الطاق بان یکون قدماه فی المحراب (حلبی کبیری، مطبوعه لاهور ص ۳۶۰، مجمع الأنهر ص۱۸۷/۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها تحت فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۲۸۳/۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] السنة ان یقوم الامام اذاء وسط الصف الاتری ان المحاریب مانصبت الاوسط المساجد (شامی کراچی ،ص ۶۴۷/ج۱/ مکروهات الصلوٰة ،مطلب اذاترددالحکم بین سنة وبدعة کان ترکه السنةاولی) حلبی کبیری ص ۳۶۱ کراهیة الصلوة فروع فی الخلاصة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحر الرائق ص۲۶ ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

دیوار پشت اور درمیان محراب کا حکم

سوال:۔محراب کا حکم کراہیت قیام امام تنہا مسجد کی پشت ہی کی دیوار میں ہے یا درمیانی دیوار کا بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درمیان دیوار کے در میں کھڑا ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ جدارِ پشت کی محراب میں [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد میں مینار، محراب اور طاق بنانا

سوال:۔مسجد کے اندر محراب میں طاق بنانا عورتوں کے طاق بھرنے کی غرض سے کیسا ہے؟ مینار، محراب، طاق بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عورتوں کا طاق بھرنا مسجد کی ضرورت میں داخل نہیں ،گنبد مینار ، محراب، کی اگر

---

[۱] وقیام الامام فی المحراب لاسجوده فیه مطلقاً سواء کان المحراب من المسجد کما هو العادة المستمرة اولا (درمختار مع الشامی کراچی ،مختصراً ،ص ۶۴۵/ج۱/ مکروهات الصلوٰة ،مطلب اذاتردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة اولیٰ)، البحر الرائق ص۲۵، ۲۶ ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها مطبوعه الماجدیه کوئٹه، حلبی کبیری ص ۳۶۰، کراهیة الصلوٰة فروع فی الخلاصة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور.

ضرورت ہو تو ان کا بنانا شرعاً درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۴/شعبان ۶۱ھ صحیح عبد اللطیف ۴/شعبان ۶۱ھ

منبر کا مقام اور اس کی کیفیت

سوال:۔ (۱) ایک مسجد میں مقام خطیب یعنی منبر کس جگہ موضوع ہونا چاہئے؟

(۲) جس طرح مدرسہ مظاہر علوم دارالطلبہ کی اور مدرسہ قدیم کی مسجد میں جس جگہ جس جانب منبر موضوع ہے اسی طرح مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں اور بیت اللہ شریف میں منبر موضوع ہے کیا؟

(۳) ساری دنیا کی مسجدوں کا مساجد مذکورہ کے منبر جہاں جہاں جس جانب موضوع ہیں ویسا ہی موضوع ہونا چاہئے کیا؟

(۴) مدرسہ مظاہر علوم کی مسجد کا منبر مثلاً جس جگہ جس طرح موضوع ہے اس موضوعیت مخصوصہ پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی موجود ہے کیا؟

(۵) جہاں امام کھڑا ہوتا ہے نماز کے واسطے وہاں امام کی دائیں یا بائیں طرف اندر کو یعنی

---

[1] بنى فى المساجد المحاريب من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم (حلبى كبيرى ، لاهور، ص ۳۶۱/) بحر كوئٹه ص۲۶ ج۲ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مجمع الأنهر ص۱۸۷ ج۱ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها تحت فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، ويجوز أن يبنى منارة من غلة وقف المسجد ان احتاج اليها ليكون أسمع للجيران وإن كانوا يسمعون الأذان بدون المنارة فلا، كذا فى خزانة المفتيين عالمگيرى كوئٹه ص۴۶۲ ج۲ الباب الحادى عشر فى المسجد الخ الفصل الثانى فى الوقف على المسجد الخ، خانيه على الهنديه كوئٹه ص۲۹۱ ج۳ كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً الخ، بزازية ص۲۶۹ ج۶ كتاب الوقف، الرابع فى المسجد.

جوزاویہ مسجد کے قبلہ کی طرف زیادہ کرکے بنایا جاتا ہے، اسی گوشہ کے اندر منبر موضوع کرنا عرفاً یا شرعاً کسی قسم کی مخالفت لازم آتی ہے۔

(۶) کیا اس کا نقشہ یہ ہے؟ ——————

(۷) اور جتنی مسجدیں نظر سے گزریں ان میں منبر اس طرح موضوع ہے؟—

ہر ایک مسئلہ کا جواب دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

(۸) کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر میں تین سیڑھیاں تھیں؟

(۹) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں دوسری سیڑھی پر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیسری پر کھڑے ہوتے تھے۔

(۱۰) تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کونسی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱) جب قبلہ کی طرف پشت کی جائے (جیسا کہ خطبہ کی حالت میں ہوتی ہے) تو منبر محراب سے بائیں جانب ہونا چاہئے، **قوله المنبر بكسر الميم ان المنبر وهوالارتفاع ومن السنة ان يخطب عليه اقتداءً بالنبى صلى الله عليه وسلم بحر وان يكون علىٰ يسار المحراب قهستانى** اھ شامی[۱] ص ۷۷۰/ج ۱/

(۲) جی ہاں بیت اللہ شریف میں مقام ابراہیم سے بائیں جانب ہے "**وكان منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن يمين المحراب اذا استقبلت القبلة** اھ **بذل المجهود**، ص ۱۷۸/ج ۲/[۲]

---

[۱] شامی کراچی، ص ۱۶۱/ج ۲/باب الجمعة، مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب، البحر الرائق ص ۱۴۸ ج ۲ کتاب الصلوة باب صلاة الجمعة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] بذل المجهود، ص ۱۷۸/ج ۲/ مطبوعه مکتبه رشیدیه سهارنپور، ابواب الجمعة، باب اتخاذ المنبر.

(۳) ساری دنیا کی مسجدوں کے منبر تو دیکھے نہیں، سنت طریقہ اوپر تحریر کر دیا گیا۔

(۴) شامی[۱] ص ۷۷۰/ج ۱/ اور بذل المجہود، ص ۱۷۸/ج ۲/ کی عبارتیں اسکی دلیل ہیں

(۵) امام کے گوشہ میں ہونے سے امام قوم کے سامنے نہیں رہے گا، لہٰذا یہ طریقہ خلاف سنت ہوگا۔[۲]

(۶) اس کا جواب نمبر ۵/ میں آ گیا۔

(۷) یہ طریقہ مسنون ہے۔[۳]

(۸) جی ہاں تین سیڑھیاں "ومنبره صلى الله عليه وسلم كان ثلاث درجات اھ شامی،[۴] ص ۷۷۰/ج ۱/ قال العينى ثم اعلم ان المنبر لم يزل علىٰ حاله ثلاث درجات اھ بذل المجهود[۵]، ص ۱۷۸/ج ۲/ وفتح البارى، ص ۳۳۱/ج ۲/[۶]

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی جگہ اختیار نہیں کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ اختیار نہیں کی بلکہ ایک سیڑھی اور نیچے اُتر آئے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق کی جگہ اختیار نہیں کی، اور نیچے جگہ نہ رہنے اور مساوات کا احتمال نہ رہنے کی وجہ سے سب سے اوپر کی سیڑھی کو اختیار فرمایا "هكذا فى كتب السير و اخرج الطبرانى فى الاوسط عن ابن

---

[۱] شامی کراچی، ص ۱۶۱/ج ۲/ باب الجمعة، مطلب فى حكم المرقى بين يدى الخطيب، البحر الرائق ص ۱۴۸ ج ۲ كتاب الصلوة باب صلاة الجمعة مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۲] المحراب إنما بنى علامة لمحل قيام الإمام ليكون قيامة وسط الصف كما هو السنة، شامى كراچى ص ۶۴۶ ج ۱ كتاب الصلوٰة باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مجمع الأنهر ص ۱۸۷ ج ۱ باب ما يفسد للصلوٰة الخ تحت فصل، بيروت.

[۳] اس کا حوالہ جواب (۲) پر ملاحظہ ہو۔

[۴] شامى كراچى ص ۲/۱۶۱، باب الجمعة، مطلب فى حكم المرقى بين يدى الخطيب،

[۵] بذل المجهود، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سہارنپور، ص ۱۷۸/ج ۱/ ابواب الجمعة، باب اتخاذ المنبر.

[۶] ولم يزل المنبر على حاله ثلاث درجات، فتح البارى، دارالفكر، ص ۶۱/ج ۳/ كتاب الجمعة، باب الخطبة على المنبر.

عمرؓ قال لم يجلس ابوبكر الصديقؓ فى مجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر حتى لقى الله عزوجل ولم يجلس عمرؓ فى مجلس ابوبكرؓ حتى لقى الله ولم يجلس عثمانؓ فى مجلس عمرؓ حتى لقى الله اھ تاريخ الخلفاء ، ص ۵۳،[۱] (۱۰) اس کا جواب (۹) میں آ گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۳/۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ۹/۳/۶۴ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/رمضان ۶۴ھ

محراب مسجد بھی مسجد میں داخل ہے

سوال:۔ یہاں پر ایک مسجد بن رہی ہے، اس مسجد کی محراب شامل مسجد ہے یا نہیں؟ اور لوگوں کی کثرت کے وقت امام محراب کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محراب تو داخل مسجد ہے[۲] مگر اس کے باوجود امام کو اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ اس کے پیر پورے خارج محراب ہوں یا کچھ حصہ خارج محراب ہو، اگرچہ داخل محراب کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے بھی نماز ادا ہو جائے گی[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۸/۹۵ھ

---

[۱] تاريخ الخلفاء ص۵۳، فصل فى مبايعته رضى الله عنه، مطبوعه مجتبائى، دهلى، نفحة العرب ص۳۶ اختلاف العلماء رحمة، مطبوعه كتب خانه اعزازيه ديوبند.

[۲] داخل المحراب له حكم المسجد (عالمگيرى، بلوچستان كوئٹه ،ص ۳۲۱/ ج ۵/ كتاب الكرهية، الباب الخامس فى المسجد)

[۳] و(كره) قيام الامام فى المحراب لاسجوده فيه وقد ماه خارجه لان العبرة للقدم مطلقاً (قوله ملطقاً وكذاسواء كان المحراب من المسجد كما هو العادة المستمره اولا وحكى الحلوانى عن ابى الليث لا يكره قيام الإمام فى الطاق عند الضرورة بان ضاق المسجد على القوم،(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محراب مسجد کو منتقل کرنا

سوال:۔ مسجد کے سابقہ محراب کو بھی وسعت کے لحاظ سے منتقل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو بھی منتقل کر سکتے ہیں محراب بیچ میں ہونی چاہئے، تا کہ دونوں طرف صف برابر رہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۹/۲۴/۹۵ھ

مسجد میں مینار

سوال:۔ ہمارے یہاں مسجد میں پہلے پرانے چاروں کونوں پر چار منار ہیں، اب اس کے بعد آگے کا برآمدہ بنانا ہے، اس کے آگے بھی میناروں کی بنیاد رکھی ہے، اور وہ مینار بھی برآمدہ کے برابر یعنی چھت سے دوڈھائی فٹ اوپر کر کے چھوڑ دیئے ہیں، اب لوگوں کا ارادہ بنانے کا ہے، چھ مینار ہوجائینگے، تو کچھ شریعت کے خلاف تو نہیں، آیا دو مینار توڑ دیئے جائیں، وہ چھوٹے ہیں، ان دو میناروں کو ان سے بڑے بنانا چاہتے ہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) (درمختار مع الشامی کراچی، ص۶۴۵/ج۱/ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، مطلب اذاتردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة اولیٰ) البحر الرائق کوئٹہ ص۲۶ ج۲ باب ما یفسد الصلاۃ، النھر الفائق ص۲۸۳ ج۱ باب ما یفسد الصلاۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ھذا) [1] قلت: ای لان المحراب انما بنی علامة لمحل قیام الامام لیکون قیامہ وسط الصف کما ھو السنة (شامی کراچی، ص۶۴۶ ج۱ مکروھاۃ الصلوٰۃ، مطلب اذا تردد الحکم بین سنة وبدة کان ترک السنة اولی، شامی زکریا ص۴۱۴ ج۲ المصدر السابق، مجمع الأنھر ص۱۸۷ ج۱ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، النھر الفائق ص۲۸۳ ج۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

مینار کے متعلق شریعت کی طرف سے کوئی تحدید وتعیین نہیں، البتہ مسجد کی ہیئت ایسی ہونی چاہئے کہ دیکھنے والے پہچان لیں کہ یہ مسجد ہے، عامۃً دو مینار بنانے کا معمول ہے، کسی مسجد میں چار اور کسی میں اس سے زائد بھی ہیں مگر یہ سب کسی شرعی امر کیوجہ سے نہیں، نہ ممانعت ہے، البتہ بلا وجہ پیسہ خرچ نہ کیا جائے، خاص کر وقف کا پیسہ، کہ اس میں بہت احتیاط ضروری ہے [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۲/۹۲ھ

کیا مسجد کا مسجد ہونا مینار پر موقوف ہے

سوال:۔ عیدگاہ گدوال کی تعمیر کے وقت ایک اپیل جاری کی گئی ہے، جس میں یہ الفاظ درج ہیں عیدگاہ کے اونچے مناروں کا کام باقی رہ گیا ہے، آپ دل کھول کر چندہ دیجئے تا کہ یہ اونچے مینار آسمان سے آنے والی بلاؤں کو آبادی میں جانے سے روک سکیں، اس پر چند لوگ معترض ہیں آپ سے یہ درخواست ہے کہ:۔

(۱) مسجدوں یا عیدگاہوں کے لئے مینار کا ہونا کیا ضروری ہے، کیا وہ بغیر مینار کے مسجد نہیں کہلائے گی؟

---

[۱] مستفاد: لابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف (قال الشامی) واما من مال الوقف فلاشک انه لایجوز للمتولی فعله مطلقاً لعدم الفائدة فیه (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۶۵۸/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دلیل علی ان المستحب غیره) حلبی کبیری ص ۶۱۵،۶۱۶ کتاب الصلوٰة فصل فی احکام المسجد مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۹ ج ۱ الباب السابع الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لا یکره تحت فصل.

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کا شرعی مسجد ہونا مینار پر موقوف نہیں بغیر مینارہ کے بھی مسجد ہے البتہ مینارہ کی وجہ سے دور سے علم ہوجاتا ہے، اور مسافر کو مسجد تک پہنچنے میں آسانی ہوتی ہے، نیز مسجد کی شان نمایاں ہوجاتی ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۱۴۰۰ھ

عمدہ مینار ہوتے ہوئے نئے مینار بنانا

سوال:۔ ہماری جامع مسجد کے مینار بہت عمدہ بنے ہوئے ہیں، اب کچھ لوگوں کا ارادہ ہوا کہ اور مینار بنائے جائیں، جس پر چار ہزار روپیہ خرچ ہوگا، اور چندہ کیا جائیگا، اہل محلّہ کو یہ بات گراں معلوم ہورہی ہے، جب مینار موجود ہیں تو دوسرے مینار بنانا جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مینار اچھے اور عمدہ بنے ہوئے ہیں، تو نیا مینار علیحدہ بنیاد اٹھا کر کے بنانا اور اس پر کثیر رقم خرچ کرنا بیکار ہے، اس طرح روپیہ ضائع نہیں کرنا چاہیے، اس میں کوئی ثواب نہیں بلاوجہ روپیہ خرچ کرنا وبال ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وله بناء المنارة من مال المسجد لأنه لتعميم الدعاء إلى الصلاة، فتاویٰ بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۶۹ ج۶ کتاب الوقف، الرابع فی المسجد وما یتصل به، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۲۹۱ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً الخ، فتاوی عالمگیری ص۴۶۲ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد الخ، مطبوعه کوئٹه.

[2] ولاتسرفوا انه لایحب المسرفین (سوره أنعام، پاره ۸/آیت ۱۴۱/)

ترجمه:. اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔(بیان القرآن)

مسجد کے مینار کا دعا کرنا

سوال:۔ (۱) مسجد کے میناروں کے متعلق شرعی مسئلہ کیا ہے؟ کیا مسجد کے مینار دعا کرتے ہیں، براہ کرم توضیح فرما کر ممنوع فرمائیں؟

(۲) اپیل میں جو الفاظ درج ہیں کیا وہ صحیح ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) حدیث شریف میں مینارہ بنانے کی تاکید نہیں جس جگہ بھی اللہ کا نام لیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے، وہ جگہ پرنور ہوجاتی ہے، اور خدائے پاک کی وہاں رحمت نازل ہوتی غضب سے عموماً حفاظت رہتی ہے[۱]

(۲) اپیل کے الفاظ میں اس کو حدیث کی طرف منسوب نہیں کیا گیا ممکن ہے کہ اس کا مطلب وہ ہو جو کہ اوپر تحریر کیا گیا اگر وضاحت کردی جاتی تو بہتر تھا، پھر اعتراض نہ ہوتا

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۷/۱۴۰۰ھ

---

[۱] قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لايقعد قوم يذكرون اللّٰه الا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم اللّٰه فى من عنده (مشكوٰة شريف،ص۱۹۶/ كتاب الدعوات ،باب ذكراللّٰه عزوجل)، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص۳۴۵ج۲ كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على ندوة القرآن وعلى الذكر، مكتبه بلال ديوبند.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم نہیں بیٹھتی ہے، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے مگر ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں ،اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر طمانینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تذکرہ کرتے ہیں، ان ملائکہ کے سامنے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل ہشتم:- مسجد میں نقش ونگار

جدار مسجد میں نقش ونگار

سوال:۔ مسجد میں خواہ اندر ہو خواہ باہر نقش ونگار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جدار قبلہ کے علاوہ مسجد میں نقش ونگار کرنا درست ہے، لیکن مال وقف سے درست نہیں ''ولاباس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ونحوه الیٰ قوله اذافعل من مال نفسه اما المتولی فلایجوز ان یفعل من مال الوقف الا مایرجع الی احکام البناء حتی لو جعل البیاض فوق السواد للنقاء ضمن اھ کبیری[1] ص ۵۷۱/ یجوز نقشه بالجص وماء الذهب اذا تبرع به انسان سوی جدار القبلة اھ سکب الانہر[2] ص ۱۲۷/ ج ۱/ لیکن زیادہ تکلفات کرنا مکروہ ہے ''وفی الفتح دقائق النقوش

[1] حلبی کبیری، مطبوعه لاهور ص ۶۱۵/ فصل فی احکام المسجد. درمختار علی الشامی زکریا ص ۴۳۱-۲/۴۳۰، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، مطلب فی احکام المسجد،

[2] الدرالمنتقی فی شرح الملتقی مع مجمع الانهر ص ۱/۱۹۰، کتاب الصلوٰة قبیل، باب الوتر والنوافل. البحر الرائق کوئٹه ص ۲/۳۶، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها تحت فصل الخ،

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

ونحو ها مکروہ'' مجمع الانہر[1] ص ۱۲۷ر ج ا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ ۷/۱/۷۵ھ

مسجد میں نقش ونگار سے متعلق عبارت

سوال:۔فتاویٰ دارالعلوم ،امدادالمفتیین وعزیز الفتاویٰ جلد پنجم وششم ،ص ۲۸۸ر میں شامی کی یہ عبارت منقول ہے " قال تاج الشریعة امالو انفق فی ذلک مالاً خبیثاً اومالاً مخلوطاً من الخبیث والطیب فیکرہ لان اللہ تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بمالا یقبلہ " بندہ نے شامی کی کتاب الوقف ودیگر ابواب میں تلاش کیا مگر بندہ کی کوتاہ نظری کی بناپر نہ مل سکی ،حضرت والا برائے کرم صفحہ وابواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

شامی[2] ص۴۴۲ر ج ار مکروہات الصلوٰۃ مطلب فی احکام المساجد میں قول درمختار "ولابأس بنقشہ خلامحرابہ بجص وماء ذھب لوبما لہٗ الحلال'' ہے اس لفظ الحلال کے ذیل میں عبارت مسئولہ بحوالہ شرنبلالیہ مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مجمع الانھر بیروت ص ۱۹۱ /ج ا / کتاب الصلوٰۃ، قبیل باب الوتر والنوافل. درمختار مع الشامی زکریا ص ۲/۴۳۱ ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، مطلب فی احکام المسجد، حلبی کبیر ص ۶۱۲ ، فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

[2] درمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۸ /ج ا / کتاب الصلوٰۃ، مکروھات الصلوٰۃ "مطلب کلمۃ لابأس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان البأس الشدۃ''

نقش ونگار مسجد کے مال سے

سوال: ۔ مسجد میں شیشہ کا کام مسجد کے پیسہ سے کرایا گیا ہے، حالانکہ اہل محلّہ اور بعض اہل شہر نے متولیان کو منع کیا کہ یہ روپیہ ایسے کام میں ضائع مت کرو، بلکہ مسجد کی دوکانات جنوبی کو ازسرِ نوتعمیر کراکے اس کے اوپر کمرہ تعمیر کراؤ کہ جس سے مسجد کو کافی آمدنی ہو، اور جائداد بھی محفوظ ہوجائے، لیکن متولیان نے ایسا نہیں کیا بلکہ شیشہ کے کام میں صرف کردیا جو تقریباً پانچسو روپیہ کا ہوگا کیا یہ خرچ اسراف بیجا ہے یا نہیں اگر اسراف بیجا ہے تو یہ گراں رقم مسجد کو کون ادا کریگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

’’ولابأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها كاخشاب ثمينة وبياض نحو سبيداج خصوصاً فى جدار القبلة بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لوفعل النقش اوالبياض الا اذاخيف طمع الظلمة فلابأس به اى بان اجتمعت اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والافيضمنها اھ درمختار شامی مختصراً، ص۶۸۸/ج۱/[1]‘‘

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مسجد میں علاوہ محراب کے دوسرے حصوں چھت وغیرہ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۸/ج۱/ شامی زکریا ص۲/۴۳۰، کتاب الصلوٰۃ، مکروهات الصلوٰۃ، مطلب كلمة لابأس دليل على أن المستحب غيره لان البأس الشدة. البحر الرائق کوئٹہ ص۳۷-۲/۳۶، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها تحت فصل الخ، هدايه مع الفتح القدير ص۱/۴۲۱، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، فصل ويكره استقبال القبلة، الخ، مطبوعه دارالفكر بيروت.

میں نقش ونگار کرنا اپنے حلال روپیہ سے جائز ہے، لیکن محراب میں یعنی جانب قبلہ کی دیوار میں ایسے نقش ونگار کرنا جس سے نمازیوں کی توجہ منتشر ہومکروہ ہے اس طرح زیادہ تکلف کے بعد باریک باریک نقوش اور بیل بوٹے نکلوانا بھی مکروہ ہے، اور مال وقف سے توان چیزوں میں سے کچھ بھی جائز نہیں، جو چیز تعمیر کو پختہ اور مستحکم کرنے والی ہو وہ توحسب ضرورت مال وقف سے جائز ہے باقی زیبائشی کام میں مال وقف کو خرچ کرنا حرام ہے، اگر متولی مال وقف کو زیبائش کے کام میں صرف کرے گا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا، البتہ اگر مال وقف زیادہ جمع ہوجائے اور مسجد کو عمارت کی ضرورت نہ ہو بلکہ ضروریات مسجد سے وہ روپیہ قطعاً زائد ہو اور متولی کو قوی اندیشہ ہو کہ اس روپیہ کی حفاظت کسی طرح نہیں ہوسکتی، اور دوسرے ظالم لوگ اس روپیہ پر قبضہ کرکے اپنی ضروریات میں صرف کرلیں گے تو پھر ایسی مجبوری کے وقت اس روپیہ کو مسجد کے زیبائشی کاموں میں بھی صرف کرنا درست ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شیشے لگانا زیبائش کیلئے ہے، عمارت کیلئے نہیں، اگر نمازی کی تصویر ان شیشوں میں نظر آتی ہے تو اس میں اور بھی تصویر پرستی کی مشابہت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے منارہ کوکئی رنگوں سے رنگنا

سوال:۔ مسجد کے آذان کے مینارہ کو کئی رنگوں سے رنگا گیا ہے، چند قسموں کے رنگوں سے رنگنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام صاحب نے کہا ہے کہ اسی طرح رنگنا یہ تو مندر ہوگیا ہے، صحیح صحیح جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کی آمدنی سے خوشنمائی زینت کے لئے رنگ کرنے کی اجازت نہیں، استحکام اور

پختگی کے لئے جو رنگ مناسب ہو اس کی اجازت ہے، جبکہ اس میں خلاف شرع کوئی چیز نہ ہو (کذافی ردالمحتار[۱]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی زیبائش کیلئے روپیہ خرچ کرنا

سوال:۔ وقف مسجد کے روپے سے رنگ برنگ کے ٹائل اور مارول وغیرہ سے مسجد کو روشن کرنا درست ہے یا نہیں، بلاضرورت کسی تعمیر کو توڑ کر دوسری تعمیر کر دی ہے تاکہ جاذب نظر اور دل کش ہو جائے یہ علامات قیامت میں سے تو نہیں ہے، اور مسجد کی ضرورت میں کیا چیزیں داخل ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف مسجد کا پیسہ زیبائش کیلئے خرچ کرنا جائز نہیں، استحکام کیلئے خرچ کیا جائے۔ ''کذافی کتب الفقه من ردالمحتار[۲] والبحر الرائق وغیرهما'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبما له الحلال لامن مال الوقف فانه حرام (الی قوله) الااذاكان لاحكام البناء (درمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۸/ج۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، درمختار مع الشامی کزریا ص ۴۳۱، ۲/۴۳۰، المصدر السابق، لایکره نقش المسجد بالجص وماء الذهب، هذا اذا فعل من مال نفسه اما المتولى يفعل من مال الوقف مايرجع الى احكام البناء دون مايرجع الى النقش حتى لو فعل يضمن، عالمگیری کوئٹه ص ۱۰۹/۱، کتاب الصلوة، فصل كره غلق الباب المسجد، هداية ص ۱۴۴/۱، کتاب الصلوة، فصل ویکره استقبال القبلة، مطبوعه مکتبه تهانوی دیوبند، البحرالرائق کوئٹه ص۳۷/۲، باب مایفسد الصلوة، ومایکره فيها، تحت فصل) (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

مسجد کے درخت پر قلعی پھیرنا اور ایک دوسرے کو سخت لفظ بولنا

سوال:۔ ایک درخت مسجد میں کھڑا ہے اس کو قلعی پھیرنے والے نے پوت دیا تھا یعنی قلعی پھیر دی تھی، ایک شخص نے کہا بھائی تو نے یہ قلعی اس پر کیوں پھیر دی؟ ایک شخص وہاں موجود تھا اس نے کہا کہ کیوں کیا بات ہوگئی نہ کرنے والے نے کہا یہ طریقہ یہودیوں اور نصرانیوں کا ہے تو اس شخص نے کہا کہ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو اسلام سے خارج ہوگئے، اب بتائیے منع کرنے والا ٹھیک رہا، جس نے یہ کہا کہ تم اسلام سے خارج ہوگئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے درخت پر قلعی پھیرنا بلا ضرورت ہوا، ایک دوسرے کو یہودی یا نصرانی یا اسلام سے خارج نہ کہیں توبہ کریں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبماله الحلال لامن مال الوقف فانه حرام الااذاكان لاحكام (درمختار مع الشامی کراچی ص۶۵۸/ ج ۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب فی احكام المسجد) بحر كوئٹه ص۳۷/ ج۲/ كتاب الصلوٰة، قبيل باب الوتر والنوافل، حلبی كبيری ص۶۱۵، ۶۱۶، كتاب الصلوة، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور، عالمگيری كوئٹه ص۱۰۹/ ۱، الباب السابع، الفصل الثانی فيما يكره فی الصلوة، ومايكره، تحت فصل)

(حاشیہ صفحہ هذا) [1] قال رسول اللّٰه ﷺ لايرمی رجل بالفسوق ولايرميه بالكفر الا ارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذلك (مشكوٰة شريف ص ۴۱۱/ كتاب الاداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الاول، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

ترجمہ:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کہتا ہے کوئی شخص کسی کو فاسق اور نہ کافر مگر وہ کلمہ اسی کی طرف لوٹتا ہے، اگر اس کا ساتھی ایسا نہیں ہے۔

محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ

سوال:۔(۱) مکہ مسجد حیدرآباد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے، اس طغری کے سلسلہ میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔ **"اللّٰہ" "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" "اللّٰھم صلی علی محمد وعلیٰ اٰل محمد وبارک وسلم واعلیٰ سیدنا غوثنا اعظم محمد محی الدین عبدالقادرؒ یاشیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ"** لکھنا اور کہنا کیسا ہے؟

(۲) امام کے روبرو محراب مسجد میں کسی قسم کا طغریٰ لگانا یا کسی نوعیت کی تحریر لکھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) غوث ایک منصب اور عہدہ ہے[۱]، اپنے لغوی معنی میں نہیں تاہم اس سے عقائد فاسد ہوتے ہیں یعنی لوگ انکو فریادرس اور ہر ایک کی پکار سننے والا اور مدد کے لئے پہنچنے والا سمجھتے ہیں تو اس سے بچنا لازم ہے[۲]۔

(۲) ایسے طرز پر کوئی چیز لکھنا یا تحریر لٹکانا کہ دھیان ادھر جائے مکروہ ہے جیسے نقش

[۱] رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفة اکثر الناس لھم رأسھم القطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدرو ان الفلک فی افق السماء، فتاوی حدیثیه ص ۳۲۲، مطلب فی بیان عدة رجال الغیب، مطبوعه دار المعرفة بیروت،

[۲] لااری احدا ممن یقول ذلک الا وھو یعتقد ان المدعو الحی الغائب او المیت المغیب یعلم الغیب او یسمع النداء ویقدر بالذات او بالغیر علی جلب الخیر ودفع الاذی والا لما دعاه ولا فتح فاه وفی ذلک بلاء من ربکم عظیم فالحزم التجنب عن ذلک، روح المعانی ص ۱۲۸/۶، سورۂ مائدہ آیت: ۳۵، مطبوعه مصطفائیه دیوبند،

ونگار سے روکا جاتا ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیوارِ مسجد میں آیاتِ قرآنی وغیرہ لکھنا

سوال:۔ عام طور پر مساجد کی دیواروں پر آیات قرآنی ،احادیث یا خلفاء راشدین واصحاب عشرہ مبشرہ کے اسمائے مبارک لکھے جاتے ہیں، یہ کس حد تک درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بلاضرورت یہ چیزیں وہاں نہ لکھی جائیں[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے محراب میں ایک مخصوص طغریٰ اوراس کا استیلام

سوال:۔ مکہ مسجد حیدرآباد میں ایک کتبہ نصب ہے اسکے بارے میں وضاحت مطلوب ہے کہ اس طغریٰ پر ایک پردہ پڑا رہتا ہے، نماز جمعہ کے بعد بہت سے لوگ باالتزام پردہ کے نیچے دونوں ہاتھ پھیر کر چہرہ پر عقیدت واحترام کے انداز میں ملتے ہیں، لوگوں کا یہ عمل شرعاً

---

[۱] لابأس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهي المصلي (درمختار مع الشامي كراچي ج ۱/ ص۶۵۸/ مكروهات الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، عالمگيري كوئٹه ص ۳۱۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد، المحيط البرهاني ص ۸/۴، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى المسجد، مطبوعه ڈابهيل)

[۲] وتكره كتابة القرآن واسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش الخ، (شامي كراچي ص ۱۷۹/ج ۱/ كتاب الطهارة، قبيل باب المياه، عالمگيري كوئٹه ص۳۲۳/۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد، حلبي كبير ص ۶۰، قبيل فصل التيمم، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور)

درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ استیلام اور پھر اس کا التزام بر بنائے عقیدت واحترام موجب فساد عقائدِ عوام اور خلاف طریقۂ سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

محراب سے اس طغریٰ کو ہٹانا

سوال:۔(۱) اگر امام اس طغریٰ کے روبرو کھڑا ہو تو نماز میں کسی قسم کا حرج تو نہیں؟

(۲) طغرے کی مجموعی حیثیت ونوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمائیے کہ اس کو محراب سے الگ کر دینا چاہئے یا نہیں۔

(۳) جو امام اس طغرے کو حسب حال رکھنے کے حق میں ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ یا دوسری مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا؟

دراصل سوال تو ایک ہی ہے مگر الگ الگ شقیں نکال کر لوگوں کیلئے موضوع بحث بنی ہوئی ہیں، علماء ومشائخ، عوام وخواص کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث ہے، گذارش ہے کہ ہر شق کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں، تا کہ مسلمانوں کیلئے مشعل راہ بن سکے۔

---

[۱] شریعت مطہرہ میں صرف حجرۂ اسود اور رکن یمانی کا استیلام ثابت ہے اس استیلام مسئولہ کی نہ کوئی نظیر ملتی ہے اور نہ ہی اسطرح کا استیلام ثابت ہے اس لئے اس سے بالکلیہ اجتناب لازم ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا مالیس منه فهورد (مشکوۃ شریف ص۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، مسند احمد، ج۶، ص۷۳، مسند السیدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها، مطبوعه دارالفکر بیروت)

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نماز سب کی ہو جائے گی، خاص کر جبکہ اس پر پردہ پڑا ہوا ہے، نظر کے سامنے نہیں، نہ اس کی پرستش مقصود ہے، نہ اس کا ایہام ہے[۱]۔

(۲) بالکل فوراً الگ کر دیا جائے، مگر ایسے طریقہ پر کہ فتنہ نہ ہو، نرمی سے مسئلہ بتا کر فہمائش کر دی جائے[۲]۔

(۳) امام صاحب کی خدمت میں ادب سے درخواست کی جائے کہ وہ ایسا نہ کریں، بلکہ اس کو علیحدہ کر دیں، یہ حکم شرعی ہے اس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے[۳]، نماز ان کے پیچھے ترک کر کے مسجد کو ویران نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۹۵/۳/۲۴ھ

---

۱ مستفاد:— وقد ظهر من هذا ان علة الكراهة فى المسائل كلها اما التعظيم او التشبه (شامى كراچى ص۶۴۸/ ۱، مكروهات الصلوٰة، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة اولىٰ)

۲ ولا بأس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهى المصلى (درمختار مع الشامى كراچى ص۶۵۸/ ج ۱/ مكروهات الصلوٰة، مطلب كلمة لا بأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، وشرطهما اى الامر بالمعروف والنهى عن المنكر ان لا تودى الى الفتنة كما علم من الحديث وان يظن قبوله فان ظن انه لا يقبل فيستحسن اظهارا لشعار الاسلام، مرقاة شرح مشكوة ص۵/۳، الامر بالمعروف، الفصل الاول، مطبوعه بمبئى)

۳ ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن (سورهٔ نحل پاره: ۱۴/ آيت: ۱۲۵/ (وجادلهم بالتى هى احسن)

(بالطريقة التى هى احسن طرق المجادلة من الرفق واللين من غير فظاظة ولا تعنيف (كشاف مطبوعه دار الفكر ص۴۳۵/ ج ۲، عالمگيرى كوئٹه ص ۵/۳۵۲، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فى الغناء واللهو، تفسير مظهرى ص ۵/۳۹۰، سورهٔ نحل تحت آيت: ۱۲۵، مطبوعه رشيديه كوئٹه)

ترجمہ:- آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔

مسجد میں کعبہ ومسجد نبوی کا فوٹو لٹکانا

سوال: ۔مسجد میں ایک طرف کعبہ کا نقشہ آویزاں ہے اور دوسری طرف مسجد نبوی کا ہے، ایسا نقشہ مسجد میں لگانا یا لٹکانا کیسا ہے؟ اور خاص کر داہنے جانب ضروری سمجھ کر لٹکانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد میں ایسے نقشے اور کتبے لگانا یا دیوار مسجد میں ایسے نقش ونگار کرنا جس سے نمازیوں کا دھیان اس کی طرف جائے، مکروہ ہے[۱]، اور ضروری سمجھنا تو بالکل ہی غلط و باطل ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ لابأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره ،لانه يلهى المصلى (درمختار مع الشامى كراچى ص۶۵۸/ ج ۱/ مكروهات الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، شامى زكريا ص ۲/۴۳۱، ۲/۴۳۰، المصدر السابق، مطبوعه ديوبند، حلبى كبير ص۶۱۶، فصل فى احكام المسجد، سهيل اكيڈمى لاهور، البحرالرائق كوئٹه ص۲/۳۷، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها تحت فصل)

۲ مستفاد:- فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها (سباحة الفكر فى الجهر بالذكر ص۲۷، مطبوعه دبدبهٔ احمدى لكهنؤ، ان الاصرار على المندوب يبلغه الى حد الكراهية، فكيف اصرار البدعة التى لا اصل لها فى الشرع، السعاية ص۲/۲۶۵، باب صفة الصلوة، من البدع تخصيص المصافحة، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، مرقاة المفاتيح ص۲/۱۴، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، مطبوعه اصح المطابع بمبئى)

مدینہ کا فوٹو اور اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا

سوال:۔ایک شخص نے مسجد میں چار فوٹو کیمرے کے کھینچے ہوئے لگائے ہیں، دو فوٹو میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، دو فوٹو مدینہ منورہ کے ہیں، جس میں گنبد اور صحن دکھایا گیا ہے، اور صحن میں بارہ کبوتر دانہ کھاتے ہوئے دکھائے گئے، ایسی تصوروں کا مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی تصویروں کی موجودگی میں نماز پنجگانہ درست ہونگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جاندار کا فوٹو بنانا اور مکان وغیرہ میں لگانا درست نہیں، مسجد میں لگانا اور بھی قبیح ہے، اگر نمازیوں کے سامنے ہوتو نماز بھی مکروہ ہوگی[1] جاندار کی تصویر نہ ہو بلکہ دوسرے نقش ونگار ہوں جن کی وجہ سے نمازیوں کا دھیان اس طرف لگتا ہوتو ان کو بھی فقہاء نے خاص کر جدار قبلہ

---

[1] و(کره)لبس ثوب فيه تماثيل ذى روح وان يكون فوق رأسه اوبين يديه وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم الاجماع على تحريم تصوير الحيوان(الىٰ قوله) فصنعته حرام بكل حال لان مضاهاة لخلق الله تعالىٰ وسواء كان فى ثوب او بساط اودرهم واناء حائط وغيرها الى قوله وتكره كراهة جعل الصورة فى البيت للحديث الخ (درمختار مع الشامى كراچى مختصراً ص۶۴۷/ ۶۴۹/ ج۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى، شامى زكريا ص۴۱۶/ ۴۱۹، ج۲، المصدر السابق، النهر الفائق ص۲۸۵، ۲۸۳/۱، باب مايفسد الصلوة، ومايكره فيها، مطبوعه دالرالفكر بيروت، البحرالرائق ص۲۹، ۲/۲۷، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطبوعه الماجديه كوئٹه، شر حللنووى على الصحيح المسلم ص۱۹۹/۲، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، مكتبه سعد ديوبند)

میں مکروہ لکھا ہے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۲۴/ ۹۶ھ

تعمیر مسجد کی تاریخ کندہ کرا کے مسجد میں لگانا

سوال: ۔ مسجد میں بھی پتھر کھدوا کر لگا دیتے ہیں، سنہ ہجری بھی لکھ دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد وغیرہ کی تعمیر کی تاریخ پتھر میں کندہ کرا کے لگوا دینے میں مضائقہ نہیں، مگر ایسی جگہ نہ ہو کہ نماز کی حالت میں اس پر نظر جائے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ولابأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهي المصلي (درمختا مع الشامي كراچي ص۶۵۸، ج ۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب كلمة لابأس دليل على ان المستحب غيره لان البأس الشدة، شامي زكريا ص ۴۳۱، ۴۳۰، ج ۲، المصدر السابق، حلبي كبير ص۶۱۶، فصل في احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور، البحر الرائق كوئٹه ص۳۷/۲، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، تحت فصل)

[۲] مستفاد:- ولابأس بنقشه خلامحرابه فانه يكره لانه يلهي المصلي ويكره التكليف بدقائق النقوش ونحو ها خصوصاً في جدار القبلة (درمختار على الشامي كوئٹه ص۴۸۷/ ج ۱/ كتاب الصلوٰة، مطلب في احكام المسجد، البحر الرائق ص ۳۲، ۲/۳۱، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها تحت فصل الخ، مطبوعه الماجديه كوئٹه، عالمگيري كوئٹه ص ۱۰۹، ج ۱، كتاب الصلوة، الباب السابع الخ، الفصل الثاني يكره في الصلوة الخ، تحت فصل)

نام کھدوا کر مسجد پر پتھر لگانا

سوال:۔متوفی کی طرف سے مسجد بنا کر اسکے نام کا پتھر کھدوا کر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایصال ثواب کے لئے مسجد بنوا دینا اور اس نیت سے پتھر پر کھدوا کر لگانا کہ دوسروں کو اس قسم کے کاموں کی رغبت ہو یا کوئی شخص اس پتھر کو دیکھ کر میت کیلئے خصوصیت سے ایصال ثواب کرے درست ہے[1]، اور شہرت کی بناء پر نام کھدوانا درست نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸؍محرم الحرام ۵۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸؍محرم الحرام ۵۴ھ

مسجد میں حدیث لکھ کر لگانا اور اپنے لئے دعا کرانا اور اپنا نام لکھنا

سوال:۔ہمارے یہاں مسلم ایسوسی سیشن تختہ سیاہ پر مندرجہ ذیل حدیثیں کسی معتمد

---

[1] (ذکر مایستنبط منه من الفوائد) فیه ان التعاون فی بنیان المسجد من افضل الاعمال لانه مما یجری للانسان اجره بعد موته ومثل ذلک حفر الآبار الخ، عمدة القاری ص ۲/۲۰۹، الجزء الرابع، کتاب الصلوة، باب التعاون فی بناء المسجد، مطبوعه دارالفکر بیروت.

[2] من بنی لله مسجدا بنی الله له مثله فی الجنة الی قوله والمراد بوجه الله ذات الله وابتغاء وجه فی العمل هو الاخلاص وهو ان تکون نیته فی ذلک طلب مرضاة الله تعالیٰ من دون ریاء وسمعة حتی قال ابن الجوزی من کتب اسمه علی المسجد الذی یبنیه کان بعیدا من الاخلاص، عمدة القاری ص:۲/۲۱۳، الجزء الرابع، باب من بنی مسجدا، مطبوعه دارالفکر بیروت، فتح الباری ص۲/۱۱۷، باب من بنی مسجدا، مطبوعه دارالفکر بیروت.

رسالہ سے نقل کرکے مسجد کے داخلی دروازے کے پاس اندرون مسجد آویزاں کرتی ہے، اور اس کا مقصد مسلم بھائیوں کی اصلاح کے سوا کچھ بھی نہیں، نمازی حضرات سے یہ جماعت اپنے لئے دعائے خیر کی گزارش کرتی ہے، کیا ازروئے شرع اس طرح پر کسی فرد یا جماعت کا اپنی اصلاح اور خیر کی دعا کرانا احکام ربی اور احادیث نبوی لکھنے سے پہلے کسی فرد یا ادارہ کا اول یا آخر نام لکھنا منع ہے؟

مندرجہ ذیل حدیثیں ہم لوگ لکھتے ہیں:۔

دین سیکھو اور سکھاؤ (۱) حضور اکرم ﷺ سراپا شفقت اور مجسمہ رحمت ہونے کے باوجود نماز کو باجماعت ادا نہ کرنے والوں پر اس قدر برہم ہیں کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دینے پر آمادہ ہیں، نماز کو باجماعت نہ پڑھنے کے سلسلہ میں اور بہت سی وعیدیں آئی ہیں، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ نماز کو باجماعت ادا کرنے کی پوری کوشش کریں، اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو سچا نمازی بنا دے، ٹھیک وقت پر پورے سکون خشوع وخضوع کیساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(۲) نماز کے متعلق چالیس حدیثیں وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی فرد یا جماعت کا اپنے لئے دعا کے لئے درخواست کرنا منع نہیں، احادیث لکھ کر دعا کی درخواست کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی عمل کی توفیق دے یہ بھی منع نہیں، نام چاہے آخر میں لکھا جائے یا پہلے، مگر اس طرح نام لکھنے سے اس لکھنے والے فرد یا جماعت کی بھی تشہیر ہوتی ہے، جس کی بناء پر لوگ تعریف کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ کام کا مقصود تعریف ہی تک محدود رہ جائے، رضائے خداوندی اور اشاعت احادیث واحکام مقصود نہ رہے، یا اسکے ساتھ نام آوری بھی مقصودیت کے درجہ میں آجائے، جیسا کہ کثرت سے اشتہاری لوگوں کا حال دیکھنے میں

آتا ہے، اللہ پاک اس مصیبت سے محفوظ رکھے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۵/۹۰ھ

چندہ سے تعمیر شدہ مسجد میں اپنے نام کا پتھر لگانا

سوال:۔ ہمارے یہاں میدان جوگل تحصیل ہندوارہ میں ایک جامع مسجد تعمیر ہورہی ہے، ایک شخص ایک پتھر جوکہ سنگ مرمر کا ہے اس پر تاریخ سنگ بنیاد اور ذاتی نام کھدوا کر دیوار میں نصب کرنا چاہتا ہے، مگر مسجد شریف متذکرہ عوامی چندہ سے تعمیر ہورہی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ جو آدمی اپنا نام سنگ مرمر پر کھدوا کر اس کو دیوار میں نصب کرنا چاہتا ہے چندہ کی فراہمی اور دیگر کام میں زیادہ حصہ لیتا ہے، گاؤں میں اکثر لوگ اس پر برانگیختہ ہوگئے ہیں، اور شدید ناراضگی کا اظہار کررہے ہیں، حتیٰ کہ اب مسجد شریف پر بھی رکاوٹ پڑنے کا احتمال ہے چونکہ آپ کا ادارہ ایک مستند دینی ادارہ ہے، اس لئے آپ سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کر کے فتویٰ صادر کریں کہ آیا ہم لوگ اس پتھر کو اس شخص کے نام کے ساتھ دیوار میں نصب کریں یا نہیں، بہتر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اہالیان مسجد ان صاحب کو مسجد کا متولی ومہتمم قرار دے لیں اوران کے انتظام

---

[1] ان اللّٰہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴/ کتاب الرقاق، باب الرویا والسمعۃ، یاسرندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۳۱۷، ج ۲، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ، مطبوعہ رشیہ دھلی)

ترجمہ:- بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کی طرف نظر نہیں فرماتے ہیں البتہ تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

واہتمام سے مسجد کا کام انجام پائے تو اس سنگ مرمر پر اس طرح سے عبارت لکھدی جائے کہ اس مسجد کی تعمیر فلاں صاحب کے انتظام واہتمام سے ہوئی تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، لیکن خود ان صاحب کا مطالبہ کہ میرا نام پتھر کندہ کر کے لگایا جائے، اخلاص کے خلاف ہے[1]، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی ناموری کے خواہش مند ہیں، یہ خواہش نہایت غلط ہے، ثواب کو ختم کرنے والی ہے، دنیا میں ایسے شخص کی شہرت وتعریف ہوجائے گی، مگر آخرت میں عمل خالص کے ثواب سے محروم رہے گا۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۸/۱۳۹۹ھ

---

[1] المراد بوجه الله ذات الله وابتغاء وجه الله فى العمل هو الاخلاص وهو ان تكون نيته فى ذلک طلب مرضاة الله تعالىٰ من دون رياء وسمعة حتى قال ابن الجوزى من كتب اسمه على المسجد الذى يبنيه كان بعيدا من الاخلاص (عمدة القارى ص۲۱۳/۲، الجزء الرابع، كتاب الصلوة، باب ن بنى مسجدا، مطبوعه دار الفكر بيروت، فتح البارى ص۱۱۷، ج۲، كتاب الصلوة، باب من بنى مسجدا، رقم الحديث: ۴۵۰، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] من سمع سمع اللّٰه به ومن يرائى يرائى اللّٰه به. الحديث (مشكوٰة شريف مطبوعه اصح المطابع ص۴۵۴/ باب الرياء السمعة)

ترجمہ:- جو شخص لوگوں کو سنانے کے واسطے عمل کرے تاکہ شہرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو مشہور کریگا، اور قیامت میں اس کو رسوا کرے گا، اور جو شخص دکھانے کے واسطے عمل کریگا اللہ تعالیٰ اس کو ریا کاروں کا بدلہ دے گا۔

فصل نہم :- مسجد کی عمارت اور اسکے اوقاف میں تصرف کا حکم

مسجد کے اندر بنے کمرہ میں دفتر وغیرہ

سوال: ۔مسجد کا اندرونی حصہ ہے، اصل میں مسجد کی زمین تین کونے والی ہے، جب مسجد بنائی گئی تو سیدھی بنائی گئی ہے، ایک کونہ اس کا بچارہا، لیکن مسجد کے بیرونی حصۂ فرش میں اس کو بھی شریک کرلیا گیا، اور جمعہ کے دن جب لوگوں کی کثرت ہوتی ہے، تو اس میں بھی لوگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے، اس کے بعد اس حصہ میں مسجد کا ایک کمرہ بنادیا گیا ہے، جس میں اب مدرسہ کے بچے رہا کریں گے، یا مدرسین رہیں گے، یا ناظم صاحب کا دفتر ہوگا، جو کہ مسجد کے امام بھی ہیں، کیا اس کمرہ کو جو مسجد ہی کے حصہ میں بنایا گیا ہے، رہنا، سونا، دفتر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ یا امام کے لئے اس حجرہ کو استعمال کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ بھی نماز کیلئے ہی وقف اور متعین کردی گئی تھی، تو اب اس جگہ مستقلاً امام یا ناظم کا رہائش اختیار کرنا یا اس میں کار دفتر کرنا یا اسکو مدرسہ کے بچوں کا دارالاقامہ قرار دینا درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۵/۹۶ھ

تعمیر جدید کے وقت اگر مسجد کا کچھ حصہ دیوار میں آجائے

سوال: ۔ایک قدیم مسجد کو منہدم کر کے جدید تعمیر کرنی ہے، منہدم کرنے پر قبلہ صحیح کرنے کی

---

[1] ولایجوز اخذ الاجرة منه ولاان یجعل شیئاً منه(المسجد) مستغلاً ولاسکنیٰ (درمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد) البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۱ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مجمع الأنھر ص۵۹۵ج۲ کتاب الوقف تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

صورت میں مسجد کی قدیم جنوبی دیوار کا کچھ حصہ سابق فرش پر آجاتا ہے، اور قدیم دیوار کا اکثر حصہ فاضل ہوجاتا ہے، اب اسی فاضل دیوار کو مسجد کی دوسری ضرورت کیلئے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اب جو جگہ ایک دفعہ نماز پڑھنے کیلئے مسجد بنادی گئی ہے، اسکو خارج مسجد قرار دیکر کسی دوسرے کام کے لئے مخصوص کر لینا درست نہیں، کذا فی الدر المختار[1]

البتہ دیوار کے اندر آیا ہوا کچھ حصہ مسجد ہی سے متعلق کسی کام میں آجائے تو مضائقہ نہیں، مثلاً اس میں مسجد کی الماری بنادی جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۲/۱۵ھ

مسجد کی تعمیر کنکریٹ کے ذریعہ

سوال:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسجد میں کنکریٹ ڈالکر مضبوط بنانا بدعت ہے، بعض کہتے ہیں کہ بدعت نہیں مسجد نبویؐ میں کنکریٹ موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں مسجد نبویؐ میں بھی کنکر موجود تھی، اور اب بھی کچھ حصہ میں ہے مسجد حرام (مکہ معظّمہ)

---

[1] ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً إلى قيام الساعة وبه يفتى، در مختار مع الشامى كراچى ص۳۵۸ج۴ كتاب الوقف مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، شامى زكريا ص۵۴۸ج۶، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۱ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف فصل، طبع بيروت.

[2] ولا بأس بأن يتخذ فى المسجد بيت يوضع فيه الحصير ومتاع المسجد به جرت العادة من غير نكير، حلبى كبير ص۵۶۸ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه مكتبه رحيميه ديوبند، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور ص۶۱۲، فتح القدير ص۱/۴۲۲ كتاب الصلوة فصل ويكره استقبال القبلة بالفرج، مطبوعه دار الفكر بيروت.

میں بھی جگہ جگہ کنکر موجود تھی، اب حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً) مسجد حرام ومسجد نبوی دونوں جگہ کنکر ختم کر کے بہترین اعلیٰ قسم کے پتھر کا فرش بنا دیا گیا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

مسجد پر غیر شرعی قبضہ

سوال:۔ (۱) ایک مسجد ودیشہ میں بیجا منڈل کے نام سے مشہور ہے جس میں زمانہ دراز سے عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے، شاہی زمانہ میں مہاراجہ کی طرف سے بذریعہ حکام عطر، پان، مسلمانوں کو عید کی خوشی میں پیش کیا جاتا تھا۔

(۲) جب ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا بٹوارہ ہوا تو دشمن ملک اور دشمن اسلام ہندومہاسبھا وغیرہ پارٹیوں نے ستیہ گروہ شروع کردی کہ مسجد بیجا منڈل مسجد نہیں ہے، بلکہ بیج مندر ہے ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۹۶۴ء تک عیدین کی نماز مسجد بیجا منڈل میں ہوتی رہی کبھی دفعہ ۱۴۴/ کے ذریعہ کبھی کرفیو کے ذریعہ ۸/۱۰/ برس سے پرمٹ سسٹم جاری کردیا تھا کہ پرمٹ کے ذریعہ حکومت نماز عیدین پڑھواتی رہی۔

(۳) امسال ۱۹۶۵ء میں کمشنر صاحب مدھیہ پردیش نے بتاریخ ۱۶/۱/۶۵/ کو یہ حکم زبانی دیا کہ اس سال نماز عیدین کی اجازت مسجد بیجا منڈل میں نہ دی جائے گی، یہ مسجد آثار قدیمہ میں آ گئی ہے، یہ نہ ہندوؤں کی پوجا کے لئے دی جائے گی، نہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کے لئے دیجائیگی اور کہا کہ حکومت مدھیہ پردیش مسلمانان ودیشہ کے لئے ۱۰/ ہزار روپیہ دینے کے لئے تیار ہے کہ تم اپنی عیدگاہ دوسری جگہ بنالو۔

(۴) اور یہ مسجد بیجا منڈل محکمہ آثار قدیمہ نے ۱۹۴۷ء میں کرلی تھی، حکومت نے بھی

---

[1] اما التجصیص فحسن لأنه احکام للبناء کذا فی الاختیار شرح المختار، عالمگیری کوئٹه ص ۳۱۹ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة، حلبی کبیر ص ۶۱۶،۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، البحر الرائق کوئٹه ص۳۷ ج۲ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها تحت فصل.

قانون میں اس کو مسجد مانا ہے۔

(۵) ہم مسلمانان نے دس ہزار روپیہ لینے سے انکار کردیا ہے، اور یہ کہدیا کہ ہم مسجد فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہم لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جب تک حکومت مدھیہ پردیش ہمارا حق یعنی مسجد بیجا منڈل میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دے گی، تو اس وقت تک ہم عیدین کی نماز نہیں پڑھیں گے جو حکومت مدھیہ پردیش نے ہمارا حق زبردستی چھین لیا ہے۔

(۶) ہم مسلمانوں کا خیال ہے کہ ہم حکومت پر عدالت میں دعویٰ کردیں کہ حکومت مدھیہ پردیش نے ہمارے ساتھ بے انصافی کی ہے، آپ کا کیا خیال ہے۔

(۷) مسجد مذکورہ اسلامی قواعد کے ساتھ تعمیر ہے جو احکام شریعت کے ساتھ وابستہ ہے۔

(۸) ایک زمانہ میں جبکہ اس کے قرب وجوار میں مسلم آبادی تھی پانچوں وقت نماز ہوتی تھی، جب آبادی کم ہوئی تو صرف جمعہ قائم رہا۔

(۹) جب دور تک آبادی ختم ہوگئی تو مسلمانان ودیشہ نے صرف عیدین کے لئے مخصوص کرلیا، تو آج تک عیدین کی نماز ہوتی رہی۔

(۱۰) یہ مسجد شہر سے باہر ہے عالیشان عمارت ہے، عیدین کی نماز آسانی سے پڑھی جاتی ہے۔

(۱۱) مسلمانوں کی آبادی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ مسجد کی دیواروں سے متصل قبریں بنی ہوئی ہیں، جو آج بھی ظاہر ہیں۔

(۱۲) اکثر وبیشتر علماء دین نے بھی کبھی اس مسجد میں وعظ اور نصیحت فرما کر مسلمانوں کو مستفیض فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ وہ شرعی مسجد ہے اور حکومت کو بھی اس کا مسجد ہونا تسلیم ہے، اور اس میں نماز باجماعت ہوتی چلی آئی ہے، حتی کہ مخالفوں کی مخالفت کے باوجود کرفیو دفعہ ۱۴۴/ پرمٹ سسٹم کی صورتوں میں اس کو مسجد ہی تسلیم کرتے ہوئے اس میں عیدین ادا کی گئی ہے تو اب نہ اس کو فروخت کیا جاسکتا

ہے، نہ اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ ہوسکتا ہے نہ دعویٰ ملک قابل سماعت ہے[۱] نہ اس میں نماز پڑھنے سے روکا جاسکتا ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے، اس میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا پورا پورا حق حاصل ہے، وہ عید بھی پڑھ سکتے ہیں جمعہ بھی پڑھ سکتے ہیں، پنجگانہ نماز بھی پڑھ سکتے ہیں[۲] وہاں نماز پڑھنے سے روکنا سراسر ظلم ہے اور خدائے پاک کے دئے ہوئے حق کو غصب کرنا ہے[۳]

وہاں کے مسلمانوں کو لازم ہے کہ آئینی طریق پر اس کو ہمیشہ کے لئے مسجد برقرار رکھیں، اور اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ نہ ہونے دیں، اس کیلئے قانونی طور پر پوری جدوجہد کریں عدالت میں دعویٰ کرنا مفید ہو تو وکیلوں سے مشورہ کرکے عدالت میں دعویٰ کریں۔

اگر کوئی صورت بچاؤ کی نہ ہو تو انتہائی بے بسی اور مظلومیت کی حالت میں وہ معاوضہ لیکر جو دینا تجویز کیا گیا ہے، کسی دوسری مناسب جگہ مسجد بنائی جائے، اس صورت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ مسلمانوں نے مسجد کو فروخت کردیا بلکہ یہ معاوضہ ہوگا زبردستی قبضہ کرنے کا۔

"لواستولی علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده واراد الغاصب

۱؎ فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۱/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان، شامی زکریا ص ۵۳۹ ج ۶ المصدر السابق، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج ۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۲؎ ولوخرب ماحوله واستغنی یبقی مسجداً عندالامام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبه یفتیٰ (درمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۸/ ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیرهٗ، شامی زکریا ص۵۴۸ ج۶ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، النهرالفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف فصل فرع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۳؎ ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه (سورۂ بقرہ پارہ نمبر ۱/ آیت ۱۱۴/)

ترجمہ: ۔اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خداتعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے۔ (بیان القرآن)

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة او الصلح علی شیئی ثم یشتری بالما خوذ من الغاصب ارضا اخری فیجعله علیٰ شرائط الاولیٰ لانه حینئذٍ صار بمنزلة المستهلک فیجوز اخذالقیمة (بحر، ص ۲۴۲/ج ۵)[1]"

اس سلسلہ میں نماز عید کا ترک کرنا بے سود اور غلط ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں[2] علاوہ ازیں وہاں کے مسلمان دوسروں کی نظر میں اتنے محبوب و معظم نہیں کہ ان کے ناراض ہوکر نماز عید ترک کر دینے سے مخالف بے چین اور مضطرب ہوکر اپنے ارادوں سے باز آجائیں گے، اور ان کی مسجد کو برقرار رکھیں گے، اور وہاں نماز پڑھنے کی اجازت دیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۸۵ھ

مسجد کے کچھ حصہ میں متولی کی قبر بنانا

سوال:۔ قدیم مسجد جو کہ تقریباً دوسو سال سے بھی زائد کی ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے، مسجد مذکور کے صحن کے باہر ایک بزرگ کا مزار ہے، حسب ذیل احاطہ چہار سہ دیواری جنوب چبوترہ سو سال سے زائد ہوئے ایک بزرگ عام مسلمانوں کی رائے سے مسجد مذکور کے امام و متولی ہوگئے، انہوں نے اپنے اہتمام میں مسجد کو سہ دری کے بجائے پنج دری کیا امام اول موصوف کا انتقال ہونے کے بعد بزرگ موصوف کے مزار کے قریب احاطہ سہ دیواری میں دفن ہیں، ان کے بعد ان

---

[1] بحر، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان، ص ۲۴۲/ج ۵/ کتاب الوقف، شامی زکریا ص ۵۸۸ ج ۶ کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر إلا فی اربع، فتح القدیر ص ۲۲۸ ج ۶ کتاب الوقف دار الفکر بیروت.

[2] اعلم ان صلوٰة العید واجبة علی من تجب علیه الجمعة هذاهو الصحیح من المذهب (حلبی کبیری، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۵۶۵/ فصل فی صلوٰة العید، شامی زکریا ص ۴۴ ج ۳ کتاب الصلوٰة باب العیدین مطبوعه دیوبند، عالمگیری کوئٹه ص ۱۵۰ ج ۱ الباب السابع عشر فی صلاة العیدین.

کے بڑے لڑکے امام دوم بدستور سابق امام متولی ہوئے انہوں نے صحن مسجد کی توسیع کر کے احاطہ سہ دیواری قبور کو وسط صحن میں شامل کیا، بعد انتقال امام دوم بھی امام اول اور بزرگ کی قبر کے درمیان دفن ہوئے، اس کے بعد ان کے بھائی امام سوم بدستور سابق متولی ہوئے، ان کی حیات میں ان کے بھتیجے امام دوم کے بڑے لڑکے بھی اسی احاطۂ قبر میں دفن ہوئے، امام سوم بھی بعد انتقال بھتیجے اور امام دوم کی قبر کے درمیان دفن ہوئے، ان کے بعد ان کے دوسرے بھتیجے امام دوم کے لڑکے امام چہارم بدستور سابق امام متولی ہوئے انہوں نے بھی مسجد کی توسیع جات کی بعد انتقال امام چہارم بھی اسی احاطہ قبر میں امام اول کی پائنتی میں دفن ہیں جس میں کچھ جز حصہ قبر مسجد کی زمین کا شامل ہوئے جبکہ حسب ذیل میں ظاہر کیا گیا ہے، ان کے بعد امام سوم کے لڑکے امام پنجم بدستور سابق امام و متولی مقرر ہوئے جو کہ موجود ہیں۔

اب صرف مسجد ہذا کی تنظیم کمیٹی بھی مقرر ہوگئی ہے، جس کیلئے یہ شرائط مسجد ہذا کی بھی تعمیری کام کیلئے امام کی رائے مشورہ وغیرہ دریافت کرنا ضروری ہے، منتظم کمیٹی مسجد ہذا کے کچھ ممبران نے بغیر اطلاع امام احاطہ نیوسہ دیواری کو منہدم کر کے ہر جانب سے تنگ کر کے اور احاطہ کی کچھ جگہ جہاں قبریں معین ہیں، سب میں مسجد کر لی ہے، ایسی صورت میں بغیر اجازت امام جس کے آباء واجداد اسی احاطہ میں دفن ہوئے ہیں، اور منتظم کمیٹی بھی صرف مسجد ہی کے امور میں حق رکھتی ہے، تو احاطہ قبور سے زمین کا کچھ حصہ مسجد کیلئے جائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ امام وخاندان امام اور دیگر بہت سے لوگ (مسلمان) نہیں چاہتے جواب بالصواب سے مطلع فرمائیں، تاکہ عوام الناس کسی قسم کے شک میں نہ رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ مسجد سے متعلق کسی بھی تعمیری کام کیلئے امام مسجد کا مشورہ ورائے ضروری قرار دے دیا گیا ہے، اور یہ چیز طے شدہ کے درجہ میں ہے تو پھر تصرف مذکور کرنا خلاف شرط ہوا جو زمین مسجد میں

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

داخل کی گئی ہے، اگر وہ مالک کی اجازت سے داخل کی گئی ہے تو اس کو داخل کرنا صحیح ہو گیا[۱]
اور اگر وہ زمین وقف تھی مسجد کیلئے تب بھی داخل کرنا درست ہوا[۲]، قبریں اگر اتنی پرانی ہیں کہ میت مٹی بن چکی ہوگی، تو ان کا باقی رکھنا ضروری نہیں ان کو ہموار کر کے وہاں مسجد کا فرش بنانا اور نماز پڑھنا بھی درست ہے ایسی حالت میں قبر کا حکم باقی نہیں رہتا، بلکہ بدل جاتا ہے[۳] اور اس تصرف سے میت کی توہین نہیں ہوتی، آئندہ ایسا تصرف کرنے کیلئے جائز شروط کی پابندی کیجئے[۴]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۹۱ھ

---

۱ لایحل مال امرأ الا بطیب نفس منه (الحدیث، مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۵/باب الغصب والعاریة، شعب الایمان للبیهقی ص ۴۷۲۹ ج۲ الباب الثامن والثلاثون باب فی قبض الید عن الاموال المحرمة الخ، مطبوعه مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة.

ترجمه: کسی آدمی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر درست نہیں۔ لا یجوز لاحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وکالته أو ولایته علیه وإن فعل کان ضامناً، شرح المجلة ص۶۱ ج۱ رقم المادة ۹۶ مطبوعه اتحاد بکڈپوا دیوبند، قواعد الفقه ص۱۱۰ الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب، اشاعت الاسلام دهلی.

۲ فی الفتح: ولوضاق المسجد وبجنبه ارض وقف علیه اوحانوت جاز ان یوخذ ویدخل فیه (شامی کراچی، ص۳۷۹/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقا، شامی زکریا ص۵۷۶ ج۶ المصدر السابق، فتح القدیر ص۲۳۵ ج۶ کتاب الوقف، واذا بنی مسجداً، دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۶ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد.

۳ جاز زرعه ای القبور والبناء علیه اذابلی وصار تراباً (درمختار مع الشامی کراچی ص۲۳۸/ج۲/ صلوٰۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت، شامی زکریا ص۱۳۸ ج۳ المصدر السابق، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۱ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز الفصل السادس فی القبر والدفن، البحر الرائق کوئٹه ص۱۹۵ ج۲ کتاب الجنائز فصل السلطان أحق بصلاته.

۴ المسلمون علی شروطهم الاشرطا حرم حلاله اواحل حراما (الحدیث) ترمذی، مطبوعه یاسرندیم دیوبند ۲۵۱/ج۱/ ابواب الاحکام، باب ماذکرعن النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلح بین الناس) معجم الکبیر للطبرانی ص۲۲ ج۱۷ رقم الحدیث ۳۰، دار احیاء التراث العربی.

ترجمه: مسلمانوں پر اپنی شرائط کی پابندی ضروری ہے، مگر وہ شرط جو حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال کردے۔

مسجد میں ادھار لگائی ہوئی اینٹوں کی واپسی

سوال:۔ایک آدمی نے اپنا مکان بنانے کیلئے آٹھ ہزار اینٹیں ۶/۴/۷۷ء کو منگائیں تھیں، مسجد کے کچھ آدمیوں نے مشورہ کرکے وہ آٹھ ہزار اینٹیں اُدھار لے کر مسجد میں لگادیں اب بستی والے اینٹ واپس نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ تم اپنی اینٹ مسجد سے نہیں لے سکتے، جبکہ اینٹ دیئے ہوئے تین سال ہوچکے، جس نے اینٹ دی ہے وہ بہت غریب اور پریشان حال ہے، اور وہ اپنی مرضی سے دینا نہیں چاہتا، اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے وہ اینٹیں مسجد والوں نے خرید کر لگائی ہیں تو وہ مسجد توڑ کر اینٹیں لینے کا حقدار نہیں رہا، البتہ قیمت کا حقدار ضرور ہے، اگر قیمت میں روپیہ مقرر کیا گیا تھا، تو اس کو روپیہ دیدیا جائے، اگر قیمت میں اینٹیں ہی تجویز کی گئی تھیں یعنی ادھار لی تھیں تو اس قسم کی اینٹیں منگا کر اس کو دی جائیں یا اس کی قیمت دی جائے[1]　　فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۱۴۰۰ھ

پرنالہ دوسرے کی جگہ میں اور مسجد کی دیوار میں ایسا تصرف جس سے کسی کی بے پردگی ہو

سوال:۔زید نے دو قطعے زمین مالکان زمین سے خریدی جس کی سرحد مسجد کے مغرب

---

[1] وفی القرض الجائز لایتعین بل یرید المثل وان کان قائماً، شامی کراچی ،ص ۱۶۱ ج۵، کتاب البیوع فصل فی القرض، الدیون تقضٰی بامثالها الخ شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الضرب والقتل، مطلب الدیون تقضٰی بامثالها، الاشباه والنظائر ص۱۴۳ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلی.

وجنوب کی دیوارتک تھی، جس میں سے ایک قطعۂ زمین جانبِ مغرب افتادہ پڑتی تھی، دوسرے قطعہ جنوب کے کچھ حصہ پر مالکِ زمین نے اپنا مسکونہ مکان بنارکھا تھا جو جانب مغرب ومشرق کی لمبائی واقع تھا، زید نے خریدنے کے بعد اپنی پوری زمین پر قبضہ کرانے کے لئے دونوں جانبوں میں مسجد تک اپنی دیوار بنا کر احاطہ ومکان کی شکل دیدی، مسجد کی جنوبی دیوار میں جھروکے بشکل روشندان بنائے تھے، جس سے زید کے صحن میں بال بچوں کی بے پردگی ہوتی تھی، مسجد کی جنوبی دیوار کے بعد ایک گلی جو کہ ایک ضعیفہ کا مکان خام بنا ہوا تھا ، جو زید نے خریدنے کے بعد اپنا صحن بنا دیا، اورجھروکے کو اپنے صحن کی طرف سے بے پردگی کے خیال سے چاروں سوراخوں میں مٹی رکھ کر بند کردیا تھا، کچھ دنوں کے بعد رائے عام مصلیانِ مسجد سے بضرورتِ شدید مسجد کی ایک الماری اچھی خاصی نصب ہوئی جس کو لگے تقریباً ۲/سال ہوگئے ، اپنی جگہ بدستور باقی ہے ، اورمسجد کی مصلحت فوت نہ ہوئی ، اورزید کی بے پردگی کا سوال ختم ہوگیا، اوریہ نہیں معلوم کہ جھروکے مالکِ زمین کی اجازت سے بنائے گئے یا افتادہ زمین کی طرف یوں ہی کھولے گئے ، اب زید صحن مذکورہ کومکان کی شکل میں تعمیر کرنا چاہتا ہے ، اور چاہتا ہے کہ مسجد سے ملاکر اپنی دیوار پختہ بنا کر تعمیر کرلے اور پانی جو مسجد ومذکورہ ضعیفہ کے دونوں دیواروں کے بیچ میں گرتا تھا وہ پانی زید اپنے صحن خانہ کی طرف گرائے اورزید کا مکان بسبب گلی چھوڑنے سے غیرمحفوظ نہ ہو، زید کا کہنا ہے کہ مسجد ودیوارزید میں گلی ہوگی، مسجد کا بھی نقصان ہوگا برسات کے پانی کے ریلے وچھینٹے دونوں دیواروں کوخراب کریں گے، اورنیز چورونقب زن کے چھپنے کا خطرہ رہے گا، دوسرا مجھ کوخیال یہ ہے کہ جھروکے جہاں اس وقت الماری نصب ہے بڑا ساجنگلہ لگادیا جائے ، مگراس شکل میں بے پردگی کا مسئلہ پیش آتا ہے، اب دریافت طلب یہ کے آیا زید کواپنی پوری زمین پرمکان تعمیر کرنے کا شرعاً حق ہے ؟ یا اپنی دیوار مسجد سے ملاسکتا ہے، اگرنہ ملائے توکس قدر فصل چھوڑنا ضروری ہے، نیز جھروکوں کی کیا حیثیت ہے؟ آیا ان کا باقی رہنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو زید کے مکان کے غیر محفوظ ہونے اور بے پردگی کا کیا حل ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زیدکواپنی زمین میں مکان صحن سب کچھ بنانے کا پورااختیار حاصل ہے[1] لیکن اگر مسجد کے متصل مسجد کی مصالح کے لئے کچھ راستہ مالک نے چھوڑ دیا ہو یا پانی گرانے کے لئے حق دیا ہو جس کو زید کے ہاتھ فروخت نہیں کیا گیا تو زید کا اس راستہ کوختم کرنا یاپانی گرانے کی جگہ کوختم کر کے دوسری طرف منتقل کرنا درست نہیں،[2] آج زیداس جگہ پر پانی گرانا برداشت نہیں کرتا تو کل کوزید کے ورثاء مسجد کا پانی اپنے مکان پر کیسے برداشت کریں گے،نزاع پیداہوگا وہ کہیں گے کہ مسجد کا پانی ہمارے صحن میں نہ آئے کسی اورطرف راستہ کیا جائے،مسجد کے جنوبی دیوار کے جھروکوں سے اگر زید کے مکان کی بے پردگی ہوتی ہوتو زیدکوچاہئے کہ وہ اپنے مکان کی دیوار بنائے تاکہ بے پردگی نہ ہو،اگر زید میں اتنی وسعت نہیں کہ وہ دیوار بناسکے تو جوالماری مسجد کیلئے اس جگہ پر بنائی گئی اس سے بے پردگی ختم ہوگی، اب جنگلہ لگا کر اس کے مکان کو بے پردہ نہ کیا جائے،[3] برسات میں مسجد کے پانی کی وجہ سے اگر زید کی دیوارکواندیشہ ہوتواس کےتحفظ کے لئے نالی پختہ کردی جائے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] لأن الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص، شامي زكريا ص۱۰ ج۷ كتاب البيوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم، المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء، بیضاوی شریف ص۷ سورة الفاتحة رقم الآية ۳، مطبوعه مکتبه رشیدیه دهلی.

[2] لایجوز التصرف فی مال غیر ہ بلااذنه ولاولایته (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۲۰۰/ج۶/ کتاب الغصب مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۹، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص۱۱۰ الرسالة الثالثة رقم القاعدة ۲۷۰ مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[3] یستفاد: العاشورورد حدیث جمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیه مرافق الجار (الی قوله) ولاتستطل علیه بالبناء لتشرف علیه (قرطبی ،دارالفکر ،ص ۱۶۴/۳/ سورۂ نساء تفسیر الایة/ص۳۶/ تحت قولہٖ تعالیٰ والجارذی القربیٰ) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کا لینٹر پڑوسی کی دیوار پر

سوال:۔ مسجد کا ایک حجرہ میرے مکان کے ایک کمرہ سے ملا کر مسجد تعمیر کرانیوالوں نے تعمیر کرایا، میرے مکان کی خام دیوار کو چھانٹ کر اپنے حجرے کی دیوار قائم کر لی، میری دیوار میں سے ایک فٹ دبا کر لینٹر ڈال لیا، میں نے حافظ صاحب سے نہایت تہذیب سے دیوار بنانے کے شکایت کی مگر توجہ اور معقول جواب نہیں دیا، کیا بغیر مالک کی اجازت کے ایسا کرنا جائز تھا، نیز ایک چھت اور بنوائی ہے جو مذکورہ چھت سے ملائی گئی، اور روشن دان رکھ دیا جس کی وجہ سے بے پردگی ہوگی، یہ بھی میری غیر موجودگی میں کیا گیا حالانکہ باہر جاتے وقت وہاں سے کہہ کر گیا کہ خیال کر کے کام کرنا کوئی قابل اعتراض نہ ہو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد خدا کا گھر ہے[1] اس میں کسی دوسرے کی زمین بغیر مالک کی اجازت کے شامل کر لینا یا اس کی دیوار پر مسجد کا گاٹر یا لینٹر وغیرہ رکھنا[2] یا مسجد میں کوئی ایسا روشندان کھولنا کہ جس سے دوسرے مکان کی بے پردگی ہو شرعاً یہ جائز نہیں[3] یہ حق تلفی ہے[4] گناہ ہے، اگر مسجد میں کسی کی

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [4] ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لاضرر ولاضرار، مؤطا امام مالک، ص ۳۱۱/ کتاب الاقضیہ، القضاء فی المرافق، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ کوئی انسان اپنے بھائی کو نہ تو اولاً نقصان پہنچائے اور نہ بدلے کے طور پر۔

(**صفحہ ہٰذا**) [1] ”إنّ بیوت اللّٰہ تعالیٰ فی الارض المساجد، الخ فیض القدیر ص ۴۴۴ ج ۲ رقم الحدیث ۲۲۵۸ مطبوعہ مکتبہ دار الفکر بیروت.

[2] لا یجوز لاحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنہ، قواعد الفقہ ص ۱۱۰ الرسالۃ الثالثۃ رقم القاعدۃ ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۹ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بلا اذنہ ولا ولایتہ، مطبع دیوبند الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب مطبوعہ مکتبہ اشاعت الاسلام دھلی.

[3] أخرج الی طریق العامۃ کنیفا أو میزابا أو جرصنا کبرج وجذع وممر علو (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

زمین کی ضرورت ہو تو قیمتاً خریدی جائے[۱] لہٰذا ایسی صورتِ مسئولہ میں مسجد کے ان تصرفات کیلئے دیوار کا کوئی حصہ لے لیا گیا ہو تو اس کی قیمت ادا کی جائے[۲] اگر بے پردگی ہے تو اس کا انتظام کیا جائے[۳] اور جس کی حق تلفی کی گئی اس سے معذرت بھی کی جائے، ورنہ آخرت کی باز پرس سے نجات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۴/ ۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/ ۸۷ھ

مسجد کا کچھ حصہ چھوڑ دینا

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک مسجد ہے بالکل پی ڈبلیو روڈ کے متصل، پرانی مسجد کو منہدم کر کے نئی تعمیر کرتے وقت ۲-۱/۸ ہاتھ چھوڑ کر شمال کی طرف ڈھائی ہاتھ بڑھائی ہے، جدید معترین

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) وحوض طاقة ونحوها أو دكّاناً جاز إن لم يضر بالعامة ولم يمنع منه فإن ضر لم يحل، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۵۷ ج۱۰ کتاب الدیات باب ما یحدثه الرجل فی الطریق وغیره مطبع دیوبند، زیلعی ص۱۴۲ ج۶ کتاب الدیات باب ما یحدثه الرجل فی الطریق، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۴] لا ضرر ولاضرار، قال المناوی "لا ضرر" ای لا یضر الرجل اخاه فینقصه شیئاً من حقه الخ، فیض القدیر ص۴۳۱ ج۶، رقم الحدیث ۹۸۹۹ مطبوعه دار الفکر بیروت.

(**صفحه هذا**) [۱] ولو ضاق المسجد وبجنبه أرض ...... جاز أن یؤخذ ویدخل فیه ولو کان ملک رجل أخذ بالقیمة کرها، فتح القدیر ص۲۳۵ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجد لم یزل ملکه عنه مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۶ ج۲، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۹۳، ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً.

[۲] لایجوز التصرف فی مال غیرہٖ بلااذنه ولاولایته (درمختار مع ردالمحتار کراچی، ص۲۰۰/ ج۶/ کتاب الغصب، مطلب فیمایجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص۱۱۰ الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[۳] کمایستفاد ممافی القرطبی "العاشرة" ورد حدیث جمع النبی صلی الله علیه وسلم فیه مرافق الجار (الیٰ قوله) ولاتستطل علیه البناء لتشرف علیه (قرطبی، مطبوعه دارالفکر، ص۱۶۴ ج۳ سورة النساء تفسیر آیت، ۳۶)

حضرات یہ کہتے ہیں کہ جبکہ ہم نئی مسجد تعمیر کرا رہے ہیں، تو کچھ بجانب شمال ہٹالیں تا کہ کار، موٹر، سامان وغیرہ کی آمد ورفت میں ٹھوس دھکا وغیرہ نہ لگے، دوسری وجہ یہ بتاتے ہیں کہ راستہ سے تین فٹ زمین گورنر کی ہے، اسے چھوڑ دینا چاہئے، لیکن اس زمین کا عوض جو گورنر سے لیا جاتا ہے وہ واقف زمین نے نہیں لیا ہے، کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نیز جو نئی تعمیر کی ہے اس میں لوہے وغیرہ سے احاطۂ مسجد بنایا ہے، محراب کا بھی نقشہ بنوا کر قدیم محراب سے شمال کی طرف ہٹوالیا، اس کو اگر پھر دوبارہ منہدم کرکے بجانب جنوب لیا جائے، تو مسجد کا مال مزید ضائع ہوجائیگا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ وجوہات کی بناء پر معترین حضرات کو یہ کام کرنا از روئے شرع کیا حکم ہے؟ نیز جو دو ہاتھ ہٹا کر مسجد بنانا شروع کیا ہے اسے احاطۂ مسجد میں رکھنے کا وعدہ کیا ہے، اگر اسے دیوار سے کردیں تو شرعاً مفصل جواب عنایت فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مسجد بن چکی ہے وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے اس کو چھوڑنے اور مسجد سے علیحدہ کرنے کا حق نہیں، البتہ جو حصہ مسقّف ہو وہ کچھ صحن میں آجائے یا اس کا عکس ہوجائے، تو مضائقہ نہیں مگر رہے مسجد ہی میں، اس سے خارج نہ ہو نہ کسی اور کام میں اسکو لایا جائے [۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۱۱/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // // //

مسجد میں وضو کی جگہ بنانا

سوال: ۔ایک مسجد میں صحن کے اندر وضو کرنے کی کوئی جگہ نہ تھی (عرصۂ دراز کے بعد جن

[۱] ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عندالامام والثانى ابداً الىٰ قيام الساعة وبه يفتى (درمختار مع الشامى كراچى، ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فيما لوخرب المسجد اوغيره، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

صاحب نے مسجد کی تعمیر کی تھی) ان صاحب نے عین صحن کے اندر وضو کرنے کی جگہ پختہ بنوادی ہے اس کا کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز پڑھنے کے لئے متعین کر کے وقف کردی گئی وہاں وضو کی جگہ پختہ بنوانا جس کی وجہ سے اتنی جگہ محبوس ہوجائے کہ وہاں نماز نہ پڑھی جاسکے درست نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۸۷ھ

ضرورت مسجد کیلئے غسل خانوں کو باہر منتقل کرنا

سوال:۔ مسجد کے احاطہ میں تین عدد غسل خانہ اور تین استنجا گاہیں اور ایک سبیل آٹھ نلکوں پر مشتمل برابر برابر بنی ہوئی ہیں، لیکن بناء مسجد سے ہی شرعی مسجد کے حکم سے یہ اشیاء خارج تھیں، کیونکہ قوم کے افراد نے تمام مسجد کو پختہ کیا اور نئی بنایا، لیکن مذکورہ بالا اشیاء آج تک پرانے طرز پر موجود ہیں، لہٰذا مسجد کی کمیٹی نے ایک رائے پیش کی، کیونکہ احاطہ مسجد میں بچے داخل ہوکر پاک وناپاک ہاتھوں سے غسل خانوں کی جگہ سے پانی لیتے ہیں، دوسرے اس کنویں کے ڈول کو سبیل میں پانی بھرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ بعض اوقات جماعت چھوٹنے کا باعث بن جاتی ہے، کیونکہ ماشاء اللہ مصلی زیادہ ہیں، اور سبیل کافی نہیں ہوتی، استنجاء گاہوں کو وائر مشین لگا کر وسیع کیا جائے، کیونکہ مسجد کے نام وقف کافی ہے، اس لئے قوم نے اس گیرج کو غسل خانوں میں تبدیل کردیا کچھ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ مسجد کے باہر مسجد کی آمدنی استعمال نہیں کی جاسکتی

---

[1] یستفاد: ممافی الدرالمختار "أما لوتمت المسجد یة ثم اراد البناء منع ولا ان یجعل شیئاً منه مستغلا ولاسکنی (الدرالمختار مع الشامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۸ ج۶ الدر المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص ۵۹۴ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

،لیکن لوگوں نے جواب دیا کہ ہم یہ کام مسجد کی پاکیزگی اور صفائی کے لئے کر رہے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ مصالح مسجد کے لئے غسل خانے باہر تعمیر کئے جاسکتے ہیں یا نہیں، یا اس کے لئے علیحدہ سے چندہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی پاکیزگی اور نماز باجماعت میں سہولت پیدا ہونے کے لئے غسل خانوں کو باہر منتقل کردینا درست ہے[1]، جس طرح قدیم غسلخانوں پر مسجد کا روپیہ خرچ ہوا ہے، اگر اسی طرح ان غسل خانوں پر مسجد کا روپیہ خرچ ہو تو کیا اشکال ہے[2] تاہم اگر اشکال ہے تو کوئی بڑی بات نہیں، اس کے لئے مستقلاً چندہ کرلیا جائے، جب تک کوئی اشکال سامنے نہ آئے تو اس کی تفصیل کیا لکھی جائے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی زمین پر مالکانہ قبضہ

سوال: ۔زید مسجد کے صحن اور نماز جنازہ کی جگہ اور مذہبی اجتماع کی جگہ اور تعزیہ کے راستہ

---

[1] وبهٰذا علم ایضا حرمة احداث الخلوات فی المساجد کالتی فی رواق المسجد الاموی ولا سیما ما یترتب علی ذلک من تقذیر المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوه شامی زکریا ص۵۴۸ ج۶ کتاب الوقف، قبیل مطلب فیما لو خرب المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۰، ۶۱۱، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، تنظیف المسجد واجب (بدائع کراچی، ص۱۱۵/ج۲/ کتاب الاعتکاف فصل واما رکن الاعتکاف.

[2] مستفاد : فتحصل ان الشعائر التی تقدم مطلقاً بعد العمارة الامام والخطیب والمدرس والوقاد والفراش والمؤذن والناظروثمن القنادیل والزیت والحصر ویلحق بثمن الزیت والحصرثمن ماء الوضوء اواجرة حمله اوکلفة نقله من البئر الیٰ المیضاة (بحر کوئٹه ص۲۱۵/ج۵/ کتاب الوقف) عالمگیری کوئٹه ص۳۶۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث فی المصارف، الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۶۶،۳۶۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلة الوقف بعمارته.

پر قبضہ کر کے مکان بنانا چاہتا ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ جگہ مسجد کے لئے وقف ہے تو اس پر مالکانہ قبضہ غصب اور حرام ہے اس قبضہ کو ہٹا کر مسجد کے قبضہ میں دینا ضروری ہے[1]، پھر اس کی چہار دیواری بنا کر حسب مصالح مسجد کے کام لائیں تاکہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲/۸۹ھ

مسجد کے پلاٹ پر ناجائز قبضہ

سوال:۔ جامع مسجد دھمتری کی وقف شدہ جائیداد کا زید کرایہ دار ہے، اس نے کمیٹی کے کرایہ پر دیئے ہوئے پلاٹ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، اور یہ ناجائز زائد قبضہ عرصہ دس سال سے کئے ہوئے ہے، اب کمیٹی ناجائز بلا کرایہ قبضہ کو زید سے واپس اس لئے لینا چاہتی ہے کہ اس ناجائز قبضہ کے پلاٹ سے جامع مسجد کی کم وبیش سو روپے ماہانہ آمدنی بلا مبالغہ بڑھ سکتی ہے، اب اگر زید اس ناجائز قبضہ کے پلاٹ کو کمیٹی کے قواعد وضوابط کے تحت واپس نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا کرایہ بالمقابل دیگرے دینے کو تیار ہے، اور نہ ہی ناجائز قبضہ چھوڑتا ہے، تو زید پر اس معاملہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور کس قدر مجرم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو وہ کرایہ دار غاصب ہے، ظالم ہے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ زائد حصہ فوراً خالی کردے اور جتنے زمانہ تک اس پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے

---

[1] رجل وقف أرضا اوداراً ودفعها الی رجل وولاہ القیام بذلک فجحد المدفوع الیہ فھوغاصب یخرج الارض من یدہٖ(عالم گیری ،کوئٹہ ،ص۴۴۷/ج۲/ کتاب الوقف الباب التاسع فی غصب الوقف، محیط برھانی ص۱۰۶ ج۹ کتاب الوقف، الفصل العشرون، مطبوعہ مجلس علمی گجرات.

اس کا کرایہ بھی ادا کردے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

حجرۂ امام کا گاڑ جدار مسجد پر

سوال:۔ ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ شاہی مسجد سیوہارہ کی جنوب وشمال میں ہر دو جانب زمانۂ قدیم کے بنے ہوئے دو حجرے ہیں جن میں سے ایک حجرے کی قلمدانی ڈانٹ مسجد کی دیوار میں ہضم ہورہی ہے، دوسرا شمالی حجرہ سادہ بنا ہوا ہے، جس کو شکستہ ہوجانے کی وجہ سے دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے ،اس تمہید کے بعد سوال یہ ہے کہ اس شمالی حجرہ کے اوپر دوسری منزل کی تعمیر کا خیال ہے اور مصلحت تعمیر کی بنا پر اس دوسری منزل کی چھت کا شہتیر ایک طرف مسجد کی دیوار میں رکھا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے، کیا یہ تصرف جائز ہے یا نہیں، اس سوال کے خاص ملحوظات یہ ہیں:۔

(۱) یہ حجرے زمانہ قدیم سے مسجد کے ہیں۔

(۲) ان کی بالائی منزلیں بھی مسجد ہی کی ہیں۔

(۳) اس مسجد کے احاطہ میں ایک مذہبی مدرسہ بھی ہے جس کی عمارت مسجد کی مملوکہ زمین پر بنائی گئی ہے۔

(۴) اوران حجروں سے حسب ضرورت مدرسہ کا کام لیا جارہا ہے اور مسجد کا بھی اگر چہ تعلیم کے سلسلہ کے وقتیہ اخراجات مدرسہ کے مد سے ہوتے ہیں لیکن استعمال عمارت مشترک قسم کا ہے لہٰذا دوسرا سوال یہ ہے کہ ان حجروں کے بارے میں یہ نوعیت جس کو اپنے اکابر ہمیشہ بلانکیر ملاحظہ فرماتے چلے آرہے ہیں کیسی ہے؟

---

[1] منافع الغصب استوفاها اوعطلها فانها لاتضمن عندنا الافی ثلاث فيجب اجر المثل ان يكون المغصوب وقفاً للسكنى او للاستغلال (درمختار مع الشامی کراچی ،مختصراً ،ص ۲۰۶/ ج۶/ کتاب الغصب،مطلب فی ضمان منافع الغصب، مجمع الأنهر ص ۸۱ ج۴ کتاب الغصب، طبع بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

یہ تصرف شرعاً جائز نہیں "ولایوضع الجذع علیٰ جدار المسجد وان کان من اوقافہ اھ شامی[1]" ظاہر حالات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجرے مصالح مسجد کے لئے وقف ہیں مدرسہ کا کام لینا ان حجروں سے شرعاً درست ہے[2] مگر مسجد کا احترام ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ج ۱/۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ج ۱/۶۹ھ

مسجد کے بالائی حصہ پر امام صاحب کا کمرہ

سوال:۔ مسجد سے ملا ہوا امام صاحب کا کمرہ ہے جو اس وقت خارج مسجد ہے، لیکن اب اس مسجد کی توسیع کا ارادہ ہے تو کیا امام صاحب کے حجرہ کو نیچے سے مسجد میں شامل کرلیں اور اوپر کے حصہ میں مع اہل وعیال کے رہیں، تو کیسا ہے؟

---

[1] شامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۸ج۶ البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۰ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

[2] یستفاد مما یلی، أن الشعائر التی تقدم فی الصرف مطلقا بعد العمارة الامام والخطیب والمدرس، البحر الرالرائق کوئٹہ ص۲۱۵ج۵ کتاب الوقف، ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ہو أقرب لعمارتہ، وہو عمارتہ المعنویة التی ہی قیام شعائرہ، کامام مسجد ومدرس مدرسة الی قولہ ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح أی مصالح المسجد، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۵۹،۵۶۰ج۶ کتاب الوقف، مطلب یبدأ بعد العمارة بما ہو أقرب الیہا.

[3] فی بیوت اذن اللّٰہ أن ترفع الایة پارہ ۱۸ سورة النور، رقم الایة ۳۶.

ترجمہ: وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس حجرہ کو نماز کے لئے مسجد میں داخل کر کے مسجد قرار دیا جائے، تو بالائی حصہ پر بھی ایسا حجرہ بنانا درست نہیں[1] جس میں امام صاحب مع اہل وعیال قیام کریں، اگر اس کو مسجد بنانا مقصود نہیں، صرف یہ مقصود ہے کہ وقت ضرورت وہاں بھی نمازی کھڑے ہو جایا کرے اور اوپر والے حصہ میں امام صاحب رہیں تو یہ درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۲/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ // //

مسجد کے لئے وقف شدہ زمین کو امام نے اپنے نام کرالیا

سوال:۔ایک مسجد کی کچھ زمین وقف ہے وہ امام کے لئے ہے کہ جب تک جو شخص امام رہے گا، اس کی اجرت لیتا رہے گا، لیکن موجودہ امام نے اس کو اپنے نام ریکارڈ کرالیا ہے، بستی والے کہہ رہے ہیں کہ مسجد کے نام کردیں، مگر وہ نہیں کرتے، تو امام کا جبراً مسجد کی زمین اپنے قبضہ میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ فعل ناجائز ہو تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

---

[1] لانه مسجد الى عنان السماء (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۶۵۶/ج ۱/مکروهاة الصلوة مطلب فی احکام المسجد)ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیامنه مستغلا ولاسکنی.(در مختار مع الشامی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه فتح القدیر ص ۲۳۶ ج۶ کتاب الوقف فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] لو بنی فوقه بیتا للإمام لا یضر لانه من المصالح الخ شامی کراچی ص۳۵۸ ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق ص۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، احکام المسجد مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین مسجد کیلئے وقف ہے تو اس پر کسی کا مالکانہ قبضہ جائز نہیں[1] بلکہ غصب ہے، امام اور اسکے بھائیوں کے ذمہ ضروری ہے کہ فوراً یہ مالکانہ قبضہ اٹھالیں، اور زمین مسجد کے نام کر دیں[2] ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی، اور امام صاحب کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی اور وہ امامت سے الگ کئے جانے کے قابل ہوں گے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی زمین میں امام کا حجرہ بنانا

سوال: ۔مسجد کے امام صاحب نے رہنے کے لئے صحن مسجد میں ایک حجرہ بنایا جس کو پہلے نماز کے لئے تیار کیا گیا تھا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

مسجد کی موقوفہ زمین پر دوسری مسجد بنانا

سوال: ۔ایک مسجد کی موقوفہ زمین پر خلاف شرط واقف اہل محلّہ کے اتفاق رائے سے دوسری مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اہل محلّہ نے یہ طے کیا کہ اس دوسری مسجد کے مصلیان پہلی مسجد

---

[1] فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک، الدر مع الشامی کراچی ص ۳۵۲ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی شرط واقف الکتب الخ، بحر کوئٹه ص ۲۰۵ ج ۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمية بيروت.

[2] رجل وقف ارضاً اوداراً ودفعها الی رجل وولاہ القيام بذٰلک فجحد المدفوع اليه فهوغاصب يخرج الارض من يده (عالم گيری ،کوئٹه ،ص ۴۴۷/ ج ۲/ کتا ب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف، محيط برهانی ص ۱۰۶ ج ۹ کتاب الوقف، الفصل العشرون، مجلس علمی گجرات.

[3] لوقد موافاسقايا ثمون بناء علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (حلبی كبيری، مطبوعه لاهور، ص ۵۱۳/ فصل الاولی بالامامة، طحطاوی علی المراقی ص ۲۴۴ فصل فی بيان الاحق بالامامة، طبع مصر شامی کراچی ص ۵۶۰ ج ۱ باب الامامة، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام.

والے کو اس موقوفہ زمین کے عوض میں کچھ روپیہ دیں تو یہ روپیہ دینا دوسری مسجد والوں پر ضروری ہوگا، یا نہیں؟ اور پہلی مسجد والے دوسری مسجد والے کو یہ زمین بلاعوض دے سکیں گے، یا نہیں؟ اور روپیہ دینا طے ہونے کی صورت میں دوسری مسجد والے اگر پہلے طے شدہ روپیہ نہ دیں تو یہ دوسری مسجد کیسی ہوگی، اور اس میں نماز پڑھنا کیسا ہوگا؟ اور یہ طے شدہ روپیہ دے کر دوسری مسجد بنانا صحیح ہوگا یا نہیں؟ یہ مسجد بن کر نماز ہو رہی ہے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز پڑھنے کے لئے وقف کرکے مسجد بنادی گئی ہو وہاں امام یا کسی اور کے لئے حجرہ بنانا درست نہیں [۱]

جو زمین مسجد کیلئے وقف کردی گئی وہاں دوسری مسجد بنانے کا حق نہیں، نہ اس کو دوسری مسجد کیلئے فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ اسکا روپیہ لیا جاسکتا ہے [۲]، ہاں اگر خدانخواستہ پہلی مسجد ویران ہوجائے وہاں مسلمان باقی نہ رہیں، اور جہاں وہ زمین ہے وہاں مسلمان موجود ہیں، اور مسجد کی ضرورت ہو تو اس زمین پر دوسری مسجد بنالینا درست ہے اور وہاں نماز درست ہوگی [۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۵/۹۰ھ

---

[۱] اما لوتمت المسجد یة ثم ارادالبناء منع (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، بحر کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، الدر المنتقی مع المجمع ص ۵۹۴ کتاب الوقف، فصل إذا بنی مسجداً دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] اتحد الواقف والجهة جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الأخر علیه وان اختلف احدهما لایجوز له ذلک (درمختار مع الشامی کراچی، مختصراً، ص ۳۶۰/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه، بحر کوئٹہ ص۲۱۶ ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۹۶ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[۳] ولوخرب المسجد وماحوله وتفرق الناس عنه لایعود الیٰ ملک الواقف عند ابی یوسف فیباع نقضه باذن القاضی ویصرف ثمنه الی بعض المساجد (شامی کراچی، ص۳۵۰ج۴، کتاب الوقف مطلب فیما لوخرب المسجد ونحوه، الدر المنتقی ص۵۷۹ج۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹہ ص۲۵۳ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

نیچے مسجد اوپر رہائش گاہ

سوال:۔ یہاں ممبئی میں ایک دوجگہ پر کچھ اہل خیر حضرات نے اپنی جگہ پر مسجد قائم کرلی اس میں ایک جگہ پر تو جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے، مگر اشکال طلب امر یہ ہے کہ وہ دونوں مسجد کے اوپر رہائش گاہ بھی ہے، سب لوگ رہتے بھی ہیں، تو کیا وہ مسجد کے حکم میں مانی جائے گی؟ اور وہاں جماعت ثانی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اس پر مسجد کا حکم لگایا جائے گا یا نہیں اور جس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا ہے صرف پنجوقتہ نماز ہوتی ہے، اور اس کے اوپر بھی رہائش ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک وقف کرکے اس سے ملکیت کے حق کو ختم کرکے اسکا راستہ ہی الگ نہ کردیا جائے، اور اسمیں سب کو آنے اور نماز پڑھنے کا پورا اختیار نہ دیدیا جائے وہ شرعی مسجد نہیں ہوگی[1]، اوپر کے حصہ میں خود مالکانہ حیثیت سے رہیں، اور نیچے کے حصہ میں اذان وجماعت ہونے لگے، اتنی بات اسکے مسجد ہونے کیلئے کافی نہیں[2] وہاں جماعت ثانیہ کی اجازت ہے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲۸/ ۹۶ھ

---

[1] من بنی مسجداً لم یزل ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه یأذن بالصلوٰة فیه ،الهندیه، بلوچستان، کوئٹه، ص۴۵۴/ ج۲/ کتاب الوقف،الباب الحادی عشرفی المسجد)، شامی زکریا ص۴۵ ج٦ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۹ ج۲۴۸ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد،

[2] وحاصله ان شرط کونه مسجداً ان یکون سفله وعلوه مسجداً لینقطع حق العبد عنه، شامی کراچی، ص۳۵۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۷ ج٦ البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل ومن بنی مسجداً، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] ویکره تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام ولا مؤذن وفی الشامی لو کرر اهل بدونها او کان مسجد طریق فوجا (الدرمع الشامی زکریا ص۲۸۸/۲، باب الامامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

مسجد کی خالی جگہ میں دوکان بنانا

سوال:۔ایک پرانی مسجد ہے جس میں دیوارحرم کے آگے محراب کی دائیں بائیں جگہ خالی ہے، اس کو نشہ بازقسم کے لوگ اپنے مشغلہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، مسجد کی اس خالی جگہ پرآمدنی اور مذکورہ گندگی سے صفائی کی خاطر دوکانیں بنادی جائیں، تو درست ہے یا نہیں؟ اس مسجد کی شمالی دیوارحرم سے متصل گندی گلی ہے، جس میں غلاظت کی نالی بہتی ہے، نیز دوسری سمت کے باشندے گندگی اور غلاظتیں پھینکتے ہیں، جگہ چونکہ میونسپلٹی کی ہے، اس لئے ہم کسی کو روک بھی نہیں سکتے ہیں، اس مسجد کی تعمیر اور توسیع کا کام ہونے والا ہے، تو اگر شمالی دیوار کو اپنی جگہ پر بغیر کھڑکیوں کے اونچا کردیں، اور وہاں سے نو دس فٹ جنوب سے نئے حرم کی دیوار لیں جس میں ہوا اور روشنی کے لئے کھڑکیاں وغیرہ ہوں تو اس چھوڑی ہوئی جگہ پر بھی نماز پڑھنے کا انتظام رہے گا تو ایسا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد کی اس خالی جگہ میں مسجد کی آمدنی کے لئے اور گندگی سے صفائی کی خاطر دوکانیں بنوادینا درست ہے[1]، جس دیوار کو بھی مصالح مسجد کے لئے بلند کرنے کی ضرورت ہو بلند کرسکتے ہیں، پھر کھڑکیوں کا اس میں رکھنا مناسب ہو تو رکھیں، نہ رکھنا مناسب ہو تو نہ رکھیں، باہمی مشورہ بھی کرلیا جائے، تاکہ کسی کو اعتراض نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] یستفاد ممافی الهندیة:ولوكانت الارض متصلة ببيوت المصريرغب الناس فی استجاربیوتها كان للقیم ان یبنی فیها بیوتاًفیوا جرها (عالم گیری کوئٹہ ص۴۱۴/ج۲/ کتاب الوقف الباب الخامس، خانیه علی الهندیه کوئٹہ ص۳۰۰ج۳ کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، محیط برهانی ص۲۴ج۹ الفصل السابع فی تصرف القیم فی الاوقاف، طبع مجلس علمی گجرات.

نیچے دوکان اور اوپر مسجد

سوال:۔ زید اپنی دوکان کے بالائی حصہ پر مسجد بنوانا چاہتا ہے اور وقف بھی صرف اتنے حصہ کو کیا تھا، جس کے متعلق یہ معلوم ہوگیا کہ جب تک اوپر نیچے ہر دو حصے مسجد کے نامزد نہ ہوجائیں گے وہ مسجد شرعی نہ ہوگی، اگرچہ نماز، جماعت صحیح ہوجایا کرے گی، مگر وہ مسجد دوامی نہ ہوگی، زید کو یہ داعیہ اس لئے ہوا کہ جس جگہ زید نے مسجد بنوانے کا ارادہ کیا ہے دیگر مساجد وہاں سے فاصلہ پر ہیں، جس کی وجہ سے وہاں سے قریب جو مسلمان ہیں وہ نماز میں کوتاہی کرتے ہیں، نیز یہ جگہ بازار میں ہے، قریب سے روڈ گیا ہے، جس کی وجہ سے امید ہے کہ بس اڈہ بنجائے، اس اعتبار سے بھی ضروری ہے کہ وہاں ایک مسجد بن جائے کہ مسافر اور بازار والوں کو سہولت رہے اور وہاں کے قریبی مسلمان اغلب ہے کہ نمازی بن جائیں (مسجد کی تعمیر کے بارے میں انفرادیت سے اگر مضائقہ ہوتو اور بھی لوگ چندہ دینے کے لئے بخوشی تیار ہیں) اس جگہ کے علاوہ اور ادھر اُدھر ہٹنے میں غیر مسلموں کے مکانات ہیں جو کبھی مفسدہ کا باعث بن سکتے ہیں، اس کے بعد مسجد جس دوکان پر بنوائی جائے گی، اس کی حیثیت یہ ہے کہ اس کے اندر ٹیوب ویل اور تیل کی مشین ہے جو کہ بکر کی شرکت میں ہے جس کا منتقل کرنا دشوار ہے، اس قضیہ کے سلجھانے کی خاطر مندرجہ ذیل صورتوں میں کیا حکم مرتب ہوگا؟

(الف) دوکان کے اوپر مسجد بنوا کر مسجد کے پانی اور روشنی کا انتظام خود دوکان والے کریں گے۔

(ب) دوکان والوں سے کرایہ لیں اور پھر روشنی اور پانی کا انتظام مسجد اپنے خرچ سے کرے۔

(ج) تحتانی اور فوقانی دونوں حصوں کو وقف کردیں، مگر ٹیوب ویل اور مشین اپنی ہی جگہ پر رہے جو کرایہ مناسب سمجھیں مسجد کو ادا کردیا کریں، جب کبھی مسجد کو ضرورت پڑے گی، دوکان کو خالی کرالیگی، اور خالی نہ کرانے کی صورت میں مسجد کو پانی اور روشنی بسہولت مہیا ہوجائے گی، مذکورہ معروضات واقف کی طرف سے ہوں گے، یا اہل قصبہ کی طرف سے کہ یہاں متولی کی قائم مقامی

عوامی پنچایت کرتی ہے، امید ہے کہ جواب سے جلدی سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس حصۂ زمین کو شرعی مسجد بنایا جائے یعنی نماز کیلئے متعین ومخصوص کیا جائے، وہ بالائی وتحتانی (ثریٰ سے ثریا تک) سب ہی جگہ مسجد ہوجاتی ہے[1] اس طرح کہ اس سے حق العبد منقطع ہوجاتا ہے، نیچے دوکان کرایہ پر چلے اوپر مسجد ہو یہ ٹھیک نہیں[2] جبکہ نیچے کا حصہ بھی مسجد ہوگا تو وہاں خرید وفروخت اور تمام لوازم بیع کا صدور ہوگا[3] گفتگو میں بھی احترام مسجد باقی نہ رہے گا[4] پاک وناپاک ہر قسم کا آدمی بھی آئے گا ناپاکی جوتوں میں، کپڑوں میں، بدن میں ہوگی[5] ہر ایک کی تفتیش دشوار ہوگی آج کل کرایہ دار سے دوکان خالی کرالینا بھی آسان کام نہیں۔

[1] لانہ مسجد الی عنا ن السماء وکذاالی تحت الثریٰ (درمختار مع الشامی کراچی، ص۶۵۶/ج۱/ مکروھات الصلوٰۃ، مطلب فی احکام المسجد، سکب الأنھر علی مجمع الأنھر ص۱۹۰ ج۱ قبیل باب الوتر، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] وحاصلہ ان شرط کونہ مسجداً ان یکون سفلہ وعلوہ مسجداً لینقطع حق العبد عنہ (شامی کراچی، ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، فتح القدیر ص۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[3] حرمۃ المسجد خمسۃ عشر (الیٰ قولہ) الثالث ان لایشتری ولایبیع (عالمگیری کوئٹہ، ص۳۲۱/ج۵/ کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور، شامی زکریا ص۴۳۴ باب ما یفسد الصلاۃ، قبیل مطلب فی رفع الصوت بالذکر.

[4] السابع ان لایتکلم فیہ من احادیث الدنیا، عالمگیری کوئٹہ ص۳۲۱ج۵ کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد، شامی زکریا ص۴۳۶ج۲ باب ما یفسد الصلاۃ، مطلب فی الغرس فی المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور.

[5] الرابع عشران ینزھہ عن النجاسات والصبیان والمجانین، عالمگیری کوئٹہ ص۳۲۱ج۵ کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد، حلبی کبیر ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعہ لاھور، البحر الرائق کوئٹہ ص۳۴ ج۲ باب ما یفسد الصلاۃ، فصل لما فرغ من بیان الکراھۃ.

(الف، ب، ج) کی مصالح ومفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس اقدام سے روکا جائے گا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

مسجد کی جگہ میں دوکان بنانا اور ایک دوکان سے دوسری دوکان میں اقتدا کرنا

سوال:۔ (۱) زید دنیاوی نفع کی خاطر مسجد کے سامنے کے احاطہ میں دکانیں باندھنا چاہتا ہے، جگہ کی قلت کے سبب اس کے بائیں جانب نماز پڑھے کہتا ہے اس جگہ کے مصلیوں اور امام کے درمیان ایک حجرہ واقع ہے، اس کی دیوار میں کوئی دریچہ وغیرہ نہیں اس جانب کے نمازیوں کو امام کے پیچھے کے نمازی نظر نہیں آتے ہیں، اس صورت میں یہاں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) دیگر اس مسجد میں جگہ کی قلت کی وجہ سے عیدین میں نمازیوں کی جگہ کافی نہیں ہوتی، مسجد کی آمدنی کے بنسبت اخراجات کم ہیں، ایسی صورت میں مسجد کے روبرو جو جگہ لب سڑک ہے کیا اس جگہ میں دوکانیں بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر وہ جگہ نماز کیلئے وقف ہے تو وہاں دوکان بنانا درست نہیں[۱]، اگر نماز کیلئے وقف نہیں لیکن

---

[۱] اما لوتمت المسجدية ثم ارادالبناء منع (الى ان قال)ولا ان يجعل شيئاً منه مستغلا ولا سكنى درمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فی احكام المسجد البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل فی احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۲۳۶، ج۶ كتاب الوقف، فصل فی احكام المسجد، مطبوعه دار الفكر بيروت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی ملک ہے، اور مسجد میں جگہ کی قلت ہے کہ وقت ضرورت وہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں، اور مسجد کی آمدنی کافی ہے، خرچ زیادہ نہیں تب بھی اس جگہ دوکان نہ بنائی جائے[1] اگر مسجد میں جگہ کافی ہے تو وہاں مسجد کے لئے دوکان بنالی جائے، تاکہ اس کا کرایہ مسجد میں آئے اور ضروریات پوری ہوں، امام اور مقتدیوں کے درمیان اگر فصل ہو اس طرح کہ ایک گاڑی درمیان میں گزر سکے یا کچھ مقتدی سلسلۂ صفوف سے اس طرح منقطع ہوجائیں، اور یہ فصل خارج مسجد ہو تو اقتداء درست نہیں ہوگی، اور ایسے مقتدیوں کی نماز درست نہیں ہوگی، اگر صرف دیوار حائل ہو اور امام کے انتقالات کی اطلاع ان مقتدیوں کو صحیح طور پر ہوجاتی ہو تو ان کی نماز درست ہوجائے گی[2]

(۲) جواب نمبر ایک سے اس کا جواب واضح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کے نیچے دوکانیں

سوال:۔ ایک مسجد تعمیر ہورہی ہے اس کے نیچے دوکانیں اوراوپر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وکذا شرط الواقف کنص الشارع(درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، البحر ص ۲۴۵ ج ۵ کتاب الوقف، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۳۲۵ ج ۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمية بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] لوضاق المسجد وبجنبه أرض وقف عليه اوحانوت جاز ان يوخذ ويدخل فيه (شامی کراچی، ص ۳۷۹/ ج ۴/ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقاً حاشية الشلبی ص ۳۳۱ ج ۳ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه امدادیه ملتان، فتح القدیر ص ۲۳۵ ج ۶ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] ويمنع من الاقتداء طريق تجری فيه عجلة اونهر تجری فيه السفن اوخلاء فی الصحراء يسع صفين والحائل لايمنع الاقتداء ان لم يشتبه حال امامه بسماع اورؤية(درمختار مع الشامی کراچی، ج ۱ ص ۵۸۴/ تا ۵۸۶/ کتاب الصلوٰة باب الإمامة، مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد فی کتبه التی هی ظاهر الرواية النهر الفائق ص ۲۵۳ ج ۱ باب الإمامة، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت، بحر کوئٹه ص ۳۲۲ ج ۱ باب الإمامة.

کا کیا مطلب ہوگا کہ تحت الثریٰ سے فوق الثریا تک مسجد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب حق اللہ رہے، حق العبد اس سے منقطع ہوجائے، کوئی دعویٰ ملک نہ کرسکے، مسجد کے آس پاس گرداگرد دوکانیں بنوادی جائیں، ایسا نہیں چاہئے کہ نیچے کی سب منزل دوکانیں ہوں اور صرف اوپر کی منزل مسجد ہو اوپر نماز ہوتی رہے اور نیچے مسلم وغیر مسلم پاک ناپاک، حلال وحرام تجارت وغیرہ کرتے رہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۷/۸۹ھ

نیچے دوکانیں اوپر مسجد

سوال:۔ زید ایک قطعۂ زمین جس کا رقبہ آراضی سات یا سوا سات بیسہ ہے، اس میں پانچ یا چھ دوکانیں بنوا کر اوپر منزل پر مسجد تعمیر کراتا ہے، نیچے کی دوکانوں کا کرایہ وصول کرکے اپنے صرف میں لاتا ہے، اور مسجد کے واسطے کچھ نہیں دیتا یہ کہتے ہوئے کہ میں نے مسجد کو اوپر والی منزل تجویز کیا ہے، نہ کہ زمین پر حالانکہ زمین خداوند کریم کی ساخت ہے مسجد کی خرچ کے کفالت کا ذمہ دار نہیں ہوتا، مگر بکر اعتراض کرتا ہے کہ مسجد تحت الثریٰ سے لیکر عرش معلّی تک شمار ہوتی ہے، اور اگر بالفرض بوجہ حادثات زمانہ چھت تباہ ہوجائے تو مسجد بھی اور مسجد کے زمین مسمی بھی کالعدم ہونے کا خدشہ ہے، لہٰذا یہ خیال غلط ہے، زید کہتا ہے کہ میں نے پہلے نیت ہی ایسی کی تھی کہ نچلی دوکانیں میری

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً ينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وان المساجد لله .(شامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف فصل، تحت فرع مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۳۴ ج۶ كتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، مطبوعه دار الفكر بيروت، بنايه على فتح القدير ص۲۳۵ ج۶ كتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، بيروت.

ملکیت ہوں گی، اور اوپر کی وقف جناب مولوی صاحب چونکہ امر متنازعہ فیہ خاص قسم کا ہے جس کے واسطے جناب سے فتویٰ پوچھنا ضروری ہے لہٰذا فتوی بمع حوالجات تحریر فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں یہ مسجد شرعی مسجد نہیں ہوئی اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا، اگر یہ زمین پہلے سے مسجد کیلئے وقف تھی زید کی ملکیت نہیں تھی، تو زید کو ان دوکانوں وغیرہ کا کرایہ اپنے کام میں لانا ہرگز جائز نہیں مسجد پر صرف کرنا واجب ہے، اور یہ دوکانیں مسجد ہی کی ہوں گی، اور مسجد شرعی مسجد ہوگی ”ومن جعل مسجداً تحته سرداب اوفوقه بيت وجعل باب المسجد الیٰ الطريق وعزله فله ان يبيعه وان مات يورث عنه ولوكان السرداب لمصالح المسجد جاز كما فى بيت المقدس كذافى الهداية؁ فتاوىٰ عالمگيرى[1] ج۲/ص۴۵۵/ واذاكان السرداب اوالعلو لمصالح المسجد اوكان وقفاً عليه صار مسجداًا؁ شرنبلا ليه قال فى البحر وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلو ه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وان المساجد لله بخلاف ماذا كان السرداب والعلوموقوفاً لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية“[2] ردالمحتار، ص۳۵۷/ج۳/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] عالم گیری ،کوئٹه ۴۵۵/ج۲/ كتاب الوقف،الباب الحادى عشرفى المسجد، النهر الفائق ص۳۲۹ج۳ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، هدايه مع فتح القدير ص۲۳۴ ج۶، كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] شامى كراچى ،ص۳۵۷/ج۴/ كتاب الوقف، مطلب فى احكام المسجد، البحر الرائق ص۲۵۱، ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، هدايه مع فتح القدير ص۲۳۴ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

مسجد کی دوکانوں کی چھت پر مکانات کی تعمیر کرایہ پر چلانے کے لئے

سوال: ۔جامع مسجد ہردوئی کی طرف سے گیارہ دوکانیں تعمیر ہوئی ہیں، انجمن اسلامیہ ضلع ہردوئی ان دوکانوں کی چھت کو کرایہ پر لیکر مکانات رہائش تیار کرانے کا قصد رکھتی ہے، اس کی آمدنی انجمن مذکور کی جزل فنڈ میں رہے گی، جومختلف شعبہ جات مدرسہ فرقانیہ جامع مسجد امداد بیوگان ومسافران وتجہیز وتکفین لاوارث مسلمان وغیرہ وغیرہ میں صرف ہوگی، اس انجمن کو یہ چھت کرایہ پر دی جاسکتی ہے، تا کہ اس کی آمدنی سے کارہائے مذکورۃ الصدر انجام دیئے جاسکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر جامع مسجد کو اس سے نقصان کا خطرہ نہ ہو تو دوکانوں کی چھت کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے، پھر انجمن وہاں رہائشی مکانات تعمیر کرائے، چھتیں مسجد کی ہوں گی اور ان پر مکانات انجمن کے ہوں گے، اور جب بھی حسب قاعدہ جامع مسجد کی طرف سے مطالبہ ہو تو مکانات وہاں سے ہٹا کر یا ملبہ کی قیمت پر فروخت کر کے مطالبہ پورا کرنا لازم ہوگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دیوار مسجد میں دوکان کی الماری بنانا

سوال: ۔ایک مسجد لب سڑک ہے جس کا فرش قد آدم سے بھی دوفٹ زیادہ اونچا ہے، مسجد

[1] ومابناہ مستاجر اوغرسہ فلہٗ مالم ینوہٖ للوقف (قال الشامی) ثم اذالم یضر رفعہ بالبناء القدیم رفعہ (الیٰ قولہ) ولو اصطلحوا علی ان یجعلہ للوقف بثمن لایجاوز أقل القیمتین منزوعا فیہ اومبنیا فیہ (در مختار علی الشامی کوئٹہ ملخصاً، ص ۴۷۰/ ج ۳/ کتاب الوقف ، مطلب فی حکم بناء المستاجر فی الوقف بلااذن، شامی زکریا ص ۶۷۸ ج ۶ المصدر السابق، مجمع الانھر ص ۶۰۵ ج ۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۳۷ ج ۵ کتاب الوقف.

کی ایک چھوٹی سی دوکان ہے، اگر وسعت دینے کے لئے ایک چھوٹی سی الماری بنادی جائے جس میں سامان خیاطی رکھا جاسکے، یہ الماری فرش مسجد سے نیچے کی طرف ہوگی یہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ شرعاً مسجد ہوتی ہے وہ نیچے اوپر سب مسجد ہوتی ہے[1]، دیوار مسجد میں اس طرح الماری بنانا کہ وہ فرش مسجد سے نیچے پڑتی ہو اور اسے کرایہ پر دینا، ذریعۂ آمدنی بنانا شرعاً درست نہیں، خواہ وہ الماری خیاطی کے لئے ہو یا کسی اور سامان کے لئے ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۶/۵/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد کے قریب غیر مملوکہ زمین میں مصالح مسجد کے لئے دوکان وغیرہ بنانا

سوال:۔ مسجد خمران سینکڑوں سال پرانی ہے، ایک کنواں جو مسجد سے متصل ہے مسجد کا

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً (شامی کراچی، ص ۳۵۸/ج/۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، فتح القدير ص ۲۳۴ ج ۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] لا يجوز للقيم ان يجعل شيئاً من المسجد مستغلا ولا مسكنا، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۲ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، عالمگیری کوئٹہ ص ۴۶۲ ج ۲ کتاب الوقف، مطلب الوقف على عمارته ومصالحه، درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴، کتاب الوقف، قبيل مطلب فيما لو خرب المسجد.

کنواں کہلاتا ہے، مگر وہ مسجد سے باہر تھا، بعد میں کسی صاحب خیر نے مسجد کے لئے مسجد میں کنواں بنوادیا، اور مسجد سے باہر والا کنواں ویران ہوگیا، پھر محلّہ کی ۹۰ رفیصد رائے سے کنویں کو پاٹ کر کئی مسجد کے پیشاب گھر اور دو کانیں تعمیر کی گئیں، یہ تعمیر مسجد کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ سرکاری ریکارڈ میں یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے، صرف چاہ پختہ لکھا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کے قریب کچھ جگہ عامۃً مصالح مسجد کے لئے خالی چھوڑ دی جاتی تھی، ایسا ہی حال اس جگہ کا معلوم ہوتا ہے، خاص کر جبکہ کوئی اس کی ملکیت کا مدعی بھی نہیں، تو ایسی حالت میں اس جگہ مصالح مسجد کیلئے متفقہ رائے سے دوکانیں وغیرہ بنادینا شرعاً درست ہوا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۹۴ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ　　//　　//

حفاظت و بقائے مسجد کے لئے صحن مسجد میں دوکانیں بنانا

سوال:۔ مسجد گلزار شاہ کے کچے شرقی صحن سے کچھ صحن جو پاپوش اتارنے کے لئے استعمال ہوتا تھا، بٹوارہ سے بہت پیشتر پتھروں سے پختہ کر کے مسجد کے فرش میں ملایا گیا تھا، مسجد کی ہر چہار سمت غیر مسلم آبادی سے گھری ہوئی ہے اور آس پاس بھی اس وقت کوئی مسلمان آباد نہیں، مسجد کی کوئی آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے روشنی اور پانی تک کا کوئی انتظام نہیں، نہ کوئی صف نہ مؤذن نہ امام، بٹوارہ کے بعد کچھ غیر مسلم مسجد کو رہائش گاہ بنا کر رہتے رہے، مسجد حکام کی مداخلت سے خالی ہوگئی، اس کس مپرسی کے عالم میں اب بھی مسجد کا غسل خانہ پائخانہ کی جگہ استعمال ہوتا رہا ہے، کیا

---

[1] یستفاد :.ممافی الھندیہ ولوکانت الارض متصلة ببیوت المصر یرغب الناس فی استیجاربیوتھا وتکون غلة ذلک فوق غلة الزرع والنخیل کان للقیم ان یبنی فیھا بیوتاً فیواجرھا عالم گیری، کوئٹہ ،ص۴۱۴/ج۲/ کتاب الوقف الباب الخامس، خانیہ علی الھندیہ کوئٹہ ص۳۰۰ج۳ باب الرجل یجعل دارہ مسجداً، فتح القدیر ص۲۴۱ ج۶ کتاب الوقف، الفصل الاول.

مسجد کے مفاد کے لئے کچھ جگہ جو صحن غسل خانہ اور گزرگاہ کیلئے استعمال ہوتا ہے، اس کی دوکان بنائی جاسکتی ہے، اور اس کے بعد بھی کافی صحن باقی رہتا ہے، تاکہ آمدنی کا ذریعہ ہوکر مسجد کی روشنی، پانی، صفوں اور مؤذن کا معقول انتظام ہوسکے، یہ دوکان ایک مسلمان کے صرفہ سے تعمیر ہوگی، جو ملکیت مسجد کی رہے گی، اور وہ مسلمان محض کرایہ دار کی حیثیت سے مسجد کی حفاظت کا ذمہ دار رہے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حصہ زمین ایک دفعہ مسجد بن جائے، وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہی رہتا ہے، اس کو مسجد سے خارج کرکے دوکان وغیرہ بنانا درست نہیں[1]، جوتے اتارنے کی جگہ کو جو حصہ مسجد نہیں تھا، پختہ فرش میں داخل کرنا اگر واقف یا قائم مقام واقف کی اجازت سے نہیں تھا بلکہ ویسے ہی کسی ایک یا متعدد آدمیوں نے داخل کرلیا تھا، تو وہ حصہ شرعی مسجد نہیں بنا[2]، مسجد کے مصالح کے لئے اصحاب الرائے حضرات کے مشورہ سے اتنا حصہ دوکان کے لئے الگ کرلینا درست ہے تاکہ مسجد کے لئے آمدنی اور حفاظت کا انتظام بسہولت ہوسکے[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة وبه يفتى (درمختار مع الشامى كراچى ، ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف ،مطلب فيما لو خرب المسجد اوغيره، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وقيده باذن البانى لان متولى المسجد اذاجعل المنزل الموقوف على المسجد مسجداً وصلى فيه سنين ثم ترك الصلوٰة فيه واعيد منزلا مستغلا جاز لان المتولى وان جعله مسجداً لايصير مسجداً (بحر ،كوئٹه ، ص۲۴۸/ج۵/ كتاب الوقف ،فصل فى احكام المساجد، عالمگيرى كوئٹه ص۴۵۶ج۲ كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، قاضيخان على الهندية كوئٹه ص ۳۹۱ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً.

[3] قيم يبيح فناء المسجد ليتجر فيه القوم او يضع فيه سررا آجره ليتجر فيها الناس (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بڑی چوڑی مسجد کی صفوف کو پنجگانہ نماز میں دائیں بائیں سے کم کرنا

سوال:۔ جامع مسجد کی چوڑائی تقریباً ۴۰رفٹ سے زائد ہے اس میں آج بھی پانچوں وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے، عموماً سردی کے زمانہ میں اور دیگر وجوہات کی بناء پر جماعت میں شامل ہونے والے کبھی کم کبھی زیادہ تعداد میں حاضر ہوتے ہیں، چونکہ صف اول کا پورا کرنا بنیادی طور پر لازمی ہے، مگر اس کی لمبائی اس قدر زیادہ ہے کہ جب کھڑی ہوتی ہے، تو لوگ یمیناً ویساراً دوڑتے دوڑتے صف اول میں جا ملتے ہیں، اس طرح بسا اوقات ان کی ایک ایک رکعت بھی فوت ہوجاتی ہے، اور نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ مثلاً بوڑھے، ضعیف، جوان اور بیمار بھی ہوتے ہیں، اس لئے صف اول کے پورا کرنے میں بوجہ درازئ صف بہت پریشانی ہوتی ہے، نمازیوں کی رائے ہے کہ صف کو ایک حد تک محدود بنایا جائے، اور دونوں جانب حصہ چھوڑ دیا جائے، تاکہ امام صاحب کے پیچھے نمازی ایک خاص حد تک کھڑے ہوں، اور اگر دوسری صف بھی لگ جائے تو اس کے مطابق اسی کے سیدھ میں قائم کیا جاسکے، کیا شریعت مطہرہ اس کی اجازت دے سکتی ہے، جواب مدلل بحوالۂ کتب تحریر فرمایا جائے؟

نوٹ:۔ جمعہ کی نماز میں لوگوں کی کثرت ہوتی ہے، اور اہتمام بھی خاصا ہوتا ہے، لہٰذا جمعہ کی نماز کے بارے میں کوئی بات دریافت طلب نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو حصہ ایک دفعہ مسجد بنا دیا گیا ہے، یمینا ویساراً اس کو مسجد سے خارج کرنے کی تو کسی صورت

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) فلا بأس اذا کان لصلاح المسجد ویعذر المستاجر ان شاء اللّٰہ تعالیٰ اذا لم یکن ممر العامة البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۴۹ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، عالمگیری کوئٹہ ص ۳۲۰ ج۵ کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد.

میں اجازت نہیں وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے[1]، البتہ عذر مذکور فی السوال کی وجہ سے دونوں جانب کچھ خالی جگہ چھوڑ دی جائے، اور امام وسط ہی میں رہے، اور دوسری پھر تیسری صف بھی صف اول کی طرح ہوجائے، تو اس کی وجہ سے دوسری تیسری صف والے نماز میں صف اول کی فضیلت سے تو ضرور محروم رہیں گے[2] فضیلت جماعت بلاتردد حاصل ہوجائے گی، لیکن اس صورت میں مکروہ ہونے میں اختلاف ہے " **وفی کراهة ترک الصف الاول مع امکانه خلاف** اھ شامی، ص ۳۸۳/ ج ۱/[3] ہاں اگر رکعت فوت ہونے کا خوف ہو مثلاً امام رکوع میں ہو تو پھر دوسری صف میں شریک ہوجانا مکروہ نہیں، بلکہ تحصیل رکعت کیلئے ایسا کرنا افضل ہے " **قال فی الاشباه اذا ادرک الامام فشروعه لتحصیل الرکعة فی الصف الاخیر افضل من وصل الصف** اھ شامی[4]، ص ۳۸۳/ ج ۱/ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام والثانى ابداً الى قيام الساعة وبه يفتى (در مختار مع الشامى كراچى، ص۳۵۸/ج ۱/ كتاب الوقف، مطلب فى احكام المسجد، البحر الرائق ص ۲۵۱، ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] عن البراء بن عازب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله وملائكته يصلون على الذين يلون الصفوف الاولى وما من خطوة احب الى الله من خطوة يمشيها يصل به صفا، مشكوٰة شريف ص۹۸ باب تسوية الصفوف، الفصل الثانى، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، مسند احمد ص۲۸۴، ج۴ حديث البراء بن عازب رضى الله تعالىٰ عنه، مطبوعه دار الفكر بيروت، ابوداؤد شريف ص۹۷ ج ۱ كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، مطبوعه سعد بکڈپو ديوبند.

[3] شامی کراچی، ص۵۶۹/ج ۱/ باب الامامة، مطلب فى كراهة قيام الامام فى غير المحراب.

[4] شامى كراچى، ص ۵۷۰/ج ۱/باب الامامة، مطلب فى الكلام على الصفوف الاول، الاشباه والنظائر ص ۸۴ كتاب الصلاة، الفن الثانى، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى.

مسجد میں مکان یا حجرہ بنانا مسجد کی دیوار پر کڑی یا گاٹر رکھنا

سوال:۔صحن جامع مسجد جہاں ایک عرصہ سے نماز ہوتی چلی آرہی ہے، جس پر باقاعدہ صفوں کے نشان بنے ہوئے ہیں، کیا اس صحن کے کسی حصہ میں حجرہ بنایا جاسکتا ہے، یا نہیں، یا دوکانیں بنائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مقام نماز کے لئے وقف کردیا جائے، اور اس پر اذان وجماعت ہونے لگے یعنی وہ شرعی مسجد بن جائے تو اس کو کسی دوسرے کام میں مستقلاً لانا جائز نہیں لہٰذا نہ وہاں حجرہ بنایا جاسکتا ہے نہ دوکان ''شرط الواقف کنص الشارع،''[1] مسجد کی دیوار پر کسی حجرہ یا دوکان کی کڑی یا گاٹر رکھنا بھی جائز نہیں، اگرچہ وہ دوکان یا حجرہ مسجد ہی کے لئے ہو۔ کذا فی البحر[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۰/۸۸ھ

مسجد کے مائک کی حفاظت کے لئے حجرہ بنانا

سوال:۔(۲) مسجد کی چھت پر لاؤڈ اسپیکر کا مائک رکھا ہوا ہے، اور اس کے چوری ہوجانے کا اندیشہ ہے، اس لئے گنبد کے پاس تین فٹ مربع گھر بنادیا گیا ہے، تاکہ اس کی حفاظت ہوسکے، تو چھت پر اس قسم کا اضافہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف طبع بیروت.

[2] ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وإن کان من اوقافہ، بحر کوئٹہ ص۲۵۰ ج۵ فصل فی احکام المساجد، شامی کراچی ص۳۵۸ ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسجد سے متعلق زمینوں کی آمدنی سے مذکورہ ضروریات بنانا اوران میں حسب مصالح وہ روپیہ خرچ کرنا شرعاً درست ہے[۱]۔

(۲) اس مقصد کے لئے ایسی جگہ یہ اضافہ درست ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی چھت پر لاؤڈ اسپیکر کے لئے الماری بنوانا

سوال:۔ مسجد کے اوپر کے حصہ میں گنبد کے قریب صندوق کے طور پر اینٹ کی پختہ الماری جس کی لمبائی چوڑائی تین تین فٹ اوراونچائی دوفٹ کے قریب ہوگئی، بنوائی جائے تا کہ لاؤڈ اسپیکر کی مشین بحفاظت رکھی جا سکے، اوراذان کے وقت استعمال کی جا سکے، تعمیر کی جا سکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خارج مسجد الماری ایسی جگہ بنائیں کہ وہاں رکھے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کو استعمال کرنے کے

---

[۱] مسجد له اوقاف مختلفة لابأس للقيم ان يخلط غلتها كلها(شامی کراچی ، ص ۳۶۱/ ج ۴/ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه)، بحر کوئٹه ص ۲۴۹ ج۵ کتاب الوقف، هندیه کوئٹه ص ۴۶۳ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهواقرب لعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة ثم السراج والبساط کذلک الیٰ اٰخر المصالح (درمختا ر مع الشامی کراچی ،ص ۳۶۶–۳۶۸/ ج ۴/ کتاب الوقف ،یبداء من غلة الوقف بعمارته، بحر کوئٹه ص ۲۱۳ ج ۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۰ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی.

[۲] ولابأس بان يتخذ فی المسجد بيت يوضع فيه الحصير ومتاع المسجد به جرت العادةمن غير نكير (حلبی کبیری، مطبوعه لاهور، ص ۶۱۲ /احکام المسجد) هندیه کوئٹه ص ۱۱۰ ج ۱، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لئے مسجد کی چھت پر جانے کی نوبت نہ آئے، تو بہتر ہے، کیونکہ فقہاء نے مسجد کی چھت پر بے ضرورت چڑھنے کو مکروہ لکھا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد کمیٹی کی ناخوشی کے باوجود زبردستی قبضہ اور عمارت بنانا

سوال:۔ اگر اس میں مسجد کمیٹی کی طرف سے ناراضی اور ناخوشی ظاہر ہو تو جھگڑا اور زبردستی اس پر قبضہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

زبردستی قبضہ کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز نہیں کمیٹی کی رضا مندی سے جگہ کے کرایہ کا معاملہ کرلیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۰/۹۵ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) کتاب الصلوۃ قبیل الباب الثامن فی صلاۃ الوتر، فتح القدیر ص ۴۲۲ ج ۱ قبیل باب صلوۃ الوتر، دار الفکر بیروت.

(**صفحہ ہذا**) [1] الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذااشتدالحریکرہ ان یصلوابالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکرہ الصعودعلی سطحہ للضرورۃ (الھندیۃ ،مصری ، ص ۳۲۲/ ج ۵/ کتاب الکراھیۃ ،الباب الخامس فی اداب المسجد، شامی کراچی ص ۶۵۲ ج ۱ مکروھات الصلوۃ، مطلب فی احکام المسجد، نفع المفتی والسائل ص ۱۱۸ کتاب الحظر والاباحۃ، ما یتعلق بالمساجد، رحیمیہ دیوبند.

[2] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولا ولایتہ (درمختار مع الشامی کراچی ، ص ۲۰۰/ ج ۶/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، قواعد الفقہ ص ۱۱۰ الرسالۃ الثالثۃ القواعد الفقھیۃ، طبع دار الکتاب دیوبند، الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷ کتاب الغصب، دار الاشاعت دھلی.

مسجد کی بچی ہوئی زمین پر درسگاہ اور رہائشی مکان

سوال:۔ مسجد کی بچی ہوئی زمین پر مدرسہ درسگاہیں، مدرسین وطلباء کے رہنے کے گھر بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ مسجد کی ہے اس میں اگر طلباء کے رہنے یا تعلیم کے لئے عمارت بنائیں تو اس جگہ کا کرایہ مناسب تجویز کرلیا جائے، اور مدرسہ کی طرف سے وہ مسجد کو ادا کر دیا کریں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ کا کچھ سامان کڑی وغیرہ مسجد کی چھت پر رکھنا

سوال:۔ یہاں پر مدرسہ کی چھت بالکل مسجد کے برابر تھی اس کی برابری یعنی چھت ملانے کیلئے مسجد کی چھت اکھاڑی گئی، اس پر یعنی مسجد پر مدرسہ کی کچھ لکڑی استعمال ہوئی ہے اور آٹھ دس چادر ٹین استعمال ہوا ہے، جو لگ چکا ہے، مسجد کا اپنا کوئی پیسہ موجود نہیں ہے، جو مدرسہ کو ادا کرے اور مدرسہ کی رقم میں زکوٰۃ وغیرہ بلکہ بعض غیر مسلموں کا بھی چندہ ہے، اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کام غلط ہوا، جن لوگوں نے مدرسہ میں وہ ٹین وغیرہ دیا تھا، وہ بخوشی مسجد کے لئے

---

[1] كما لوسكن بلااذن اواسكنه المتولى بلااجركان على الساكن اجر المثل ودخل مالوكان الوقف مسجداً اومدرسة سكن فيه فتجب فيه اجرة المثل (شامى كراچى ،ص ۴۰۸/ ج۴/ كتاب الوقف ، مطلب سكن المشترى، دارالوقف، هنديه كوئٹه ص۴۲۰ ج۲ كتاب الوقف، الباب الخامس، مطلب إذا أسكن متولى الوقف رجلا بغير أجرة، مجمع الأنهر ص۱۰۲ ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً، دار الكتب العلمية بيروت.

اجازت دیدیں تو اب مزید کسی تغیر کی ضرورت نہیں[1] لیکن مدرسہ کی تعمیر کا کوئی بوجھ لکڑی وغیرہ مسجد پر ہرگز نہ ہونا چاہئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر آباد مسجد کو محفوظ کرنے کی صورت

سوال:۔ جالندھر شہر میں ایک مسجد تھی جو بالکل مسمار ہو چکی ہے، اس مسمار شدہ مسجد کی ایک جانب مسجد کی ملکیت میں دو کانیں ہیں، اگر مسمار شدہ مسجد کی جگہ صحن کو موجودہ دو کانوں میں شامل کر کے ان دو کانوں کی چھت پر جدید مسجد تعمیر کرادی جائے، تاکہ مسلمان نماز ادا کرسکیں اور مسجد کی جگہ محفوظ ہو جائے، ورنہ اس جگہ پر غاصبانہ قبضہ کا احتمال ہے، اس وقت مسجد کی جگہ پر غلاظت اکھٹی ہو رہی ہے، جدید مسجد کی تعمیر دو کانوں کا کرایہ دار (غیر مسلم) اپنی لاگت سے کرائیگا کل رقم کرایہ میں ادا ہوتی رہے گی، کل جائیداد وقف ہے اور آئندہ بھی وقف ہی رہے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ وقف کر کے نماز کے لئے مسجد بنادی گئی وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جاتی ہے، اس کو کسی دوسرے کام میں لانا لا ہرگز جائز نہیں[3] اس قاعدۂ کلیہ کے ماتحت اس جگہ کو محفوظ رکھنا اور

---

[1] شرط الواقف کنص الشارع (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۴۳۳/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، بحر کوئٹہ ص۲۴۵ ج۵ کتاب الوقف، النھر الفائق ص۳۲۶ ج۳ کتاب الوقف، طبع بیروت.

[2] ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه (شامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف،مطلب فی احکام المسجد، بحر کوئٹہ ص۲۵۰ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

[3] ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الیٰ قیام الساعة سواء کانو یصلون فیه اولا (شامی کراچی، ص ۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فیما لو خرب المسجد ا وغیرہ النھر الفائق ص۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

اپنے امکان کی حد تک نماز کے لئے آباد رکھنا ضروری ہے، اور دوکانیں بنانا جو اصل مسجد کا حصہ تھا اس کو دوکانوں کی صورت میں تعمیر کر دیا جائے، اور چھت پر مسجد رہے درست نہیں، قانون تحفظ اوقاف کے ماتحت اس جگہ کو محفوظ کرنے اور نماز کے لئے مخصوص کرنے کی پوری کوشش کی جائے، خواہ اس صورت سے ہی کیوں نہ ہو کہ وہاں چہار دیواری بنا کر قفل ڈالدیا جائے، اور جب نماز پڑھنے کا موقع وہاں ملے قفل کھول کر نماز ادا کی جائے، اگر پوری کوشش کے باوجود تحفظ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو، اس پر غاصبانہ قبضہ ہوکر وقف کے برباد و باطل ہوجانے کا ظن غالب ہو تو مجبوراً سوال میں درج شدہ صورت کو بھی گوارہ کیا جاسکتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

نئی تعمیر میں مسجد کا فرش اونچا رکھ کر نیچے تہہ خانہ بنادیا تو نماز کہاں پڑھی جائے

سوال:۔ایک پرانی مسجد توسیع کی غرض سے منہدم کرکے دوبارہ تعمیر کی گئی اور ابتداء ہی میں بنیاد کے موقع پر فرش مسجد کو پرانے فرش سے اونچا رکھنے کی تجویز بالاتفاق طے پائی، لیکن مٹی سے پاٹ کر اونچا کرنے کے بجائے، یہ صورت آسان سمجھی گئی کہ دیواروں کی کرسی اونچی لاکر درمیان میں پائے بنا کر خلا کو مٹی سے پر کرنے کے بجائے لینٹر ڈالدیا جائے، تاکہ نچلا حصہ بھی بوقت

[1] مستفاد : فی فتاوی النسفی سئل عن شیخ الاسلام عن اهل قریة افترقوا وتداعی مسجد القریة الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد وینقلونه الی دیارهم هل لو احد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هذا المسجد قال نعم، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۸ ج۲ کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج۹ کتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه ڈابهیل، شامی زکریا ص۵۵۰ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقاض المسجد.

ضرورت کار آمد ہوسکے، اور جمعہ کے دن یا جب بھی مصلیوں کی کثرت ہواس کا دروازہ کھول کر اس حصہ سے بھی کام لیا جائے، اس بارے میں مقامی علماء کرام اور مفتی مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ وغیرہ حضرات سے مشورہ بھی کیا گیا اور بہت سے علماء کرام نے ہیئت مذکورہ کو تشریف لاکر ملاحظہ بھی کیا ، چنانچہ تقریباً ۷/فٹ زمین سے اونچی کرسی لاکر پرانے فرش کے قائم مقام فرش کے واسطے لینٹر ڈالدیا گیا اور اس فرش تک چوڑا زینہ بنوادیا گیا کہ ہر شخص جو مسجد میں داخل ہونا چاہے وہ سیدھے اس فرش پر پہنچے اور اسی غرض سے نچلے حصہ میں سامنے دروازہ نہیں رکھا گیا بلکہ اشتباہ سے بچنے کے لئے دوسری طرف دروازہ رکھا گیا، اب مسجد کی موجودہ ہیئت یہ ہے کہ باہر سے کوئی شخص مسجد کے سامنے آئے تو فرش مذکورہ ہی کو اصل مسجد سمجھے گا نچلے حصہ کی طرف اس کا ذہن بھی نہ جائے گا، اور اگر بالفرض نچلے حصہ میں جماعت کی نماز ہورہی ہوتو اسے اس کا علم بھی نہیں ہوسکتا بلکہ بغیر رہنمائی کے اس نچلے حصہ میں وہ بآسانی پہنچ بھی نہیں سکتا ہے۔

(۱) یہ فرش جو نماز پنجگانہ کے لئے بنایا گیا یہ فرش کے حکم میں ہے، یا چھت کے؟ جبکہ پرانا فرش نچلے حصہ کی صورت میں ہے۔

(۲) مسجد کا اصل حصہ کونسا ہے، یہ فرش جو پرانے فرش کا قائم مقام سمجھا گیا وہ نچلا حصہ جسے ہنگامی ضرورتوں کے لئے بنوایا گیا؟ مسجد کے حکم میں مسجد کا کل حصہ ہوتا ہے، یا بعض؟ (یعنی باعتبار تحت وفوق کے)

(۳) نماز پنجگانہ کس حصہ میں ادا کی جانی چاہیے؟

(۴) اگر اوپر والے فرش پر نماز پڑھی جائے جس کو اسی غرض سے بنایا گیا ہے، اور اسی میں ہر طرح کی سہولت بھی ہے، (کیونکہ نچلا حصہ بوجہ پست ہونے کے اس میں تاریکی وحبس ہے، نہ اس میں ہوا آنے کی کوئی صورت ہے) تو نماز بلا کراہت درست ہوگی یا نہیں؟

(۵) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاویٰ دارالعلوم جدید، ص ۱۵۰/ج ۴/سوال

۱۶۳۱ر کے تحت فرماتے ہیں کہ (بعد نقل عبارت شرح خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ بعض عبارات سے جواز نماز فوق مسجد معلوم ہوتا ہے، اور بعض سے کراہت معلوم ہوتی ہے، صورت مسئولہ میں اس فتوے سے گنجائش فرش مذکور پر نماز ادا کرنے کی نکل سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر اصل مسجد نچلا حصہ ہے اور اسی میں نماز پڑھنی ضروری ہے، اور اس کو خالی چھوڑ کر اوپر کے فرش پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، تو چونکہ یہ حصہ پست ہونے کی وجہ سے تاریک بھی ہے، اس میں حبس بھی ہے اور دروازہ دوسری طرف ہونے کی وجہ سے اجنبیوں کے لئے غیر معروف بھی اور دوسری کئی دقتوں کے پیش نظر اس اصل مسجد کی پوری عمارت کو مٹی بھر کر ضائع اور بیکار کر دینا کیا درست ہے؟ یعنی اس سے وقتی ضرورتوں پر مصرف میں لانے کے لئے کارآمد اور باقی رکھنے کی شرعاً گنجائش ہے یا ناقابل استعمال اور بیکار بنا دنیا ضروری ہے یا پھر طوعاً وکرہاً اسی حصہ میں نماز ادا کرنا لازمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

فقہاء نے لکھا ہے کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا اور اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے[۱] اسی پر قیاس کرتے ہوئے فتاویٰ عالمگیری میں تحریر ہے کہ ہر مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہے، لہٰذا شدت گرما کے وقت مسجد کی چھت پر جا کر نماز ادا کرنا بھی مکروہ ہے "**الصعود علیٰ سطح کل مسجد مکروه ولهٰذا اذا اشتدالحریکره ان یصلوابالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکره الصعود علیٰ سطحهٖ للضرورة کذافی الغرائب (عالمگیری،**

---

[۱] وتکره الصلاة ایضا علی سطح الکعبة للحدیث والمعنی فیه عدم التعظیم وترک الادب حلبی کبیر ص۳۶۳ کراهیة الصلاة، فروع فی الخلاصة، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، عالمگیری کوئٹه ص۱۰۸ ج۱ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۲۹۰ فصل فی مکروهات الصلاة.

ص ۹۴ / ج ۴ / ھندی[1])

لیکن صورت مسئولہ میں مسجد کی جو ہیئت بن چکی ہے اس فرش مسجد کو مسجد کی چھت کا حکم نہیں دیا جائیگا، بلکہ اس نئی عمارت کی جو چھت ہے وہ سطح مسجد ہے، اور سابقہ مسجد بمنزلہ سرداب کے ہے جس کو مصالح مسجد کیلئے محفوظ کر دیا گیا ہے[2] سخت دھوپ اور لو کے وقت میں وہاں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں، اس لئے اس کو مٹی سے پر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مسجد تحت الثریٰ سے فوق الثریا تک مسجد ہی ہوتی ہے، یعنی اس سے حق العبد منقطع ہوتا ہے، جیسا کہ البحر الرائق[3] اور شامی وغیرہ میں تصریح ہے، جس طرح عامۂ مسجد کے دو حصہ ہوتے ہیں، ایک شتوی ایک صیفی (مسقّف اور صحن) اور دونوں حصوں میں حسب مصالح نماز ادا کرنا بلا کراہت درست ہے، اسی طرح اگر مسجد کے دو حصے ہوں ایک فوقانی ایک تحتانی تو ان دونوں میں بھی نماز درست ہے، اور یہ نہیں کہا جائیگا، کہ سطح مسجد پر چڑھنے کی وجہ سے احترام مسجد باقی نہیں رہا، عرفاً اس کو سطح نہیں کہتے بلکہ سطح تو اوپر والی منزل کی چھت ہے، اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتاویٰ سے تو سطح مسجد پر بھی نماز میں کراہت معلوم نہیں

---

[1] عالم گیری کوئٹہ، ص ۳۲۲ / ج ۵ / کتاب الکراھیة، الباب الخامس فی آداب المسجد، شامی کراچی ص ۶۵۶ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة، مطلب فی احکام المسجد، نفع المفتی والسائل ص ۱۱۸ قبیل ما یجب علی الناس من الاخبار وقبول الاخبار، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] واذاجعل تحته سردابا لمصالحه ای المسجد جاز (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۵۷ / ج ۴ / کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج ۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج ۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد.

[3] وحاصله ان شرط کونه مسجداان یکون سفله وعلو ہ مسجداً لینقطع حق العبد عنه (بحر کوئٹہ ص ۲۵۱ / ج ۵ / کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، شامی کراچی ص ۳۵۸ / ج ۴ / کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد)، النهر الفائق ص ۳۲۹ ج ۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

ہوتی[1] امید کہ آپ کے تمام سوالات کے جوابات واضح ہوجائیں گے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدرسہ والوں کی آنے جانے کی سہولت کے لئے مسجد کی مغربی دیوار میں دروازے بنانا

سوال:۔مسجد کے مغربی حصہ میں قبرستان تھا وہاں پر اسلامی مدرسہ بنا تو مدرسہ والوں نے مسجد کی مغربی دیوار کو توڑ کر تین دروازہ بنایا جس سے طلباء آتے جاتے ہیں، اور نماز ادا کرتے ہیں، تو اس طرح دروازہ کرنا اور مدرسہ بنانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل مدرسہ کا اپنی آمدورفت کی سہولت کیلئے مسجد کی مغربی دیوار توڑ کر تین دروازے نکالنا غلط طریقہ ہے جو مسجد میں آنے کا عام راستہ ہے اس سے آنا جانا چاہئے[2] یہ تصرف غلط ہوا مدرسہ مسجد کی جس سمت پر حسب مصلحت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹۵/۱۰/۲۴ھ

---

[1] مسجد کی چھت بھی مسجد ہی کا حکم رکھتی ہے، چھت پر نماز پڑھنا خصوصاً گرمی کی وجہ سے بلا کراہیت جائز ہے (کفایت المفتی ،مطبوعہ ،کوہ نورپریس دھلی ، ص۱۱۶ /ج۳/ کتاب الصلوۃ فصل پنجم)

[2] دار لمدرس المسجد مملوكة أو مستأجرة متصلة بحائط المسجد هل له أن ينقب حائط المسجد ويجعل من بيته بابا إلى المسجد وهو يشترى هذا الباب من مال نفسه فقالوا ليس له ذالک وإن شرط على نفسه ضمان نقصان ظهر فى حائط المسجد، هنديه كوئٹه ص۳۲۰ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس فى آداب المسجد.

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

مسجد میں مکان کا دروازہ کھولنا

سوال:۔ ہمارے یہاں قصبہ کھتولی میں ایک زمین دوفریقوں نے شرکت میں خریدی تھی اورشرکت میں ہی اس کی نیوبھروائی تھی، عرصہ تک یہ زمین اسی طرح نیوبھری پڑی رہی، ایک فریق نے اپنا حصہ مسجد میں دیدیا ہے، اوردوسرے نے اپنے حصہ میں مکان بنالیا ہے، لیکن جودیوارشرکت میں کرائی اس پر اپنی مکمل دیوار بنالی ہے، اوراس پر مسجد کا کوئی حق باقی نہیں رکھا ہے، اورمسجد کے اندر اپناایک دروازہ بھی کھول لیا ہے، اس کے لئے آپ بتائیے کہ اسکا یہ دروازہ مسجد میں کھول سکتے ہیں یانہیں؟ یااس کی کوئی اورصورت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد کی دیوارمستقلاً مسجد کی ہونی چاہئے، وہ شرکت میں نہ رکھی جائے، اس شریک کے حصہ کی قیمت دیکر مسجد کیلئے خریدی جائے، اگروہ بلا قیمت نہ دے[1] مسجد میں دروازہ اسکے مکان کانہیں ہونا چاہئے، اس کو بند کردیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] قال فی البحر : وحاصله أن شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ وان المساجد لله (شامی کراچی ،ص۳۵۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی أحکام المساجد.

[2] دار لمدرس المسجد مملوكة اومستاجرة متصلة بحائط المسجد هل له ان ينقب حائط المسجد ويجعل من بيته بابا الى المسجد وهو يشترى هذاالباب من مال نفسه فقالو اليس له ذلک وان شرط علیٰ نفسه ضمان نقصان ظهر فی حائط المسجد.(عالم گیری ،کوئٹه ، ص۳۲۰/ج۵/ کتاب الکراهیة ،الباب الخامس فی المسجد)

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

مسجد کی دوبارہ تعمیر کے وقت مسجد کا کچھ حصہ تعمیر میں شامل کیا

سوال:۔ ہمارے قصبہ کی بازاروالی مسجد کی پرانی تعمیر ہے کافی شکستہ ہوچکی ہے خوف ہے کہ خدانخواستہ کسی بھی وقت ناگہانی حادثہ کا شکار ہوجائے، اور بہت ممکن ہے کہ یہ جگہ نام کو بھی عبادت گاہ نہ رہ سکے۔اعاذ اللہ منہ۔

دومنزلہ مسجد ہے، اوپر کی عمارت جماعت پنج وقتہ کیلئے مخصوص ہے، اوراس کے نیچے تقریباً ۱۹رفٹ کی جگہ میں دوکانیں قائم ہیں، بالائی مسجد کی قبلہ رخ دیوار کا بنیادوں سے تعلق نہیں ۱۹رفٹ کے طول میں کڑیوں اورچھت پر یعنی دوکانوں کی چھت پر مسجد کی تعمیر ہے، جو بالائی مسجد کے لیبل میں ہے، لیکن یہ نچلہ طبقہ حدودمسجد کے باوجود کبھی کسی وقت نماز کیلئے استعمال نہیں ہوتا، بلکہ عموماً اہل قصبہ رمضان المبارک میں وہاں پر چولہا گرم کرتے ہیں، الغرض یہ کہنا کہ تعمیر مسجد مختصر ہے،صرف ایک صورت ہوسکتی ہے، کہ آدھے حصہ میں مسجد رہے، اور۱۹رفٹ کا نصف دوکانوں کیلئے چھوڑ دیا جائے، بہرحال تعمیر ضروری ہے، مذکورہ صورتوں میں جوصورت جواز کی ہوسکتی ہوارشادفرما کرعنداللہ ماجورہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ حصہ متعلقات مسجد سے لیکراصل حصہ میں شامل کرکے کم ازکم تلافی کی گنجائش ہوتو نکالی جائےعیدگاہ جامع مسجد اور مذکورہ مسجد کا متولی ایک ہی ہے، اوالذکر دوعبادت گاہوں کی کوئی آمدنی نہیں نہ دوکان نہ مکان اس صورت میں ایک مسجد کے نام سے چندہ فراہم کرکےان دوعبادت گاہوں پرصرف کیا جاسکتا ہے، یانہیں ہرایک کیلئے علیحدہ تعیین ضروری ہے،اس کی کیا صورت ہوگی شرح فرمادیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جوجگہ نماز کے لئے وقف کرکے عام اجازت اس میں نماز کی دیدی جائے اوراس پر کسی

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

کا قبضہ مالکانہ نہ رہے اس کو مسجد کہتے ہیں[1]، اسکا حکم یہ ہے کہ تحتانی وفوقانی سب حصہ مسجد کا ہوتا ہے، اس میں کوئی دوسرا تصرف جائز نہیں، اگر واقف نے اول دوکانیں بنائیں، اوران کی چھت پر مسجد بنادی اور وہ دوکانیں بھی مسجد ہی کیلئے ہوں تو اس میں بھی گنجائش ہے جو جگہ فوقانی مسجد کے نیچے ہو اس جگہ کو نماز وغیرہ ہی کیلئے استعمال کرنا چاہئے، اس میں چولہا جلانا اور دنیا کے دوسرے کام کرنا درست نہیں وقتی ضرورت پر گرمی سردی برسات کے لحاظ سے وہاں جماعت بھی کیجائے اور سنن ونوافل کیلئے بھی اس جگہ کو استعمال کیا جائے[2] اب اگر مسجد مذکورہ شکستہ حالت میں ہے گرنے کا قوی اندیشہ ہے اور دوبارہ یک منزلہ تعمیر کرنا ہے تو جتنا تحتانی حصہ پہلے سے خالی تھا اس حصہ پر کوئی دوکان تعمیر نہ کیجائے اور مسجد کے نیچے کے جس حصہ میں دوکان ہے، اس کا نصف یا جتنا مسجد کیلئے مناسب ہو اس کو داخل مسجد کرلیا جائے[3] بقیہ نصف میں حسب مصلحت مسجد کیلئے دوکانیں بنالی جائیں، اگر دو منزلہ بنانا ہو تو جتنا حصہ نیچے کا مسجد کیلئے خالی تھا اس کو برقرار رکھتے ہوئے بقیہ حصہ متعلقہ پر دوکانیں تعمیر کرکے بالائی حصہ پر مسجد بنالی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] مستفاد : من بنی مسجداً لم یزل ملکه منه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلاة فیه (هندیه، مکتبه، رحیمیه دیوبند ،ص ۳۴۷/ ج۲/ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد، مجمع الأنهر ص۵۹۳ ج۲ کتاب الوقف، تحت فصل، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۸ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد.

[2] وحاصله ان شرط کونه مسجداًان یکون سفله وعلوه مسجدا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد للّٰه بخلاف ماإذکان السرداب والعلو موقوفاً لمصالح المسجد فهو کسرداب بیت المقدس (شامی کوئٹه ص۴۰۶/ ج۳/ کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد، شامی زکریا ص۵۴۷ ج۶ المصدر السابق، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۲ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۳۳۰ کتاب الوقف فصل، ومن بنی مسجدا، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] ولو ضاق المسجد وبجنبه أرض وقف علیه أو حانوت جاز أن یؤخذ ویدخل فیه، فتح القدیر ص۲۳۵ ج۶ کتاب الوقف، فصل وإذا بنی مسجدا، مطبوعه دار الفکر بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۶ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد، شامی زکریا ص۵۷۶ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقا.

صحن مسجد میں کنواں بنانا

سوال:۔ یہاں کی جامع مسجد میں باوجود اس کے ایک سرکاری نلکہ پانی لگا ہوا ہے، جو پانی دینے کے لئے کافی ہے، گرمیوں میں نلکے کا پانی تھوڑا ہو جاتا ہے، تو ضرورت رفع کرنے کے لئے ایک کنواں بھی ہے اندریں حالات مسجد والوں نے چاہا کہ ایک کنواں اور کھودنا چاہئے جس میں بجلی کی مشین لگوائیں، اور پانی کی بہتات ہو اور یہ کنواں مسجد کے مال وقف کے صرفہ سے صحن مسجد میں کھودنا تجویز ہوا اور درآں حالا کہ واقف زمین مسجد فوت ہو چکا ہے، یہاں کے علماء میں سے بعض نے ان کو منع فرمایا کہ مسجد "مااعد للصلوٰۃ" ہے یہ تصرف زمین مسجد میں جائز نہیں بعض نے عالمگیری کی کتاب الصلوٰۃ والی اور قبیل باب احیاء الموات والی راویتوں کے اختلاف کو دیکھ کر کچھ تساہل سے جواب دیا اس تساہل سے فائدہ لیکر انہوں نے کنواں کھودنا شروع کیا، اب سوال یہ ہے:۔

(۱) آیا یہ کنواں کھودنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور جب کھودا گیا تو اب یہ پانی اجزاء مسجد میں سے شمار کیا جائیگا یا نہیں، بنا برا ینکہ مسجد الیٰ تحت الثریٰ مسجد ہے، آیا اس پانی کا استعمال وضو وغیرہ کے لئے جائز ہے یا نہیں، پانی مشین کے ذریعہ سے مسجد سے باہر نکالا جائیگا، اور استعمال کیا جائیگا، بینوا بالدلائل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد بنا کر وقف کر دی گئی ہے، اس جگہ کو مستقلاً کسی دوسرے کام میں لانا غرض واقف کے خلاف ہے، ایسی جگہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے، اسکا احترام لازم ہوتا ہے، اگر اس جگہ کنواں بنایا جائے گا تو وہ جگہ ہمیشہ کے لئے غیر صلوٰۃ کے کام میں محبوس رہے گی، حالانکہ وہ نماز کے لئے محبوس کی گئی تھی، نیز وہاں پانی لینے کے لئے طاہر وجنب سب جائیں گے، اور عامۃً کنویں پر شور وشغب ہوتا ہے، پانی لینے میں نزاع ہوتا ہے، بسا اوقات پانی لینے والے عوام کے پیر

اور برتن میل کچیل میں ملوث ہوتے ہیں، یہ امور احترام مسجد کے خلاف اور ممنوع ہیں، نیز اس سے مسجد میں تنگی ہوگی اور صفوف میں تفریق ہوگی "قال فی الدرالمختار فی احکام المساجد والوضوء الافیما اعد لذلک وغرس الا شجار الالنفع کتقلیل نزقوله والوضوء لان ماء ہ مستقذر طبعاً فیجب تنزیه المسجد عنه کمایجب تنزیهه عن المخاط والبلغم بدائع ، ولایظن ان ماحول بئرزمزم یجوز الوضوء أوالغسل من الجنابة فیه لان حریم زمزم یجری علیه حکم المساجد فیعامل بمعاملتها من تحریم البصاق والمکث مع الجنابة فیه قال فی الخلاصة غرس الاشجار فی المسجد لاباس به اذاکان فیه نفع للمسجد بان کان المسجد ذانزّوالاسطوانات لاتستقربدونها وبدون هذالایجوز اھ وفی الفتاویٰ الهندیه عن الغرائب ان کان لنفع الناس بظله ولایضیق علی الناس ولایفرق الصفوف لابأس به وان کان لنفع نفسه بورقه اوثمره اویفرق الصفوف اوکان فی موضع تقع به المشابهة بین البیعة والمسجد یکرہ اھ الیٰ قوله لان فیه شغل ماعد للصلوٰة ونحوها وان کان المسجد واسعاً اھ شامی[1] قال فی شرح المنیة ولایحفرفی المسجد بئر ماء لانه لایؤمن من دخول النساء والصبیان فتذهب حرمة المسجد ومهابته ولوکان البئر قدیماً یترک کبئر زمزم اھ[2] پانی مباح الاصل ہے، اس کا استعمال ہر شخص کو جائز ہے، پانی اجزاء

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ص ۶۶۰-۶۶۱/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة ،مطلب فی الغرس فی المسجد، عالمگیری کوئٹه ص ۱۱۰ ج ۱ کتاب الصلوة الباب السابع فیما یفسد الصلاة الخ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة الخ، تحت فصل، البحر الرائق ص۳۵ ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلاة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] حلبی کبیری، ص ۶۱۲/فصل فی احکام المسجد، البحر الرائق ص۳۵ ج۲ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها فصل لما فرغ من بیان الکراهة فی الصلاة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه فتح القدیر ص ۴۲۱ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها فصل ویکره استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء، مطبوعه دار الفکر بیروت.

مسجد میں شمار نہیں ہوگا، تحت الثریٰ تک مسجد ہونے سے مراد یہ ہے کہ حق العبد منقطع ہو جائے، کوئی شخص دعویٰ ملک نہ کر سکے صرح بہ الشامی[1]، فتاویٰ عالمگیری، کی دونوں عبارتیں بھی اس جواب کے خلاف نہیں رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مظاہر سہارنپور ۸/ربیع الاول ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع الاول ۷۰ھ

مسجد میں کنواں بنانا

سوال:۔ مسجد میں کنواں بنانا کیسا ہے جبکہ پہلے کبھی نہ تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ نماز پڑھنے کیلئے وقف ہے اس میں کنواں نہ بنایا جائے[2]، ہاں اگر ضرورت ہو اور کچھ زمین مسجد سے متعلق زائد ہو وہاں درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دار العلوم دیوبند

---

[1] وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه (شامى كراچى ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف مطلب فى احكام المسجد، البحر الرائق ص۲۵۱ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

[2] شرط الواقف كنص الشارع (درمختار مع الشامى كراچى، ص۴۳۳/ج۴/ كتاب الوقف مطلب فى قولهم شرط الواقف كنص الشارع، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۵ج۵ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۶۰۸ج۲ كتاب الوقف، طبع بيروت، ولا يحفر فى المسجد بئر ماء ولو كانت البئر قديمة تترك كبئر زمزم، عالمگيرى كوئٹه ص۱۱۰ج۱ كتاب الصلوة فصل كره غلق باب المسجد، فتح القدير ص۴۲۱ج۱ كتاب الصلوة، فصل ويكره استقبال القبلة بالفرج فى الخلاء، مطبوعه دار الفكر.

دیوار مسجد کی مرمت

سوال:۔ ایک مسجد ہے جس کی دیوار کچی ہے، زید کہتا ہے کہ میں اس کی دیوار میں پختہ اینٹیں لگوا کر سائبان بنادوں گا، جس سے مسجد مضبوط ہو جاوے گی، اور میرا کام بھی ہوتا رہے گا، تو کیا زید کا اس مسجد کی دیوار میں اس نیت سے اینٹیں لگوانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کی مرمت یا پختگی اور ضروریات کے پورا کرنے میں تو کوئی تردد نہیں کہ یہ سب چیزیں مستحسن اور باعث اجر ہیں[1]، اور اس کا مطلب میرا کام بھی ہوتا رہے گا، سمجھ میں نہیں آتا، اس کام کی تفسیر معلوم ہونے پر اس کا حکم تحریر کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور اوپر ہال بنانا

سوال:۔ ہمارے شہر اندور میں تقریباً سوسال پرانی ایک جامع مسجد کو منہدم کرکے از سرِ نو تعمیر کی گئی، مسجد کی تعمیر جدید کے لئے جو کمیٹی بنائی تھی اس نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا تھا کہ مسجد کے نیچے تہہ خانہ اور مسجد کے اوپر وسیع ہال تعمیر کیا جائے، تہہ خانہ کو جماعت خانہ کے طور پر اور مسجد کی بالائی منزل کو مدرسہ کے لئے اور تقریبات، شادی بیاہ، عقیقہ وغیرہ مواقع پر لوگوں کو کھانا کھلانے اور باراتیوں کو ٹھہرانے کے لئے جن میں مرد، عورتیں، بوڑھے بچے، نمازی، بے نمازی سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، نیز دیگر کاموں کیلئے استعمال کیا جائے گا، تہہ خانہ اور بالائی

---

[1] من بنیٰ مسجداً للّٰہ بنی اللّٰہ له بیتاً فی الجنة (مسلم شریف، ص ۲۰۱/ ج ۱/ کتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث علیها، مطبوعه رشیدیه دهلی)

منزل کا کرایہ بھی وصول کیا جائے گا، تا کہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو۔

مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی ہے اور اب مسجد کی موجودہ شکل یہ ہے کہ نیچے ایک تہہ خانہ ہے اور درمیان میں مسجد اور مسجد کے اوپر ہال، جبکہ مسجد کی تعمیر جدید سے قبل اس کے نیچے کوئی تہہ خانہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی اور منزل تھی۔

مسجد کے شمال میں ایک گلی ہے، تہہ خانہ اور مسجد کی بالائی منزل کے دو راستے ہیں، ایک راستہ مسجد کے اندر سے ہے اور دوسرا راستہ باہر گلی میں ہے، اس کے علاوہ محلّہ میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے، جس کو تقریبات کے لئے یا بطور جماعت خانہ کے استعمال کیا جاسکے۔

اس سلسلہ میں محلّہ کے لوگوں کے اذہان مختلف ہیں، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تہہ خانہ اور اوپر والے ہال کو جماعت خانہ اور تقریبات کے لئے استعمال کرنا درست ہے، اور چونکہ متبادل کوئی جگہ محلّہ میں نہیں ہے، اسلئے مجبور بھی ہیں، لہٰذا بحالت مجبوری اجازت ملنی چاہئے

اس کے برخلاف دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد کی اوپر والی منزل بھی مسجد کے حکم میں ہے، لہٰذا اس کا استعمال بطور جماعت خانہ اور باراتیوں کے قیام کے لئے جائز نہیں ہے، البتہ تہہ خانہ کو جماعت خانہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے، مذکورہ تفصیل کے پیش نظر دریافت طلب امور یہ ہیں:۔

(الف) ازروئے شرع مسجد مذکور کے تہہ خانہ اور بالائی منزل کا کیا حکم ہے وہ مسجد کے حکم میں ہیں یا خارج از مسجد؟

(ب) محلّہ میں جماعت خانہ یا تقریبات منانے کے لئے کوئی اور جگہ نہیں ہے اور نہ مستقبل میں کوئی ایسی جگہ میسر آسکتی ہے، ایسی مجبوری کی حالت میں مسجد کے تہہ خانہ اور بالائی منزل کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا بلا کرایہ تقریبات کیلئے یا باراتیوں کو ٹھہرانے کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف،) جس جگہ کو مسجد بنائی جائے وہ نیچے اوپر سب مسجد ہی ہوتی ہے، وہاں کوئی ایسا کام جو احترام مسجد کے خلاف ہو وہ ممنوع ہے، مسجد کے بالائی حصے یا تحتانی حصے کسی جگہ سے بھی حق العبد متعلق نہیں ہونا چاہئے، ہال تقریبات کے لئے بنانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام اہل تقریبات کو اس کے استعمال کا حق ہو اور اس میں وہ کام بھی ہو جن سے مسجد کو بچانا لازم ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں، تہہ خانہ مسجد کا سامان چٹائی وغیرہ رکھنے کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں، یہ احترام مسجد کے خلاف نہیں ہے " **وکره تحريماً الوضو فوقه، والبول والتغوط لانه مسجد الیٰ عنانِ السماءاھ (درمختار) ولايحل للجنب والحائض والنفساء الوقوف عليهاھ رد محتار قوله الیٰ عنان السماء بفتح العين وكذا الیٰ تحت الثریٰ ولوجعل تحته سرداباً لمصالحه جاز .شامی ،ص۴۸۵/ج ۱/** [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند

مسجد کے نیچے تہہ خانہ بنانا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد شیخ فرخ میں جگہ کافی نہ ہونے کی وجہ سے سوختہ مکانوں کی چھتوں پر رکھا جاتا ہے، جس سے نقصان کا اندیشہ ہے متولیان نے اس ضرورت کو محسوس کیا یہ تدبیر سوچی ہے کہ فرش مسجد میں جانب جنوب ایک تہہ خانہ تعمیر کردیا جائے ،جس سے یہ ضرورت رفع ہوجائے ، یہ تہہ خانہ پہلے سے قائم نہیں ہے، جدید

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۶۵۶/ج ۱/ مکروهات الصلوٰة مطلب فی احكام المسجد، شامی نعمانیه ص ۴۴۱ ج ۱ ، فتح القدير ص ۴۲۰ ج ۱ باب ما يفسد الصلاة فصل ويكره استقبال القبلة، دار الفكر، بحر كوئٹه ص۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فی احكام المساجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

قائم کیا جائے گا، فرش مسجد بدستور ہموار رہے گا، محض فرش کے نیچے تصرف کیا جائے گا، اگر یہ صورت جائز ہو تو تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسا تصرف ناجائز ہے کوئی اور انتظام کیا جائے "**لوبنى فوقه بيتا للامام لايضر لانه من المصالح اما لوتمت المسجد ية ثم ارادالبناء منع ولوقال عنيت قال لم يصدق تاترخانيه ،هذافى الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولوعلىٰ جدار المسجد مع انه لم ياخذ من بناء المسجد شيئاً ،درمختار، ص ۵۷۲/ ج۳/ قوله لوبنى فوقه بيتا لامام اى وهو فى يده قبل ان يخلى بينه وبين الناس يعمل فيه كذاايضاً ومن البحرقوله عنيت ذٰلک اى قصدت بناء البيت حال بناء المسجد** طحطاوی، ص ۵۳۷/ ج ۲/ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۷/ ۵۷ھ

صحیح عبداللطیف ۱۹/ رجب ۵۷ھ

احاطۂ مسجد میں طہارت خانہ بنانا درست ہے

سوال:۔ جامع مسجد شیخ پورہ پرتگال پورہ جو کہ پانی کے بہم ہونے تک ایک کلومیٹر تک کا فاصلہ ہے بوجہ عوام کی سہولت کے مسجد شریف کے اندر طہات خانہ عمل میں لایا گیا ہے ٹیوب ویل مسجد کے باہر ہے، مسجد کے دروازہ کے ساتھ ہی طہارت خانہ قائم کیا گیا ہے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ اس مسجد کے اندر طہارت خانہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو جگہ ایک دفعہ شرعی طور پر مسجد بنادی گئی ،اور نماز جماعت کے لئے مخصوص کردی گئی وہ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۸/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی احکام المسجد.

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن گئی، پھراس کا کوئی بھی حصہ دوسرے کام کے لئے مخصوص ومتعین کردینا جائز نہیں، مثلاً طہارت خانہ، غسل خانہ، بنادینا کہ وہاں نماز نہ پڑھی جاسکے، درست نہیں، البتہ مسجد سے متعلق جوزمین زائد موجود ہواگرچہ وہ اسی احاطہ میں ہو وہاں طہارت خانہ وغیرہ بنادینا درست ہے۔

"لوبنی فوقه بيتاً للامام لايضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية اراد البناء منع ولو قال عنيت لم يصدق (تاتارخانيه) فاذاكان هذا فى الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو علىٰ جدار المسجد ولايجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئاً منه مستغلا ولا سكنىٰ بزازية اھ درمختار (قوله ولو علىٰ جدار المسجد)مع انه لم ياخذ من هواء المسجد شيئًا ھ ونقل فى البحر قبله ولايوضع الجذع علىٰ جدار المسجد وان كان من اوقافه اھ قلت وبه علم حكم مايصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع علىٰ جداره فانه لايحل ولودفع الاجق قوله ولا ان يجعل الخ هذاابتداء عباق البزازية والمرادبالمستغل ان يوجر منه شيئى لاجل عمارته وبالسكنى محلها وعبارة البزازيه علىٰ مافى البحر ولامسكناً وقدردفى الفتح مابحثه فى الخلاصة من انه لواحتاج المسجد الىٰ نفقة توجر قطعة منه بقدر ماينفق عليه بانه غير صحيح قلت وبهذا علم ايضاً حرمة احداث الخلوات فى المساجد كالتى فى رواق المسجد الاموى ولاسيما مايترتب علىٰ ذٰلک من تقذير المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوهاھ درمختار ص ۱۷۲/ ج۳/"[1]

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۸/ج۴/کتاب الوقف،مطلب فى احكام المسجد، بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، الدر المنتقى مع المجمع ص۵۹۴ ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً طبع دار الكتب العلمية بيروت.

اگر مسجد تنگ ہو اور اس کے قریب راستہ بہت کشادہ ہو تو کچھ حصہ راستہ کا مسجد میں داخل کر لینا درست ہے جبکہ گزرنے والوں کو ضرر نہ ہو اگر مسجد کشادہ اور راستہ تنگ ہو تو مجبوراً مسجد میں کو گزرنے کی گنجائش ہے، مگر اس کی وجہ سے اس کی مسجدیت ختم نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

"جعل شئی ای جعل البانی شیئاً من الطریق مسجداً لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لا نها للمسلمین کعکسه ای کجواز عکسه وهوما اذاجعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصارف فی الجوامع وجاز لکل احدان یمر فیه حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب (زیلعی) کماجاز جعل الامام الطریق مسجداً لاعکسه لجواز الصلوٰۃ فی الطریق لا المرور فی المسجداھ (درمختار[1]) قوله لجوازالصلوٰۃ فی الطریق)فیه ان الصلوٰۃ فی الطریق مکروهة کالمروفی المسجد فالصواب لعدم جواز الصلوٰۃ فی الطریق کماقدمناه عن جامع الفصولین یعنی ان فیه ضرورة وهی انهم لوارادوا الصلوٰۃ فی الطریق لم یجز فکان فی جعله مسجداً ضرورةً بخلاف جعل المسجد طریقاً لان المسجد لایخرج عن المسجد یة ابداً فلم یجزاھ (رد المحتار[2]ص ۳۸۳)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۵ھ

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی ،ص۳۷۷-۳۷۸/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقاً .

[2] شامی کراچی ص۳۷۹ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی جعل شیء من المسجد طریقاً، هندیه کوئٹه ص۴۵۶ ج۲ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، تبیین الحقائق ص۳۳۰ج۳ آخر کتاب الوقف، امدادیه ملتان.

مسجد سے متصل بیت الخلاء

سوال:۔ مسجد کے عقب پچھّم رخ ملحقہ دیوار امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے درمیان میں دیوار ہے پاخانہ بنانا جائز ہے یانہیں؟......دیوار میں ایسی صورت میں روشن دان بھی ہوسکتا ہے یانہیں؟

	پچھّم	
	پاخانہ	
دکھن	جائے امام	اُتر
	مسجد	
	پورب	
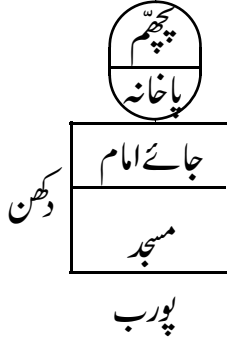
الجواب حامداً ومصلیاً

خارج مسجد پاخانہ بنانا جائز ہے[۱] دیوار درمیان میں ہونے کی وجہ سے نماز میں بھی کوئی خرابی نہ ہوگی، لیکن ایسی جگہ پاخانہ بنانا جس سے نمازیوں کو بدبو کی تکلیف ہو اور ہر وقت مسجد میں بدبو آیا کرے اور مسجد کی جانب پاخانے کا روشن دان کھولنا احترام مسجد کے خلاف ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر گنجائش ہو تو کسی دوسری جگہ مسجد سے الگ پاخانہ بنانا چاہئے، اور روشن دان بھی مسجد کی طرف نہ کھولنا چاہئے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۲ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // // //

---

[۱] وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أى المسجد جاز كمسجد القدس الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۵۷ج۴ كتاب الوقف البحر الرائق ص۲۵۱ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

[۲] علة النهى اذى الملائكة واذى المسلمين ويلحق بمانص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة مأ كولا اوغيره (شامى كراچى ،ص ۶۶۱/ج۱/ مكروهات الصلوة ،مطلب فى الغرس فى المسجد، حلبى كبيرى ص۶۱۰ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، الاشباه والنظائر ص۲۰۲ الفن الثالث، القول فى احكام المسجد، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى.

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid men Naqsh & Nigar

مسجد کے قریب بیت الخلاء بنانا

سوال:۔ مسجد کی کچھ اینٹیں برآمدہ مسجد میں لگی ہوئی تھیں، مریدین نے برائے شیخ مذکور وہ اینٹیں اٹھا کر اندرونِ مسجد یعنی صحن کے سامنے بیت الخلاء بنایا، اگر انصاف پسند لوگوں نے روک ٹوک کی تو مریدین اور پیر صاحب نے التفات نہ کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شیخ مذکورہ کے لئے مناسب یہ تھا کہ متولی اور نمازیوں کے مشورے سے تصرف کرتے تا کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی نمازیوں کی ضرورت کیلئے اگر مسجد کے قریب بیت الخلاء بنایا جائے تو شرعاً گنجائش ہے[1] مگر اس کا لحاظ چاہئے کہ بدبو مسجد میں نہ آئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۹/۱۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

مسجد سے متعلق بیت الخلاء بنانا

سوال:۔ جامع مسجد کے فرش کے قریب پاخانہ کھلا ہوا ہے، یا حوض جس میں پاخانہ غلیظ

---

[1] وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أی المسجد جاز کمسجد القدس الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۵۷ج۴ کتاب الوقف، البحر الرائق ص۲۵۱ج۵ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] کمایستفاد ممافی" رد المحتار "واکل نحو ثوم ویمنع (قوله واکل نحو ثوم)قال الا مام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری قلت علة النهی اذی الملائکة واذی المسلمین ویلحق بمانص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولا اوغیره (درمختار مع ردالمحتار کراچی ،ص۶۶۱/ج۱/ مکروهات الصلوٰة،مطلب فی الغرس فی المسجد، حلبی کبیری ص۶۱۰ فصل فی احکام المسجد، مطبوعه سهیل اکیڈمی لاهور، الاشباه والنظائر ص۲۰۲ الفن الثالث القول فی احکام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

عرصہ دراز تک جمع ہوتا رہتا ہے، جیسے کہ انگریزی طریقہ کے پاخانہ ہوتے ہیں، تو ایسے پاخانہ قریب مسجد یا قریب فرش مسجد جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں، حضور ﷺ نے کہاں پر اجازت دی ہے ؟ کیا عربی مدرسہ کے احاطہ میں بھی بیت الخلاء بنانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وقت میں مسجد میں نالی، لوٹا، حوض، کنواں، نل، پانی، غسل خانہ، کھڑکی، پنکھا، بجلی وغیرہ کسی چیز کا انتظام نہیں تھا، مسجد کی چھت بھی ایسی تھی کہ دھوپ بھی، بارش بھی اس میں کو آتی تھی، غرض بہت سادہ جگہ تھی، اس پر دری اور چٹائی بھی نہیں تھی[1]، یہ سب چیزیں آہستہ آہستہ مسجد سے متعلق کی جاتی رہی ہیں، حتی کہ بعض علاقوں میں مہمان خانہ بھی مسجد سے متعلق ہوتا ہے، وہاں بستر رہتے ہیں، امام اور مؤذن کے رہنے کیلئے بھی کمرہ ہوتا ہے، بعض جگہ مدرسہ بھی ہوتا ہے، جس میں بچے تعلیم پاتے ہیں، بعض جگہ پیشاب خانہ اور بیت الخلاء بھی نمازیوں کی سہولت کے لئے ہوتا ہے، خاص کر بڑے شہروں میں جہاں بکثرت باہر کے آدمی زیادہ آتے ہوں، اگر ضرورت رفع کرنے کی جگہ وہاں نہ ہو تو ان کو بڑی دشواری ہوتی ہے، اگر باہر کے آدمی زیادہ نہ آتے ہوں، بلکہ عامۃً مقامی آدمی نماز پڑھتے ہوں جن کو اللہ نے گھر دیا ہے، اور وہاں سب ضرورت کی چیزیں موجود ہیں تو پھر محض شان وشوکت دکھانے کے لئے ایسی چیزیں مسجد سے متعلق جگہ میں نہ بنائی جائیں، اگر کسی کو اتفاقیہ ضرورت پیش ہی آجائے، تو وقتی طور پر اپنی جانی پہچانی جگہ ضرورت رفع کرسکتا ہے، مسجد کے قریب ایسی جگہ بیت الخلاء نہ بنایا جائے کہ بدبو مسجد میں آوے اور نمازیوں اور ملائکہ کو اذیت ہو[2] مدرسہ کے لئے جو احاطہ لیا گیا ہے، اس کو کرایہ پر اٹھا سکتے ہیں،

---

[1] (كان المسجد على عريش)وهوبيت سقفه من اغصان الشجر أى بنى على صوغ عريش وهو مايستظل به(فوكف المسجد)أى قطر سقفه ونزل ماء المطرمن سقفه (مرقاة شرح مشكوٰة، ج۲/ص ۵۶۱/ باب ليلة القدر،مطبوعه اصح المطابع بمبئى، طيبى شرح المشكوٰة ص ۲۰۱ ج۴ باب ليلة القدر، مطبوعه كراچى.

[2] مستفاد :واكل نحو ثوم ويمنع منه قوله واكل نحو ثوم اى كبصل **(بقيه اگلے صفحه پر)**

تا کہ اس کی آمدنی سے مدرسہ کی ضروریات پوری کی جاسکیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد سے متعلق جگہ میں بیت الخلاء بنانا

سوال:۔ایک قطعۂ اراضی مسجد کے نام سے وقف کی گئی اور وہ بصورت ایک حجرہ کے مسجد کے جانب غروب وجنوب میں واقع ہے جس کا دروازہ باہر سڑک کی جانب ہے اس وقف کی ہوئی جگہ جو کہ نقشہ میں ۲۶ ر نمبر درج ہے، بیت الخلاء بنا سکتے ہیں یا نہیں، حجرہ ۲۶ ر نمبر میں کوئی روزن نہیں جس سے مسجد میں بدبو جائے، ہاں اسکی چھت کے اوپر مسجد کی دیوار میں روشندان ہے مگر حجرہ کی چھت سے تقریباً ایک گز اوپر ہے، اور تین جانب سے دیوار ہے، جس کی وجہ سے وہاں بدبو نہیں پہنچ سکتی، صرف آفتاب کی روشنی کی غرض سے روشندان کھولا گیا ہے، نقشہ کے نمبروں کی تفصیل یہ ہے نمبر ۱ ر ۲ ر اندرون مسجد ونمبر ۳ ر صحن مسجد، نمبر ۴ ر حجرہ امام صاحب، نمبر ۵ ر دیوار نالی برائے وضو، نمبر ۶ ر نالی برائے وضو، نمبر ۷ ر مردے کی چارپائی وتختہ کی جگہ، نمبر ۸ ر ۹ ر غسلخانہ، نمبر ۱۰ ر کنواں، نمبر ۱۱ ر پختہ فرش حمام وغسل خانہ کی طرف جانے کا راستہ ہے، نمبر ۱۲ ر کچا فرش پاپوش کی جگہ، نمبر ۱۳ ر دروازہ مسجد، نمبر ۱۴ ر طہارت کرنے کی جگہ ۱۵ ر ۱۶ ر وضو کرنے کی نالی، ۱۷ ر حمام کمرہ، ۱۸ ر ۱۹ ر غلسخانہ، نمبر ۲۰ ر راستہ غسل خانہ ۲۱ ر کنواں، ۲۲ ر برآمدے جہاں نماز پڑھتے ہیں، ۲۳ ر جہاں نالی وضو کرنے کی

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ونحوه مماله رائحة كريهة للحديث الصحيح في النهي عن قربان اكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العيني في شرحه علىٰ صحيح البخاري قلت ، علة النهي اذى الملائكة واذى المسلمين ويلحق بمانص عليه في الحديث كل ماله رائحة كريهة ماكولا اوغيره (رد محتار مع الشامي كراچي، ص ۶۶۱ / ج ۱ / مكروهات الصلوٰة، مطلب في الغرس في المسجد، حلبي كبيري ص ۶۱۰ فصل في احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمي لاهور، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲ الفن الثالث، القول في احكام المسجد، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلي.

۲۴؍سائبان، ۲۵؍حجرہ طالب علم، ۲۶؍حجرہ جس کا مسئلہ دریافت طلب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب کہ جگہ مصالح مسجد کیلئے وقف ہے اور اہل مسجد کو وہاں بیت الخلاء کی ضرورت ہے، نیز اس جگہ بیت الخلاء بنانے سے مسجد کے احترام میں خلل بھی نہیں آتا، اور بدبو بھی مسجد میں نہیں پہنچتی تو اس جگہ بیت الخلاء بنانا شرعاً درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

پیشاب خانے اور بیت الخلاء کے اوپر مسجد کا گنبد بنانا

سوال:۔ ہماری مسجد میں ایک گنبد بنانا ہے، جہاں یہ گنبد بنانا ہے، اس کے بالکل نیچے کے حصہ میں پیشاب خانہ بیت الخلاء ہے ہمارے لئے اس پر گنبد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مسجد کی جس جگہ کو نماز کیلئے تجویز کر دیا گیا ہے وہ اوپر نیچے سب مسجد ہے اس کے نیچے کے حصہ میں پیشاب خانہ بیت الخلاء وغیرہ بنانا جائز نہیں، مسجد کی چھت پر ضرورت ہو تو گنبد

---

[1] (۱) مستفاد :. قوله واكل نحوثوم اى كبصل ونحوه مماله رائحة كريهة (الى قوله) قال الامام العينى قلت وعلة النهى أذى الملائكة وأذى المسلمين ويلحق بمانص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة ماكولاأوغيره(شامى كراچى،ج ا/ص ۶۶۱/ مكروهاة الصلوٰة ،مطلب فى الغرس فى المسجد، حلبى كبيرى ص ۶۱۰ فصل فى احكام المسجد، مطبوعه سهيل اكيڈمى لاهور، الاشباه والنظائر ص ۲۰۲ الفن الثالث القول فى احكام المسجد مطبوعه اشاعت الاسلام دهلى، (۲) إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين، يجوز، حاشية الشلبى ص ۳۳۰ج۳ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد مطبوعه امداديه ملتان، وفى الدر المختار، وإذا جعل تحته سرداباً لمصالحه أى المسجد جاز كمسجد القدس، الدر المختار على الشامى كراچى ص۳۵۷ج۴ كتاب الوقف، البحر الرائق ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المساجد، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

بنا سکتے ہیں، اگر اس کے نیچے پیشاب خانہ ہو تو وہاں سے ہٹانا ضروری ہے [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۳/۴ھ

---

[۱] وکرہ تحریما الوط فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الی عنان السماء وکذا الی تحت الثریٰ (در مختار مع الشامی کراچی، ص۶۵۶/ج۱/ کتاب الصلوٰۃ مطلب فی احکام المسجد)، شامی زکریا ص۴۲۸ج۲، المصدر السابق، الدر المنتقی مع مجمع الأنهر ص۱۹۰ ج۱ باب مایفسد الصلوۃ وما یکره فیها، تحت فصل، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۳۴ج۲ باب مایفسد الصلوۃ وما یکره فیها، تحت فصل.

فصل دھم:- مسجداوراس کے سامان کو بیچنا

مسجد کی موقوفہ زمین کی بیع کرنا

سوال:۔ مسجد کی موقوفہ زمین بیچنا جائز ہے یا نہیں جبکہ کوئی متعین متولی نہ ہو موضع کے بڑے بڑے لوگ نگرانی کرتے ہوں، اوراگر ہے تو کون بیچ سکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

وقف زمین کوفروخت کرنا درست نہیں، اس کی بیع قطعاً ناجائز ہے[1]، بلکہ اس زمین سے آمدنی حاصل کر کے مصالح مسجد پرصرف کرنا واجب ہے[2]۔ اگر واقف نے وقف نامہ میں یا زبانی کسی کو متولی نہیں بنایا تو سربرآوردہ مقامی معزز دیندار مسلمان اس کی آمدنی کومصالح مسجد پرصرف کریں اوراس کے محافظ رہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۵۸/۵/۲۰ھ

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۵۸/۵/۲۱ھ

---

[1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ای لایقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ شامی کراچی، ص ۳۵۲/ج ۴/ کتاب الوقف، قبیل "مطلب فی شرط واقف الکتب الخ" بحر کوئٹہ ص ۲۰۵ ج ۵ کتاب الوقف، مجمع الأنھر ص ۵۸۱ ج ۲ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] شرط الواقف کنص الشارع، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۳۳ ج ۴ کتاب الوقف، مطلب فی قولھم شرط الواقف کنص الشارع، تبیین الحقائق ص ۳۲۹ ج ۳ کتاب الوقف، طبع امدادیہ ملتان، النھر الفائق ص ۳۲۵ ج ۳ کتاب الوقف، دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] سئل شیخ الاسلام عن اھل مسجد اتفقوا علی نصب رجل متولیا لمصالح المسجد فتولی ذلک باتفاقھم ھل یصیر متولیا کما لو قلدہ القاضی قال نعم ...... ثم اتفق المشائخ المتاخرون واستاذونا أن الافضل أن ینصبوا متولیا ولا یعملوا القاضی فی زماننا، بحر کوئٹہ ص ۲۳۲ ج ۵ کتاب الوقف، ھندیہ کوئٹہ ص ۴۱۲ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الخامس.

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid & Uske Saman ko Bechna

غیر آباد مسجد کو فروخت کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں مسلمانوں کے چلے جانے سے بہت سی مساجد ویران ہوگئی ہیں، عرض یہ ہے کہ گھر، پھونس، لکڑی، اس پلٹو وغیرہ سے بنائی ہوئی کچی مسجد کا گھر ہندو کے پاس فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ مسلمان خریدار نہیں، اور گھر پڑا رہنے میں اضاعت اموال اور قیمتی سامان چوری ہوتا ہے، بصورت جواز مسجد کے ایریا کی حفاظت کے لئے شرعی رائے کیا ہے؟

بعض حضرات البحر الرائق کے حوالہ سے مٹی کھود کر پھینکنے کو کہتے ہیں، مگر یہ مٹی کہاں اور کتنی پھینکی جائے، یہ نہیں بتلاتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ کتاب کھول کر دیکھو بعض حضرات کہتے ہیں کہ قاضی خان میں قد آدم پختہ دیوار بنانے کا حکم ہے۔

حضرت والا سے دوسری گزارش ہے کہ مدرسہ کی آمدنی کے لئے مہتمم مدرسہ رجسٹری کردہ موقوفہ اراضی کا مالک بوقت عدم احتیاط مدرسہ کون ہے، واقف یا کمیٹی؟ اگر کمیٹی ہو تو مہتمم فروخت کر کے دوسرے مدرسہ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف کی بیع ناجائز ہے، وقف کا مالک کوئی نہیں، جو اس کو فروخت کر سکے، اگر مسلمان موجود نہیں رہے تو مسجد کو یا مسجد کے ذمہ دار کو فروخت کرنے کا پھر بھی اختیار نہیں[1] مسجد کی جگہ کو اگر محفوظ کر دیں تو بہتر ہے، مسجد کے وقف پر اگر غیر لوگ زبردستی قبضہ کر کے اس کا معاوضہ دیں تو معاوضہ لیکر دوسری جگہ مسجد بنالینا درست ہے[2] غیر آباد مسجد کا سامان فروخت کرنے کے بجائے ایسی مسجد

---

[1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک (قوله لایملک ای لایکون مملوکا لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه (شامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ ج ۴/ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب) النهر الفائق ص ۳۱۹ ج ۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۵۰ ج ۲ کتاب الوقف، الباب الاول فی تعریفه.

[2] لواستولیٰ علی الوقف غاصب عجز المتولی عن استرداده واراد الغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوالصلح علی شئی ثم یشتری بالماخوذ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں منتقل کردیا جائے، جہاں وہ کارآمد ہو[۱]، مسجد کی زمین کو کھود کر مٹی کو پھینک دینے کا مسئلہ مجھے معلوم نہیں، جنہوں نے بتلایا ہے ان سے عبارت نقل کرادیں، فصل وجلد کا حوالہ دیکر بھیجیں، تاکہ اس موقع پر تلاش کیا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۹۰ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ 〃 〃

غیرآباد مسجد کوفروخت کرنا یا کرایہ پر دینا

سوال:۔صوبہ جموں کشمیر کے کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں کی مسجدیں غیرآباد ہیں اور وہاں کوئی مسلمان نہیں رہتا، ان مسجدوں کی دیواریں گرگئیں، اور ملبوں کا ڈھیر بن چکی ہیں، اور مسجدوں کی اینٹیں، لکڑیاں اور تختے ضائع ہورہے ہیں، یا غیرمسلم جوان علاقوں میں رہتے ہیں اٹھا کرلے جاتے ہیں، کیا ایسی صورت میں مجلس اوقاف اسلامیہ جموں یہ کرسکتی ہے کہ گری ہوئی مسجدوں کی اینٹوں کو اور دوسرے سامانوں کو فروخت کرکے دوسری آباد مسجدوں میں یا عام مسلمانوں کی دوسری ضروریات میں ان رقموں کو لگائے؟

(۲) ایسے علاقوں میں بعض مسجدیں ایسی بھی ہیں جہاں پر غیرمسلم پاخانہ پیشاب اور دوسری گندگیاں کرتے ہیں اور پھیلاتے ہیں، کیا ایسی مسجد کسی غیرمسلم کو کرایہ پر یا بغیر کرایہ رہائش کے لئے دینا تاکہ وہ ناپاکی سے پاک رہے اور دوسری غلاظتوں سے محفوظ رہے، درست ہے یا نہیں؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) من الغاصب ارضاً اخریٰ فیجعله وقفا علی شرائط الاولی (البحر کوئٹه ص ۲۴۲/ ج۵/ کتاب الوقف، شامی زکریا ص ۵۸۸ ج۶ کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع، النهر الفائق کوئٹه ص ۳۲۰ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۱] ونقل فی الذخیرة عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجد اوحوض خرب ولایحتاج الیه لتفرق الناس عنه هل للقاضی ان یصرف اوقافه الیٰ مسجد اوحوض اخر فقال نعم (شامی کراچی، ص ۳۵۹/ ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فیما لوخرب المسجد اوغیره) عالمگیری کوئٹه ص ۴۷۸ ج۱ الباب الثالث عشر فی الاوقاف التی یستغنی عنها، المحیط البرهانی ص ۱۵۱ ج۹ الفصل الرابع والعشرون فی الاوقاف التی یستغنی عنها، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان مسجدوں کے آباد کرنے کی کوئی صورت نہیں اور سامان ضائع ہورہا ہے تو اس سامان کو دوسری مساجد میں لگایا جائے[1] اور ان گری ہوئی مساجد کی چہار دیواری بنا کر اس طرح گھیر دیا جائے کہ ان کی حفاظت ہوجائے، اگر چہار دیواری بنانے کے لئے پیسہ نہ ہوتو اس گرے ہوئے ملبہ اینٹ وغیرہ سے بنادیں[2] یا اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے بنادیں اس کی قیمت کسی دوسرے کام میں صرف نہ کریں، بلکہ مساجد ہی کی ضروریات میں صرف کریں[3]۔

(۲) ان کو کرایہ پر دینا بھی درست نہیں[4]، حسب قدرت واگزار کرانے کی کوشش کی جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۵ھ

---

[1] والذين ينبغى متابعة المشائخ المذكورين فى جواز النقل ولاسيمافى زماننا فان المسجد اذالم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون وكذالک اوقافه (شامى كراچى ، ص۳۶۰/ج۴/ كتاب الوقف مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه) بحر كوئٹه ص۲۵۲ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المساجد، مجمع الأنهر ص۵۹۶ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] يستفاد :.وصرف الحاكم اوالمتولى نقضه اوثمنه ان تعذر اعادة عينه الى عمارته (درمختار مع الشامى كراچى، ص۳۷۷/ج۴/ كتاب الوقف مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يكن عمارته) مجمع الأنهر ص۵۸۵ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر ص۵۸۹ج۲ بيروت.

[3] فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى اقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض إليه وظاهره أنه لايجوز صرف وقف مسجد خرب إلى حوض وعكسه وفى شرح الملتقى يصرف وقفها لاقرب مجانس لها، الدر مع الشامى كراچى ص۳۵۹ج۴ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره، الدر المنتقى مع المجمع ص۵۷۹ج۲ كتاب الوقف، دار الكتب العلمية بيروت.

[4] ولا ان يجعل شيأ منه مستغلا والمرادبالمستغل ان يؤجر منه شئى لاجل عمارته(درمختار مع الشامى كراچى (ص۳۵۸/ج۴/ كتاب الوقف مطلب فى احكام المسجد) مجمع الأنهر ص۵۹۵ج۲ كتاب الوقف، فصل إذا بنى مسجداً، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص۲۵۱ج۵ فصل فى احكام المساجد.

مسجد کے لئے وقف قطعۂ زمین کوفروخت کرنا

سوال:۔ محلے کی مسجد کا ذریعۂ آمدنی نہ ہونے کی بناء پرایک صاحب خیر نے مسجد کی غرض سے زمین کا ایک قطعہ دوکانیں بنانے کے لئے مسجد کے نام وقف کردیا، اسی اثناء میں ایک دوسرے صاحب خیر نے ایک دوسرا قطعہ زمین خرید کر پانچ دوکانیں بنا کراسی مسجد مذکور کے نام وقف کردی ہیں، اب مسجد کافی زیادہ خودکفیل ہوچکی ہے، اب مسجد کے متولی صاحب پہلے قطعہ کو فروخت کرکے اس کی قیمت اسی مسجد کے مدرسہ کے تعلیمی فنڈ میں استعمال کرنا چاہتے ہیں، کیا مسجد کی رقم تعلیمی فنڈ میں استعمال کی جاسکتی ہے یا متولی صاحب کیلئے اس پہلے قطعہ زمین کوفروخت کرنا جائز ہے، اس کی قیمت کے استعمال اوراس کوفروخت کرنے اور نہ کرنے کا سوال ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جوقطعہ زمین دوکانیں بنانے کے واسطے مسجد کیلئے وقف کردیا ہے، اس کوفروخت کرکے اس کی رقم مدرسہ کے تعلیمی کام میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں اگرچہ وہ مدرسہ اسی مسجد سے متعلق ہو ”فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولا یعاروولا یرھن (درمختار) ای لایکون مملوکاً لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه (شامی[1]، ص۳۶۷/) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زیادہ آمدنی کی توقع پرمسجد کی زمین فروخت کرنا

سوال:۔ مسجد کے مصارف کے لئے موقوفہ زمین فروخت کرنااوراس کی قیمت سے مسجد ہی

---

[1] درمختار مع الشامی کراچی، ۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان) فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

کے مصارف کے لئے دوسری جگہ مکان یا دوکان وغیرہ بنوانا جس میں مذکورہ فروخت شدہ زمین کی آمدنی سے زیادہ آمدنی متوقع ہو جائز ہے کہ نہیں؟ نیز مذکورہ فروخت شدہ زمین میں بنائے ہوئے مکان یا اسکول وغیرہ میں اگر کبھی کسی زمانہ میں بھی کسی نے کوئی غیر اسلامی حرکت کی ہو تو موجودہ منتظمین اور فروخت کرنے والے پر مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین مسجد کے مصارف کے لئے وقف ہو چکی ہے اس کی بیع ناجائز ہے، اسکی اجازت نہیں کہ اس کو فروخت کر کے اس سے زیادہ آمدنی کی زمین خریدی جائے۔"**فاذاتم (ای الوقف)ولزم لایملک ولایملک ای لایقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه** شامی[1] ص ۵۰۷/ج ۳" البتہ اگر مسجد کی زمین پر غاصبانہ قبضہ ہو جائے اور اس کی واگزاری کرانا ممکن نہ ہو تو مجبوراً معاوضہ لے کر دوسری زمین خرید کر وقف کر دی جائے[2] یا اگر وقف شدہ زمین قابل انتفاع نہ رہے تب بھی اجازت ہے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری زمین لے کر اس کو وقف کر دی جائے[3] پھر زمین، مکان، دوکان جو بھی مسجد کا تھا اور اس مجبوری کی وجہ سے فروخت کر دیا گیا اور اب وہ مسجد کا نہیں رہا اور خریدار نے اس

---

[1] شامی کراچی،ص ۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف قبیل "مطلب فی شرط واقف الکتب لاتعار الخ "مجمع الأنهر ص ۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، طبع بیروت، بحر کوئٹہ ص۲۰۵ ج۵ کتاب الوقف.

[2] ولواستولی علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استرداده ارادالغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوالصلح علیٰ شی ثم یشتری بالماخوذ من الغاصب ارضا اخری فیجعله وقفا علی شرائط الاولیٰ (بحر،کوئٹہ ۲۴۲/ج۵/ کتاب الوقف) شامی کراچی ص۳۸۸ج۴ کتاب الوقف، مطلب لا یستبدل العامر إلا فی اربع.

[3] والمعتمد انه بلا شرط یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیة (البحر ،کوئٹہ ص ۲۲۳/ج۵/کتاب الوقف) شامی کراچی ص۳۸٦ج۴ کتاب الوقف مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، هندیه کوئٹہ ص ۴۰۱ ج۲ کتاب الوقف، الباب الرابع فیما یتعلق بالشرط فی الوقف.

میں کوئی غیر اسلامی حرکت کی تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے نہ کہ منتظمین[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱۹/۱۱/۸۹ھ

مصالح مسجد کے لئے دی گئی زمین کو فروخت کرنا

سوال:۔ مسجد میں وقف شدہ زمین کو مسجد تعمیر کرنے کے لئے متولی یا دوسرے لوگوں کو فروخت کرنے کا حق حاصل ہے کہ نہیں؟ اگر لوگوں نے مسجد کے لئے زمینیں وقف کیں ان میں سے بعض انتقال کر چکے ہیں ان کے ورثاء موجود ہیں، بعض زندہ ہیں اور وقف کے وقت اس کی تفصیل نہ کی کہ یہ مسجد کے کس کام میں لگے گی، اسے بیچا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ وغیرہ کچھ تصریح نہ کی تو اس حالت میں اب واقف کے ورثاء کی اجازت سے ان زمینوں کو فروخت کر کے مسجد کی تعمیر میں خرچ کیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ بعض لوگوں نے حال میں یہی کہہ کر زمین وقف کی ہے کہ اس کو فروخت کر کے مسجد کی تعمیر میں لگا یا جائے، تو اسے تعمیر کے لئے فروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین وقف کر دی گئی ہے اس کو فروخت کرنے کا حق نہیں نہ متولی کو نہ واقف کو نہ واقف کے ورثاء کو جو زمین مصالح مسجد کے لئے دی گئی اس کو تعمیر مسجد کیلئے متولی، واقف، واقف کے ورثاء اور اہل محلّہ سب باہمی مشورہ سے فروخت کرنا چاہیں تو اس کی اجازت ہے[۲] ''فاذاتم (الوقف)

---

[۱] ولا تزر وازرة وزر أخرى، سورۂ اسراء آیت ۱۵.

[۲] یستفاد المتولی اذا اشتری من غلة المسجد حانوتا اور دارا مستغلاً آخر جاز لأنه هذا من مصالح المسجد فإذا اراد المتولی أن یبیع ما اشتری وباع اختلفوا فیه قال بعضهم لا یجوز هذا البیع ...... وقال بعضهم یجوز هذا البیع وهو الصحیح، خانیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص۲۹۷ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف، شامی زکریا ص۵۷۴ ج۶ کتاب الوقف مطلب فی الوقف اذا خرب ولم یمکن عمارته.

ولزم لایملک ولایملکہ ای لایکون مملوکاً لصاحبہ ولایملک ای لایقبل التملیک بغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالۃ تملیک الخارج عن ملکہ رد المحتار، ص ۳۶۷/ ج ۳/ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۳/۲۸ھ

وقف مسجد کا فروخت کرنا

سوال:۔ کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں مسجد کے نام تین نوع کا وقف ہے، نوع اول، کلی وقف خواہ زراعت کی زمین ہو خواہ دوکانیں ہوں اس کی کل آمدنی مسجد میں لگاتے ہیں، نوع دوم جزئی وقف، یعنی پورا کھیت نہیں بلکہ بسوہ دو بسوہ مسجد کے نام کل کھیت اپنے قبضہ میں اب نہ اس قدر قلیل کو کوئی خرید سکتا ہے اور نہ وقف کرنے والا چھوڑ سکتا ہے، اور نہ اسکی کچھ آمدنی مسجد میں دیتا ہے، صرف برائے نام وقف ہے سو ایسی حالت میں بعض بعض کا خیال یہ ہے کہ یہ نوع دوم کی وقف وقف کرنے والے کے نام فروخت کردیں، اور کل آمدنی مسجد میں لگادیں تو یہ درست ہے کہ نہیں، سوم، تیل وغیرہ کا وقف جو وقف کرنے والے نے اس نسبت سے وقف کیا ہے کہ مسجد میں صرف ہو اگر خرچ سے زائد ہو تو فروخت کرکے مسجد کے دوسرے کام میں لگانا درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین باقاعدہ وقف کردی گئی ہو اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ واقف نے بوقت وقف یہ شرط کی ہو کہ اگر اس میں انتفاع نہ ہو سکے تو اس کے عوض دوسری زمین

---

[1] شامی کراچی ،ص ۳۵۲/ ج ۴/ کتاب الوقف ،قبیل "مطلب فی شرط واقف الکتب ان لاتعار الا برھن) شامی زکریا ص ۵۳۹ ج ۶ المصدر السابق، مطبع دیوبند، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج ۶ کتاب الوقف مطبوعہ دار الفکر بیروت، النہر الفائق ص ۳۱۹ ج ۳ کتاب الوقف مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

لیکر وقف کردی جائے ،تو اس شرط کے مطابق عمل درست ہے[۱]جس قدر حصہ اسنے وقف کیا ہے اسکی آمدنی اس کوفروخت کرنا جائز نہیں بلکہ مسجد میں صرف کرنا واجب ہے،متولی اور دیگر اہل مسجد کواس کے مطالبہ کا حق ہے[۲]، جوتیل مسجد کی ضروریات سے زائد آوے اس کوفروخت کر کے دوسری ضروریات مسجد میں صرف کرنا درست ہے بشرطیکہ تیل دینے والا اس پر رضا مند ہو[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فقیروں کی دی ہوئی مسجد کی بیع وغیرہ

سوال:۔قصبہ شاملی مسجد گڈھی والی کی پشت پر ایک افتادہ زمین تھی جو کہ تکیہ کے نام سے موسوم تھی ،اورفقیراس پر قابض ومتصرف تھے فقیروں نے وہ زمین ایک شخص کو کاشت کرنے کیلئے دیدی، شخص مذکور نے کچھ خرچ کر کے اس میں کاشت درج کرالی فقیروں کو جب علم ہوا کہ زمین ان کے قبضہ سے نکل گئی تو انہوں نے وہ زمین برابر کی مسجد کودیدی اوراحتیاطی طور پر بیعنامہ چار سو کے قریب میں لکھ دیا گیا مگر لیا کچھ نہیں اس کے دوسال کے بعد جس شخص نے اپنی کاشت درج کرائی

---

[۱] ولو شرط أن يبيعها ويشترى بثمنها ارضا أخرى ولم يزد صح استحسانا، شامی کراچی ص۳۸۵ج۴ کتاب الوقف، مطلب فی استبدال الوقف وشروطه، هنديه کوئٹه ص۳۹۹ج۲ کتاب الوقف، الباب الرابع، بحر کوئٹه ص۲۲۲ج۵ کتاب الوقف.

[۲] فاذاتم ولزم لايملک ولايملک ويستثنىٰ من عدم تمليكه مالو اشترط الواقف استبداله ، بحذف (شامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف، قبيل مطلب فی شرط واقف الكتب ان لاتعار الا برهن، بحر کوئٹه ص۲۰۵ج۵ کتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۸۱ج۲ کتاب الوقف طبع بيروت.

[۳] مستفاد : بعث شمعافی شهر رمضان الی مسجد فاحترق وبقی منه ثلثه اودونه ليس للامام والمؤذن ان ياخذ بغير اذن الدافع (بحر کوئٹه ،ص ۲۵۰/ج۵/ کتاب الوقف فصل فی احکام المساجد)

تھی ان کے احباب میں کچھ وہ اشخاص تھے جو مسجد کے انتظامی امور میں دلچسپی رکھتے تھے، ان اشخاص نے کاشت درج کرنے والے پر زور ڈالا کہ تم کاشت سے استعفیٰ دیدو تو اس شخص نے اس شرط پر کہ جو میرا خرچ ہوا ہے وہ مجھے واپس کردیا جائے، استعفیٰ دیدیا چارسو روپیہ شخص مذکور کو دیدیئے گئے، اور مسجد کی کاشت درج ہوگئی مسجد کے کچھ ہی فاصلہ پر ایک ڈگری کالج انگلش ہندی کا ہے جس نے بہت سی زمینیں الاٹ کرالیں اوراندیشہ تھا کہ مسجد کی زمین پر بھی قابض ہوجائے، کیونکہ اس کے متصل ہی کالج کی زمین ہے اس لئے متولی اورسب نمازیوں کا مشورہ ہوا کہ مسجد میں اتنی گنجائش ہے کہ ساری زمین پر قبضہ کرکے اپنے استعمال میں لائے، اوراس میں سے چوتھائی حصہ فروخت کرکے اس رقم سے اس مسجد کی پشت پر کواٹر بنائے جائیں جس سے مسجد کی مستقل آمدنی ہو بالاتفاق یہ مشورہ طے پایا اورقصبہ کے جو عالم مفتی تھے، انہوں نے بھی اس کی تائید کی اور غالبًا فتاویٰ بھی مختلف جگہ سے حاصل کئے گئے، بیعنامہ ہوگیا کواٹر بھی بن گئے، سال دوسال بعد اسکا تعلق سینٹرل بورڈ سے کرایا گیا، انہوں نے حسابات دیکھ کر اسکو تسلیم کیا اسکے بعد مقامی اشخاص میں اختلاف شروع ہوا جن متولی صاحبان نے باصرار یہ زمین بعض اشخاص کے ہاتھ فروخت کی تھی انکے مخالف ہوگئے، اورسنی سینٹرل بورڈ کے کارکنان کے آگے یہ بیانات دئے کہ یہ زمین موقوفہ تھی، اس کی بیع درست نہیں ہوئی تو برائے کرم چندامور سے مطلع فرمائیں؟

(۱) کیا یہ بیعنامے جائز ہوئے یا ناجائز؟

(۲) موجودہ صورت میں کیا یہ زمین وقف ہے؟

(۳) اگر بیع نامہ جائز ہے تو جو مشتری لینے کے لئے تیار نہیں ہورہا تھا، باربار یہی کہتا تھا کہ سودوسوروپے حسبۃً للہ مسجد کے لئے دے سکتا ہوں مگر اس کو مجبور کرکے یہ زمین لی گئی تو اس کی رقم مسجد ادا کرے گی یا سابق متولی جنہوں نے بیع نامہ کرایا......؟

(۴) بقیہ زمین موجودہ اس پر بھی مسجد اپنا قبضہ نہیں کرسکتی یا تو کرایہ پر کوئی کرایہ دار قابض ہوگا، یا دوبارہ اس کو فروخت کرنی ہوگی؟

(۵) کیا یہ بیع صحیح ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جس زمین پر فقیر قابض تھے اگر اس کا وقف یا کسی اور کی ملک ہونا ثابت نہیں تھا اورانہوں نے وہ فروخت کرکے مسجد کو دیدی اور قیمت نہیں لی تو وہ زمین مسجد کی ملک ہوگئی[۱]، متولی صاحبان نے اگر اس کو خرید کر باقائدہ وقف نہیں کیا تو وہ وقف نہیں ہوئی[۲]۔

(۱) اس صورت میں یہ بیع نامے جائز ہوئے۔

(۲) وقف نہیں۔

(۳) بیع جائز ہے قیمت کی واپسی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۴) اس کا بھی وہی حکم ہے مسجد کے ذمہ دار دیندار سمجھدار خیرخواہ اگر اس کو فروخت کرنا مصالح مسجد کے موافق سمجھتے ہیں تو فروخت کرسکتے ہیں[۳]، بہتر یہ ہے کہ وہاں بھی مسجد کے لئے مکانات یا دوکانات بنادیں تاکہ مسجد کے لئے آمدنی کا ذریعہ ہوجائے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۸۶ھ

---

[۱] الحكم بالظاهر واجب عند تعذرالوقوف على ا لحقيقة (مبسوط سرخسى دارالفكر ج۱۷/ ص۱۳۰/ باب الحميل والمملوك والكافر)

[۲] اما شرائطه فمنها الملک وقت الوقف، هنديه كوئٹه ص۳۵۳ ج۲ كتاب الوقف، الباب الاول، مجمع الأنهر ص۵۶۷ ج۲ كتاب الوقف، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص۱۸۸ ج۵ كتاب الوقف.

[۳] والمعتمد انه بلا شرط يجوز للقاضى بشرط ان يخرج عن الانتفاع بالكلية، بحر كوئٹه ص۲۲۳ ج۵ كتاب الوقف، شامى كراچى ص۳۸۶ ج۴ كتاب الوقف، مطلب فى اشتراط الادخال والاخراج، هنديه كوئٹه ص۴۰۱ ج۲ كتاب الوقف الباب الرابع. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

مسجد کی اینٹوں کا فروخت کرنا

سوال:۔ زید نے کچھ اینٹ مسجد کے بنانے کیلئے متولی ہونے کی حیثیت سے خریدی لیکن کچھ وجوہ کی بناء پر مسجد کی تعمیر رکی ہوئی ہے، اب زید جو کہ متولی ہے لوگوں کی رائے سے چاہتا ہے کہ اینٹ بیکار رکھی ہوئی ہیں فروخت کردوں چونکہ اس وقت اس کی گرانی ہے اس لئے مسجد کا فائدہ ہوگا، کیونکہ سب رقم مسجد ہی پر لگے گی تو دریافت یہ ہے کہ مسجد (عیدگاہ) کی اینٹ فروخت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جواب مدلل عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ اینٹ وقف نہیں بلکہ مسجد کے لئے خریدی گئیں اور فی الحال مسجد میں ضرورت نہیں، مصالح مسجد کے پیش نظر اس کا فروخت کرنا شرعاً درست ہے[۱] بحر وشامی میں صراحۃً جزئیہ موجود ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۴] لو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فى استيجار بيوتها كان للقيم أن يبنى فيها بيوتا فيواجرها، هنديه كوئٹه ص ۴۱۴ ج ۲ كتاب الوقف، الباب الخامس، خانيه على الهنديه كوئٹه ص ۳۰۰ ج ۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، محيط برهانى ص ۲۴ ج ۹ كتاب الوقف الفصل السابع، طبع مجلس علمى گجرات.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] المتولى اذااشترىٰ من غلة المسجد حانوتا اودار اومستغلا آخر جاز لان هذا من مصالح المسجد فان اراد المتولى ان يبيع مااشترى اوباع اختلفوا فيه قال بعضهم لايجوز هذاالبيع وقال بعضهم يجوز هذاالبيع وهو الصحيح لان المشترى لم يذكر شيئاً من شرائط الوقف فلايكون مااشترى من جملة اوقاف المسجد (البحر لرائق ،كوئٹه ، ص۲۰۷ /ج۵/ كتاب الوقف) شامى زكريا ص ۵۷۴ ج ۶ كتاب الوقف مطلب فى الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته، مطبوعه ديوبند، فتح القدير ص ۲۲۴، ۲۲۵ ج ۶ كتاب الوقف مطبوعه دار الفكر.

فرش مسجد کے ملبہ کا نیلام اور استعمال

سوال:۔ مسجد کا فرش پرانا ہوگیا تھا اس کو توڑ کر دوسرا فرش لگ رہا ہے، فرش کا ملبہ اینٹ روڑے وغیرہ نیلام کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسکے ملبہ کو خریدنے والا بنیادوں میں یا کسی تعمیری کام میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو خریدنا اور بنیادوں وغیرہ میں استعمال کرنا شرعاً درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۲/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲۲/۹۱ھ

اراضیٔ مسجد پر کاشتکاروں کے قبضہ کے اندیشہ سے ان کو فروخت کرکے اس رقم سے ذریعۂ آمدنی بنانا

سوال:۔ جامع مسجد کے نام سے اراضی معافی ریاست ٹونک کے زمانہ رہیں جس کا لگان کاشتکاروں سے وصول کرکے جامع مسجد کے مصارف میں آتا رہا، اب راجستھان حکومت نے اراضیات معافی پر لگان کی رقم قائم کردی جو سرکار میں داخل ہورہی ہے، جو جامع مسجد کو داخل

---

[1] واذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جازان لم يكن له قيمة فان كان له ادنى قيمة لاياخذه الابعد الشراء من المتولى اوالقاضى اواهل المسجد اوالامام وكذا الجنائز العتق اوالحصرالمقطعة والمنابر والقناديل المكسرة (البحر ،ص ۲۵۱/۵/ كوئٹه كتاب الوقف ، فصل فى احكام المساجد) عالمگیری كوئٹه ص۴۵۹ ج۲ كتاب الوقف الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به، خانية على هامش الهندية كوئٹه ص ۲۹۹ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً.

کرنا ہوتی ہے، چونکہ زمانہ معافی میں کاشتکاروں سے مقررہ رقم قدیم سے وصول ہورہی تھی، اورسرکار میں کچھ نہیں دیا جاتا تھا، اس لئے پوری رقم مسجد کے مصارف میں آتی تھی، اوراب اسی رقم میں سرکاری قائم شدہ لگان بھی دیا جاتا ہے، توکسی زمین کے لگان میں مسجد کو برائے نام بچت رہتی ہے، اورکسی میں برابر اورکسی میں کمی رہ جاتی ہے، باوجود کوشش کے کاشتکاران زرِاجارہ میں مسجد کے حق میں پیش کرنے کو تیار نہیں، نہ ہی زمین چھوڑنے پر رضامند ہوتے ہیں، حکومت راجستھان کی اراضی سے متعلق نئے نئے قانون جاری ہورہے ہیں، کاشتکاران قانونی رعایتوں کی وجہ سے ایسی اراضیات کو اپنی ملک تصور کرنے میں لگے ہیں، اس وقت وہ تقاضوں کے باوجود وقف پر مقررہ زرِاجارہ مسجد کو نہیں دیتے ایسے حالات پیدا ہوتے جارہے ہیں کہ ایسی اراضیات کا وجود خطرہ میں پڑجائے، اورمسجد کو کچھ بھی نہ مل سکے، کاشتکار اتنے سرکش ہوگئے ہیں کہ بعض نے ان اراضیات کو اپنی ملک سمجھتے ہوئے زمین پر رقم قرض لیکر دوسروں کے پاس رہن بالقبض کردیا ہے، قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے ایسی اراضیات کا وجود مسجد کے حق میں عدم وجود کے برابر ہوگیا ہے، کیا ایسی صورت میں اراضیات متذکرہ کا بدل ہوسکتا ہے؟ یعنی ان اراضیات کو فروخت کرکے تعمیر کی جاسکتی ہے، تاکہ کرایہ کی آمدنی سے مسجد کے مصارف پورے ہوسکیں، جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگرصورت واقعہ یہی ہے توان اراضیات کو فروخت کرکے ان کے عوض مکانوں یادوکانوں کی تعمیر کرلی جائے جس پرمسجد کا دوامی قبضہ رہے اورمسجد کوآمدنی ہوتی رہے لیکن ارباب رائے اوراہل محلّہ کو پوری صورت بتاکرسب کے مشورہ سے یہ کام کیا جائے ہے[1] ایسا نہ

[1] الثانية لواستولىٰ على الوقف غاصب وعجز المتولى عن استرداده واراد الغاصب ان يدفع قيمتها كان للمتولى اخذ القيمة اوالصلح على شئى ثم يشترى بالمأخوذ من الغاصب ارضا اخرىٰ فيجعله وقفا على شرائط الاولى لانه حينئذ صار بمنزلة المستهلك فيجوز اخذ القيمة (بحر، مكتبه ماجديه كوئٹه، ص ۲۴۲ / كتاب الوقف) شامى زكريا ص۵۸۸ ج۶ كتاب الوقف، مطلب لا يستبدل العامر الا فى اربع، فتح القدير ص۲۲۸ ج۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

ہو کہ آئندہ اوقاف کی فروختگی کا مطلقاً دروازہ کھل جائے، کیونکہ وقف کی بیع جائز نہیں[1] الا یہ کہ وقف کے ضائع ہوجانے کا مظنہ ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۴ھ

پرانی مسجد توڑ کر اسکا سامان نئی مسجد میں لگانا یا فروخت کرنا

سوال:۔ کسی پرانی مسجد کو توڑ کر وسعت دے کر نئی مسجد بنائی جائے اور اس پرانی مسجد کا کچھ اسباب مثلاً اینٹ لکڑی وغیرہ بچ جائے تو اس کا فروخت کردینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پرانی مسجد کا جو سامان نئی مسجد کی تعمیر میں کارآمد نہ ہو تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے نئی مسجد کی تعمیر میں کارآمد سامان خرید لیا جائے[3] اور جو سامان پرانی مسجد کا فروخت کیا جائے، بہتر یہ ہے کہ کسی مسجد ہی کے کام میں اس کو لگایا جائے، کوئی شخص اس کو خرید کر اپنے رہائشی مکان میں استعمال کرے تو اسکو بھی گنجائش ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۸۹ھ

---

[1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک (قوله لایملک) ای لایکون مملوکا لصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیر ہ بالبیع ونحوہ درمختار مع الشامی کراچی، ۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف، قبیل مطلب وفی شرط واقف الکتب ان لاتعار الابرهن، فتح القدیر ص ۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، مطبوعه دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص ۲۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] قیم وقف خاف من السلطان او من وارث یغلب علی ارض وقف یبیعها ویتصدق بثمنها وکذا کل قیم اذا خاف شیئاً من ذلک له ان یبیع ویتصدق بثمنها، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۶، ۲۰۷ ج۵ کتاب الوقف.

[3] ویصرف نقضه الی عمارته ان احتاج والا حفظه للاحتیاج قال فی الهدایة ،وان تعذر اعادة عینه الی موضعه بیع وصرف ثمنه الیٰ المرمة صرفا للبدل الیٰ مصرف المبدلھ بحذف (البحر الرائق ،کوئٹه، ص ۲۱۹/ ج۵/ کتاب الوقف) الهدایه ص ۶۴۲ ج۲ کتاب الوقف مطبوعه مکتبهٔ تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۵۸۷ ج۲ کتاب الوقف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

سامان مسجد کا فروخت کرنا

سوال:۔ ایک مسجد تعمیر ہو چکی ہے اس کا زائد اور بیکار سامان مثلاً کچھ لکڑیاں وغیرہ رکھی ہوئی ہیں تو اس کو سب لوگوں کی رائے سے فروخت کر کے مسجد ہیں کے مصارف میں روپیہ صرف کر سکتے ہیں یا نہیں مہربانی فرما کر جواب مع حوالہ جات کتب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے۔ (کذا فی البحر[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کا سامان فروخت کرنا

سوال:۔ مسجد کے ٹین یا چوکی یا بانس وغیرہ خرید کر کے اپنے گھر میں یا دوسری مسجد پر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز اہل محلّہ ویران یا غیر ویران مسجد کا مال یعنی ستون وغیرہ فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] وإذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز إن لم يكن له قيمة فإن كان له ادنى قيمة لا يأخذه إلا بعد الشراء من المتولى أو القاضى أو اهل المسجد أو الامام وكذا الجنائز العتق أو الحصر المقطعة والمنابر والقناديل امكسرة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد، خانية على هامش الهنديه كوئٹه ص ۲۹۹ ج۳، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، عالمگيرى كوئٹه ص ۴۵۹ ج۲ كتاب الوقف الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ويصرف نقضه الى عمارته ان احتاج والا حفظه للاحتياج قال فى الهداية وان تعذر اعادة عينه الیٰ موضعه بيع وصرف ثمنه الى المرمة ،وفى الحاوى فان خيف هلاک النقض باعه الحاكم وامسک ثمنه لعمارته عند الحاجةھ فعلى هذاىباع النقض فى موضعين عند تعذر عوده وعند خوف هلاكه (البحر، كوئٹه،ص ۲۱۹ /ج۵/ كتاب الوقف، بحذف، شامى زكريا ص ۶/۵۴۷، كتاب الوقف، مطلب فى الوقف، اذا خرب ولم يمكن عمارته، فتح القدير ص ۶/۲۲۴، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيرت)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسجد کا جو سامان وقف ہے اس کی بیع ناجائز ہے اور جو وقف نہیں بلکہ مسجد کے لئے وقتی ضرورت کے ماتحت کسی نے دیا ہے یا خریدا گیا ہے، ضرورت پوری ہونے پر اس کی بیع جائز ہے جو مسجد ویران ہو چکی ہے اس کے سامان کو کسی قریب کی مسجد میں صرف کر دیا جائے، اور مسجد کی جگہ کو محفوظ کر دیا جائے، کہ بے حرمتی نہ ہو "**ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عندالامام والثانى ابداالىٰ قيام الساعة وبه يفتى وعاد الى الملك البانى اوورثته عندمحمد وعن الثانى ينقل الىٰ مسجد اٰخر باذن القاضى ومثله فى الخلاف المذكور حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهمااھ درمختار ولوخرب المسجد وماحوله وتفرق الناس عنه لايعود الى ملك الواقف عندابى يوسف فيباع نقضه باذن القاضى ويصرف ثمنه الىٰ بعض المساجد اھ ردالمحتار** ص ۵۷۵ / ج ۳/ "[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۱۷/ ۵۸ھ

ایک مسجد کی زائد اینٹیں خرید کر دوسری مسجد میں لگانا

سوال:۔ مسجد ہذا کی تعمیر کے سلسلہ میں قریب کی ایک مسجد میں اینٹیں زائد تھیں، وہاں سے خرید کر لگا دی گئیں، یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] شامی کراچی، ص ۳۵۸-۳۵۹/ ج ۴/ كتاب الوقف ، مطلب فيمالوخرب المسجد اوغيرهٗ، شامى زكريا ص ۵۴۸، ۵۴۹، المصدر السابق، مطبوعه ديوبند، فتح القدير ص ۲۳۷ ج ۲ كتاب الوقف مطبوعه دار الفكر، مجمع الأنهر ص ۵۹۶ ج ۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] مستفاد : حشيش المسجد اذاكانت له قيمة فلاهل المسجد ان يبيعوه (هنديه ،كوئٹه ، ص ۴۵۹/ ج ۲/ كتاب الوقف ،الباب الحادى عشرفى المسجد) بحر كوئٹه ص ۲۵۱ ج ۵ فصل فى احكام المسجد، محيط برهانى ص ۱۳۱ ج ۹ كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون، مجلس علمى گجرات.

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پرانی مسجد کا سامان نئی مسجد میں کارآمد نہیں کیا اس کو فروخت کرنا درست ہے

سوال:۔ پرانی مسجد کا سامان یعنی اینٹ پتھر اور لکڑی کوئی چیز بھی نئی تعمیر ہونے والی مسجد کے کام نہ آتا ہو اس وقت پرانی مسجد کا سامان فروخت کر کے اس مبلغ کو نئی مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں اور پرانی مسجد کا سامان خریدنے والا وہ سامان اپنے مکان کی تعمیر میں لگا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ سامان نئی مسجد میں کارآمد نہیں تو اس کو فروخت کر کے قیمت سے مسجد کیلئے دوسرا سامان خرید لیا جائے اور اس سامان کو خریدنے والا اپنے کام میں لا سکتا ہے تعمیر وغیرہ میں جہاں ضرورت ہو استعمال کرے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۹۱ھ

پرانی مسجد کے سامان کو فروخت کرنا اور حجرہ امام میں صرف کرنا

سوال:۔ ایک کچی مسجد کو گرا کر پکا بنانا چاہتے ہیں جو سامان اس کچی مسجد سے اترا ہے وہ پکی

---

[۱] وصرف نقضه الى عمارته ......الا اذاخاف ضياعه فيبيعه(قوله فيبيعه)فعلى هذا يباع النقض فى موضعين عند تعذرعوده وعند خوف هلاكه .بحر (درمختارمع الشامى كراچى، ج۴/ص۳۷۷/ كتاب الوقف،مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يكن عمارته)، فتح القدير ص۲۲۴ ج۶ كتاب الوقف، دار الفكر بيروت، بحر كوئٹه ص۲۱۹ ج۵ كتاب الوقف.

میں تو نہیں لگا سکتے اس لئے جدید سامان اور عمدہ خرید کیا گیا ہے، اور ایسا بیکار بھی نہیں کہ اس کو ضائع کردیا جائے، بلکہ سب سامان مفید اور کارآمد ہے تو کیا اس سامان سے مسجد میں حجرہ بنوانا جائز ہے یا نہیں، اور اگر جائز ہے تو اس کی قیمت بنا کر وہ قیمت مسجد پر لگانی ضروری ہے، یا یہ کہ بغیر اس سامان کی قیمت کرنے اور مسجد پر لگانے کے حجرہ ضروریات مسجد کیلئے بنایا جاسکتا ہے، اور کیا طالب علم اور امام اور مؤذن مسجد کی سکونت حجرہ میں ضروریات مسجد میں داخل ہے یا نہیں، اور اگر حجرہ بنوانا جائز نہیں تو کیا اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد پر لگائی جائے یا نہیں، اور جب فروخت کرنا جائز ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ کسی دوسری مسجد ہی کے لئے فروخت کیا جائے، یعنی کسی دوسری مسجد کے متولی اس مسجد کے اترے ہوئے سامان کو خرید کر اس کو اپنی مسجد میں لگادیں یا ہر شخص خرید سکتا ہے، خواہ اس سے اپنا ذاتی مکان بنوائے یا کسی اور مصرف میں پرخرچ کرے اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی صورت جائز نہ ہو اور پڑے پڑے بوسیدہ اور کہنہ ہو جاوے، اور کوئی صورت اس کے کارآمد ہونے کی نہ ہو تو کیا اس میں تضییع مال نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ بعینہ وہی سامان مسجد میں لگایا جائے اگر بعینہ اس کو مسجد میں لگانا دشوار ہو تو اس کو اہل محلّہ اور حاکم کی رائے سے فروخت کرکے اس کی قیمت سے اس کے مثل سامان خرید کر اس کو مسجد میں لگادیا جائے، خریدار کی کوئی قید نہیں کہ وہ مسجد کے لئے خریدے بلکہ اس کو ہر شخص خرید سکتا ہے، پھر وہ چاہے مسجد میں لگائے یا اپنے مکان وغیرہ میں۔

امام وغیرہ کے لئے حجرہ بنانا مسجد ہی کی ضروریات میں داخل ہے جیسے غسل خانہ وغیرہ مسجد کی ضروریات میں داخل ہے سامان مذکور کو اس میں لگانا درست ہے، بیکار ڈالکر ضائع کردینے کی ضرورت ہرگز نہیں نہ ایسا کرنا جائز ہے۔

"ویصرف نقضه الیٰ عمارته ان احتاج والاحفظه للاحتیاج ولایقسمه بین مستحقی الوقف بیان لماانهدم من بناء الوقف وخشبه وذکره فی القاموس اولا ان النقض بالکسر المنقوض وثانیا انه بالضم ماانتقض من البنیان وفاعل یصرف

الحاکم ،قال فی الهداية وان تعذر اعادة عينه الى موضعه بيع وصرف ثمنه الى المرمة صرفاً للبدل الى مصرف المبدل وظاهره انه لايجوز بيعه حيث امكن اعادته وفی الحاوی فان خيف هلاک النقض باعه الحاکم وامسک ثمنه لعمارته عند الحاجةاھ فعلى هذاىباع النقض موضعين عندتعذر عوده وعند خوف هلاكه اھ بحر[1] بحذف،ص۲۱۹/ج۵'' فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۳/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۲۹/ربیع اول ۵۹ھ

فرش مسجد کے پرانے ٹائیل فروخت کر کے قیمت مسجد میں صرف کرنا یا اپنے گھر کیلئے خریدنا

سوال:۔ مسجد میں پہلے سے ٹائیل لگی ہوئی تھیں، لیکن جب وہ بوسیدہ اور کمزور ہوگئیں توان کو اکھاڑ کر پکا فرش بن گیا اور ٹائیل اکھاڑ لی گئیں اور بیکار پڑی ہیں، تو کیا ان کو فروخت کرنا جائز ہے چونکہ پھر ان پر جوتے بھی پڑیں گے، گندگی بھی ہوگی، جبکہ ان پر عرصہ دراز تک لوگوں نے نماز پڑھی ہے لہذا فروخت کرنا کیسا ہے، اوراس کو کس مد میں دیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ کسی دوسری مسجد کے فرش کیلئے خرید کر استعمال کرلیا جائے ، یہ بھی درست ہے کہ کوئی آدمی خرید کر دیوار میں لگالے[2] مسجد سے جدا ہونے کے بعد اسکا وہ حکم وادب نہیں

---

[1] البحر الرائق ،كوئٹه ص ۲۱۹/ ۲۲۰/۵/ كتاب الوقف، مجمع الأنهر ص۵۸۷/ ۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير مع الهداية ص۲۲۴/ ۶ كتاب الوقف، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] مستفاد : حشيش المسجد اذاكانت له قيمة فلا هل المسجد ان يبيعوه (هندية مكتبه رحيمه ديوبند، ص۳۴۸/ ج۲/ كتاب الوقف، الباب الحادى عشرفى المسجد) هنديه كوئٹه ص ۴۵۹ ج۲ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رہا جو کہ مسجد میں تھا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسجد کی لکڑی وغیرہ فروخت کر کے ضروریات میں خرچ کرنا اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنا

سوال:۔(۱) اگر قدیم مسجد کی بیکار چیزیں جیسے ٹین یا لکڑی وغیرہ بغیر اجازت مصلیان کوئی فروخت کر کے اس پیسہ سے جدید مرمت کرالے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر مسجد کی جگہ وقف نہ ہو تو اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر شخص کو اس قسم کے تصرف کا حق نہیں متولی کو نمازیوں کے مشورہ سے مصالح مسجد کے پیش نظر ایسا کرنا درست ہے[۲] اور جب تک وہ چیزیں مسجد کے لئے کارآمد ہیں ان کو فروخت نہ کیا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) المصدر السابق، إذا رأى حشيش المسجد فرفعه انسان جاز ان لم يكن له قيمة فإن كان له ادنٰى قيمة لا يأخذ، الا بعد الشراء من المتولي أو القاضي أو أهل المسجد والامام وكذا الجنائز العتق او الحصر المقطعة والمنابر والقناديل المكسرة، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف فصل فی احكام المسجد.

(صفحہ ہٰذا) [۱] مستفاد :وان مسح بتراب فى المسجد فان كان مجموعا لابأس به وان كان منبسطا يكره هوالمختار لان له حكم الارض فكان من المسجد وان مسح بخشبة موضوعة فى المسجد فلابأس به لانه ليس لهذه الخشبة حكم المسجد فلايكون لها حرمة المسجد وكذااذامسح بحشيش مجتمع اوحصير مخرق لابأس به لانه لاحرمة له انما الحرمة للمسجد (بحر، ج۲/ص۳۵/مكتبه كوئٹه،مكتبه زكريا ديوبند ،ص ۶۱/ج۲/ كتاب الصلوٰة ،باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها) حلبى كبير ص۶۱۲ فصل فى احكام المسجد، طبع لاهور، عالمگيرى كوئٹه ص۱۱۰ ج۱ كتاب الصلوة فصل كره غلق باب المسجد.

[۲] سئل القاضى الامام شمس الاسلام محمود الاوزجندى رحمه اللّٰه تعالیٰ عن اهل المسجد تصرفوا فى اوقاف المسجديعنى اٰجرواالمستغل وله متول قال لايصح تصرفهم(بقیہ اگلے صفحہ پر)

جائے[۱]

(۲) اگر مالک زمین کی رضامندی ہو تو وہاں نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی، ورنہ مکروہ ہوگی[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸۶ھ

مسجد کے کنویں کا جنگلہ فروخت کر کے مسجد کا کواڑ بنوانا

سوال:۔ احقر کے محلّہ کی مسجد میں تعمیر لگی ہوئی ہے محلّہ بہت غریب ہے اس وقت باہر کے دروازہ کیلئے کواڑوں کا مسئلہ ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ مسجد ہذا میں ایک لوہے کا جنگلہ ہے جو کہ کوئیں پر ڈھکا رہتا ہے، لیکن اب کنواں بند ہو جانے کی وجہ سے بیکار پڑا ہے اگر اسے فروخت کر کے کواڑ بنوا لئے جائیں تو شرعاً کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) (الهندیه ،بلوچستان کوئٹه ، ص ۴۶۳/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی، المحیط البرهانی ص ۱۳۹ ج۹ کتاب الوقف الفصل الرابع والعشرون فی المساجد نوع آخر فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد وما یتصل به مطبوعه المجلس العلمی.

(**صفحہ ہذا**) [۱] وذکر ابواللیث فی نوازله حصیر المسجد اذاصار خلقا واستغنی اهل المسجد عنه (الی قوله)ارجوان لابأس بان یدفع اهل المسجد الیٰ فقیر اوینتفعوا به فی شراء حصیراٰخرللمسجد والمختار وانه لایجوز لهم ان یفعلوا ذالک بغیر امرالقاضی (عالمگیری ،بلوچستان کوئٹه ، ص ۴۵۸/ج۲/ کتاب الوقف ،الباب الحادی عشر) خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۲۹۳ ج۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۲ ج۵ کتاب الوقت فصل فی احکام المسجد.

[۲] تکره (الصلوٰة) فی ارض الغیر لومزروعة اومکروبة الااذاکانت بینهما صداقة اورأی صاحبها لایکره فلابأس اھ (شامی کراچی،ص ۳۸۱/ج۱/ کتاب الصلوٰة، مطلب فی الصلوٰة فی الارض المغصوبة الخ)، تکره أی الصلاة فی أرض الغیر بلا رضاه، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۲۹ باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، فصل فی المکروهات، مطبوعه مصر، حلبی کبیر ص۶۱۵ فصل فی احکام المسجد، سهیل اکیڈمی لاهور.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں قباحت نہیں اجازت ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

انہدام مسجد پر اس کی اشیاء کی بیع

سوال:۔ بنائے مسجد کے بعد اگر کوئی چیز زیادہ ہو یا پرانی مسجد کو توڑ کر بنایا گیا ہو اور اس میں ٹوٹی پھوٹی لکڑی بال یا بٹن وغیرہ الغرض جو بچے تو ان اشیاؤں کو فروخت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور فروخت کرنے کے بعد کیا کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"وما انهدم من بناء الوقف وآلته صرفه الحاكم فى عمارة الوقف ان احتاج اليه وان استغنى عنه امسكه حتى يحتاج الىٰ عمارته فيصرفه فيها الىٰ ان قال وان تعذر اعادة عينه الىٰ موضعه بيع وصرف ثمنه الىٰ المرمة صرفاً للبدل الىٰ مصرف المبدل هدايه[2] ص ۶۲۲ / ج ۲ /" اس سے معلوم ہوا کہ ایسی اشیاء کو خود یا اگر خود کارآمد نہ ہوں تو ان کی قیمت کو مسجد ہی کے کام میں مرمت وغیرہ میں صرف کرنا چاہئے۔ هٰكذا

---

[1] مستفاد:۔ حصير المسجد اذاصار خلقا واستغنى اهل المسجد عنه (الىٰ قوله)ارجوان لابأس بان يدفع اهل السمجد الى فقير اوينفعوا به فى شراء حصير اخر للمسجد (هنديه ، كوئٹه، ص ۴۵۸ / ج ۲ / كتاب الوقف ،الىا الحادى عشر فى المسجد خانيه على هامش الهنديه كوئٹه ص ۲۹۳ ج ۳ كتاب الوقف باب الرجعل، يجعل داره مسجداً، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۲ ج ۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد.

[2] هدايه ،ص ۶۴۲ / ج ۲ / كتاب الوقف ،مطبوعه دارالكتاب ديوبند، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۵۷۳ ج ۶ كتاب الوقف مطبوعه ديوبند، فتح القدير ص ۵۲۴، ۵۲۵ ج ۶ كتاب الوقف مطبوعه دار الفكر بيروت.

فی الدر المختار ،ص۳۸۲ ،ج۳[۱]، مطبوعہ نعمانیہ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۸/۵۲ھ

الجواب صحیح بندہ عبدالرحمٰن ،عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۸/۵۲ھ

انقاض مسجد کا حکم

سوال:۔مسجد سابق کو از سر نو بنانے پر جو اس کا سامان چونا مٹی اینٹ روڑہ وغیرہ بچ رہے ہیں، اور مسجد میں کسی جگہ اسکے لگانے کی ضرورت نہیں رہی اس کو فروخت کیا جائے، یا کسی اور جگہ گلی کوچوں یا عام راستوں وغیرہ میں صرف کرسکتے ہیں، اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ اینٹ روڑہ جدید تعمیر مثلاً مینار وغیرہ میں بھی کام آسکے تو اس کو اسی کام میں لگادیا جائے، ورنہ فروخت کردیا جائے، اور قیمت مسجد کی ضروریات میں صرف کی جائے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۱۴۰۰ھ

---

[۱] وصرف الحاكم اوالمتولى نقضه اوثمنه ان تعذر اعادة عينه الى عمارته ان احتاج والا حفظه ليحتاج الا اذا خاف ضياعه ويمسک ثمنه ليحتاج (درمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۷۷، ج۴، کتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذاخرب ولم يمكن عمارته) زيلعى ص۳۲۸ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۸۷ ج۲ كتاب الوقف مطبوعه مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] وصرف الحاكم أو المتولى نقضه أو ثمنه إن تعذر اعادة عينه إلى عمارته إن احتاج وإلا حفظه ليحتاج إلا اذا خاف ضياعه فيبيعه ويمسک ثمنه ليحتاج، قوله فيبيعه فعلى هذا يباع النقض فى موضعين عند تعذر عوده وعند خوف هلاكه، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۵۷۳ ج۶ كتاب الوقف، مطلب فى الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته، مطبوعه ديوبند، فتح القدير ص۲۲۴، ۲۲۵ كتاب الوقف مطبوعه دار الفكر، زيلعى ص ۳۲۸ ج۳ كتاب الوقف مطبوعه امداديه ملتان.

انقاض مسجد کی بیع

سوال:۔ کسی مسجد کی لکڑیاں اور اسپلٹو وغیرہ اس کے کام میں لگنے کے نہیں یعنی ضرورت سے زائد ہیں تو کوئی ان چیزوں کو خرید کر اپنے کام میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اہل محلّہ کے مشورہ سے ان زائد از ضرورت اشیاء کی بیع درست ہے، اور خریدنے والے کو اپنے کام میں لگانا بھی درست ہے، قیمت مصالح مسجد میں صرف کردی جائے، ''**سئل شیخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتداعى مسجد ها الىٰ الخراب وبعض المتغلبة يستولون علىٰ خشبه وينقلونه الىٰ دورهم هل لواحد من اهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضي ويمسك الثمن ليصرفه الى بعض المساجد اوالىٰ هٰذا المسجد قال نعم**اھ[1] شامی **لاحرمة لتراب المسجد اذاجمع وله حرمة اذا بسط** اھ **عالمگیری**[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵؍شعبان ۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸؍شعبان ۶۶ھ

---

[1] شامي كراچي ،ص ٣٦٠/ج٤/ كتاب الوقف ،مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه) شامي زكريا ص٥٥٠ ج٦ المصدر السابق، منحة الخالق على هامش البحر ص٢٥٣ ج٥ كتاب الوقف فصل في احكام المسجد مطبوعه مكتبه ماجديه كوئٹه، المحيط البرهاني ص ١٥١،١٥٢ ج٩ الفصل الرابع والعشرون في الاوقاف التي يستغنى عنها وما يتصل به من صرف غلة الاوقاف الى وجوه آخر، مطبوعه المجلس العلمي ڈابھیل گجرات.

[2] عالمگیری ،کوئٹه ،ص ٣٢١/ج٥/ كتاب الكراهية ،الباب الخامس في اداب المسجد، البحر الرائق كوئٹه ص٢٥٠ ج٥ كتاب الوقف فصل في احكام المسجد.

مسجد کے درخت کا پھل فروخت کرنا

سوال:۔ مسجد کے آس پاس جو زمین موقوفہ علی المسجد رہتی ہے، اس میں کوئی پھل کے درخت لگانا اس غرض سے کہ محلّہ کے لوگ اس کو کھائیں گے یا بیچ کر مسجد کی کسی ضرورت میں لگایا جائے گا، تو مذکورہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً

مسجد کی موقوفہ زمین اگر کاشت کیلئے یا کرایہ پردی جاسکتی ہوتو کاشت کرکے یا کرایہ پر دیکر اس کی آمدنی مسجد کی ضروریات میں صرف کی جائے[۱] ورنہ اس میں درخت لگا کر پھل فروخت کرکے مسجد میں صرف کریں۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

مسجد کا تیل وغیرہ فروخت کرنا

سوال:۔ مسلمان مسجد میں چراغ جلانے کے لئے تیل اور پنکھے اور جھاڑوئیں اور چٹائیاں

---

[۱] ولو كانت الارض متصلة ببيوت المصر يرغب الناس فى ا ستيجار بيوتها وتكون غلة ذلک فوق غلة الزرع والنخيل كان للقيم ان يبنى فيها بيوتا فيواجر ها بخلاف ماإذاكانت الارض الموقوفة بعيدة من بيوت المصر فان ثمة لايكون للقيم ان يبنى فيها بيوتاً يواجر ها (عالمگیری مصری ،ص ۴۱۴/ج۲/ كتاب الوقف، الباب الخامس)، خانية على هامش الهنديه كوئٹه ص۳۰۰ج۳ كتاب الوقف باب الرجل يجعل داره مسجداً، فتح القدير ص۲۴۱ ج۲ كتاب الوقف الفصل الاول فى المتول، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۲] مسجد فيه شجرة تفاح، يباح للقوم أن يفطروا بهذا التفاح قال الصدر الشهيد : والمختار أنه لا يباح؛ لأنه صار للمسجد، فلا يصرف إلّا إلى المسجد، المحيط البرهانى ص۱۴۹ ج۹ كتاب الوقف الفصل الثالث والعشرون، فى المسائل التى تعود إلى الاشجار التى فى المقابر وأراضى الوقف وغير ذلک، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل گجرات، عالمگیری کوئٹه ص۴۷۷ج۲ الباب الثانى عشر فى الرباطات الخ وفى المسائل التى تعود الى الاشجار التى فى المقبرة الخ، خانيه على هامش الهنديه کوئٹه ص۳۱۱،۳۱۰ ج۳ كتاب الوقف فصل فى الاشجار.

،مٹکیاں لوٹے وغیرہ لاتے ہیں، بوقت ضرورت مذکورہ چیزیں فروخت کر کے متولی اسی مسجد کے دوسرے مصارف میں صرف کرسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مسجد میں دینے والوں کی طرف سے اس کی اجازت ہے تو درست ہے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

مسجد کے تیل کو فروخت کرنا

سوال:۔ جو تیل مسجد میں زائد اکٹھا ہوجائے اس کا فروخت کرنا درست ہے یانہیں اوروہ قیمت کس جگہ صرف کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

تیل ڈالنے والوں کی اجازت سے فروخت کرنا اورجس جگہ وہ اجازت دیں اس جگہ قیمت صرف کرنا شرعاً درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

---

[۱] بعث شمعافی شهر رمضان الیٰ مسجد فاحترق وبقی ثلثه اودونه لیس للامام ولاللمؤذن ان یأخذه بغیر اذن الدافع ولوكان العرف فی ذٰلک الموضع ان الامام والمؤذن یأخذه من غیر صریح الاذن فی ذٰلک فله ذٰلک (البحر ص۲۵۰/ج۵/ مطبوعه کوئٹه ،کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد) مسجد له مستغلات وأوقاف أراد المتولی أن یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا أو حصیراً أو حشیشاً أو آجر أو جصا لفرش المسجد أو حصی قالوا إن وسع الواقف ذلک للقیم وقال تفعل ما تری من مصلحة المسجد كان له أن یشتری للمسجد ما شاء، خانیة علی هامش الهندیه ص۲۹۷ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً، مطبوعه کوئٹه مکتبۂ ماجدیه، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۱ ج۲ الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسجد میں دی ہوئی اشیاء کو بار بار نیلام کرنا

سوال:۔ مرغا، انڈا، کپڑا وغیرہ مسجد میں خدا کے نام پر دیدیتے ہیں پھر اس کی نیلامی ہوتی ہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟ جبکہ نیلامی چھڑا کر پھر اس چیز کو مسجد میں دیتے ہیں، بار بار ایسا ہی کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نیلام کا یہ طریقہ اس چیز کو اپنی ملک بنانے کے لئے نہیں بلکہ یہ نیلام خریدنے سے مقصود مسجد کی امداد کرنا ہے، اگر اس میں نام ونمود مقصود نہ ہو تو یہ درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۴/۸۹ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) وتصرف القیم الخ، المحیط البرهانی ص ۱۳۶ ج ۹ الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر منه فی المسائل التی تعود إلی قیم المسجد وما یتصل به، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات.

[2] یستفاد: بعث شمعا فی شهر رمضان الیٰ مسجد فاحترق وبقی منه ثلثة او دونه لیس للامام ولا للمؤذن ان یاخذ بغیر اذن الدافع (بحر کوئٹہ، ص ۲۵۰ /ج ۵/ کتاب الوقف ، فصل فی احکام المساجد)، مسجد له مستغلات وأوقاف اراد المتولی أن یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا أو حصیراً الی قوله قالوا إن وسع الواقف ذلک للقیم وقال تفعل ما تری من مصلحة المسجد کان له أن یشتری للمسجد ما شاء، عالمگیری کوئٹه ص ۴۶۱ ج ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد وتصرف القیم، المحیط البرهانی ص ۱۳۶ ج ۹ کتاب الوقف الفصل الحادی والعشرون فی المساجد نوع آخر منه فی المسائل التی تعود الی قیم المسجد، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات، خانیه علی هامش الهندیه کوئٹه ص ۲۹۷ ج ۳ کتاب الوقف باب الرجل یجعل داره مسجداً.

(**صفحہ ہذا**) [1] عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إن اللّٰه لا ینظر الی صورکم واموالک ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (مشکوٰة شریف، ص ۴۵۴، باب الریاء والسمعة مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۳۱۷ ج ۲ کتاب البرّ والصلة باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره، مطبوعه رشیدیه دهلی.

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال پر نظر نہیں فرماتے ہیں البتہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

ویران ہوجانے کے بعد مسجد کا حکم

سوال:۔ کسی جگہ کوئی مسجد تھی بعض مصلحت کی بنا پر اس مسجد کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ بنوادی گئی، تو کیا مسجد اول کی زمین وقف کے حکم میں ہمیشہ رہے گی یا اس کی بیع وفروخت جائز ہوگی مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ باقاعدہ شرعی مسجد ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے وقف ہے اس کی زمین کو فروخت کرنا یا عاریت پر دینا ناجائز ہے۔

فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعارولا یرهن درمختار علی هامش رد المحتار[۱] ص ۵۶۷/ج ۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/ذیقعدہ ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم // // //

الجواب صحیح عبد اللطیف مظاہر علوم ۱۵/ذیقعدہ ۵۹ھ

مسجد ویران ہونے پر اس کی جائیداد وسامان کا حکم مسجد کو قصداً ویران کرنا

سوال:۔ ہماری ایک غیر آباد مسجد کی جائیداد غیر منقولہ کو متولی نے دوسری مسجد کے متولیوں کے ہاتھ فروخت کردیا، بعد ایک مدت کے اس مسجد کو محلّہ والوں نے آباد کیا، اب اس کے متولی

---

[۱] درمختار مع ردالمحتار کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج ۴/ شامی نعمانیہ ص ۳۶۷ج ۳ کتاب الوقف، قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، النهر الفائق ص ۳۱۹ج ۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص ۵۸۱ج ۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

دوسرے لوگ ہیں ضروریات مصلیوں کیلئے پانی کی ٹنکی، غسل خانہ، پیشاب خانہ وغیرہ بنائے کچھ مسجد کی زمین اور کچھ مسجد کی اس زمین میں جو متولی اول نے دوسری مسجد کے متولیوں کے ہاتھ فروخت کردیا تھا، اس وجہ سے دوسری مسجد کے متولیوں نے اس زمین کے قبضہ کو چھڑانے کیلئے عدالت میں مقدمہ دائر کیا، عدالت عالیہ نے بعد تحقیقات بلیغہ کے یہ فیصلہ کردیا کہ زمین در حقیقت مسجد غیر آباد کی ہے متولی کو اس کا بیچنا صحیح نہیں ہے۔

الغرض دستاویز کو بھی غلط ناقابل عمل قرار دیا مگر چونکہ قانون ہند کے مطابق بارہ برس سے زیادہ مدت کا قبضہ دوسری مسجد والوں کا ہے، اس لئے زمین کا قبضہ دوسری مسجد والوں کو دیا جاتا ہے، اس لئے کہ دوسری مسجد والے اس کو آباد رکھنا نہیں چاہتے ہیں، بلکہ ضرار وغیرہ کا فتویٰ لے کر دوبارہ ویران کرنے کی پوری کوشش کرچکے تھے، تمام غسلخانہ پیشاب خانے پانی کی ٹنکی مسجد کی سیڑھیاں وغیرہ بامداد پولیس توڑ پھوڑ کر ایک ڈھیر بنادیا، یہاں تک کہ جس کنویں کا پانی مسجد میں لیا جاتا تھا، اس میں گوبر پاخانہ وغیرہ ڈالا اور اس میں پیشاب کیا مسجد میں آنے کا ایک طرف کا راستہ بند کردیا، یہ واقعہ ہے جو جناب کی سہولت کے لئے گوش گزار کیا گیا، اب چند امور کا استفتاء کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک مسجد کی زمین دوسری مسجد میں لیجاسکتی ہے۔

(۲) کیا متولیوں کو اس کو شرعاً بیچنے کا حق ہے۔

(۳) ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں لینا حرام ہے یا حلال ہے۔

(۴) اگر متولیوں کو مسجد کی زمین بیچنے کا حق شرعاً نہیں ہے، تو پھر مسجد ثانیہ کے متولیوں کو مسجد کی دوسری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو فروخت کرکے متنازعہ فیہا زمین کے لئے مقدمہ لڑنا جائز ہے۔

(۵) عدالت نے جو فیصلہ دیا ہے از روئے شریعت صحیح ہے، اور فیصلہ پر عمل کرنا مسلمانوں کو جائز ہے۔

(۶) عدالت نے مسجد اولیٰ کے متولیوں پر مسجد ثانیہ کا خرچہ ڈالا کیا یہ خرچہ وصول کرنا اور اس کا

مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے، اگر اس رقم کا ناجائز پیسہ مسجد میں خرچ کیا جائے، تو اس مسجد میں نماز مکروہ تو نہ ہوگی۔

(۷) متنازع فیہا زمین میں مسجد اول کسی کو کرایہ پر نہیں دی بالکل ویران پڑی رہی، اس ڈگری کے بعد مسجد ثانیہ کے متولی اس زمین کا کرایہ سالانہ بطور حرجانہ اتنی مدت کا جس مدت تک ویران پڑی رہی بذریعہ عدالت وصول کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ کرایہ وصول کرنا شرعاً درست ہے، اگر نہیں تو پھر اس بارے میں جو امداد کرے وہ کس جرم کا مستحق ہے اور یہ پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے۔

(۸) جو لوگ بربنائے عدالت مسجد اولیٰ کی توڑ پھوڑ میں شریک ہوئے یا مشورے میں شریک رہے اور اس پر خوش ہوئے اور یوں کہا کہ ہم نے جنت خریدی ایسے لوگ شرعاً جرم کے مستحق ہوئے کیا ان کے ایمان میں کچھ خلل تو نہیں پیدا ہوا، امام اور بعض لوگ یہاں تک بدکلامی کرتے ہیں کہ ایسے مندر تو بہت توڑے گئے کیا اس سے لوگ دائرہ اسلام میں رہ گئے ہیں، اور کیا ان کی زوجہ نکاح میں رہ سکتی ہے؟

(۹) کنویں میں پیشاب وغیرہ کرنا کرانا تاکہ مصلی پانی استعمال نہ کرسکے اسی طرح ایک طرف کا راستہ آنے کا بند کردینا تاکہ مصلی تکلیف اٹھا کر دوسری مسجد میں چلا آئے وغیرہ امور کے ارتکاب کرنے والے لوگ "**ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه الخ**" کے تحت داخل ہوسکتے ہیں نیز آیت شریفہ کی کچھ تفصیل بھی بیان فرمائیں؟

(۱۰) اگر امام مسجد میں توڑ پھوڑ اور کنویں میں پیشاب کرانے میں شریک ہو اور اس کار ناشائستہ کو دخول جنت کا ذریعہ سمجھتا ہو تو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، کیا مسلمانوں پر ایسے امام کو امامت سے الگ کرنا واجب ہے، امام اور بعض لوگ اس مسجد کے مال کو مال غنیمت سمجھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے۔

(۱۱) چند لوگ صلح بین الفریقین کے لئے پڑے ہیں بات یہاں تک پہنچی ہے کہ مسجد اولیٰ کے لئے اتنی زمین چھوڑ دیجائے جس میں غسل خانہ وغیرہ بن سکے اور عدالت کا خرچہ نصف مسجد

اولیٰ دے کیا یہ صلح موافق شرع ہے، اور اس طریقہ سے مسجد کی زمین دوسری مسجد میں دی جا سکتی ہے شرعاً کچھ قباحت تو نہیں ہے، اس بارے میں صلح کی پہلو شرعاً کیا ہے

(۱۲) ایسے مصلحین شرعاً مجرم تو نہ ہوں گے۔

(۱۳) مسجد کو جدید فیشن پر لانے کے لئے مسجد کی پختہ عمارت توڑنا جائز ہے اس جدید فیشن سے صفوں میں بھی کمی آجاتی ہے۔

(۱۴) اگر کوئی شخص اس توڑنے کی وجہ سے ناراض ہوکر قانونی چارہ جوئی سے اس کی رکاوٹ کرادے تو وہ شخص گنہگار تو نہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ جب کوئی شئی شرعی قواعد کے مطابق وقف ہوجائے، تو اس کی بیع ناجائز ہوتی ہے، جس زمین کو شرعی مسجد بنادیا گیا اس کی بیع کسی حال میں درست نہیں ہے،[۱] وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وقف اور مسجد بن چکی جائیداد منقولہ جو کہ مسجد کی ملک ہے، وہ اس بارے میں مسجد کے حکم میں نہیں ہے، جب مسجد غیر آباد ہوجائے اور کوئی توقع اس آبادی کی نہ رہے اور اس کی جائیداد کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی بیع درست ہے، اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ بعینہ اس جائیداد کو کسی قریبی مسجد میں صرف کیا جائے اگر یہ دشوار ہو تو اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت کو دوسری مسجد

---

[۱] فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ای لا یقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه ،شامی کراچی ، ص ۳۵۲ /ج۴/. کتاب الوقف قبیل مطلب فی شرط واقف الکتب، النهر الفائق ص ۳۱۹ ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۵ ج۵.

[۲] ومثله حشیش المسجد وحصیره مع الاستغناء عنهما فیصرف وقف المسجد الیٰ اقرب مسجدا الیه مختصراً (درمختار مع الشامی کراچی ،ص ۳۵۹/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب فیما لوخرب المسجد)، النهر الفائق ص۳۳۰ج۳ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

میں خرچ کیا جائے[۲] اور غیر آباد مسجد کا احترام باقی رکھنے کے لئے اگر اس کی چہار دیواری نہ ہوتو اس کا احاطہ بنایا جائے، جو جائیداد غیر منقولہ زمین وغیرہ مسجد کے لئے خریدی گئی مسجد کے غیر آباد ہونے یا ضرورت شدیدہ پیش آنے کے وقت اس کی بیع اہل محلّہ کی رائے سے درست ہے[۱]، اور جو جائیداد غیر منقولہ خود واقف نے وقف کی ہے اس کی بیع درست نہیں ہوئی[۲] بلکہ مسجد کے غیر آباد ہونے کی صورت میں اس جائیداد کی آمدنی کو دوسری قریبی مسجد پر اہل محلّہ کی رائے سے صرف کرنا درست ہے[۳]، اس عبارت سے ۱/۲/۳/ کے جوابات واضح ہو گئے۔

(۴) جب وقف تمام اور لازم ہو جاتا ہے، تو اس کو رہن رکھنا درست نہیں ہوتا[۴]

(۵) عدالت عالیہ کے فیصلہ میں جیسا کہ آپ نے نقل کیا ہے ایک جزء شریعت کے مطابق

(بقیہ اگلے صفحہ پر) فعلى هذا يباع النقض في موضعين عند تعذر عوده وعند خوف هلاكه (شامي كراچي، ص۳۷۷/ ج۴/ كتاب الوقف، مطلب في الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته).

(صفحہ ہذا) ۱ متولي المسجد اذا اشترى بمال المسجد حانوتا او دارا ثم باعها جاز (الهنديه، ص۴۱۷/ج۲/ كتاب الوقف، الباب الخامس) في ولاية الوقف وتصرف القيم، قاضي خان على الهندية كوئٹه ص۲۹۷ ج۳ كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجداً، المحيط البرهاني ص۱۳۸ ج۹ كتاب الوقف، نوع آخر في المسائل التي تعود الى قيم المسجد، مطبوعه ڈابھيل.

۲ إذا خرب المسجد ولا يعرف بانيه وبنى اهل المسجد مسجداً آخر ثم اجمعوا على بيعه واستعانوا بثمنه في ثمن المسجد الآخر فلا بأس به فأما إذا عرف لأهل المسجد بان فليس لاهل المسجد ان يبيعوه، المحيط البرهاني، ص۱۲۹، كتاب الوقف، الفصل الحادى والعشرون في المساجد، مطبوعه ڈابھيل، خلاصة الفتاوى ص۴۲۴ ج۴ كتاب الوقف، الفصل الرابع في المساجد، مطبوعه رشيديه كوئٹه، تاتارخانيه كراچي ص۸۴۷ ج۵ مسائل وقف المساجد.

۳ ملاحظہ ہو عنوان، مسجد ویران ہونے پر دوسری مسجد بنانا حاشیہ ۱۔

۴ فاذاتم ولزم لايملك ولايملك ولايعار ولايرهن (درمختار مع الشامي كراچي، ص۳۵۲/ ج۴/ كتاب الوقف مطلب في شرط واقف الكتب الخ) النهر الفائق ص۳۱۹ ج۳ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۵۸۲ ج۲ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid & Uske Saman ko Bechna2

اور قابل عمل ہے یعنی یہ کہ وقف کی بیع کا متولیوں کو حق نہیں[1] اور دستاویز نا قابل عمل ہے، اور دوسرا جز شریعت کے خلاف ہے، اور اہل اسلام کے حق میں نا قابل قبول ہے، یعنی یہ کہ بارہ برس سے زیادہ مدت گزر جانے کی بناء پر قبضہ دوسری مسجد والوں کو دیا جاتا ہے،

(۶) یہ خرچہ لینا جائز نہیں ہے، واپس کرنا ضروری ہے مگر مسجد میں اس سے نماز ممنوع نہ ہوگی[2]

(۷) یہ حرجانہ لینا شرعاً ناجائز ہے، اور جو شخص مسئلہ معلوم ہونے کے بعد ناجائز کام[3] میں امداد کرے گا وہ گنہگار ہوگا اگر یہ حرجانہ وصول کرلیا ہے، تو اس کی واپسی ضروری ہے اس کو مسجد میں یا اپنے صرف میں لگانا جائز نہیں۔

(۸) اگر وہ مسئلہ سے واقف ہیں یعنی یہ کہ شرعاً اس کو توڑنا پھوڑنا ناجائز ہے[4] اس میں شرکت کرنے والے سب گنہگار ہوگئے، اگر مسجد کی توہین اور تحقیر کی نیت سے ایسا کیا ہے تو یہ سخت

---

[1] فاذا تم ولزم لا يملك قوله لا يملك اى لايكون مملوكا لصاحبه ولايملك اى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه، الدرالمختار مع الشامى كراچى ص ۴/۳۵۲، كتاب الوقف، مطلب وفى شرط واقف الكتب، فتح القدير ص ۶/۲۲۰، مطبوعه دارالفكر بيروت، النهرالفائق ص ۳/۲۱۹، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] اس لئے کہ ایک مسجد کی حاصل ہونے والی آمدنی اولاً اسی مسجد پر صرف کی جائے جب تک اس سے استغناء نہ ہو تو دوسری مسجد پر صرف درست نہیں، والفتوى على أن المسجد لا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر شامى زكريا ص ۵۴۹ ج ۶ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج ۳ كتاب الوقف، فصل، مطبوعه بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج ۵ كتاب الوقف، فصل.

[3] مسجد اول کی موقوفہ زمین پر مسجد ثانی کے متولیوں کے بارہ سال تک قبضہ کی وجہ سے وہ مسجد اول کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی لہذا گذشتہ بارہ سال کے کرایہ کا مطالبہ مسجد اول کے متولیوں سے کرنا بھی درست نہیں چونکہ دوسری مسجد والوں کو اس میں کوئی حق نہیں والفتوى على ان المسجد لا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر شامى زكريا ص ۵۴۹ ج ۶ كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، النهر الفائق ص ۳۳۰ ج ۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۱ ج ۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المساجد.

[4] لايجوز نقض المسجد ولا بيعه ولاتعطيله وان خربت المحلة (قرطبى، ص ۷۵/ ج ۱/ الجزء الثانى سوره بقره تفسير الاية ۱۱۴) مطبوعه دار الفكر بيروت.

خطرناک اور اسلام کے خلاف حرکت ہے، اسی طرح مسجد کو مندر کہنا اور اس کو شرعی مسجد سمجھتے ہوئے خانہ خدا کی تحقیر تذلیل کی نیت سے ایسا کیا ہے تو یہ کفر ہے[1]، اہل اسلام سے اسکی توقع نہیں، ایسی حالت میں ایسے لوگوں کو علی الاعلان تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے[2]۔

(۹) کنویں میں نجاست ڈالنا اور پیشاب کرنا خلاف انسانیت حرکت ہے، اس کی قباحت کسی پر مخفی نہیں۔

مجوس اور نصاریٰ نے بیت المقدس میں نجاست ڈالی تھی، اور اس کو خراب وویران کیا تھا[3] اور مشرکین عرب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے اور اس میں نماز پڑھنے سے مقام حدیبیہ میں روکدیا[4] ان کی برائی اس آیت شریفہ میں نازل ہوئی کہ اس سے ظالم کون ہے کہ جو اللہ کے گھر میں ذکر ہونے سے روکے اور اس کے گھر کو ویران کردے کہ لوگ وہاں اسکا نام نہ لے سکیں، ان

---

[1] اذا انکر اٰیة من القرآن اواستخف بالقرآن او بالمسجد (الی قوله) کفر (مجمع الانهر بیروت، ص ۵۰۷/ج ۲/ کتاب السیر والجهاد، باب المرتد) شرح فقه اکبر ص ۲۰۵ فصل فی القراء ة والصلاة، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] وما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولا زنا وذکر فی نور العین ویجدد بینهما النکاح ان رضیت زوجته بالعود الیه وما فیه خلاف یومر الاستغفار والتوبة وتجدید النکاح، الدر المختار مع الشامی کراچی ص ۲۴۶ ج ۱ مجمع الأنهر ص ۵۰۱ ج ۲ باب المرتد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۲۸۳/ ۲، قبیل الباب العاشر فی البغاة،

[3] النصاری کانوا یطرحون فی بیت المقدس الاذی ویمنعون الناس ان یصلوا فیه الی قوله قال الروم کانوا ظاهروا بخت نصر علی خراب بیت المقدس حتی خربه وامر به ان تطرح فیه الجیف وانما اعانه الروم علی خرابه من اجل ان بنی اسرائیل قتلوا یحی بن زکریا جامع البیان ص ۴۹۸، ۴۹۹ ج ۱ سورة بقره تحت آیت ۱۱۴، روح المعانی ص ۱۵۷ ج ۱ مطبوعه دار الفکر بیروت، الجامع الاحکام القرآن ص ۷۴ ج ۱ الجزء الثانی، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[4] نزلت فی المشرکین اذ منعوا المصلین والنبی صلی الله علیه وسلم وصدوهم، عن المسجد الحرام، عام الحدیبیة، الجامع لاحکام القرن ص ۷۴ الجزء الثانی، سورۂ بقره تحت آیت ۱۱۴، مطبوعه دار الفکر بیروت. تفسیر ابی السعود ص ۱۴۹ ج ۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، تفسیر کشاف ص ۳۰۶/ ۱، مطبوعه دار الفکر بیروت،

کی سزا یہ ہے کہ ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے، اب جو شخص خانہ خدا کی بے حرمتی کرے اور اس کو ویران کرے اس کا حکم یہی ہے[1]

(۱۰) مسجد کا مال کسی حال میں قابل غنیمت نہیں جو لوگ اس کو مال غنیمت سمجھتے ہیں وہ گناہ عظیم میں مبتلا ہیں[2] توڑ پھوڑ کرنے والے کا حکم جواب نمبر ۸/ میں گزر چکا اس جواب میں امام و مقتدی سب کا ایک حکم ہے۔

(۱۱) جب یہ مسجد آباد ہو رہی ہے، تو اس کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کسی دوسری مسجد میں نہیں دی جا سکتی، اور وہ زمین جس پر مسجد تھی اس کو تو کسی دوسری مسجد میں دینے کا احتمال ہی نہیں[3] جو زمین دوسری مسجد والوں نے خریدی تھی، اس کی قیمت پہلی مسجد والے واپس کر دیں، اور دوسری مسجد والے وہ زمین پہلی مسجد والوں کے حوالہ کر دیں[4] خرچہ فریقین بذمہ فریقین ہے۔

---

[1] ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الآخرة عذاب عظیم سورۂ بقرہ آیت ۱۱۴ .

[2] وعندھما ھو ای الوقف حبس العین علی حکم ملک اللّٰہ المالک الحقیقی تعالیٰ علی وجہ یعود نفعہ علی العباد فیلزم ویزول ملکہ بحیث لا یباع ولا یوھب ولا یورث لانہ قصد بالوقف استدامة الخیر فوجب ان یخرج عن ملکہ ویخلص للّٰہ تعالیٰ، مجمع الأنھر ص ۵۷۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۲۰، ۵۲۱ ج۶ کتاب الوقف، فتح القدیر ص ۲۳۴ ج۶ کتاب الوقف، فصل واذا بنی مسجداً، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[3] ولو خرب وما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعة وبہ یفتی حاوی القدسی فلا یعود میراثاً ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلوان فیہ اولا، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۴۸ ج۶ کتاب الوقف، مطلب فیما لو خرب المسجد او غیرہ، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد، النھر الفائق ص ۳۳۰ ج۳ کتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[4] فاذا تم ولزم لایملک قولہ لایملک ای لایکون مملوکا لصاحبہ ولایملک ای لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ الخ، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص۴/۳۵۲، کتاب الوقف، مطلب وفی شرط واقف الکتب، فتح القدیر ص ۶/۲۲۰، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالفکر بیروت، النھرالفائق ص ۳/۲۱۹، کتاب الوقف، مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت،

(۱۲) جواب ۱۱؍کے موافق صلح کر لینے سے مجرم ہوں گے[۱]

(۱۳) محض شوقیہ مسجد توڑنا ہرگز جائز نہیں[۲]

(۱۴) گنہگار نہیں بلکہ مستحق ثواب ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴؍۴؍۹۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ......صحیح عبداللطیف ۱۴؍۴؍۹۱ھ

مسجد کی نیت سے چھوڑی زمین میں تصرف کا حکم

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک نئی آبادی بنائی گئی ہے، وہاں ایک قطعہ زمین مسجد بنانے کے لئے چھوڑی گئی ہے، ابھی وقف نہیں کیا اور نہ ہی ابھی تک مسجد کی بنیاد وغیرہ پڑی ہے اور یہ زمین ہندو پٹواری نے چھوڑی ہے، اب وہ پٹواری اس زمین سے نصف یا کم ایک مولوی صاحب کے نام کرنا چاہتے ہیں، اور بننے والی مسجد بھی انہیں کی ماتحتی میں چلانا چاہتے ہیں، اب دریافت طلب یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں اس زمین میں سے مولوی صاحب کے نام کرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

اگرچہ ابھی تک وہاں مسجد نہیں بنی اور اس زمین کو وقف بھی نہیں کیا گیا، لیکن جب زمین کی منظوری مسجد کے واسطے لی گئی تو اس کو کسی اور کے نام پھر نہ کیا جائے[۳] مسجد کی تعمیر اور اس کا انتظام

---

[۱] تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان سورۂ مائدہ آیت ۲.

[۲] ارادوا نقض المسجد وبنائه احكم من الاول ان لم يكن البانى من اهل المحلة ليس لهم ذلك، البحر الرائق کوئٹہ ص ۲۵۱ ج۵ كتاب الوقف، فصل فى احكام المسجد، النهر الفائق ص ۳۲۹ ج۳ كتاب الوقف، فصل، فرع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الجامع لاحكام القرآن ص۷۵ ج۱ الجزء الثانى سورۂ بقره تحت آيت ۱۱۴، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۳] چونکہ جب وہ زمین مسجد کے لئے منظور کر لی گئی ہے تو ارادہ کی حد تک اس میں اللہ کا حق وابستہ ہوگیا ہے اس لئے اس زمین کو کسی دوسرے کے نام کرنا اللہ کے حق میں دوسرے کو شامل کرنا جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے والمسجد خالص لله سبحانه ليس لا حد فيه حق قال الله تعالىٰ وان المساجد لله، فتح القدير ۲۳۴، كتاب الوقف، فصل واذا بنى مسجداً، مطبوعه دار الفكر بيروت.

سب کے باہمی مشورہ سے ایک شخص کے سپرد کریں جس کو مسجد اور نماز سے گہرا تعلق ہو اس میں انتظام اور تولیت کی صلاحیت ہو بلکہ ایک کمیٹی بنائی جائے تو بہتر ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلا وقف مسجد کو دی گئی جائیداد فروخت ہوسکتی ہے

سوال :۔ (۱) تاحیات میں مقر اپنے مکان کا مالک وقابض رہونگا، اور کل حق ہر قسم انتقال وغیرہ کے حاصل رہیں گے۔

(۲) بعد وفات مجھ مقر کے مکان کے مالک وقابض مسجد اندرون کوٹلہ معرفت متولی محمد اقبال ہونگے، اور مسجد کو کل حق ہر قسم انتقال وغیرہ کے وصول ہونگے۔

(۳) بعد وفات مقر اگر کوئی شخص اس وصیت نامہ کے خلاف قانون وپنچایت وعدالت کارروائی کرے گا تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، اور اس کی کل کارروائی کالعدم ہوگی۔

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ مکان وقف ہوگا یا نہیں اور اس کو مسجد فروخت کرسکتی ہے کہ نہیں؟

واضح رہے کہ متولی کا کوئی شرعی وارث نہیں ہے اس کی بیوی کی چار لڑکیاں جو دوسرے شوہر سے تھیں، انکا کوئی حق اس مکان میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وقف نہیں حسب صوابدید اسکو فروخت کرنا بھی درست ہے[2] جیسا کہ عبارت نمبر ۲ ر میں

[1] ولا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائبه لأن الولایة مقیدة بشرط النظر ولیس من النظر تولیة الخائن لأنه یخل بالمقصود، شامی زکریا ص۵۷۸/۶ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۶ ج۵ کتاب الوقف، عالمگیری کوئٹه ص۴۰۸ ج۲ الباب الخامس فی ولایة الوقف.

[2] اما تعریفه (الوقف) عندهما حبس العین علی حکم ملک اللّٰه تعالیٰ علی تعود منفعته الی العباد، عالم گیری ،بلوچستان ،کوئٹه ،ص ۳۵۰ ر ج ۲ ر اول کتاب الوقف، ومنها (شرائط الوقف) أن لا یذکر معه اشتراط بیعه وصرف الثمن إلی حاجته فإن قاله لم یصح الوقف، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\f.m.Fainal\Jild-21\Masjid & Uske Saman ko Bechna2

انتقال کی اجازت مذکور ہے بہتر یہ ہے کہ اگر فروخت کریں تو اس کی قیمت سے کوئی جائیداد مسجد کے لئے بنالیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۱۴۰۱ھ

مسجد کی زمین میں تعمیر کرلی تو وہ کس کی ہے

سوال:۔ ایک مسجد کی کچھ مملوکہ ومقبوضہ زمین جو سالہا سال سے بیکار پڑی تھی، اس کا کچھ حصہ لوگوں کے پاس کرایہ پر تھا، کرایہ کی مقدار بہت تھوڑی تھی، کچھ لوگوں نے اس پر عمارتیں بنالیں، اور کرایہ دینا بھی بند کردیا۔

اس طرح زمین پر قبضہ کرکے مالک بنجانا چاہتے تھے، مسجد کی کمیٹی نے یہ دیکھ کر زمین فروخت کردینے کا اعلان کردیا، اور کہا یا تو زمین کی قیمت ادا کردو یا اپنے مکان کی قیمت لے لو، بعض کرایہ داروں نے یہ بات مان لی اور زمین کی قیمت دس ہزار روپئے گراؤنڈ کے حساب سے دینے پر راضی ہوگئے، زمین کو فروخت کردینے میں مسجد کا فائدہ ہے اس سے مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہوجائیگا، اور اس آمدنی سے دوسری جائیداد خریدی جاسکتی ہے، ورنہ لوگ زمین پر ناجائز قبضہ کرینگے، جس سے مسجد کو سخت نقصان ہوگا، اور زمین مسجد سے نکل جائیگی، ایسی صورت میں اس زمین کا فروخت کردینا اور اسکی قیمت لے لینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هندیه کوئٹه ص ۲/۳۵۶ کتاب الوقف، الباب الاول، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص۲۵۷ ج۶ کتاب الوقف، الثالث فی صحته وفساده الخ، بحر کوئٹه ص ۱۸۹ ج۵ کتاب الوقف.

(صفحہ ہٰذا) [۱] مستفاد : وشرط فی الاسعاف أن یکون المستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل لئلا یحصل التطرق إلی ابطال اوقاف المسلمین کما هو الغالب فی زماننا ویجب أن یزاد فی آخر زماننا وهو أن یستبدل بعقار لا بدراهم ودنانیر فانا قد شاهدنا النظار یأکلونها وقل أن یشتری بها بدلا، شامی کراچی ص۳۸۶ کتاب الوقف، مطلب فی اشتراط الادخال والاخراج، بحر کوئٹه ص۲۲۳ ج۵ کتاب الوقف.

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین مسجد کے لئے وقف ہو چکی ہے، اس کو فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں[1] الا یہ کہ اس پر غاصبانہ قبضہ ہو کر اس کا وقف ہونا ہی ختم ہو جاتا ہو، تو ایسی صورت میں مجبوراً اس کی قیمت وصول کر کے مسجد کے لئے دوسری جائیداد خریدی جائے، اب موجودہ صورت میں تین شکلیں ہیں، اول یہ کہ وہ لوگ وہاں سے اپنی عمارت ہٹا کر مسجد کی زمین بحال کر دیں، دوسری صورت یہ ہے کہ تعمیر شدہ مکان کے ملبہ کی قیمت مسجد کی طرف سے ادا کر دی جائے، اور وہ مکانات مسجد کی ملک ہو جائیں، اگر دونوں شکلوں میں سے کسی پر عمل نہ ہو سکے تو انتہائی مجبوری میں تیسری شکل یہ ہے کہ مسجد کو اس زمین کی قیمت دیدی جائے، اور اس قیمت سے مسجد کے لئے جائیداد خریدی جائے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۲/۸۶ھ

---

[1] فاذاتم ولزم لایملک ولایملک أی لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک أی لا یقبل التملیک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه، (درمختارمع الشامی کراچی، ص ۳۵۱-۳۵۲/ج۴/ کتاب الوقف ،مطلب مهم فرق ابویوسف بین قوله موقوفة وقوله فموقوفة علی فلان) شامی زکریا ص۵۳۹ ج۶ المصدر السابق، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۵۸۱ ج۲ کتاب الوقف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] الثانیة لواستولیٰ علی الوقف غاصب وعجز المتولی عن استردادہ وارادالغاصب ان یدفع قیمتها کان للمتولی اخذ القیمة اوالصلح علی شئی ثم یشتری بالما خوذ من الغاصب ارضاً اخریٰ فیجعله وقفاً علی شرائط الأولیٰ (بحر ،مکتبه ماجدیه کوئٹه، ص۲۴۲/ج۵/ کتاب الوقف) شامی زکریا ص۵۸۸ ج۶ مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع کتاب الوقف، مطبوعه دیوبند، فتح القدیر ص۲۲۸ ج۶ کتاب الوقف، دار الفکر بیروت.

تم الجزء الحادی والعشرون
من الفتاوٰی المحمودیة
بحمد اللّٰہ و احسانہ تعالیٰ
ویلیه الجزء الثانی والعشرون
اوله بقیة ابواب المساجد
انشاء اللّٰہ تعالیٰ
وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه
سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد
واٰله وصحبه وبارک وسلم تسلیماً
کثیراً کثیرا ابداً دائما
برحمتک یا ارحم الراحمین
آمین یا رب العالمین
العبد محمد فاروق عفا اللّٰہ عنه
جامعه محمودیه میرٹھ